UNIVERSAL
LIBRARY

OU_226585

UNIVERSAL
LIBRARY

لَا يَأْتُونَكَ بِمَثَلٍ إِلَّا جِئْنَاكَ بِالْحَقِّ وَأَحْسَنَ تَفْسِيرًا

الحمد للہ والمنۃ کہ جلد ثانی از کتاب مستطاب موسوم بہ



البرہان علی تجمیل من قال بغیر علم فی القرآن

متن تالیف جامع علوم معقول ومنقول جناب لالا محمد علی تغمدہ اللہ بغفرانہ

در مطبع گلزار احمدی واقع مراد آباد باہتمام محمد ولی اللہ فی سنہ ۱۳۳۵ طبع شد

قیمت فی جلد بے روپیہ لاتحصول

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ

رب العلمین والصلوٰۃ

والسلام علی رسولہ محمد والہ واصحابہ

اجمعین اما بعد فھذا الجزء الثانی من کتاب البرھان

علی تحصیل من قال بغیر علم فی القرآن ۱

شروع قصص بنی اسرائیل

قال اللہ تعالیٰ (یا بنی اسرائیل اذکروا نعمتی التی انعمت علیکم الایۃ) **قال** (سید الطائفۃ المنیجریۃ) اس مقام پر خدا تعالے نے بنی اسرائیل کا قصہ بیان کیا ہی **قلت** ہر قصہ کی تفسیر شروع کرنے سے پیشتر سید الطائفہ کے ذمہ یہہ بات ہی کہ آیا یہہ کلام مقصود ہی یا غیر مقصود اور یہہ قصہ واقعی ہی یا غیر واقعی اور معانی کلمات مفردات کے وہی ہین جو اہل لغت لکہتے ہین یا کچہہ اور ہین اور ہر ایک امر کو امور مذکورہ مین سے ثابت کرنا واجب ہی کیونکہ قصہ آدم ع م مین جو اصول اونہون نے قایم کئے ہین اونسے تمام کلمات مجمل ہو گئے اور جسقدر قصص ہین سب مین یہہ احتمال پیدا ہو گیا کہ یا اصلی اور واقعی ہین یا محض افسانہ ہای بے اصل مثل افسانہ ہای گل بکاولی اور قصص حاتم و طوطی وغیرہ کتب افسانجات کے ہین چونکہ یہہ قصہ اولین قصص ہی جو بعد قصہ آدم ع م کے قرآن مجید مین بیان کیا گیا ہی سید الطائفہ پر واجب تہا کہ قبل از تشریح قصہ کے ان امور کو ثابت کرتے کہ معانی کلمات مفردہ کے اس قصہ مین وہی ہین جو کتب لغت مصنفہ چند صدی ما بعد نزول قرآن مین بیان کئے گئے ہین اور یہہ کلام کلام مقصود ہی اور یہہ حالات واقعی ہین جب تک ان سب امور کو شروع مین ثابت نہ کرلین گے تب تک جو کچہہ تحریر مین لاوینگے خود اونکے اصول کے

مطابق ہرگز قابل اعتبار کے متصور نہونگے اسلئے کہ بعید نہین ہو کہ فرقہ نیچریہ مین سے کوئی دوسرا نیچری ملحد اسی قسم کی بناوٹ اور تحریفات جیسی کہ سید الطائفہ نے قصہ آدم مین کی ہین اس قصہ مین بھی کرکے اس قصہ کو بھی بے اصل ٹھہرادے تو وہ امر فارق کیا ہو کہ جسے یہ اطمینان ہو کہ توہمات اور تحریفات سید الطائفہ کے تو لایق قبول ہین اور اوس نیچری کے نہین اگر اُسکے ترہات کو بے اصل کہا جاویگا تو سید الطائفہ کے اغلوطات اور اکذوبات کو بدرجہ اولیٰ غلط کہنا لازم ہوگا اور اگر سید الطائفہ کے خرافات واہیات کو تسلیم کیا جاویگا تو اوسکی لغوبات کے تسلیم کرنے مین بھی کوئی عذر باقی نرہیگا **قال** خدا تعالے نے جو مہربانیان بنی اسرائیل پر کی تہین اونکو یاد دلایا تاکہ پیغمبر آخر الزمان کی ہدایت پر چلین اور جو خرابیان اونہون نے اپنے سچے مذہب مین ملادی تہین اونکو چھوڑ دین (مختصر) **قلت** سید الطائفہ کی تحریرات اور اونکے دوشاگردون کی تحریرات سے جو نیچریہ مین اُستاد سے بھی دو قدم آگے بڑھکر چلتے ہین یہ امر واضح ہو کہ بزعم سید الطائفہ اور اونکے اتباع کے بنی اسرائیل کبھی سچے مذہب پر نتھے یہانتک کہ جناب موسیٰ ع م اور عیسیٰ ع م اور جملہ انبیای بنی اسرائیل بزعم فرقہ نیچریہ ایسی شریعت کے پابند تھے کہ ایک لمحہ کے لئے بھی اوسکو سچا نہین کہہ سکتے تفصیل اس اجمال کی یہہ ہو کہ جملہ انبیا بنی اسرائیل اور بنی اسرائیل تابع توریۃ مقدس تھے جسمین بتصریح تمام حکم استرقاق کا موجود ہو چنانچہ خود سید الطائفہ نیچریہ تبیۃ الاسلام مین اقرار کرتے ہین کہ یہودی مذہب نے غلامی کے قانون کو جائز سمجھا اور عیسیٰ مسیح نے کچھ نہین کہا پھر اوسی تبیۃ الاسلام مین نسبت استرقاق اور اوسکے احکام کی نسبت یہہ لکھتے ہین کہ ایک لمحہ کیلئے یہہ بات نہین مانی جاسکتی کہ سچا مذہب جو خدا کی طرف سے اترا ہو اوسمین ایسے امور جائز ہون پھر صفحہ ۲۶۲ اور ۲۶۳ پر اسی کتاب کے لکھتے ہین (یہودیون کی شریعت مین بغیر کسی سبب قوی کے مرد کو طلاق دیدینا جائز قرار دیا گیا ہو

اور ایسا کرنے مین کوئی گناہ یا الزام مرد پر عائد نہین کیا گیا بلاشبہ یہہ شریعت ایک ناپسندیدہ
شریعت ہو بت پرستون اور حال کے زمانہ کے عیسائیون کی شریعت مین طلاق جائز نہین
یا بجز زنا کے اور کسی حالت مین جائز نہین مگر جس طرح یہودی شریعت مین افراط تھی اسیطرح
اس شریعت مین تفریط ہی اور دونون فطرۃ انسانی کے برخلاف ہین) جب بزعم سید الطائفہ
وہ دونون شریعتین ایسی ناقص ہین کہ ایک لمحہ کے لئے قابل تسلیم نہین اور احکام انکے خلاف فطرۃ
انسانی کے ہین اور ناپسندیدہ شریعتین ہین تو ابتدا آرہی وہ شریعتین خراب ہین اور خود شارع
شریعتہائی مذکورہ کا جہل اور ظلم باعث مخالفت فطرۃ انسانی اور ناپسندیدگی سید الطائفہ اور
قابل تسلیم نہونے شریعتہای مذکورہ کا ہوا پھر بنی اسرائیل پر جو الزام خرابیان ڈالنے کا دہرے
ہین عبث محض ہین ہرگاہ کہ خود شارع نے ہی نہایت خراب شریعتین بنائی ہین تو اگر بنی اسرائیل
اوسمین کچھ خرابی نہ ملاتے تب بھی وہ شریعتین بزعم سید الطائفہ اس قابل نتھین کہ اونکو ایک
لمحہ کیلیے سچا سمجھا جاتا طرفہ یہہ ہی کہ اب تک حد درجہ کا اسپر اصرار کرتے ہین کہ کتب عہد قدیم مین
مین کچھ تحریف نہین ہوئی حالانکہ یہہ مسائل جنکے سبب سے اون دونون شریعتون کو خلاف
فطرۃ اور ناپسندیدہ اور غیر قابل تسلیم قرار دیتے ہین انہین کتب مین جنکو من جانب اللہ غیر محرف قرار دیتے
ہین صریح منصوص ہین اس صورت مین بجز اسکے کیا کہا جا سکتا ہی کہ فرعونیت سید الطائفہ کی
بسبب وفور جہل مرکب کے اس درجہ پر پہونچ گئی ہی کہ اپنے اعتقاد خبیث مین اللہ تعالے پر
بھی الزام لگاتے ہین مگر بحکم آنکہ ہر فرعونی را موسیٰ نسبت مسئلہ استرقاق کی تو پرچہائے
نوالافاق اور رسالہ ردالشقاق نے اونکو بہت نیچا جھکایا ہی اور نسبت مسئلہ طلاق کے آیندہ
موقع مناسب پر اونکو جہل مرکب پر آگاہ کیا جاویگا انشاء اللہ تعالیٰ **قال** حضرت موسیٰ
سے جو واقعات متعلق ہین وہ بہت سورتون مین آئے ہین ان مین مکرر بھی مضامین بیان

ہوئے ہین اور کسی مین کسی جگہ کا واقعہ بیان ہوا ہی کسی مین کسی جگہ کا ہم اون تمام آیات اور الفاظ
کو منتخب کر کر موسیٰ کے قصہ کو بہ ترتیب حاشیہ پر لکھے دیتے ہین **قلت** یہہ فعل بھی خالی از دغا
اور فریب کے نہین قرآن کی آیتون کو اولٹ پلٹ کر کے ایک ترتیب اپنی طرف سے قایم کرنی
صراحتہ اپنے آپ کو مصداق یحرفون الکلم عن مواضعہ بنانا ہی اور اس اولٹ پلٹ کرنے سے
بعض مقامات مین اصل مقصود مین خلل واقع ہوا ہی مثلاً آیات سورہ شعرا یہہ ہین فلما تراء الجمعان
قال اصحاب موسیٰ انا لمدرکون قال کلا ان معی ربی سیھدین فاوحینا الی موسیٰ ان اضرب
بعصاک البحر فانفلق فکان کل فرق کالطود العظیم ان آیات کی ترتیب سے یہہ بات ظاہر ہی
کہ اوس وقت تک موسیٰ ع کو یہہ معلوم نتھا کہ اللہ تعالیٰ ہمکو کس طریق پر دریا کو خشک کر کے نجات
دیگا چنانچہ کلمہ سیھدین جو واسطے استقبال کے ہی اس پر دال ہی سید الطایفہ نے جو اخیر کی آیتکو
سب آیات سے پیشتر لکھدیا اور کلمہ فاوحینا جو بواسطہ حرف فا تعقیبیہ کے وارد تھا متروک کردیا
اسسے وہ مطلب بالکل فوت ہوگیا اور غرض سید الطایفہ کی اس تحریف سے صاف ظاہر ہی
کہ آیندہ جو یہہ لکھتے ہین کہ حضرت موسیٰ کو راہ معلوم نتھا اور یہہ آیات اس قول کے ابطال
پر دلیل نہین اس اولٹ پلٹ مین بطلان اونکے قول کا مشتبہ ہوجاوے چنانچہ بحث اسکی
عنقریب آویگی اسی طرح اور آیات مین بھی عمل کیا ہی کہ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہی علاوہ بران
تکرار اس قصہ کا ہر مقام مین نہایت عمدگی کیساتھہ ایک جدید فائدہ کا مفید اور مناسب مقام ہی
مگر چونکہ سید الطایفہ کو استعداد اور لیاقت سمجھنے نکات اور لطایف کلام معجز کی نہین اونہون
نے قرآن مجید کو زیادہ کتب قصص و اخبار سے نہین سمجھا اسلئے آیات کو اونکے مواضع سے محرف
کر کے اپنی مرضی کے موافق ترتیب دی ہی اور ترجمہ اکثر آیات کا غلط اور بے محل کردیا ہی چونکہ
اسوقت اونکے ترجمہ کی ہر ایک غلطی کی تفصیل باعث طوالت اور تاخیر اصل مقصود مین ہی لہذا

اِس مقام مین ہم اوسسے تعرض نہین کرتے موقع آیات مین اگر وہ یہی ترجمہ لکھینگے تو اوسجگہ اونکی غلطی کا بیان کرینگے انشاء اللہ تعالیٰ مگر اِس مقام مین البتہ یہہ اعلان ضرور ہی کہ اکثر آیات کا ترجمہ غلط کیا ہی اور بعض آیات کو جو اونکے موقع سے محرف کردیا ہی تو اصل مقصود مین بہت فرق آگیا ہی اِسلئے اہل اسلام کو چاہیئے کہ اونکی اِس تلبیس کا بہت خیال رکھین اور اونکے ترجمہ پر بھولکر بھی اطمینان نکرین قال اللہ تعالیٰ واذ فرقنا بکم البحر فانجینا کم واغرقنا آل فرعون الآیہ (ترجمہ) اور جبکہ چیر دیا ہمنے تمہارے سبب سے سمندر کو پس بچا دیا ہمنے تمکو اور ڈبو دیا ہمنے فرعون کے لوگون کو قال (سید الطائفۃ النیچریہ) تمام مفسرین حضرت موسیٰ کے عبور کو اور فرعون کے غرق ہونیکو بطور ایک ایسے معجزہ کے قرار دیتے ہین جو خلاف قانون قدرۃ واقع ہوا ہو قلت جو لوگ کہ خدا پر ایمان رکھتے ہین اون سب کا اعتقاد ہی کہ قدرۃ اوس قادر علی الاطلاق کی غیر متناہی اور غیر محصور ہی کسی قاعدہ اور قانون کی مقید اور محصور نہین پس لفظ قانون کا ایسے مقام پر صریح بے محل ہی کلام اِس مین کرنا چاہیئے کہ اِس واقعہ کو جیسا کہ مفسرین بیان کرتے ہین اور کتب سماویہ سے پایا جاتا ہی آیا داخل قدرۃ کاملہ ہی یا نہین اگر داخل قدرۃ ہی تو چونکہ کتب سماویہ اور اخبار متواترہ سے صحت اوسکی ثابت ہی پس انکار اوسکا صراحتاً کفر و زندقہ ہی اور اگر داخل قدرۃ نہین تو اوسکے امتناع پر دلیل لانی چاہیئے اور ہرگاہ کہ اوسکے امتناع کو ثابت نہین کرسکتے تو بمقابلہ نصوص قاطعہ کتب سماویہ اور اخبار متواترہ کے مہمل الفاظ قانون قدرۃ کے پیش کرنا در پردہ انکار قدرت کاملہ اور انکار کتب سماویہ کا ہی پیشتر ایک تحریر ہماری پرچہ نور الآفاق مطبوعہ ۲ رجب سنہ ۱۲۹۲ ہجری مطابق ۱۴ جولائی سنہ ۱۸۷۵ مین چھپ چکی ہی اور یقین ہی کہ صنادید نیچریہ کی مطالعہ مین آئی ہوگی ابتک اوسپر کسی نیچری نے کچھ جرح نہین کی باینہمہ وہی الفاظ قانون قدرت زبان پر لائے چلے جاتے ہین شرح اوسکی یہہ ہی کہ ایک سائل نے سید الطائفہ سے سوال کیا تھا کہ اثنا

فرمایئے کہ بداہت اس قضیہ کی مسلم ہی یا نہین کہ امکان شی جیسا کہ وجود شی کا مثبت نہین
عدم الشی کا بھی مثبت نہین اس صورت مین بعد تسلیم امکان شی کے اور عدم ثبوت وجود کے
حکم یقینی عدم الشی پر سقط ہوا اسکے جواب مین سید الطائفہ نے پرچہ تہذیب اخلاق نمبر یہ مرقوم
یکم ذی حجہ ۱۳۰۳ھ مین لکھا ہی کہ یہ قضیہ جو آپ نے لکھا صحیح اور درست ہی مگر میری دانست مین
علماء متقدمین اور متاخرین اسلام سے رضی اللہ عنہم یہہ بڑی چوک ہوئی ہی کہ از روی مذہب
کے ایک شی کے وجود کا دعوی کرتے ہین اور بمقابلہ منکرین کے اوس شی کا امکان ثابت کرتے ہین
اور اس بات سے غفلت کرتے ہین کہ صرف امکان اوسکا اونکے دعوے کے ثبوت کو کافی
نہین کیونکہ امکان شی کا وجود شی کا مثبت نہین فقط اب ہم بمقابلہ سید الطائفہ کے بربناء
جواب سید الطائفہ کے یہہ کہتے ہین کہ چونکہ یہہ واقعہ جیسا کہ کتب سماویہ اور تفسیر مفسرین
سے پایا جاتا ہی ممتنعات سے تو نہین بلکہ ممکنات سے ہی پس ہمارے ذمہ البتہ اوسکا وقوع ثابت
کرنا ہے سو ہم کہتے ہین کہ یہہ واقعہ از قسم محسوسات کے ہی اور اثبات محسوسات زمانہ سابقہ
کے واسطے اخبار متواترہ اور اخبار انبیاء عظام کی ہر ائمہ کافی اور وافی ہین سو اس واقعہ کا تواتر
تو زمان موسی ع سے اب تک اس درجہ پر ہی کہ اہل ملت اور غیر ملت مین زبان زبان اور
دہان دہان ہی کتب تواریخ ہر عہد مین دیکھہ لیجئے جس کسی نے فرعون اور بنی اسرائیل اور موسی ع
کا وجود لکھا ہی اوسنے اس واقعہ کو بھی اسی طرح پر لکھا ہی جیسا کہ مفسرین لکھتے ہین کتب
انبیاء بنی اسرائیل جنکی نسبت سید الطائفہ بہت اصرار سے مدعی عدم تحریف کے ہین
اونمین برابر عہد عتیق سے عہد جدید تک یہہ واقعہ اسی طرح پر مرقوم ہی قرآن مجید مین جسکے
منزل من اللہ ہونے کے نبطاہر حال سید الطائفہ بھی قائل ہین یہہ واقعہ اوسی طرح پر
موجود ہی پس ہرگاہ کہ یہہ واقعہ ممکنات سے ہی اور ثبوت بھی اوسکا اخبار متواترہ اور کتب

سماویہ سے ہوگیا تو انکار سید الطائفہ کا بربناء اونہین کے جواب کے محض سفسطہ ہی قال مفسرین یہہ سمجھتے ہین کہ حضرت موسی نے سمندر پر اپنی لاٹھی ماری وہ پھٹ گیا اور پانی مثل دیوار یا پہاڑ کے ادہر اودھر کھڑا ہوگیا اور پانی نے بیچ مین خشک رستہ چھوڑ دیا اور حضرت موسیٰ اور تمام بنی اسرائیل اوس رستہ سے پار اوتر گئے فرعون بھی اوس رستہ مین دوڑ پڑا اور پھر سمندر مل گیا قلت یہہ سب امور قرآن مجید اور جملہ کتب سماویہ سے ایسے واضح اور ظاہر ہین کہ کوئی شخص اونسے انکار نہین کرسکتا بنی اسرائیل کے سمندر مین کو خشک راہ سے بتجاوز کرنے یعنی نکل جانے کا اور فرعون کے اوسی سمندر مین مع تمام لشکر کے ڈوب جانیکا تو سید الطائفہ کو بھی انکار نہین جیسا کہ خود اونکے اقوال سے جو آیندہ ذکر کئے جاوینگے ظاہر ہی مگر جن امور سے انکار ہی وہ یہہ ہین حضرت موسیٰ نے سمندر پر عصا نہین مارا اور اونکے عصا مارنے سے سمندر نہین پھٹ گیا پانی مثل پہاڑون کے ادہر اودھر نہین کھڑا ہوگیا خشک راہ دریا مین نہین ہوگیا ان امور کا انکار کرکے یہہ کہتے ہین کہ معمولی طور پر دریا مین جوار بہاٹہ آیا تہا بروقت بہاٹہ یعنی وہ کے جسکو جزر کہتے ہین حضرت موسیٰ عم بنی اسرائیل کو اوتار لیگئے اور بروقت جوار یعنی چڑہاؤ کے جسکو مد کہتے ہین فرعون اور اوسکا لشکر غلط راہ کو دریا مین گھسا تو ڈوب گیا اب ہم مجملاً اس مقام پر سید الطائفہ کے قول کے ابطال پر آیات قرآن مجید اور دیگر کتب سماویہ لکھتے ہین اور مفصلاً رد اقوال سید الطائفہ مین بحث کرینگے (پہلی آیۃ) واذ فرقنا بکم البحر فانجینا کم واغرقنا آل فرعون (بقرہ) یعنی جب کہ پہاڑ دیا ہمنے تمہارے سبب سے دریا کو پھر بچا دیا ہمنے تمکو اور ڈبو دیا ہمنے فرعون کے لوگون کو۔ دیکھو اس آیۃ سے ظاہر ہی کہ سبب پہاڑ دینے دریا کا جوار بہاٹہ نہتا بلکہ جوار بہاٹہ تو ایک معمولی امر ہی اوس مین بنی اسرائیل کی

سببیت کو کیا دخل تہا حالانکہ یہان یہہ فرمایا کہ تمہارے سبب سے ہمنے دریا کو پہاڑ دیا (۲)
فاتبعوہم مشرقین فلما تراء الجمعان قال اصحاب موسیٰ انا لمدرکون قال کلا ان معی ربی
سیہدین فاوحینا الی موسیٰ ان اضرب بعصاک البحر فانفلق فکان کل فرق کالطود العظیم
وازلفنا ثم الاخرین وانجینا موسیٰ ومن معہ اجمعین ثم اغرقنا الاخرین ان فی ذلک لآیۃ (شعراء)
یعنی پس پہونچ گئے فرعون اور اوسکا لشکر بنی اسرائیل کے قریب سو جب نکلتے پہر جب چشم چار ہوئے دونو
گروہ تو کہا موسیٰ کے لوگون نے کہ ہم پکڑے گئے کہا موسیٰ نے کہ ہرگز نہین بیشک میرے ساتہہ
میرا رب ہی وہ مجکو عنقریب راہ بتاویگا پس ازان ہمنے موسیٰ پر وحی بہیجی کہ مار تو اپنی عصا سے
دریا کو (تو مارا موسیٰ نے عصا سے دریا کو) پس پہٹ گیا دریا تو تہا ہر ایک ٹکڑا مانند ایک بڑے پہاڑ
کے اور اوسی جگہ مین نزدیک کر دیا ہمنے دوسرون یعنی گروہ فرعون کو اور نجات دی ہمنے موسیٰ کو
اور جو اوسکے ساتھ تھے سب کو پہر ڈبو دیا ہمنے دوسرون یعنی فرعون کے گروہ کو بیشک اس مین
ایک بڑی نشانی ہی (۳) ولقد اوحینا الی موسیٰ ان اسر بعبادی فاضرب لہم طریقا فی البحر
یبسا لا تخاف درکا ولا تخشی فاتبعہم فرعون بجنودہ فغشیہم من الیم ما غشیہم (طہ) اور تحقیق وحی
بہیجی ہمنے موسیٰ کو کہ رات مین لیچل میرے بندون کو پس بنا دے اونکے لئے راہ دریا مین خشک
کچھ خوف نکریگا تو پکڑے جانیکا اور نہ ڈرے گا پہر پیچہے سے آملا اون سے فرعون اپنے لشکر سمیت
پس چہا گیا اون پر دریا سے جو کچہہ چہا گیا دیکہو ان آیات سے بنص صریح مارنا عصا کا اور
پہٹ جانا دریا کا ضرب عصا سے اور پانیون کے ٹکڑون کا ایدہر اودہر کہڑا ہو جانا مانند بڑے
پہاڑ کے اور خشک راہ سمندر مین بنی اسرائیل کے لئے بن جانا ایسا صاف وصریح ثابت ہی
کہ کوئی مسلمان اوس سے انکار نہین کرسکتا اب سنئے عبارات کتب سالفہ سماویہ کی بہی جنکی
عدم تحریف پر سید الطائفہ کے تمام فرقہ نیچریہ کو اتفاق ہوا اور بہت اصرار ہی (۴ باب سفر خروج)

درس (۱۵) (۱۶) تو یہ تب خداوند نے موسیٰ سے کہا کہ تو کیون میرے آگے نالہ
کرتا ہی بنی اسرائیل سے کہدے کہ وے آگے چلین تو اپنا عصا اوٹھا اور دریا پر اپنا ہاتھہ
بڑہا (مطلب یہہ ہی کہ ہاتھہ بڑہا کر عصا دریا پر) چنانچہ یہہ مطلب درس ۵ باب ۷ اسفر خروج
سے ظاہر ہی اوسکی) عبارت یہہ ہی خداوند نے موسیٰ سے کہا کہ لوگون کے آگے جا اور بنی
اسرائیل کے بزرگون کو ساتھہ لے اور اپنا وہ عصا جو تو دریا پر مارتا تہا اپنے ہاتھہ مین لے
اور اوسے دو حصہ کر بنی اسرائیل دریا کے بیچ بیچ مین سے سوکہی زمین پر ہوکر گذر جا ین گے
(۲۲) بنی اسرائیل دریا کے بیچ مین سے سوکہی زمین پر ہوکر گذر گئے اور پانی کی اونکے
داہنے بائین دیوار تہی (۲۹) بنی اسرائیل خشک مین پر دریا کی بیچ مین چلے گئے اور پانی کی اونکی داہنے بائین دیوار تہی
(۱۵ باب سفر خروج) (۸) پانی ایک جگہ سمٹ گیا اور موجین تودہ تودہ کہڑی ہوگئین اور دریا کے بیچ مین گہرائی
جمگئی (یوشع) تم مت المیاہ ودفعت کالاطواد المہا اطل وجدت النمور فی قلب البہ یعنی بستہ ہوگیا پانی اور
پانی جو بہ شدت بہتی تہی ٹہہر گئی مانند بلند پہاڑونکی اور جمگئی گہرایان قلب سمندر مین (۱۹) فرعون کا گہوڑا گاڑیان
اور اوسکے سوارون سمیت دریا کے بیچ مین گیا اور خدا نے دریا کے پانی کو اونپر پہیر پہیر الیا تہا
بنی اسرائیل دریا کے بیچ بیچ سوکہی زمین پر ہوکر چلے گئے (کتاب یوشع بن نون ۴ باب ۴)
درس (۲۳) خداوند تمہارے خدا نے یردن کے پانیون کو تمہارے سامنے خشک کردیا
جسطرح تمہارے خدا نے دریائے قلزم کو کیا تہا جسے ہمارے سامنے خشک کردیا جب تک کہ
ہم پار گذر گئے (کتاب نحمیاہ باب ۹) درس (۹) تو نے ہمارے باپ داؤد کی تنگ حالی
پر جو مصر مین تہی نگاہ کی اور دریائے قلزم کے کنارے اونکی فریاد سنی (۱۰) اور فرعون
اور اوسکے سب نوکرون پر اور اوسکے ملک ساری عبرت پر عجائب غریب کرکہائے
(۱۱) اور تو نے اونکے آگے سمندر کو دو حصہ کیا یہانتک کہ وہ سمندر کے بیچ سے سوکہی زمین

پر ہو کے گذرے اور تو نے اونکو جو اونکے پیچھے پڑے تھے گہرا پون مین ڈالا (زبور ۱۰۶) درس (۹)
بحر احمر را عتاب کرد او خشک شد و ایشان را در عمق مثل بیابان رہبری نمود (۱۱) و آبہا
دشمنان را فرو گرفت (زبور ۶۶) درس (۶) دریا بخشکی مبدل گردانید (زبور ۷۸) درس (۱۳)
دریا را شق کرد و ایشان را گذرانید آبہا را مثل تودہ برپا داشت (کتاب اشعیا باب ۶۳)
درس (۱۲) آنکہ بواسطہ ہمین موسیٰ بازوئی عزت خود ایشان را رہبری نمود آبہا را در برابر
ایشان شق کرد (باب ۱۵) درس (۱۰) کیا تو وہی نہین جسنے سمندر اور بڑی گہرا پون کا
پانی سکھا ڈالا جسنے دریا کی تہاہ کو رستہ بنا ڈالا تاکہ وہ جنکا فدیہ لیا گیا ہی پار گذرین (نامہ
اول پولوس بنام قرنتیون باب ۱۰) فقرہ (اول) اے بہائیو مین نہین جانتا کہ تم اسسے ناواقف
ہو کہ ہمارے باپ دادا سب بادل کے نیچے تھے اور وہ سب دریا مین سے ہو کر گذر گئے
(نامہ پولوص بنام عبرانیان باب ۱۱) فقرہ (۲۹) ایمان سے وہ لال سمندر سے پون گذرے
جیسے خشکی پر سے لیکن جب مصریون نے اوس راہ کا قصد کیا تو ڈوب گئے دیکھو ان
سب کتابون سے بتصریح تمام مارنا موسیٰ عرم کا اپنے عصا کو دریا پر اور پھٹ جانا دریا کا
ضرب عصا سے اور خشک راہ کا گہرائیون مین بن جانا اور پانی کا ایدہر اودھر کھڑے بڑے
پہاڑون کی مانند کھڑا ہو جانا ایسا ہی ثابت ہی جیسا کہ قرآن مجید سے ثابت ہی اور ہیئتہ
موقع عبور بنی اسرائیل اور غرق فرعون اور اوسکے لشکر کی پانی کے سمٹ کر دائین بائین
مانند بڑے بڑے پہاڑون کی کھڑے ہو جانے اور نہایت عمیق مقامات کے خشک ہو کر
خشک زمین کے نکل آنے سے اور قعر دریا رعمیق مین ایک خشک بڑی سڑک بن جانے
سے اور پہاڑ سکے ایکبارگی بدستور سابق ہو جانے سے جو حاصل ہوئی تھی صاف وصریح
دلیل اسکی ہی کہ یہہ امر معجزانہ طریق سے محض قدرت کاملہ سے وقوع مین آیا نہ جوار بہاٹہ کے

سبب سے کیونکہ جوار بہاٹہ سمندر مین روزانہ آتا رہتا ہی اور ایسے ایسے عمیق مقامات مین جو
بروقت جوار کے پانی ہوتا ہی کبھی چند ساعات کے لئے خشک نہین ہوجاتا اور انہین تورجات
توریۃ اور دیگر کتب سابقہ سے یہہ بھی خوب واضح ہی کہ سید الطائفہ نے جو معنی اضرب کے جو آیۃ
اضرب لھم طریقا فی البحر مین ہی چلنے کے قرار دیئے ہین صاف تحریف اور غلط ہین کیونکہ ہرگاہ کہ توریۃ
وغیرہ کتب سابقہ مین بتصریح اس جگہ لفظ مارنے کا مذکور ہی پس چونکہ وہی قصہ قرآن مجید مین
بھی مذکور ہی اسلئے معنی اضرب وہی ہونے چاہئین جو کتب سابقہ مین ہین ۔ ہرچند کہ جسقدر
مختصر آیہان لکھا گیا واسطے ابطال سب عذرات سید الطائفہ کے کافی ہی اور حاجت زیادہ
تحریر کی نہین لیکن بنظر مزید انکشاف حال اور اعلان غلطیون اور بددیانتی اور حیلہ جات سید
الطائفہ کے ہم اونکے اقوال کے ابطال پر قولاً قولاً متوجہ ہوتے ہین اور سب مسلمانون اور
سید الطائفہ کے اتباع پر اعلان کرتے ہین کہ سید الطائفہ دیدہ و دانستہ قرآن مجید کی
تحریف پر آمادہ و سرگرم ہین وما توفیقی الا باللہ وہو یحق الحق ویبطل الباطل ویہدی الی صراط
مستقیم **قال** اگر درحقیقت یہہ واقعہ خلاف قانون قدرۃ کے ہوا تھا تو خدا تعالیٰ سمندر
کے پانی ہی کو ایسا سخت کردیتا کہ مثل زمین کے اوسپر چلے جاتے خشک رستہ نکالنے سے یہہ
بات پائی جاتی ہی کہ یہہ واقعہ یا معجزہ جو اوسکو تعبیر کرو مطابق قانون قدرۃ کے واقع ہوا تھا
قلت سخت ہوجانا سمندر کا اس انداز پر کہ اوسپر سے کئی لاکھہ آدمی مع اپنے دواب اور
بہیڑ بکریون کے چلے جاوین بحر فلزم اور بحر عوبا اور بحر ہند اور دیگر بحار مین بجز ان بحار کے
جو خط استوا سے بجانب شمال بہت بعد سے واقع ہین ہرآینہ خلاف وستور کے خرق عادت
ہی پس اگر ایسا ہوتا تو کیا کوئی نیچری اوسکو بھی خلاف قانون نہین کہہ سکتا تھا اور اسکے
جواب مین ہم خود سید الطائفہ کی ہی عبارت مرقومہ صفحہ ۱۹۲ نقل کرتے ہین (ایسا شبہ

ایک شبہ عامۃ الورود ہی کہ جسکا تمام فقلا لغو اور بیہودہ سمجھتے ہین کیونکہ بافرض دو مساوے
چیزون مین سے ایک کی ترک اور ایک کے اختیار کی کوئی وجہ نہو تو جو شبہ اوسپر وارد ہوتا ہے
وہی شبہ اوسوقت مین بھی وارد ہوگا جبکہ مختار کو ترک کرکے متروک کو اختیار کیا جاوے)
الغرض جیسا مقتضای حکمت وقدرۃ کاملہ تھا ویسا ہی وقوع مین آیا علاوہ برآن چونکہ سوا
نجات بنی اسرائیل کے ڈبو دینا فرعون اور اوسکے تمام لشکر کا بھی مقصود تھا اور وہ قاسی القلب
بھی نیچری تھا کہ مثل سید الطائفہ کے کسی چیز کا وقوع بغیر اسباب ظاہری کے ممتنع سمجھتا
تھا جیسا کہ اوسکے قول سے (یاہامان ابن لی صرحا لعلی ابلغ الاسباب الآیۃ) ظاہر ہوتا ہی
خشک زمین پر چلنا ایک امر معتاد سمجھکر اپنی حماقت نیچریہ سے اوس مین گھس گیا اور بنظر
اوسکی نیچریہ ہی کے موسیٰ علیہ السلام کو یہہ حکم ہوا تھا کہ اترک البحر رہوا انہم جند مغرقون یعنی چھوڑ
دے دریا کو پھٹا ہوا اسلئے کہ یہہ قبطی گروہ اسمین ڈبو دیئے جاوینگے مطلب یہہ ہی کہ غفلت
نیچریہ کے سبب سے دریا کے پھٹ جانے کو قدرۃ کاملہ پر محمول نہ کرینگے بلکہ کسی سبب پر
اسباب ظاہریہ کون وفساد سے محمول کرکے تعاقب بنی اسرائیل کا کرینگے اور ڈوب جاوینگے
چنانچہ آیہ سورہ اعراف سے یہہ مطلب خوب ثابت ہی فانتقمنا منہم فاغرقناہم فی الیم بانہم
کذبوا بآیاتنا وکانوا عنہا غافلین یعنی پس بدلہ لیا ہمنے اونسے پس ڈبو دیا اونکو گہرے دریا
مین بسبب اسکے کہ جھٹلایا تھا اونہون نے ہماری نشانیون کو اور تھے ہماری نشانیون
سے غافل **تمام** جو مطلب مفسرون نے بیان کیا ہی وہ مطلب قرآن مجید کے لفظون
سے نہین نکلتا **قلت** گرنہ بیند بروز شپر چشمہ آفتاب چہ گناہ ۔ شعر اذا لم
یکن للمرء عین صحیحۃ ۔ فلا غرو ان یرتاب والصبح مسفر ۔ وہ مطلب تو قرآن مجید کے کلمات
طیبات اور کتب انبیاء علیہم السلام سے ایسا صاف ومنصوص ہی کہ انکار اونکا انکار منصوص ہی کہ جسکے

منکا حکم اہل اسلام مین متفق اور مجمع علیہ ہی **قال** آیۃ (اذ فرقنا بکم البحر فانجینا کم واغرقنا
آل فرعون) مین تو کوئی ایسا لفظ نہین جیسے سمندر کے جدا ہو جانے یا پھٹ جانیکو خلاف
قانون قدرۃ قرار دیا جاسکے **قلت** الفاظ خلاف، قانون قدرۃ تو ایک بیہودہ الفاظ
تکیہ کلام نیچریہ کے ہین اسپر بحث بہت جگہہ ہو چکی ہی بارہا اسے تعرض نکرینگے مگر یہہ جو
کہتے ہین کہ سمندر کے جدا ہونیکو یا پھٹ جانیکو قرار دیا جاوے اسکی نسبت ہم یہہ کہتے ہین
کہ یہہ صریح دہوکا سید الطائفہ کا ہی خود ترجمہ فرقنا بکم البحر کا یہہ لکھتے ہین کہ ہمنے تمہارے
سبب سے سمندر کو جدا کر دیا باوجود اسکے کیسی بددیانتی اور ہٹ دہرمی اور دھٹائی
ہو کہ اپنے ترجمہ کا بھی خیال نہین کرتے اور بے تامل کہتے ہین کہ آیۃ مین کوئی لفظ ایسا نہین
جسے سمندر کے جدا ہونے یا پھٹ جانیکو قرار دیا جاوے آری خوش گفتہ ؎ چون غرض
آمد ہنر پوشیدہ شد + صد حجاب از دل بسوی دیدہ شد ؎ وکنت اری زیدا کما قیل
سیدا + اذا ہوی عبد للقفا واللہازم اس آیۃ مین کلمہ فرقنا فعل متعدی ہی سورہ شعراء
مین اسکا مطاوع یعنی لازم مذکور ہی فانفلق فکان کل فرق کالطود العظیم اب دونون آیتون
کو ایک ساتھہ ملاحظہ کر دیکھیے کہ کیسی نص صریح ہی اوپر پہاڑ دینے اور پھٹ جانے دریا کے
اور ہو جانے اوسکے ہر ایک ٹکڑے جدا شدہ کے بڑے پہاڑ کی مانند یعنی پہاڑ دہا ہمنے دریا
کو پس پھٹ گیا وہ اور ہو گیا ہر ایک ٹکڑہ مانند بلند پہاڑ کے الغرض باوجود ایسی تصریح تام
کے مفسرین کی تفسیرون کو غلط قرار دینا سید الطائفہ نیچریہ ہی کا کام ہی ؎ وکم من عائب
قولا صحیحا + وآفتہ من الفہم السقیم + ولکن تاخذ الاذہان منہ + علی قدر القرائح والعلوم + لا
تعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور **تنبیہ** سید الطائفہ نے اول ترجمہ فرقنا
کا (جدا کر دیا) لکھا لیکن چونکہ اس ترجمہ سے بطلان اونکے قول کا ظاہر ہی اسلئے اوسمین

یہہ تحریف کی کہ بعد اوسکے لکھا (یعنی مٹادیا) کہان مٹادینا کہان فرق فرق کے معنی عربی
مین ہین ایک ملی ہوئی چیز یا دو ملی ہوئی چیزون مین فصل کردینا اسی سے فرق و سفرق بمعنے
مانگ کے کہ سر کے بالون مجتمع کو جب دو حصہ کرکے کچھ ایدھر اور کچھ اودھر کردیتے ہین اور
درمیان دونون کے ایک خط فاصل ہوتا ہی اوسکو فرق و سفرق کہتے ہین جسکی ہندی مانگ
ہی مٹادینے کے معنی مین فرق نہین آتا بلکہ ان معنون کے لئے دفع اور طرد موضوع ہی پھر
یہہ بھی ظاہر ہی کہ بحر اجسام اپنی جگہ سے ہٹ کر کہین اور جگہ کو نہین چلا گیا تہا جہان تہا وہین رہا
تہا البتہ قلب دریا مین یہہ امر معجز ہوا تہا کہ ایک موقع زمین پر کا پانی سمٹ کر ایدھر اودھر
پہاڑون کی مانند کہڑا ہوگیا اور درمیان مین ایک بڑی سڑک خشک نکل آئی تہی الغرض
یہہ تحریف سید الطائفہ کی صریح خلاف کلمات قرآن اور سائر کتب سماویہ کے اور بھی
خلاف واقع کے ہی **قال** دوسری آیۃ الخ **قلت** دوسری آیۃ سورۂ شعراء کی ہی
فاتبعوہم مشرقین فلما تراء الجمعان قال اصحاب موسیٰ انا لمدرکون قال کلا ان معی ربی
سیہدین فاوحینا الی موسیٰ ان اضرب بعصاک البحر فانفلق فکان کل فرق کالطود
العظیم اس کا ترجمہ ہم اوپر لکھ چکے ہین یہہ چار آیتین ہین چوتہی آیۃ مین سید الطائفہ
کلام کرتے ہین یہہ آیۃ مشتمل ہی اوپر کلمہ (اضرب) اور (بارجارہ) اور (عصا) اور (بحر)
اور (فا فصیحہ) اور (انفلق) اور (الطود) اور (العظیم) کے (اضرب) فعل امر ہی ضرب
سے جو معروف لغت بمعنی زدن ہی اور تعدیہ اوسکا بلا واسطہ کسی حرف کے بطرف مفعول
کے ہوتا ہی چنانچہ یہان بطرف بحر کے متعدی ہی (بارجارہ) جو عصا پر داخل ہی باستعانۃ
ہی حسبطر جہ کتبت بالقلم یعنی لکھا مینے باستعانۃ قلم کے (شققت بالرمح الطویل ثیابہ)
(ضربتہ بالسیف) حرف (فا) جو انفلق پر داخل ہی فا فصیحہ ہی کہ بموجب قاعدہ عربیت

کے جس فعل پر وہ داخل ہوتی ہو وہ فعل معطوف ہوتا ہو اوپر فعل محذوف کے اور فایدہ
سببیت و تعقیب کا دیتی ہو (انفلق) صیغہ ماضی کا ہو انفلاق سے جو بمعنی شکافتہ شدن
یعنی پھٹ جانے کے ہو (طود) بمعنی پہاڑ (عظیم) معروف لغت ہو بمعنی بڑے کے پس صاف
و صریح معنی آیۃ کے یہہ ہین کہ پھر وحی بھیجی ہمنے موسیٰ کو کہ مار تو اپنے عصا سے دریا کو
پس مارا موسیٰ نے پس بسبب ضرب عصا کے پھٹ گیا دریا اور تہا ہر ایک ٹکڑہ دریا مانند
بڑے پہاڑ کی نظایر فا فصیحہ کے اور اوسکے ماقبل سے محذوف ہونے معطوف علیہ کے بیشمار
ہین اونمین کئی نظیرین لکھتا ہون (۱) فاوحینا الی موسی ان الق عصاک فاذا ہی تلقف
ما یافکون (اعراف) یعنی پس وحی بھیجی ہمنے موسیٰ کو کہ ڈال دے اپنے عصا کو پس ڈال دیا موسیٰ نے
عصا کو تو ناگاہ وہ نگلتا تہا اونکی بناوٹ کو فاذا ہی پر جو فا ہی وہ فصیحہ ہو کہ اوسے پیش معطوف
علیہ یعنی الفاہا محذوف ہی (۲) واوحینا الی ام موسی ان ارضعیہ فاذا خفت علیہ فالقیہ فی
الیم ولا تخافی ولا تحزنی انا رادوہ الیک وجاعلوہ من المرسلین فالتقطہ آل فرعون
(سورہ قصص) (ای القیہ فی الیم فالتقطہ آل فرعون) یعنی وحی کی ہمنے موسیٰ کی ماں کو
کہ موسیٰ کو دودھ پلا پس جسوقت تجھکو اوسپر خوف ہو تو ڈال دے اوسکو دریا مین اور مت ڈر
اور مت رنج کر ہم اوسکو تیری طرف پہیر لانے والے ہین پس اوٹھا لیا اوسکو آل فرعون
نے (یعنی ڈالدیا موسیٰ کی ماں نے موسیٰ کو دریا مین تو اوٹھا لیا اوسکو آل فرعون نے)
علماء عربیت نے اون مواقع مین جہان حذف مطرد ہی حذف معطوف علیہ کو قبل فا فصیحہ
کے بصراحت بیان کیا ہی چنانچہ مغنی لبیب مین بحث حذف معطوف علیہ مین یہہ آیۃ لکھی
ہی ان اضرب بعصاک الحجر فانفجرت ای فضرب فانفجرت سکاکی مفتاح بحث ایجاز مین لکھتے
ہین انظر الی الفاء التی تسمی فصیحۃ فی قولہ تعالی فتوبوا الی بارئکم فاقتلوا انفسکم ذلکم خیر لکم عند

بازکم فتاب علیکم کیف افادت فاشلتم فتاب علیکم و فی قولہ فقلنا اضرب بعصاک الحجر مفیدۃ فضرب فانفجرت، غرضکہ اسی بنا پر سب مفسرین نے اس آیۃ کی تفسیر کی ہو صاحب کشاف لکھتے ہین ان اضرب بعصاک البحر فضرب فضار فیہ اثنا عشر طریقا تفسیر مدارک مین ہو ای فضرب فانفلق وانشق (بیضاوی) ای فضرب فانفلق (امام رازی) تفسیر کبیر مین لکھتے ہین لاشبہۃ فی ان المراد فضرب فانفلق لانہ کالمعلوم من الکلام فاضل طبرسی تفسیر مجمع البیان مین لکھتے ہین فیہ حذف ای فضرب فانفلق صاحب کشاف تفسیر مین آیۃ واوحینا الی موسی اذاستسقاہ قومہ ان اضرب بعصاک الحجر فانبجست منہ اثنتا عشرۃ عینا (اعراف) لکھتے ہین فان قلت ہلا قیل فضرب فانبجست قلت لعدم الالباس ولیحمل الانبجاس سببا عن الایجار بضرب الحجر للدلالۃ علی ان الموحی الیہ لم یتوقف عن اتباع الامر وانہ من اقتفاء الشک منہ بحیث لاداعیۃ الی الافصاح بہ یعنی اگر کہے تو کیون نہین کہا (فضرب فانبجست) کہتا ہون مین کہ بوجہ نہونے کسی قسم کے التباس کے اور تاکہ جاری ہونا چشمون کا وحی ضرب الحجر کا سبب گردانا جائے تاکہ دلالت کرے اسپر کہ موحی الیہ نے نہ توقف کیا اتباع امر مین اور تاکہ دلالت کرے اسپر کہ بسبب نہونے شک کے ضرب حجر مین وہ ضرب اس مرتبہ مین ہو کہ اوسکی ذکر و تصریح کی کچھ ضرورت نہین مطلب یہہ ہو کہ فا تعقیبیہ تعلیلیہ جو انبجست پر داخل ہو دلالت کرتی ہو اسپر کہ حکم ضرب حجر کا جو انبجست سے پیشتر ہو سبب ہو اور انبجاس اوسپر متفرع اور مسبب ہو حالانکہ واقع مین سبب قریب انبجاس کا ضرب ہو اور ظاہر کلام مین اوسکا ذکر ترک کرکے وحی کو سبب ٹھہرایا گیا تاکہ دلالت کرے اسپر کہ حضرت موسی نے امتثال حکم مین کچھ توقف نہین کیا بمجرد حکم کے اوسنے ضرب واقع ہوئی اور بمجرد وقوع ضرب کے انبجاس وقوع مین آیا پس بسبب نہونے تاخیر اور فصل

کے درمیان وحی اور انبجاس کے گویا کہ وہ وحی ہی سبب قریب انبجاس ہی اور تاکہ دلالت
کرے اسپر کہ بسبب نہونے کسی طرح کے شک کے ضرب حجر مین وہ ضرب حجر اس مرتبہ وضوح
مین ہی کہ اوسکی تصریح کی کچھہ حاجت وضرورت نہین سوا اسکے ایک قرینہ اور بھی حذف
ضرب کا اس آیۃ مین ہی کہ انفلق کا عطف اضرب پر تو نہین ہوسکتا کیونکہ اضرب صیغہ
انشاء ہی اور انفلق صیغہ خبر ہی اور عطف خبر کا انشاء پر جایز نہین اسلئے علاوہ قاعدہ فار
فصیحہ اور نکتہ مبینہ صاحب کشاف کے قاعدہ نحویہ کی رو سے بھی حذف ضرب کا واجب
ہی جب ترجمہ اور تفسیر آیۃ کی بموجب قاعدہ عربیت کے معلوم ہوگئی تو اب ہم دیکھتے ہین کہ
سید الطایفہ کو دریا کے پھٹ جانے اور خشک راہ ہوجانے اور پانی کے ایدہر اودہر کھڑے
ہوجانے مین کیا عذر رہ گیا **قال** مفسرین اس جملہ کو بطور شرط وجزا کے قرار دیتے
ہین کہ شرط گویا علت ہی اور جزا اوسکا معلول ہی یعنی لاٹھی مارنے کے سبب سے سمندر
پھٹ گیا اور زمین نکل آئی مگر یہ استدلال صحیح نہین انفلق ماضی کا صیغہ ہی اور عربی
زبان کا قاعدہ ہی کہ جب ماضی جزا مین واقع ہوتی ہی تو اوسکی دو حالتین ہوتی ہین اگر
ماضی اپنی معنی پر نہین رہتی بلکہ شرط کی معلول ہوتی ہی تو اوسوقت اوسپر ف نہین لاتے
اور جبکہ وہ اپنے معنی پر باقی رہتی ہی اور جزا کی معلول نہین ہوتی تب اوسپر ف لاتے
ہین **قلت** مین نہین سمجھتا کہ یہان کیا ہذیان سرائی کر رہے ہین شرط وجزا کی تو یہان
کچھہ بحث نہین یہان بحث اوس فار کی ہی جسکو سکاکی اور دیگر علماء عربیت فار فصیحہ
تعبیر کرتے ہین اور جسکا کلمہ (انفلق) پر داخل ہی اور جو کہ یہہ فار عاطفہ ہی اور فار عاطفہ متضمن
ہوتی ہی معنی سببیۃ کو جیسے ضربہ فنکی کسرتہ فانکسر فرقنا البحر فانفلق صاحب مغنی
لبیب لکھتے ہین السببیۃ غالب فی العاطفۃ جملۃ او صفۃ الاول نحو فوکزہ موسی فقضی علیہ

ونحو فتلقی آدم من ربہ کلمات فتاب علیہ جوہری صحاح مین لکھتے ہین کہ الموضع الثانی ان یکون ماقبلہا علۃ لما بعدہا ویجری علی العطف والتعقیب دون الاشتراک نحو ضربہ فبکی وضربہ فاوجعہ قاموس مین ہی تجئ للسببیۃ وذلک غالب فی العاطفۃ اور چونکہ کلمہ (انفلق) بذریعہ فا عاطفہ کے جو معنی سببیت کا فائدہ دیتی ہی معطوف ہی اوپر فضرب محذوف کے پس صاف ظاہر ہی کہ مارنا عصا کا سبب ہی انفلاق بحر کا جیسے (ضربہ فبکی) مین ضرب سبب ہی رونے کی اور (ضربہ فاوجعہ) مین ضرب سبب ہی دکھ دینے کی اور (وکزہ موسی فقضی علیہ) مین تہپڑ مارنا موسیٰ کا سبب ہی اوسکے ہلاک کا اگرچہ یہان کچھ بحث شرط وجزا کی نہین کیونکہ تقدیر کلام کی یہہ ہی کہ فضرب فانفلق مگر ہم سید الطائفہ کی قاعدہ دانی کو بھی دیکھتے ہیز

قولہ جب ماضی جزا مین واقع ہوتی ہی تو اگر ماضی اپنے معنون پر نہین رہتی بلکہ شرط کی معلول ہوتی ہی تو اوسوقت اوسپر وف نہین لاتے **اقول** سبحان اللہ نحو مبرد کے سمجھنے تک کی تو استعداد نہین تسپر عربیت کے قاعدے گھڑنے کا خیال خام دماغ مین سمایا ہی فرمایئے کہ یہہ قاعدہ علماء عربیت مین سے کسنے لکھا ہی یا اس قسم سے ہی کہ اگرچہ گندہ است مگر اپنا بندہ است اب سنیے غلطی اس قاعدہ موضوعہ اپنے کی اولاً قران مجید مین ہی من جاء بالسیئۃ فکبت وجوہہم فی النار من جاء بالسیئۃ شرط ہی اور کبت وجوہہم فی النار جزا ہی کبت صیغہ ماضی کا ہی اور اپنے معنی ماضی پر نہین بلکہ معلول شرط کا ہی یعنی اوندہی دوزخ مین ڈالا جانا زمان آیندہ مین ہوگا اور معلول ہی ارتکاب سیئات کا باوجود اسکے کہ کبت پر جو فعل ماضی ہی حرف فا لایا گیا اسی طرح فان اسلموا فقد اہتدوا ان امنوا بمثل ما امنتم فقد اہتدوا ومن یعتصم باللہ فقد ہدی الی صراط مستقیم

ومن یحلل علیہ غضبی فقد ہوی ان اسلموا اور ان امنوا بمثل ما امنتم ومن یعتصم باللہ

دس بجلیل علیہ غصبی شرط ہی اور فقد استبدوا اور فقد ہدی اور فقد ہوی صیغہ ماضی کے ہین
اور سب جزا اور معلول ہین شرطون کے اور اپنے معنی ماضی پر نہین اور باوجود اسکے
اونپر حرف فار لایا گیا ثانیاً خود سید الطائفہ نے ترجمہ فالقیہ فی الیم ولا تخافی
ولا تحزنی انا رادوہ الیک وجاعلوہ من المرسلین فالتقطہ آل فرعون کا صفحہ ۱۰ پر
اسطور پر کیا ہی کہ تو ڈال دے دریا مین اور مت ڈر (جب موسیٰ کی ماں نے اسکو دریا مین
ڈال دیا) تو فرعون کے لوگون مین سے کسینے اوسکو اوٹھالیا اسیطرح پر آیۃ الق عصاک
فلما رآہا تہتز کا ترجمہ صفحہ ۹۷ پر لکھتے ہین کہ اپنی لاٹھی ڈالدے (جب ڈالدی) تو
لاٹھی کو ہلتے ہوئے دیکھا اب دیکھو ان دونون آیتون مین شرط کو جو درمیان خطوط
ہلالی کے لکھی ہی محذوف مانا ہی اور بلا شبہ وشک جزا مرتب ہی اوپر شرط کے
کہ آیۃ اول مین فرعون کے لوگونکا موسیٰ کو اوٹھا لینا متفرع ہی اوپر موسیٰ کی ماں کے موسیٰ
کو دریا مین ڈالدینے پر اور آیۃ ثانیہ مین لاٹھی کا ہلتے ہوئے دیکھنا متفرع ہی لاٹھی کے
ڈالدینے پر اور باوجود معلول ومتفرع ہونے جزا کے اوپر شرط محذوف کے جزا پر یعنی (التقطہ)
اور (لما رآہا) پر حرف فار لایا گیا پس غلطی قاعدہ موضوعہ سید الطائفہ کی آیات قرآن مجید
سے اور خود سید الطائفہ کے مسلمات سے بخوبی عیان ہوگئی پس اگر کسی مفسر نے
تفسیر آیۃ اضرب بعصاک البحر فانفلق کی اسطرح پر کی کہ جب موسیٰ نے عصا کو دریا پر
مارا تو دریا پھٹ گیا تو تمام تر مطابق تفسیر سید الطائفہ کے بنسبت آیات مرقومہ بالا کے
کی ہی پھر سید الطائفہ کو اسمین کیا عذر اور کیا انکار باقی رہا واللہ یحق الحق بکلماتہ ولو کرہ المبطلون
یہان تک تو بیان تہاشق اول قاعدہ موضوعہ سید الطائفہ کا اب سنیئے حال دوسری
شق کا قولہ اور جب وہ اپنے مضمون پر باقی رہتی ہی اور جزا کی معلول نہین ہوتی جب

اوسپر ف لاتے ہین **اقول** یہہ تو ایسی جہالت ہی کہ لبطلان اوسکا بالبدیہۃ عیان ہی اگر جزا شرط پر معلق اور متفرع نہوگی تو نہ شرط شرط ہی نہ جزا جزا ہوسکتی ہی اور شرط کا شرط ہونا اور جزا کا مشروط ہونا اور تعلیق جزا کی شرط پر بالبدیہۃ باطل ہوگا علاوہ عربیت بالاتفاق اسکو ممتنع لکھتے ہین سکاکی لکھتے ہین کہ اعلم ان الجزاء والشرط فی غیر لو لما کان تعلیق حصول امر بحصول مالیس بحاصل استلزم ذلک فی جملتیہما امتناع الثبوت فامتنع ان تکونا اسمیتین او احدہما وکذا امتناع المضی فامتنع ان یکون الفعلان ماضیین او احدہما ویظہر من ہذا ان نحو ان اکرمتنی اکرمتک وان اکرمتنی اکرمک وان تکرمنی اکرمتک وان تکرمنی فانت مکرم ونحو ان اکرمتنی الان فقد اکرمتک امس لا یصار الیہ فی بلیغ الکلام الا لنکتۃ ما توحی ابراز غیر الحاصل فی معرض الحاصل وابراز المقدر فی معرض الملفوظ لانصباب الکلام الی معناہ کما فی قولک ان اکرمتنی الان فقد اکرمتک امس مراد بہ ان تعد باکرامک ایای الان فاعتد باکرامی ایاک امس یعنی جان تو کہ جزا شرط غیر حرف لومین ہرگاہ ہوتا ہی معلق کرنا ایک امر کے حصول کا کسی ایسے امر کے حصول پر جو حاصل نہین اسلئے یہہ امر مستلزم ہوتا ہی دونو جملون مین امتناع ثبوت کو پس ممتنع ہی کہ وہ دونون جملہ یا ایک اونمین کا اسمیہ ہو اور ممتنع ہی کہ وہ دونون فعل یا ایک اونمین کا ماضی ہو اور اسوجہ سے یہہ بات ظاہر ہوتی ہی کہ مثل (ان اکرمتنی اکرمتک) و (ان تکرمنی اکرمتک) و (ان تکرمنی اکرمتک) و (ان تکرمنی فانت مکرم) و (ان اکرمتنی الان فقد اکرمتک امس) کے نہین رجوع کیا جاتا ہی طرف اوسکے کلام بلیغ مین مگر بغرض کسی نکتہ قصد ابراز غیر حاصل کے معرض حاصل مین اور ابراز مقدر کی معرض ملفوظ مین بغرض روان کرنے کلام کے معنی کی طرف جیسے کہ تیرے قول (ان اکرمتنی الان فقد اکرمتک امس) مین جسسے مراد یہہ ہی کہ (اگر تمہارین لائیگا تو اپنے

اکرام کو مجھپر اسوقت پس شمار مین لاؤنگا مین اپنا اکرام تجھپر کل گذشتہ کا) علامہ
تفتازانی شرح تلخیص مین لکھتے ہین کہ ولکون ان واذا التعلیق امر لغیرہ کان کل من
جملتی کل منہما ای من ان واذا یعنی الشرط والجزا فعلیۃ استقبالیۃ اما الشرط فلانہ مفروض
الحصول فی الاستقبال فیمتنع ثبوتہ ومضیہ واما الجزا فلان جعلہ معلق علی حصول
الشرط فی الاستقبال ویمتنع تعلیق الحصول الثابت علی حصول ما یحصل فی المستقبل
فان جعلت کلتاہما او احدہما اسمیۃ او فعلیۃ ماضیۃ فالمعنی علی الاستقبال حتی ان قولنا ان
اکرمتنی الان فقد اکرمتک امس معناہ ان تعتد باکرامک ایای الآن فاعتد باکرامی ایاک
امس یعنی اور بسبب ہونے ان واذا کے واسطے تعلیق ایک امر کے دوسرے امر پر ہوتا ہی
ہر ایک دونو جملون اون دونو یعنی ان واذا کا یعنی جزا و شرط جملہ فعلیہ استقبالیہ شرط تو
اسلئے کہ اوسکا حصول استقبال مین فرض کیا جاتا ہی پس اوسکا ثبوت حال یا ماضی
مین ممتنع ہی اور جزا اسلئے کہ حصول اوسکا معلق حصول شرط پر استقبال مین ہوتا ہی اور
ممتنع ہی معلق کرنا حصول حاصل ثابت کا اوپر حصول اوس چیز کے جو مستقبل مین حاصل
ہوگی اور اگر لائیگا تو دونو ایک اونکے کو اسمیہ فعلیہ ماضیہ تو معنی استقبال کے ہونگے یہانتک
کہ ہمارے اس قول کی (ان اکرمتنی الان فقد اکرمتک امس) کے یہہ معنی ہونگے کہ (اگر
شمار کریگا تو اپنا اکرام مجھپر اسوقت تو مین شمار کرونگا اپنا اکرام تجھپر کل گذشتہ کا) فاضل خضری
حاشیہ شرح الفیہ ابن مالک مولفہ ابن عقیل مین شرح بیت الفیہ (او ماضیین او مضارعین
تلفیہما او متخالفین) مین لکھتے ہین المراد ماضیین لفظا فقط لان ہذہ الادوات تقلب
الماضی للاستقبال شرطا وجوابا سوا رفی ذلک کان وغیرہا علی الاصح وسوا رفن الجواب
بالفاء وقدام لاواما ما تکون فیہ معنی الشرط او الجواب اوہما وافعانی الماضی مثل ان کنت

قلته فقد علمته وان یسرق فقد سرق اخ له من قبل وان کان قمیصه قد من دبر فکذبت فالمراد
بان المراد ان تبین فی المستقبل ان کنت قلته فی الماضی فانا اعلم انک قد علمته وان
یسرق فی المستقبل فاخبرکم انه قد سرق اخوه من قبل وان یتبین قد قمیصه من دبر فاعلموا
انها کذبت وقیل الجواب فی الاخیرین محذوف والمذکور تعلیل الخ مراد ماضیین لفظا
ہی فقط اسلئے کہ یہہ حروف ماضی کو استقبال کردیتے ہین شرطا ہون یا جوابا ہون برابر ہی
کہ اسمین کان ہو یا غیر اور سکا ہو اور برابر ہی کہ جواب مقرون بالفاء وقد ہو یا نہو اور جسمین کہ
ہو وین معنی شرط یا جواب کے یا وہ دونون ماضی مین واقع ہون جیسے (ان کنت قلته
فقد علمته) اور (ان یسرق فقد سرق اخ له من قبل) اور (وان کان قمیصه قد من دبر فکذبت)
پس دل ہی ساتھہ اسکے کہ مراد یہہ ہی کہ (اگر زمانہ مستقبل مین یہہ ظاہر ہوجاوے کہ مینے کہا ہی
زمانہ ماضی مین پس مین یہہ بات جانونگا کہ تونے اوسکو جان لیا ہی) اور (اگر چوری کریگا
زمانہ مستقبل مین تو مین خبر دیتا ہون تجکو کہ اوسکے بھائی نے پہلے چوری کی تہی) اور (اگر ظاہر
ہوجاوے اوسکے قمیص کا پیچھے سے پہٹنا تو آگاہ ہوجاؤ اس سے کہ وہ جھوٹ بولتے ہی) اور
کہا گیا ہی کہ جواب اخیر کی دونو صورتون مین محذوف ہی اور جو کچھہ ذکر کیا گیا ہی وہ تعلیل ہی
اوسکی خلاصہ ان تصریحات کا یہہ ہی کہ بحسب دلائل مذکورہ جب فعل ماضی شرط وجزا
مین واقع ہوگا تو بلاشبہ اپنے معنی ماضی پر نہیگا بلکہ بمعنی مستقبل ہوجاویگا اور جس موقع
مین کہ ماضی کا بمعنی مستقبل ہوجانا متعذر ہوگا تو اوس موقع مین درحقیقت وہ ماضی جزا نہین
ہوتی بلکہ جزا محذوف ہوتی ہی جسطرح پر کہ ان اکرمتنی الان فقد اکرمتک امس کے معنی یہہ
ہین ان تعتد باکرامک ایای الان فاعتد باکرامی ایاک امس یعنی اگر لحاظ کریگا تو مجھہ اکرام کریگا
آج تو لحاظ کر میرے اکرام کا جو مینے تجھہ پر کل کیا تہا الغرض منجملہ دو شقون قاعدہ موضوعہ

سید الطائفہ کے شق اول کی بنا پر جو یہہ لکھا ہی کہ ف نہین لاتے غلط محض ہی اور شق ثانی خود ممتنع الوقوع ہی اور زیادہ تر اس شق مین تعجب کی بات یہہ ہی کہ فرماتے ہین کہ جزا کی معلول نہین ہوتی چونکہ جزا خود معلول شرط کی ہوتی ہی پس اوسکو خود اپنا ہی معلل ٹہہرانا صریح جہالت ہی ظاہر منشا اس غلطی فاش کا یہہ ہی کہ کتب علم نحو مین جو یہہ لکھا دیکھا (اذا کان الجواب لا یصلح ان یکون شرطا وجب اقترانہ بالفاء) یا کسی سے الفیہ ابن مالک کی یہہ بیت سُنی (واقرن بفا حتما جوابا لو جُعِل ٭ شرطا لان اوغیر لم تنجعل) اس کا مطلب بسبب ناواقفی کے یہہ سمجھے کہ جزا کی معلول نہین ہوتی حالانکہ یہہ بہت بڑی ناواقفی اور غلطی ہی مطلب اوسکا صرف بیان کرنا اون سات موقعون کا ہی کہ جنمین تعلیق صحیح نہین ہوسکتی چنانچہ کتب علم نحو مین صراحتًا یہہ مضمون بیان کیا گیا ہی اور بعض نحاۃ نے اونکو نظم مین بھی لکھا ہی ؎ طلبیہ واسمیہ وبجامد وبما ٭ قد ولن وبالتنفیس + اور جو قاعدہ دخول فا اور عدم دخول کا جواب پر ہی اوسکا سید الطائفہ نے بسبب ناواقفی کے کچھہ بھی نہین سمجھا اور بجاے اوسکے بنام نہاد قاعدہ کے ایک غلط مضمون لکھدیا وہ قاعدہ مبنی اور پر علت و معلول کے نہین بلکہ قاعدہ یہہ ہی کہ جب فعل ماضی جزا مین واقع ہوتا ہی تو اوسکی تین صورتین ہین (ایک) یہہ کہ مقصود اوسے زمانہ استقبال حقیقۃ بلا قصد مبالغہ اور وعدہ اور وعید کے ہو جیسے (ان ضربت ضربت) اس صورت مین لانا فا کا جزا پر ممتنع ہی (دوسری) یہہ کہ حقیقۃ معنی ماضی مقصود ہون اور حرف شرط نی معنی ماضی مین کچھہ اثر نکیا ہو یعنی انقلاب زمانہ ماضی کا بزمانہ مستقبل حقیقۃ یا مجازا نہوا ہو مثل (ان یسرق فقد سرق اخ لہ من قبل) (ان کنت قلته فقد علمته) (ان اکرمنی الیوم فقد اکرمتک امس) ان مثالون مین قبل (سرق) اور (اکرمتک) اور (علمته) حقیقۃ زمانہ ماضی مین محقق اور مقصود ہی اور کسی قسم کا

مجازاً در مبالغہ اور وعدہ وعید مقصود نہین اور حرف شرط نے معانی مین حقیقۃً یا مجازاً کچھ اثر
نہین کیا اس صورت مین لانا فار کا جزا رہن حتماً وجوباً چاہیے (تیسرے) یہہ کہ اوس فعل ماضی
سے مجازاً معنی استقبال بطریق مبالغہ اور ابراز غیر حاصل بمنزلہ حاصل کے اور وعدہ اور وعید
کے مقصود ہوتے ہین اور چونکہ وقوع اوس فعل کا زمانہ مستقبل مین ایسا یقینی ہوتا ہے جیسا کہ
وقوع فعل زمانہ ماضی کا یقینی ہوتا ہے لہذا مطابق سیاق شق دوم کے حرف شرط کو مجازاً غیر
موثر قرار دیکر جزا کو بلفظ ماضی مصدر بحرف فار لایا جاتا ہے جسکی طرف سکاکی نے اشارہ کیا ہے
(لایصار الیہ فی بلیغ الکلام الا لنکتۃ مانحن ابراز غیر الحاصل فی معرض الحاصل) مثال اسکی (من
جاء بالسیئۃ فکبت وجوہہم فی النار) (فان آمنوا بمثل ما آمنتم بہ فقد اہتدوا) (فان اسلموا فقد اہتدوا)
(ومن یجعل علیہ غضبی فقد ہوی) (ومن یعتصم باللہ فقد ہدی الی صراط مستقیم) ان سب مثالون
مین افعال جزا سب ماضی ہین اور اپنی اپنی شرطون پر معلق اور مترتب ہین اور مقصود حصول اونکا
زمانہ آیندہ مین بعد تحقق شرطون کے ہے مگر حرف شرط کو مجازاً غیر موثر قرار دیکر کلمات ماضیہ کو مصدر
بحرف فار مجازاً واسطے افادہ نکتہ ابراز غیر حاصل کے بمنزلہ حاصل کے لایا گیا ہے اس تیسری
صورت مین لانا فا کا جزا پر جائز ہے اور ترک بھی جائز ہے چنانچہ محشی شرح الفیہ لکھتے ہین جاز
قرنہ بالفاء اجراء المجری الماضی معنی مبالغۃ فی تحقق وقوعہ نحو من جاء بالسیئۃ فکبت وجوہہم
وجاز عدمہ باعتبار استقبالہ صاحب مغنی بسبب تفصیل مواقع لانے فار مین لکھتے ہین الرابعۃ
ان یکون فعلہا ماضی لفظا او معنی اما حقیقۃ نحو ان یسرق فقد سرق اخ لہ من قبل ونحو
ان کان قمیصہ قد من قبل فصدقت وان کان قمیصہ قد من دبر فکذبت وقد ہہنا مقدرۃ
او مجازاً نحو من جاء بالسیئۃ فکبت وجوہہم فی النار تنزل ہذا الفعل لتحقق وقوعہ منزلۃ وقع یعنی
چوتھا یہہ کہ ہووے فعل اوسکا ماضی لفظاً ہو یا معنی ہو جیسے (ان یسرق فقد سرق اخ لہ

من قبل) اور جیسے (ان کان قمیصہ قد من قبل فصدقت) و (ان کان قمیصہ قد من دبر فکذبت) اور (قد) اس جگہ مقدر ہی یا مجازاً ہو جیسے (من جاء بالسیئۃ فکبت وجوہہم فی النار) لایا گیا ہے فعل بسبب تحقق اوسکے وقوع کے بمنزلہ اسکے کہ واقع ہو چکا جار اللہ زمخشری نے بھی اس مضمون کو تفسیر ومن یعتصم باللہ فقد ہدی الی صراط مستقیم میں اس عبارت سے بیان کیا ہی کہ فقد حصل لہ الہدی لامحالۃ کان الہدی قد حصل فہو تخبر بہ حاصلا یعنی گویا کہ ہدایہ حاصل ہو چکی ہی کہ اوسکے حاصل ہو چکنے کی خبر دیتا ہی جب یہہ امور مبرہن ہو چکے تو ہم کہتے ہین کہ بر تقدیر (ان ضربت فانفلق) چونکہ حصول انفلاق دریا کا بعد ضرب عصا کے موعود اور یقینی تہا اور یہی منظر تردد بنی اسرائیل کے مقام مقتضی اسکا تہا لہذا یہ مضمون کو مبالغۃً بطور ابراز غیر حاصل کے بمنزلہ حاصل کے لایا جاوے اور حرف فا واسطے رعایت مقام کے کلمہ (انفلق) پر داخل کیا جاوے اور آغاز ہی سے سامعین کے ذہن نشین کر دیا جاوے کہ بمجرد حصول شرط کے حصول جزا کا ایسا موعود اور یقینی ہی جیسا کہ حصول فعل ماضی کا یقینی ہوتا ہی اصل معنی (من جاء بالسیئۃ فکبت وجوہہم فی النار) اور معنی (ان ضربت فانفلق) جو مصدر بحرف فا ہی اور معنی (من جاء بالسیئۃ کبت وجوہہم) اور (ان ضربت انفلق) کی ایک ہی ہین صرف فرق یہہ ہی کہ تقدیر فا سے مبالغہ اور وثوق اور حصول جزا کے مقصود ہی پس جو کچھ اس تقدیر پر سید الطائفہ نے لکہا ہی بنی اور پر انکی ناواقفی کے ہی علم اعراب وعلم معانی وبیان سے **تنبیہ** ابراز غیر حاصل فی معرض الحاصل کچھ مخصوص کلام عرب ہی مین نہین بلکہ عجم مین بہی رائج ہی شعر آپ کے کسلئے شمشیر برہنہ ہاتھ مین ہی + ہم تو حاضر ہین کہ جب چاہئے سر ہاتھ مین ہی دیکھو جزا (سر ہاتھ مین ہی) اسکو بالفاظ زمانہ حال بولا ہی اور مقصود زمانہ مستقبل ہی یعنی جب ارادہ کروگے بمجرد ارادہ کے جزا حاصل ہوگی اسی سیاق پر ہی شعر حافظ شیرازی کا

ع گر تیغ بارد در کوی آن ماہ ۔ گر زن نہاد یم الحکم للہ پس اب خوب ظاہر ہو گیا کہ اگر ہم تفسیر مین اضرب بعصاک البحر فانفلق کے یہہ کہین کہ فاء (فانفلق) فاء جواب شرط ہے اور تقدیر کلام یہہ ہے کہ (اذا ضربت فانفلق) تب بھی کوئی قباحت و مخالفت قواعد عربیہ کے لازم نہین آتی اور سید الطائفہ کو تو اوسکا انکار کرنا نہین پہونچ سکتا اسلئے کہ خود اونہون نے (فالتقطہ آل فرعون) اور (فلما رآہا تہتز) مین یہی تقدیر کی ہے چنانچہ اوپر مشروحاً ذکر اوسکا ہو چکا ہے ہر چند کہ تقدیر حذف معطوف علیہ کی اور فاء سببیہ فصیحہ کی مرجح ہے مگر کسی قسم کا اعتراض اس تقدیر پر بھی وارد نہین ہو سکتا بہر حال فاء (فانفلق) کو خواہ فاء فصیحہ عاطفہ ٹھہرایا جاوے یا فاء جواب شرط قرار دیا جاوے دونون صورتون مین مفید معنی سببیت ہے اور تفسیر مفسرین موافق قاعدہ عربیہ کے ہے اور عذرات سید الطائفہ بالکل غلط اور مبنی اوپر اونکی ناواقفی کے علوم عربیت سے از قسم عذر بدتر از گناہ ہین **قال** جیسے کہ اس مثال مین ہے ان اکرمتنی فاکرمتک امس یعنی اگر تعظیم کریگا تو میری تو مین تیری تعظیم کل کر چکا ہون اس مثال مین جزا یعنی گزشتہ کل مین تعظیم کرنا شرط کی معلول نہین کیونکہ وہ پہلے ہو چکی ہے اسی طرح پر اس آیۃ مین سمندر کا پھٹ جانا یا زمین کا کہل جانا ضرب کا معلول نہین ہو سکتا **قلت** یہہ تفریع سید الطائفہ نے اپنی شق ثانی پر کی چونکہ بحث اسکی مفصلاً ہو چکی اور ناواقفی سید الطائفہ کا ہم اعلان کر چکے ہین لہذا ضرورت اعادہ کی نہین لیکن یہہ جو کہتے ہین کہ زمین کا کہل جانا ضرب کا معلول نہین ہو سکتا بجائے (یا زمین کا کہلجانا) کے اگر یہہ کہتے کہ اور دیلے کے ٹکڑون کا مانند بڑے پہاڑونکے ٹھہر ا ہو جانا) تو سب قبلی اونکی بناوٹ کی ہر خاص و عام پر کہلجاتی اب ہم سید الطائفہ سے یہہ دریافت کرتے ہین کہ چونکہ لغت عربی مین (ان) واسطے تعلیق ایک شئے کے دوسری شئے پر موضوع ہے پس اگر مثال مذکور مین وہ معنی مقصود نہین جو علماء عربیت نے بیان کئے ہین اور مفصلاً اوسکا ذکر ہو چکا ہے تو سید الطائفہ فرماوین کہ اونہون نے تعلیق کے کیا معنی سمجھے ہین چونکہ معلق متوقع ہوتا ایک ایسی شئے کا کہ پیشتر اوسکے حصول کا تحقق ہو اور ایسی شئے کے حصول

حصول ہنوز نہین ہے بالبدیہہ ممنع ہے پس یہہ تعلیق کس طرح پر صحیح ہوسکتی ہے اسکا جواب
دیجئے اور یہہ جو فرماتے ہین کہ سمندر کا کہل جانا ضرب کا معلول نہین ہوسکتا یہہ تو صریح غلط
ہے پہلا مثال مذکور مین تو لفظ (امس) موجود ہے جسکی بنا پر ازراہ ناواقفی کے سید الطائفہ
یہہ کہہ سکتے ہین کہ وہ تعظیم پہلے ہوچکی تہی یہان کونسا کلمہ اسپر دلالت کرتا ہے کہ پہٹ جانا دریا کا
اور کھڑا ہوجانا پانی کا مثل پہاڑون عظیم کے پشتہ وقوع مین آچکا تہا پس جسکو اونکے پاس کوئی
دلیل اسکی نہین کہ دریا پہلے سے پہٹ کر پانی کے پہاڑ ادہر اودہر کھڑے ہوگئے تھے تو یہہ کہنا
اونکا کہ سمندر کا کہلجانا ضرب کا معلول نہین ہوسکتا اور (اضرب بعصاک البحر فانفلق) کو اوپر
(ان اکرمتنی فسکر مشکا مس) کے قیاس کرنا محض غلط ہی تنبیہہ یہہ سب کلام اوپر بنا بر تقدیر (ان ضربت
فانفلق) کے تہا اور بر تقدیر (فضرب فانفلق) کے جو مرجح اور مختار جمہور مفسرین کے ہی سید الطائفہ
ایک حرف بہی زبان پر نہین لائے مخفی نرہے کہ سید الطائفہ کی عادت ہے کہ جب کسی واقعہ کو
قرآن مجید اور توریۃ اور انجیل اور زبور اور دیگر کتب سماویہ مین مطابق پاتے ہین اور حالات
اوسکے خلاف اوہام ملاحدہ فرنگ کے ثابت ہوتے ہین تو اپنے مقلدین جہلا کے دہوکے مین
ڈالنے کے واسطے یہہ باتین بناتے ہین کہ یہہ حالات مفسرین اہل اسلام نے یہود کی پیروی سے
نقل کرکے قرآن مجید کو اونکی روایتون کے موافق کہینچ تان کرکے کردیا ہے حالانکہ خود روایات
باطلہ یہود و نصاریٰ کے یہانتک پابند ہین کہ اگر کوئی واقعہ قرآن مجید مین برخلاف روایات
باطلہ یہود و نصاریٰ کے پاتے ہین اور اباطیل یہود و نصاریٰ مطابق اوہام ملاحدہ فرنگ کے
ہوتی ہین تو اسقدر اتباع اباطیل یہود و نصاریٰ کرتے ہین کہ قرآن مجید کو کہینچ تان کرکے اونکے
اباطیل کے مطابق کرنا چاہتے ہین دیکہو بحث ہاروت و ماروت مین حضرت سلیمان ؑ پر کہ
جنکی نبوۃ اور قربت خدائی تعالیٰ سے منصوص ہی کونسا الزام ہے کہ سید الطائفہ نے اونپر عائد

کرنے مین باتباع روایات باطلہ یہود و نصاریٰ کے کوتاہی کی ہو اسی طرح پر باقی رکھنے آثار بت پرستی مین محض باتباع روایات اون لوگون کے جملہ انبیا پر حضرت ابراہیم سے لیکر حضرت موسیٰ ہم اور دیگر انبیاء بنی اسرائیل علیہم السلام تک الزام لگانے مین کوئی دقیقہ باقی نہین رکھا اسی طرح پر اور بہت سوا قع مین یہی طریق اختیار کیا ہی چنانچہ اسی عادت کے مطابق یہان بھی لکھتے ہین **قال** اصل یہہ ہی کہ یہودی اس بات کے قایل تھے کہ حضرت موسیٰ کے لاٹھی مارنے سے سمندر پھٹ گیا اور زمین نکل آئی تھی اور لاٹھی مارنے سے پتھر مین سے پانی نکلا تھا علماء اسلام تفسیرون مین خصوصًا بنی اسرائیل کے قصون مین یہودیون کی پیروی کرنے کے عادی تھے اور قرآن کے مطالب کو خواہ نخواہ کھینچ تان کر یہودیون کی روایتون کے مطابق کرتے تھے اونہون نے اس جگہہ بھی اور دیگر جہان بھی جہان قرآن مین آیا ہی فاضرب بعصاک الحجر فانفجرت منہ اثنتا عشرۃ عینا ضرب کے معنی زدن کے لئے اور سیدھے سادھے معجزہ کو ایک معجزہ خارج از قانون قدرت بنا دیا۔

قلت اسکی وجہ معلوم نہین ہوتی کہ جبکہ ایک بڑا نصرانی جو جناب عیسیٰ ع کے حواری ہونیکا مدعی ہی یعنی پولوص جسکو سید الطایفہ اور اونکے اتباع ہمیشہ بلقظ مقدس یاد کرتے ہین وہ اور سب علماء نصاریٰ اس واقعہ کو ایسا ہی بیان کرتے ہین جیسا کہ یہود اور مفسرین اہل اسلام کہتے ہین پھر خصوصیت یہود کی سید الطایفہ نے کیون کی شاید کسی غرض دنیاوی سے نام نصاریٰ کا زبان پر نہ لائے یا اونکی مخالفت کے اظہار کو اپنی کساد بازاری کا موجب سمجھا پھر ہم یہہ کہتے ہین کہ یہود مین جو یہہ واقعہ اور واقعہ جاری ہوجانے بارہ چشمون کا پتھر سے بضرب عصا کے مشہور ہی اونکا اوسکی کسی چھوٹی کتاب پر ہی یا کسی کتاب سماویہ پر جو سید الطایفہ کے نزدیک بحرف ہی شق اول تو باطل ہی کیونکہ یہہ قصہ توریۃ اور زبور اور دیگر کتب سماویہ مجموعہ بیبل مین اسی طور پر موجود ہی اور خود سید الطایفہ تبیین الکلام اور پرچہ تہذیب

نیچہ یہ لیبز ۱۶۰۰ء مین باصرار تمام اسکے مدعی ہین کہ ان کتابون مین تبدیل الفاظ و تحریف نہین ہوئی اور قرآن مجید مین بھی یہہ واقعات انہین کتابون کے مطابق ہین اور اخبار متواترہ سے بھی ایسا ہی ظاہر ہی پس سید الطایفہ کا یہہ کہنا کہ مفسرین قرآن مجید کے مطالب کو یہود کی روایت کے مطابق کھینچ تان کر کردیتے ہین کمال وقاحت اور بے شرمی ہی اور تمامتر دروغ بیفروغ ہے سید الطایفہ نے علماء اسلام اور مفسرین کو اپنے اوپر قیاس کیا کہ محض باتباع ملاحدہ فرنگ کے قرآن کی تحریف پر اور انکار معجزات انبیاء عزم اور انکار منصوص پر آمادہ ہو جاتے ہین اور باوجود امکان واقعات مذکورہ کے انکو خلاف قانون قدرت بتاتے ہین اور اس قادر علی الاطلاق کو پابند کسی قانون کا ٹھہرا کر عاجز ٹھہراتے ہین اور نصوص قرآن مین تحریفات جلی کرکے اولٹے پلٹے معنی گھڑ کے کھینچ تان کے تابع اوہام علاحدہ فرنگ بنانا چاہتے ہین اور اپنے عیوب مفسرین رحمہم اللہ پر لگاتے ہین اور دلمین ذرا نہین شرماتے ؎ ای شہ توصیح کاذب دارہین ۔ صبح صادق را توہم کاذب مبین ۔ علاوہ برآن ہرگاہ کہ یہہ قصہ اور قصہ جاری ہونے چشمون کا پتھر سے مطابق تفسیر مفسرین کے اہل کتاب مین بھی مشہور تھا اگر وہ برخلاف واقع کے ہوتا تو بالضرورۃ قرآن مین بتصریح تمام تکذیب اہل کتاب کی کی جاتی نہ یہہ کہ بیان اوسکا ایسے کلمات سے کیا جاتا جو تمامتر موافق کلمات کتب اہل کتاب کے ہین اور بدون تحریفات باطلہ جلیہ کے کسی طرح پر معارض انکی شہرۃ اور انکی روایت کے نہین ہوسکتا دیکھو یہود مین مشہور تھا کہ حضرت سلیمان نے بت پرستی کی حضرت ہارون نے گوسالہ بنایا اور اوسکی پرستش کی حضرت جبرئیل ہمارے دشمن ہین اور دشمنی کے سبب سے قرآن نازل کرتے ہین نصرانیون مین مشہور تھا کہ حضرت عیسیٰ خدا اور خدا کے بیٹے ہین پس اگر یہہ دو واقعہ بھی ایسے ہی غلط مشہور ہوتے تو ممکن تھا کہ قرآن مین صریح اون امور کا رد کیا گیا ہی انکا رد

نہوتا چہ جائیکہ اوسکو تسلیم کیا جاتا غرضکہ یہہ الزام مفسرین یہود و نصاریٰ پر عاید نہین ہوسکتا
اگر سید الطائفہ اسکا الزام لگاوین تو خدائیتعالی پر لگاوین کہ توریت اور دیگر کتب مین اوسکو
غلط بیان کیا اور قران مجید مین اوس غلطی کی تائید کی **قال** اس مقام مین اضرب کے معنی
زدن کے نہین بلکہ چلنے یا جلد چلنے کے ہین **قلت** اس مقام مین جو معنی اضرب کے چلنے کے
ٹہراتے ہین اسکے ابطال کے دلائل تو عنقریب ہم لکہینگے اسوقت تو ہم سید الطائفہ سے
یہہ دریافت کرتے ہین کہ ظاہر قرآن سے بدون کسی حذف اور بدون کسی اسی اور یعنی کے بڑہانے
کے کوئی دلیل ارادہ رفتن اور مانع ارادہ زدن کی اونکے پاس ہی یا نہین اور ہرگاہ کہ کوئی
دلیل تعین ارادہ رفتن کی نہین تو یہہ کہنا سید الطائفہ کا کہ معنی اضرب کے زدن نہین محض
بلا دلیل ہی کہ اصلا لائق اعتبار نہین اب سنیئے امتناع معنی رفتن کے وجوہ اولا معنی ضرب کے
ہرگز مطلق چلنے کے نہین البتہ کبہی زمین مین چلنے کے معنون مین مستعمل ہوتا ہی اور جب ان معنون
مین مستعمل ہوتا ہے تو بدون وقوع صلہ فی الارض لفظون مین یا جو چیز کہ ارض کے معنون کی متضمن ہو
مستعمل نہین ہوتا اور یہی علامتہ ہے تفرقہ کی درمیان معنی (زدن) اور (رفتن) کے یعنی
جب تک کہ لفظون مین (فی الارض) واقع نہوگا بمعنی (رفتن) مستعمل نہوگا (قاموس مین ہے)
ضرب فی الارض ضربا وضربانا خرج تاجرا او غازیا یعنی ضرب فی الارض ضربًا وضربانًا کے معنی
ہین کہ چلا بغرض تجارت یا جنگ کے (صحاح مین ہے) ضرب فی الارض ضربًا ومضربًا ای سار
فی ابتغاء الرزق یعنی چلا بطلب روزی (ضرب البحر) یا (ضرب فی البحر) کہین یعنی چلنے
کے کلام عرب مین نہین آیا بلکہ ضرب فی البحر بمعنی تیرنے کے ہی چنانچہ قاموس مین ہے ضرب فی الماء
سبح صراح مین ہے ضرب فی الماء سبح فیہ ثانیا ضرب فی الارض بمعنی نقمن لازمی ہے اور ضرب بمعنی
زدن متعدی ہے اسلئے جہان کہین متعدی الی المفعول ہوگا بلاشبہ وہان بمعنی زدن مراد ہونگے

صراح مین ہے ضرب فی الارض سافر

نہ بمعنی رفتن کے یہانتک کہ اگر بنفسہ بلا واسطہ فی کے بطرف ارض کے بھی متعدی ہوگا تب بھی بمعنی زدن کے ہے ہوگا نہ بمعنی رفتن کے چنانچہ احادیث مین بیان تیمم مین ہے (۱) ضرب النبی صلعم بکفیہ الارض ونفخ فیہما ثم مسح بہما (۲) انما یکفیک ان تضرب بیدیک الارض (۳) ضربوا بالکفہم الصعید دیکھو ان سب کلامون مین باوجودیکہ ضرب بنفسہ بطرف ارض کے متعدی ہے تب بھی بمعنی زدن ہی کے ہے چونکہ (اضرب) اس آیۃ مین بھی مفعول بہ یعنی بحر کی طرف بنفسہ متعدی ہے اور (البحر) کو مفعولیت پر اسنے نصب دیا ہے پس صاف ظاہر ہے کہ (ضرب) اس آیۃ مین بمعنی رفتن کے جو لازمی ہے نہین ہوسکتا تاکہ کتب مقدسہ انبیاء سابق مین اس جگہہ وہ لفظ ہی جسکے معنی زدن ہین بمعنی رفتن چنانچہ عبارات اون کتابونکی ہم پیشتر نقل کرچکے ہین اور سید الطائفہ کو بہت اصرار ہے اسپر کہ اُن کتابون مین تحریف لفظی نہین ہوئی غرضکہ ان دلائل قویہ سے خوب ثابت ہے کہ ضرب اس آیۃ مین بمعنی زدن کے ہے عدول کرنا معنی زدن سے بطرف معنی رفتن کے نہایت درجہ کی غلطی اور تحریف معنی قرآن مجید کی ہے سید الطائفہ نے اس آیۃ مین گفتگو بیفایدہ توہبت کی مگر اونکے ذمہ سب سے اول بیان کرنا اسکا واجب تھا کہ ضرب کے معنی زدن جو بہت مشہور ہین اور دلائل مذکورہ سے وہی معنی ظاہر ہین اونسے عدول کرنے کی کیا وجہ ہے اول سے آخر تک صرف احتمالات پر جو محض بیدلیل ہین اکتفا کیا اور وہ احتمالات بھی ایسے بیان کئے کہ تمامتر برخلاف لغت عرب اور برخلاف محاورہ اور بول چال عرب کے ہین اسلئے صاف ظاہر ہے کہ محض واسطہ تائید ملحدہ فرنگ کے قرآن مجید مین تحریفات جلیہ فرمارہے ہین وبس **قال** جیسے عرب بولتے ہین ۔

ضرب فی الارض چلایا دوڑا زمین پر خود قرآن مجید مین آیا ہے واذا ضربتم فی الارض

قلت یہہ تو عین حجت قطع احتمال ارادہ رفتن کے ہے اور تمامتر مویدہمارے قول کی ہے کہ جب بمعنی رفتن بولا جاتا ہے تو بطرف مفعول بہ کے متعدی نہین ہوتا بلکہ فی الارض اوسکے صلہ

مین لانا ضرور ہوتا ہی جیسا کہ اذا ضربتم فی الارض مین ہی اس احتمال کے قائم کرنے پر سید
الطائفہ کو ایسا کلام نقل کرنا لازم تہا کہ جہان ضرب بدون لفظ فی کے بنفسہ مفعول بہ کی طرف
متعدی ہوتا اور معنی رفتن کے مقصود ہوتے وآتی لہ ہذا **قال** پس صاف معنی یہہ ہین
کہ خدا نے حضرت موسیٰ کو کہا کہ اپنی لاٹھی کے سہارے سے سمندر مین چل وہ پہٹا ہوا ہی یا کہلا
ہوا ہی یعنی پایاب ہو رہا ہی **قلت** زہے سید الطائفہ وجہ صدر دل کی ظاہر معنی آیۃ سے تو
یکطرف احتمال ارادہ معنی رفتن بہی ثابت نکر سکے اور ہرگاہ کہ وہ احتمال ہی بسبب وجوہ مذکورہ
بالا کے غلط اور بیدلیل ہی تو اوسکی بنا پر جو یہہ ترجمہ کیا صریح بنا رفاسد علی الفاسد ہی اگرچہ بسبب
منتفع ہونے احتمال رفتن کے بالبدیہہ یہہ ترجمہ سید الطائفہ کا محض تحریف ہی اور کچھ زیادہ تر
اس ترجمہ کی تغلیط پر توجہ ضرور نہتی مگر ہم بنظر اعلان بد دیانتی و اظہار تحریف سید الطائفہ کے
اونکے اس ترجمہ پر کلام کرتے ہین (اولا) اضرب کے معنی جو چلنے کے گھڑے ہین اسکا متنع
ہونا تو وجوہ سابقہ سے ظاہر ہی حاجت اعادہ کی نہین (دوم) باء جار جو کلمہ عصا پر داخل
ہی سید الطائفہ اپنے زعم مین اسکو باء استعانت کی کہتے ہین اور اسطور پر اوسکا ترجمہ
کرتے ہین کہ اپنی لاٹھی کے سہارے سے چل لیکن یہہ معنی استعانت کے نہین اسلئے کہ باء استعانت
وہ ہی جو آلہ فعل پر داخل ہوتے ہے چنانچہ صاحب مغنی لبیب لکہتے ہین الاستعانۃ وہی الداخلۃ
علی آلۃ الفعل سواء کانت باۃ القلم وبنجرت بالقدوم حالانکہ عصا آلۂ رفتن موسیٰ نہین البتہ آلہ زدن ہی
جیسے قلم آلہ کتابت و تیشہ آلہ نجاری ہی پس معنی حرف باء کے جو سید الطائفہ نے گھڑے ہین یہہ
بہی خلط ہین علاوہ بر آن ہرگاہ کہ قرآن مجید سے ثابت ہی کہ دریا مین راہ خشک ہوگیا تہا اور سید
الطائفہ کا زعم باطل یہہ ہی کہ وہ راہ پہلے سے خشک تہا تو حضرت موسیٰ کو ایسی خشک راہ مین
لاٹھی کے سہارے کی کیا حاجت تہی وہ تو روز روز دفات تک نہایت قوی تہے نہ اونکی بینائی مین د

اونکے اور قوی مین کچھ فتور آیا تہا اور چونکہ یہہ واقعہ اونکی وفات سے قریب اکتالیس برس پیشتر تہا اسوقت تو بدرجہ اولیٰ وہ ایسے قوی تہے کہ اصلا چلنے پہرنے مین محتاج لاٹہی کے سہارے کے نتہے اسلئے یہہ کہنا کہ لاٹہی کے سہارے سے چل بالکل فضول اور لغو ٹہہرتا ہی قبل از نبوۃ کے غرض اور فایدہ اپنے عصا کا خود اونہون نے بتایا ہی کہ (اتوکأ علیہا واہش بہا علی غنمی) اور بعد نبوۃ کے تو وہ بڑے بڑے معجزانہ کامون کے واسطے تہا کہ کبہی اژدہا بنگیا کبہی مصر کی نہرون ندیون پر جب اوسکو مارا تو تمام پانی نہرون اور ندیون کا خون ہوگیا کبہی مصر کی نہرون اور ندیون پر مارنے سے مینڈک پہیل گئے کبہی زمین کی گرد پر مارنے سے تمام ملک مصر کی زمین مین جوئین پہیل گئین کبہی اوسکے آسمان کیطرف اوٹہانے سے ایسے اولے برسے کہ کبہی نہ برسے تہے اور جسقدر انسان وحیوان میدان مین تہے سب مرگئے کبہی اوسکے اوٹہانے سے تمام ملک مصر پر ایسی ٹیڈی آئی کہ کسی درخت پر اور کسی میدان کی گہاس مین سبزی نہ چہوڑی غرضکہ وہ عصا اسواسطے نہ تہا کہ موسیٰ ع اوسکے سہارے کے چلنے پہرنے مین محتاج ہون بلکہ وہ تو خدا کی قدرت نامتناہی کا ایک نمونہ تہا کہ اوسسے ایسے ایسے معجزانہ کام لئے جاتے تہے اور نیچریون کی سرکوبی کی جاتی ہی اور مضمون لیفعل اللہ ما یشاء واللہ علی کل شئی قدیر وانما امرہ اذا اراد شیئا ان یقول لہ کن فیکون کا عیانا دکھلایا جاتا تہا اور چونکہ عصا چلنے کا آلہ نہین بلکہ آلہ مارنے کا ہی اس سبب سے ظاہر ہی کہ موسیٰ ع کو یہی حکم تہا کہ دریا پر اوسکو مارتا کہ دریا پہٹ جاوے اور عجیب کام معجزانہ جیسے کہ پیشتر ظاہر ہوئے تہے ظاہر ہووے (سوم) اس جگہ ترجمہ آدہی آیۃ فکان کل فرق کالطود العظیم کا یک لخت اڑا گئی مگر صفحہ ۹۳ مین دوسرے خط کے تحت مین جو بطور حاشیہ کے ہی اسطور پر لکہا ہی کہ چل اپنی لاٹہی کے سہارے سے سمندر مین وہ پہٹا ہوا ہی پہر تہا ہر ایک ٹکڑہ بڑے پہاڑ کی مانند

اب سُنیے اِس آیہ کی تحریفات کو (فانفلق) جملہ فعلیہ ہی جو تجدد اور حدوث پر دلالت کرتا ہی۔ جسکا ترجمہ صحیح یہہ ہی کہ پس ازان پہٹ گیا وہ اوسکے ترجمہ مین یہہ تحریف کی کہ جملہ فعلیہ کو بمعنی جملہ اسمیہ کے جو ثبوت پر دلالت کرتا ہی بدلکر یہہ ترجمہ کیا کہ (وہ پہٹا ہوا ہی) پھر حرف فا جو (انفلق) پر داخل ہی جسکے معنی تعقیب اور سبب کے ہین اور جس سے صاف ثابت ہی کہ بعد ضرب کے بسبب ضرب کے دریا پہٹ گیا اوسکا ترجمہ صاف اوڑا گئے اور مقصود اس بددیانتی اور تحریف سے یہہ ہی کہ اِس بددیانتی کے سبب اونکے اتباع جو اکثر جاہل لوگ ہین دریا کو پہلے ہی سے پہٹا ہوا سمجھین اگر ہم بعد الضرب) کے (فضربہ) محذوف قرار دین جیسا کہ قاعدہ عربیت کا ہی اور مفسرین نے مطابق اوسکے تفسیر کی ہی تو تقدیر کلام یہہ ہی کہ اضرب بعصاک البحر فضربہ فانفلق فکان کل فرق کالطود العظیم یعنی مارتوا پنے عصا سے دریا کو پھر مارا موسیٰ نے عصا سے دریا کو پس ازان پہٹ گیا دریا پس تہا ہر ایک ٹکڑا مانند بلند پہاڑ کی اس تقدیر پر پہٹ جانا دریا کا بعد ضرب کے بسبب ضرب کے صاف ظاہر ہی چنانچہ بحث اوسکی اوپر ہوچکی اور اگر مطابق اوس طریق کے جس طریق پر سید الطائفہ نے تفسیر (فالتقطہ آل فرعون) اور (فلما آتاہ نشر) کی کی ہی اس آیہ کی تفسیر کرین تو معنی آیہ کے یہہ ہین کہ جب واقع ہوئی ضرب تو دریا پہٹ گیا پس ازان ہوگیا ہر ایک ٹکڑہ مانند بڑے پہاڑ کی پس خواہ سید الطائفہ کے طریق پر خواہ مفسرین کے طریق پر تفسیر اِس آیہ کی کیجاوے بہرحال تقدیر بالبداہتہ یہہ اثبات ہی کہ ضرب عصا سے بعد ضرب کے دریا پہٹ گیا اور انفلاق دریا متفرع ہی ضرب عصا پر اِسلئے سید الطائفہ نے جو (انفلق) کا ترجمہ بعد چھوڑ دینے ترجمہ فا تعقیبیہ سببیہ کے اسطور پر کیا ہی کہ (وہ پہٹا ہوا ہی) اسکے تحریف ہونے مین کچھہ شک و شبہ باقی نہین رہتا بعد تحقیق اِن سب امور کے اگر بفرض محال ہم ضرب کے معنی چلنے ہی کے ٹھہراوین تو معنی یہہ ہونگے کہ موسیٰ عم کے چلنے کے بعد بسبب چلنے موسیٰ کے دریا پہٹ گیا حالانکہ

اِس سے بھی بطلان اِس ترجمہ سید الطائفہ کا ظاہر ہی کہ (دریا پھٹا ہوا ہی) اور ہر ایک صورت مین معجزانہ واقعہ مین فرق نہین آتا ضرب عصا سبب انفلاق دریا نہ بھی چلنا ہی موسیٰ عم کا دریا مین سبب انفلاق دریا کا سہی بہرحال پھٹ جانا دریا کا معجزانہ طریق پر کہین نہین گیا پھر ایک تحریف در تحریف اور دیکھیے کہ اول تو ترجمہ (انفلق) کا یہہ کیا کہ (وہ پھٹا ہوا ہی) جب یہہ دیکھا کہ ہنوز معجزہ موسوی مین کچھ خلل نہین آتا تب اوس مین بندریہ (یعنی) کی تحریف در تحریف کی کہ بعد اِس جملہ کے (وہ پھٹا ہوا یا کھلا ہوا ہی) یہہ لکھا کہ (یعنی پایاب ہو رہا ہی) اِن تحریفات کا کیا ٹھکانا ہی (انفلق) کے معنی اول تو بلفظ (یا کھلا ہوا ہی) ہی غلط تھے اِسپر بھی نہ صبر کیا کہ اوسکی تفسیر یہہ کی کہ (پایاب ہو رہا ہی) اہل انصاف ذری غور کرین کہ (انفلق) کے معنی پایاب ہو رہا ہی کسطرح پر ہو سکتے ہین بھلا (انفلق) تو لفظ عربی ہی اسکو تو واقف لغت عرب ہی سمجھ سکتا ہی (پھٹا ہوا یا کھلا ہوا ہی) یہہ تو اُردو عبارت ہی سب اہل ہند اِسکے معنی جانتے ہین وہ کونسا بشر دہرم ہی کہ اِس عبارت کے معنی یہہ کہہ سکتا ہی کہ (پایاب ہو رہا ہی) **قال** سورہ طہٰ مین جو آیہ ہی اوس مین صاف بیان ہوا ہی کہ میرے بندون کو رات کو سمندر مین سوکھے رستے سے لیکر نکل چل

قلت یہان بھی تحریف سے نہ چوکے فرمائیے کہ اس آیہ مین یہہ کہان ہی کہ رات مین سمندر مین لیکر نکل چل وہ آیہ یہہ ہی ولقد اوحینا الی موسیٰ ان اسر بعبادی فاضرب لھم طریقا فی البحر یبسا، اسکا ترجمہ صحیح یہہ ہی کہ وحی بھیجی ہمنے موسیٰ پر کہ میرے بندون کو رات مین لیجا پس ازان بنا دی تو انکے لئے سمندر مین راہ خشک اس سے تو یہہ ظاہر ہی کہ مصر سے رات کو نکال کر لیجا یہہ نہین کہ سمندر مین رات کو لیکر نکل چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ بنی اسرائیل کو مصر سے رات مین حضرت موسیٰ نکال لیگئے اور دریا کے کنارہ پر تو بنی اسرائیل بروقت طلوع آفتاب کے پہونچے تھے رات مین تو کنارہ تک بھی نہین پہونچے تھے چنانچہ آیات سورہ شعرا مین یہہ امر منصوص ہی واوحینا الی موسیٰ ان اسر بعبادی انکم متبعون یعنی رات مین لیچل میرے بندون کو تم تعاقب کیے جاؤ گے الی قولہ تعالے

فاتبعوہم مشرقین فلما تراء الجمعان قال اصحاب موسیٰ انا لمدرکون قال کلا ان معی ربی
سیھدین فاوحینا الی موسیٰ ان اضرب بعصاک البحر فانفلق فکان کل فرق کالطود العظیم وازلفنا
ثم الآخرین وانجینا موسیٰ ومن معہ اجمعین ثم اغرقنا الآخرین ان فی ذلک لآیۃ وما کان اکثرہم مؤمنین یعنی جا لیا فرعون
اور اسکے لشکر نے بنی اسرائیل کو سورج نکلتے پس جب دیکھنے لگے دونو گروہ ایک دوسرے کو تو کہا موسیٰ
کے لوگون نے کہ ہم پکڑے گئے کہا موسیٰ نے کہ ہرگز نہین بیشک میرے ساتھہ میرا رب ہی عنقریب مجکو
راہ بتا ویگا پس ازان ہمنے موسیٰ پر وحی بھیجی کہ مار اپنے عصا سے اوس دریا کو (پس مارا موسیٰ نے عصا
سے دریا کو) پس پھٹ گیا دریا پس تہا ہر ایک ٹکڑہ پھٹا ہوا مانند بڑے پہاڑ کی اور قریب کر دیا ہمنے
اوسی جگہ پر دوسرون کو اور نجات دی ہمنے موسیٰ اور اوس کے ساتھہ والون کو سب کو اور ڈبویا
ہمنے دوسرون کو بیشک اسمین ایک بہت بڑا معجزہ ہی اور اکثر لوگ ایمان پر نہین ہین ان آیات
سے صاف ظاہر ہی کہ بنی اسرائیل رات مین دریا مین داخل نہین ہوئے بلکہ سورج نکلتے تو فرعون کے
لشکر نے اونکو دریا کے کنارہ پر جالیا تہا اور دونون گروہون کا ایسا مقابلہ ہو گیا تہا کہ ایک گروہ دوسرے
گروہ کو دیکہتا تہا اور بنی اسرائیل کو خوف اپنے پکڑے جانیکا ہوا اسکے بعد حضرت موسیٰ کو یہہ حکم ہوا کہ
کچھہ خوف نکر اور عصا دریا پر مار پس صریح تحریف سید الطائفہ کی ہی کہ آیہ سورۃ طہ کے معنی غلط بیان
کر کے کہتے ہین کہ میرے بندون کو رات مین سمندر مین لیکر نکل چل اور فاش غلطی یا دیدہ و دانستہ
دہوکا اور مغالطہ ہی جو صفحہ ۹۹ پر لکہتے ہین کہ بنی اسرائیل راتون رات بامن اُتر گئے علاوہ برآن
اس آیۃ کے ترجمہ مین صاف لکہتے ہین کہ موسیٰ بنی اسرائیل کو سوکہی راہ مین لیگئے اور (فانفلق) کی تفسیر
مین جو ایک (یبنی) کے بعد عبارت لکہی ہی وہ یہہ ہی کہ (سمندر پایاب ہو رہا ہی) اس سے ظاہر ہی کہ موسیٰ
پایاب سمندر یعنی تہاہ پانی سے لیگئے تہے پس ایک عبارت دوسری عبارت کے صریح برخلاف
ہی الحق کہ دروغگو را حافظہ نباشد **قال** پس جو معجزہ تہا وہ یہی تہا کہ ایسی مشکل کے وقت

مین سمندر کے پایاب ہونے سے خدائی تعالی نے موسیٰ اور تمام بنی اسرائیل کو بچا دیا اور جب
فرعون نے پایاب اوترنا چاہا تو پانی بڑھ گیا تہا وہ مع اپنے لشکر کے ڈوب گیا **قلت** ہم بہی تو
یہی کہتے ہین کہ بڑا معجزہ یہہ تہا کہ خدا تعالی نے بنی اسرائیل کو سمندر مین خشک سڑک بنا دینے سے
پار اوتار کر بچا دیا اور جب فرعون اور اوسکا لشکر اوس سڑک مین گہسا تو وہ پہاڑ پانی کے جو دائین
بائین کہڑے ہوگئے تہے لوٹ پڑے اور فرعون اور اوسکا سب لشکر ڈوب گیا ہمارے اوسید الطائفہ
کے بیان مین دو باتون کا فرق ہی ہم اوس راہ کو بدلیل آیۃ (اضرب لہم طریقا یبسا) کے خشک راہ
کہتے ہین سید الطائفہ برخلاف قرآن مجید کے اوسکو پایاب کہتے ہین جسکے معنی یہہ ہین کہ زمین
پر پانی تو بیشک تہا اور زمین خشک نہی مگر پانی ڈباؤ نہا دوسری بات یہہ ہی کہ ہم بدلیل (فکان
کل فرق کالطود العظیم) کے یہہ کہتے ہین کہ اوس خشک زمین کے دائین بائین جو پانی کے پہاڑ کہڑے
ہوگئے تہے وہ لوٹ پڑے سید الطائفہ بنظر کتمان حق اس مضمون کے لکہنے سے دیدہ و دانستہ
چشم پوشی کرتے ہین تاکہ ایسا نہو کہ اونکے اتباع جو اکثر جاہل ہین اونکی غلطی پر مطلع ہوجاوین مگر
اسقدر بہی غنیمت ہی کہ اس واقعہ کو معمولی واقعہ دستور کے موافق قرار نہین دیتے بلکہ واقعہ
معجزانہ کے ہی قائل ہین اس بحث مین سید الطائفہ کے ذمہ اول تو اس امر کا ثابت کرنا لازم
تہا کہ چونکہ ظاہر کلمات قرآن مجید کے بحسب وجوہ مرقومہ سابق کے مقتضی اسکے ہین کہ معنی ضرب کو
زون ہین پس اون سے عدول کرکے معنی رفتن مراد لینے کی کیا دلیل ہی ثانیاً بعد قایم کرنے
دلیل کے اوپر ارادہ معنی رفتن کے جواب اسکا دینا چاہتے ہین کہ کلام عرب مین لفظ ضرب
بدون مذکور ہونے (فی الارض) کے لفظون مین بمعنی (رفتن) مستعمل نہین ہوتا حالانکہ یہان
فی الارض مذکور نہین امر اول کی بہ نسبت ایک خلط بات بنالتے ہین کہ تقدیر آیۃ کی یہہ ہی کہ (اضرب
فی البحر) چنانچہ **لکہتے ہین** کہ قرینہ حذف فی کا خود قرآن مجید سے پایا جاتا ہی کیونکہ کہی قصہ

انہین الفاظ سے سورہ طہ مین آیا ہی جہان فرمایا ہی فاضرب لہم طریقا فی البحر یبسا پس ایک جگہ لفظ فی مذکور ہی تو یہی قرینہ باقی مقامات مین اوسکے محذوف ہونے کا ہی **قلت** یہہ عذر سید الطائفہ کا مبنی ہی اسپر کہ اس آیہ مین جو کلمہ (اضرب) ہی وہ بمعنی (رفتن) ہی لیکن یہہ بنا بر البدیہہ فاسد اور صاف غلط ہی اس آیہ مین (اضرب) ہرگز بمعنی (رفتن) کے نہین ہوسکتا کیونکہ (رفتن) لازمی ہی کہ اصلا ناصب مفعول بہ نہین ہوسکتا اور یہان فعل (اضرب) ناصب (طریقا) کا ہی جو اوسکا مفعول بہ ہی پس اوسکو بمعنی (رفتن) لازمی کے ٹھہرانا تمامتر جہالت ہی (اضرب لہم طریقا فی البحر) کے اس آیہ مین یہہ معنی ہین کہ بنا دے یا قایم کردے اونکے لئے رستہ دریا مین چنانچہ جاراللہ زمخشری کہ بڑے عالم لغات عربیہ ہین اوسکی تفسیر مین لکہتے ہین (فاجعل لہم سن تولہم ضرب لہ فی مالہ سہما وضرب اللبن عملہ) یعنی اضرب لہم طریقا کے معنی اجعل لہم ہین (یعنی قایم کردے یا یون کہو کہ بنا دے یا یون کہو کہ ٹھہرا دے) جیسے عرب بولتے ہین (ضرب لہ فی مالہ سہما) یعنی قایم کردیا اوسکے لئے اوسکے مال مین حصہ اور (ضرب اللبن) یعنی بنائی اینٹ اب سنیے سندان معنی کی قرآن مجید مین ہی ضربت علیہم الذلۃ یعنی قایم کردیگئی اونپر ذلت ضربت علیہم المسکنۃ یعنی قایم کردیگئی اونپر مسکنت حدیث مین آیا ہے انک کنت تسالنی ہل کان رسول اللہ صلعم یغزو بالنساء وہل کان یضرب لہن بسہم فقد کان یغزو بہن یداوین المرضی ویجذین من الغنیۃ واما السہم فلم یضرب لہن بسہم (رواہ مسلم) دوسری حدیث مین ہی نضرب لہ رسول اللہ صلعم بسہمہ ولم یضرب لاحد غاب غیرہ (رواہ ابوداؤد) دوسری حدیث (بنوطاء) مین ہی ان عمر بن الخطاب ضرب الجزیۃ علی اہل الذہب اربعہ دنانیر وعلی اہل الورق اربعین درہما الحدیث طرفہ بن عبد البکری کا شعر ہی دیا تیک تنضاب لہا فمن لم تنح لہ بتاتا ولم تضرب لہ وقت موعد شعر ان الساحۃ والمرۃ والندی فی قبۃ ضربت علی ابن الحشرج احادیث صحیحین مین ہی (یضرب الصراط بین ظہرانی جہنم) (یضرب الجسر علی جہنم) دیکھئے

اِن سب مواقع مین لفظ (ضرب) یعنی قایم کرنے کے ہی مستعمل ہی اسی طرح پر اِس آیۃ مین بھی یعنی راہ قایم کرنے یا یون کہو کہ راہ بنانے کے ہی یعنی رفتن کے علاوہ بران آیۃ (اضرب لھم طریقا فی البحر) مین (فی البحر) مفعول (اضرب) کا بواسطہ (فی) کے نہین بلکہ مفعول اوس کا (طریقا) ہی اور (فی البحر) متعلق (طریقا) کے ہی علاوہ اسکے ضرب لازمی مفعول بیکہین جانا (اضرب) کو اِس آیۃ مین متعدی بظرف (البحر) کے بواسطہ (فی) کے ٹہہرانا بالکل خلاف قاعدہ نحویہ کے ہی **قال** اسی آیۃ مین فعل اضرب کی بجا بواسطہ حرف جر متعدی الی المفعول ہونے کی مثال بھی موجود ہی **قلت** مین حیران ہون کہ سید الطایفہ کی سمجھ کہان ہی کلام تو اِس مین ہی کہ جب فعل (ضرب) مفعول بہ کی طرف متعدی ہوتا ہی اور مفعول کو نصب دیتا ہی تو بمعنی رفتن لازمی کے نہین ہو سکتا چنانچہ خود اِس امر کو تسلیم کرکے مدعی حذف حرف (فی) کے ہوے ہین اور اونکے اس قول سے ظاہر ہی کہ اِس آیۃ مین فعل ضرب بلا واسطہ حرف جر کے متعدی ہی پس خود اونہین کے اقرارات سے یہہ بات ثابت ہوگئی کہ فعل (اضرب) اِس آیۃ مین بمعنی (رفتن) کے بسبب بنفسہ متعدی ہونیکے نہین ہو سکتا اور جبکہ خود اونہین کے اقرارات اور بھی دیگر وجوہ مذکورہ سے یہہ امر ثابت ہو گیا کہ اِس آیۃ مین فعل (ضرب) بمعنی (رفتن) نہین تو اِس آیۃ کو جو اونہون نے قرینہ اسکا ٹہہرایا تہا کہ آیۃ (اضرب لعصاک البحر) مین بھی فعل (ضرب) بمعنی (رفتن) ہی غلطی اوسکی خود بخود عیان ہوگئی لہذا اِسکے جب سید الطایفہ نے یہہ دیکہا کہ کلام تحقیقی کی بنا پر تو یہہ عذر اونکا فضول محض ہی لہذا اوسے درگذر کرکے باوجود دعوی اجتہاد اور باوجود اِس لاف وگذاف کے کہ ہم کسی مولوی ملا مجتہد کی تقلید سے گمراہی مین نہ پڑینگے طریقہ تقلید کا اختیار کیا چنانچہ **فرماتے ہین** شاہ ولی اللہ صاحب نے اِس آیۃ کا ترجمہ یہہ کیا ہی کہ بزد برای ایشان در راہ خشک یعنی شاہ صاحب نے ضرب کے

معنی زدن کے نہین لئے رفتن کے لئے ہین جو لازمی ہی اور لفظ طریقًا اِس آیۃ مین اضرب کا مفعول ہی اور بلا واسطہ حرف جر متعدی الی المفعول ہوا ہی **قلت** جب خود سید الطائفہ اقرار کرتے ہین کہ اِس آیۃ مین فعل (اضرب) بلا واسطہ حرف کے متعدی بطرف (طریقًا) مفعول کے ہوا ہی پھر اوسکو لازمی یعنی (رفتن) ٹھہرانا صریح اجتماع ضدین ہی گویا یہہ کہنا ہی کہ اِس آیۃ مین یہہ فعل لازمی بھی ہی اور متعدی بھی ہی اور یہہ کسی طرح پر قرین صحت نہین ہوسکتا بلکہ صریح غلط ہی اور چونکہ خود سید الطائفہ اپنے آپ کو مجتہد قرار دیتے ہین اور تقلید سے منافر ہین اور بقول سید الطائفہ کے ہم بھی مقلدانہ کلام نہین کرتے اِسلئے ہمکو ضرور نہین کہ ترجمہ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی کچھہ توجیہ کرین علاوہ بران جس آیۃ مین یہان بحث ہی اوسکا ترجمہ شاہ صاحب یہہ لکھتے ہین

کہ بزن بعصا خود دریا پس بشگافت پس شد ہر پارہ مانند کوہ بزرگ پس اگر ارفیصلہ کا اوپر ترجمہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہی تو جس آیۃ مین بحث ہی اوس مین فیصلا اور بقول شاہ صاحب رح کے ختم ہوگیا اور (اضرب) یعنی (زدن) کے قرار پاچکا اور کچھہ حاجت اِسکی نہین رہی کہ دوسری آیۃ مین اونہون نے کیا ترجمہ کیا ہی اور وہ ترجمہ مطابق قاعدہ زبان عرب کے ہی یا نہین اور ایا وہ ترجمہ خود اونہین کا ترجمہ ہی یا ناسخ اول سے غلطی ہوئی کہ بجاے بزن برو لکھا گیا ظاہرا ایسا معلوم ہوتا ہی کہ مسودہ مین لفظ (بزن) ہی جیسا کہ اور مترجمان فارسی کے تراجم مین ہی مگر وایرہ (ن) کا چھوٹا لکھا گیا اور نقطہ (نون) کا (نون) کے سر پر لگ گیا ایسے کسی ناسخ اول نے جو زبان عرب سے واقف نہا اوس مسودہ سے جو نقل کی تو لفظ (بزن) کو بسبب اشتباہ خطی کے (برو) پڑھا اور بجاے (بزن) کے (برو) غلطی سے لکھدیا اور اوسکی نقلین جو بعد کو ہوئین اون مین ویسا ہی لکھا گیا جیسا ناسخ اول نے لکھا نہا اور یہہ کچھہ مستبعد نہین چنانچہ خود سید الطائفہ تبیین الکلام مین ایک وجہ

اختلافات عبارات کتب مقدسہ سابقہ کی بھی لکھتے ہین جو ہمنے بہ نسبت اس ترجمہ کے لکھی ہے

علاوہ بران کلام تو آیہ سورہ شعرا یعنی (اضرب بعصاک البحر فانفلق) مین ہے آیہ سورہ (طٰہٰ) کے ترجمہ کو تو سید الطایفہ نے صرف قرینہ اسکا قرار دیا ہے کہ اضرب جو آیہ سورہ (شعرا) مین ہے بقرینہ آیہ سورہ (طٰہٰ) کے بمعنی رفتن ہے پس دیکھنا چاہئے کہ اس آیہ سورہ (شعرا) مین ترجمہ اضرب کا شاہ صاحب کیا کرتے ہین چونکہ یہہ قاعدہ برسنہ اصول فقہ اور بھی فاعدہ عقلیہ ہے کہ بمقابلہ تصریح صریح کے اعتبار قراین کا نہین کیا جا سکتا ہرگاہ کہ شاہ صاحب نے ترجمہ اضرب کا جو اس آیہ سورہ (شعرا) مین ہے بلفظ (بزن) کیا تو گو کہ اونہون نے ترجمہ (اضرب) کا سورہ (طٰہٰ) مین بلفظ (برو) ہی کیا ہو تب بھی برنہاد قاعدہ مذکورہ کے وہ ترجمہ قرینہ اسکا نہین ہو سکتا کہ اس آیہ سورہ (شعرا) مین بھی (اضرب) بمعنی (برو) ہی ہے چونکہ شاہ صاحب بتصریح تمام ترجمہ (اضرب بعصاک البحر فانفلق) کا صاف یہہ لکھتے ہین کہ (بزن عصای خودرا در دریا پس شگافت) پس سب تقریر سید الطایفہ کی محض فضول ہو گئی بالفرض اگر شاہ صاحب ہی نے سورہ (طٰہٰ) کی آیہ مین ترجمہ (اضرب) کا بلفظ (برو) لکھا ہے تب بھی وہ بمقابلہ اس تصریح صریح کے جو آیہ سورہ (شعرا) کے ترجمہ مین کی ہے قرینہ اسکا کہ یہان بھی بمعنی (اضرب) کے (برو) ہی ہین نہ ٹھیرا علاوہ ان سب امور کے قرینہ موثرہ تو اسکو کہتے ہین کہ اعتبار کرنا اوسکا موقع قرینہ مین مستلزم اسکا ہووے کہ جہان وہ قرینہ نہین ہے وہان بھی اوسکا اعتبار واجب ہو اس بنا پر ہم یہہ کہتے ہین کہ بفرض محال اگر یہہ بھی تسلیم کر لیا جاوے کہ آیہ سورہ (طٰہٰ) مین (اضرب) بمعنی (رفتن) ہے کے ہو تب بھی ارادہ معنی (رفتن) کا آیہ سورہ (طٰہٰ) مین مستلزم اسکا نہین کہ سورہ (شعرا) کی آیہ مین بھی وہی معنی لئے جاوین کیونکہ سورہ (طٰہٰ) مین جو وحی ہے وہ بمقام مصر ہے اور اوس مین یہہ حکم ہے کہ (اسر بعبادی فاضرب لہم طریقا فی البحر یبسا)

بموجب قول سید الطائفہ کے اسکے معنی یہ ہین کہ (یعنی میرے بندون کو رات مین پس از ان چل اُن کے لئے رستہ دریا مین خشک) اس جگہہ کچھہ کیفیت، اسکی بیان نہین فرمائی کہ دریا مین رستہ کس طرح خشک ملیگا جب کنارہ دریا پر پہونچے اور بنی اسرائیل نے فریاد کی کہ آگے تو دریاے ذخار ہے اور پیچھے سے فرعون کے لشکر نے آلیا تب دوسری وحی دریا کے کنارے پر بھیجی گئی اور طریق اور کیفیت خشک راہ کے بنانے کی بتائی گئی کہ (اضرب بعصاک البحر فانفلق فکان کل فرق کالطود العظیم) یعنی مارتو اپنے عصا سے دریا کو پس پھٹ گیا دریا پس تہا ہر ایک ٹکڑا پھٹا ہوا مانند بڑے پہاڑ کے چنانچہ آیات سورہ (شعراء) اس مدعا پر بتصریح تمام دلالت کرتے ہین جنمین دو نو مرتبہ کی وحیون کا ذکر موجود ہے یعنی اول تو یہ فرمایا (واوحینا الی موسیٰ ان اسر بعبادی انکم متبعون) بعد اسکے کئی آیتون مین ذکر جمع کرنے فرعون کا لشکر کو اور تعاقب کرنے فرعون کا کر کے بعد کو یہ فرمایا (فلما تراء الجمعان قال اصحاب موسیٰ انا لمدرکون قال کلا ان معی ربی سیھدین فاوحینا الی موسیٰ ان اضرب بعصاک البحر فانفلق فکان کل فرق کالطود العظیم) پس ہر گاہ کہ ہمارے اس بیان سے یہ امر بخوبی متحقق ہو گیا کہ بفرض محال اگر آیۃ سورہ (طہ) مین جو (اضرب) ہے اوسکو بمعنی (برو) ہی لیا جاوے تب بھی وہ مستلزم اس کا نہین کہ سورۂ (شعراء) کی آیۃ مین جو (اضرب) ہے اوسکو بھی بمعنی (برو) لیا جاوے کیونکہ وحی اول جسمین حکم رات مین نکال لیجانے بنی اسرائیل کا ہے وہ مصر مین تھی چنانچہ بموجب اُس کے رات مین بنی اسرائیل کو مصر سے نکال لے گئے اور دوسری وحی جسمین دریا مین خشک راہ بعد ضرب عصا کے لیجانے کا حکم ہے اُس مین ہرگز ذکر رات کا نہین اور وہ وحی دوسرے مقام پر نازل ہوئی تھی پس سید الطائفہ نے جو آیۃ سورہ (طہ) کو قرینہ ارادہ معنی (رفتن) کا آیۃ سورہ (شعراء) مین قرار دیا ہے یہ اونکی صاف غلطی ہے یا دیدہ و دانستہ مغالطہ ہے چونکہ سب سے اول

سید الطائفہ کے ذمہ اس امر کا ثابت کرنا ضرور تہا کہ ظاہر کلات آیۃ (اضرب بعصاک البحر) جو اسپر ظاہر الدلالۃ ہین کہ فعل (ضرب) جو اس آیۃ مین ہے بمعنی (زدن) ہے نہ بمعنی (رفتن) اُسے عدول کر کے بمعنی (رفتن) مراد لینے کی کیا دلیل ہے اسپر جو ایک قرینہ سید الطائفہ نے قرار دیا وہ تو بالکل غلط قرار پایا اور اصلا اُن کے مدعا کے مفید نہ ٹہیرا پس ہمکو ضرور نہ تہا کہ سید الطائفہ نے جو قصد تصحیح معنی (رفتن) کا کیا ہے جو بموجب قواعد و محاورہ اور بول چال عرب کے صحیح نہین ہین اُسکی طرف توجہ کرین کیونکہ جب کوئی دلیل عدول کی معنی ظاہری سے نہین تو موجود ایسے احتمال پر جو مبنی کسی دلیل پر نہین اور خلاف محاورہ عرب کے ہے اصلا ظاہری معنی نصوص کو بدلنا جائز نہین لیکن چونکہ واسطے حاصل کرنے اس مقصود غلط کے سید الطائفہ نے اپنی دانست مین بہت کوشش کی ہے اور ایسی ایسی غلطیان کی ہین کہ مبتدیان علم نحو بھی اُنپر ہنستے ہین اور تعجب کرتے ہین کہ ایسا ناواقف علوم عربیہ تفسیر قرآن کے لکہنے کا قصد کرے لہذا مناسب معلوم ہوا کہ اوسکی نسبت بھی کچہ لکہا جاوے **قال** اس مقام پر یہ بحث پیش آویگی کہ جب ضرب کے معنی چلنے کے آتے ہین تو اوسکے صلہ مین فی کا لفظ آتا ہے **قلت** تقریر اعتراض کی یہ ہے کہ بدون صلہ (فی الارض) کے (ضرب) بمعنی (رفتن) کلام عرب مین مستعمل نہین ہوتا یہ بات نہین کہ صرف (فی) جارہی بلا مجرور (الارض) کے بھی آتا ہے جیسا کہ سید الطائفہ سمجہ رہے ہین بلکہ بحالت ارادہ معنی (رفتن) کے واقع ہونا مجموعہ جار و مجرور یعنی (فی الارض) کا ضرور ہے جیسے (اذا ضربتم فی الارض) اور (آخرون یضربون فی الارض یبتغون من فضل اللہ) یہانتک کہ اگر لفظ (فی) بھی واقع ہوگا اور مجرور اوسکا بجز (ارض) کے کوئی اور اسم ہوگا تب بھی (چلنے) کے معنی مین مستعمل نہوگا مثلا (ضرب فی البحر) اسکے معنی (رفتن) کے نہون گے بلکہ بمعنی (شناوری کردن) یعنی (تیرنے)

بھی بمعنی (رفتن) ہوگا مثلاً (ضرب النبی بکفیہ الارض) اور (انما یکفیک ان تضرب بیدیک الارض) اور (ضربوا بالکفہم الصعید) اسی طرح جب وہ متعدی بنفسہ اور کسی اسم کی طرف ہوگا تب بھی بمعنی (رفتن) ہوگا مثلاً (ضربت زیدا فی ارض مکۃ) و (اضرب بعصاک البحر) و (اضرب لہم طریقا فی البحر) اور وجہ اوسکی صاف ظاہر ہے کہ (ضرب) بمعنی (رفتن) لازمی ہے اور بحالت متعدی ہونے کے مفعول بہ کی طرف معنی لزوم کے باطل ہو جاتے ہین اس سبب سے جب وہ متعدی بطرف مفعول بہ ہوگا تو معنی (رفتن) کے جو لازمی ہے باطل ہو جاوینگے چونکہ اس آیۃ مین اور آیۃ (اضرب بعصاک البحر) مین لفظ (فی) نہین ہے اور متعدی بطرف مفعول بہ کے یعنی (بحر) اور (عجر) کی طرف ہے پس ارادہ معنی (رفتن) کا مانع ہے اسکے جواب مین سید الطائفہ یہہ **کہتے ہین** مگر فی کے نہونے سے کچھ حرج نہین اسلئے کہ جب ضرب کے معنی چلنے کے لئے جاتے ہین تو بواسطہ حرف یعنی فی کے متعدی کیا جاتا ہے اور جو افعال بواسطہ حرف جر متعدی ہوتے ہین اون مین حرف جر کو محذوف کرنا اور فعل کو بلا واسطہ مفعول کی طرف متعدی کرنا جائز ہے اور اوس مفعول کو منصوب علی نزع الخافض کہتے ہین پس اس مقام مین فعل اضرب عصا کے ساتھہ ربط دینے کو ایک حرف جر یعنی ب عصا پر آچکی تھی پھر اس فعل کو مفعول کی جانب متعدی کرنے کیلئے دوسرے حرف فی کا لانا کسیقدر فصاحت کلام کے مناسب نہ تھا اسلئے اوسکا حذف اولی تھا پس اس مقام پر تقدیر کلام کی یہہ ہے فاضرب بعصاک فی البحر **قلت** یہہ سب تقریر سید الطائفہ کی اسقدر بیقاعدہ اور غلط ہے کہ جس سے صاف ظاہر ہے کہ اونکو علم نحو مین مبتدیان کی برابر بھی استعداد و دسترس نہین ہر ایک فقرہ اونکا بالکل بیجا ہے **قولہ** فی کے نہونے سے کچھ حرج نہین الخ **اقول** ہم اوپر ثابت کر چکے ہین کہ بحالت ارادہ معنی (رفتن) کے ہونا مجموعہ جار و مجرور یعنی (فی الارض) کا ضروری ہے فرض کرو کہ فی کے نہونے

سے حرج نہین مگر (ارض) کے نہونے سے تو بالضرورۃ ارادہ معنی (رفتن) کا باطل ہی حالانکہ نہ سید الطائفہ قائل ہی سکے ہین کہ لفظ (الارض) یہانسے محذوف ہے نہ (الارض) یہان سے محذوف ہو سکتا ہے پس اگر لفظ (فی) کلمہ (البحر) سے محذوف بھی مانا جاوے تو تقدیر یہہ ہوگی (اضرب بعصاک فی البحر) جسکے معنی بموجب لغت عرب کے یہہ ہوئے کہ (شناوری کر دریا مین اپنے عصا کی استعانت سے) یعنی دریا مین تیرا پنے عصا سے اس حالت مین بھی معنی (رفتن) جسکے مدعی سید الطائفہ ہین بالکل غلط ہو گئے اور جبکہ قرآن مجید سے اور دیگر کتب مقدسہ سے اور خود اقرار سے سید الطائفہ کے یہہ امر متحقق ہے کہ جمیع بنی اسرائیل کا خشک زمین پر ہو کر ہوا تھا اور کتب سابقہ سے یہہ بھی ثابت ہے کہ بچے اور بہیمہ کر مان بنی اسرائیل کی خشک زمین پر ہو کر پار اتر گئین پس تیرنا خشک زمین پر صریح بے معنی بات اور غلط ہے **قولہ** جو افعال بواسطہ حرف جر کے متعدی ہوتے ہین اون مین حرکات حرف جر کا محذوف کرنا اور بلا واسطہ مفعول کی طرف متعدی کرنا جائز ہے **اقول** جب سید الطائفہ نے یہہ دیکھا کہ فعل (ضرب) اسجگہ ناصب مفعول یعنی (بحر) کا ہے پس واجب ہے کہ بمعنی (زدن) ہی کے ہو جو معنی متعدی ہین اور چونکہ معنی (رفتن) لازمی ہے اور وہ ناصب مفعول بہ کا نہین ہو سکتا اسلئے بہوت ہوئے اور پریشان باتین بنائین اور مغالطہ دینے شروع کئے چنانچہ مغالطہ اول تو یہہ ہے کہ اپنے خیال باطل مین یہہ ٹہیرایا کہ (ضرب) اسجگہ لازمی بمعنی (رفتن) ہے اور افعال لازمی بواسطہ حروف جر کے متعدی ہوتے ہین اسلئے یہہ بھی متعدی ہو کر ناصب (بحر) کا ہوا مگر چونکہ یہان کوئی حرف جر کلمہ (بحر) پر داخل نہین اور یہہ بھی دیکھا کہ جب حرف تعدیہ کا مفعول بہ پر داخل ہوتا ہے تو اوسکو جر دیتا ہے اور یہان کلمہ (بحر) منصوب ہے تب زیادہ تر گہبرائے اور دوسرا مغالطہ یہہ دیا کہ وہ حرف تعدیہ (فی) ہے اور محذوف ہے اور اوسکو حذف کر کے کلمہ (بحر) کو منصوب کر دیا گیا ہے

اب سنئے کیفیت مغالطہ اول کی معنی تعدیہ یعنی متعدی کردینے فعل لازمی کے یہ ہین کہ فعل لازمی کو معنی لزوم سے نقل کرکے معنی متعدی مین کردیا جاوے مثلاً (ذہبت) فعل لازمی ہے اور اُسکے معنی ہین (گیا مین) جب اُسکو متعدی بطرف زید کے کرنا چاہا تو باء تعدیہ (زید) پر داخل کرکے کہا گیا کہ (ذہبت بزید) پس معنی (ذہبت) کے جو یہ تھے کہ (گیا) باء تعدیہ نے اُن کو متغیر کردیا اور اب اُسکے معنی یہ ہوگئے کہ (لے گیا مین زید کو) (بردم زیدا) (ذہب اللہ بنورہم) (برد اللہ تعالیٰ نورآنان را) پس معنی (رفتن) بسبب باء تعدیہ متغیر ہوکر بطرف معنی (بردن) کے منتقل ہوگئی حالانکہ اس مقام پر خود ترجمہ سید الطائفہ سے واضح ہے کہ معنی (ضرب) جو (رفتن) اُنہون نے قبل از تعدیہ (فی) ٹھہرائے ہین وہی معنی بعد از تعدیہ (فی) بھی بدستور باقی ہین کہ (برد بعصای خود دریا) اور جب وہی معنی لازمی بدستور باقی رہے تو متعدی ہونا اُس کا اور ناصب ہونا مفعول بہ کا خود بخود غلط ہوگیا شارح رضی لکھتے ہین ومعنی التعدیۃ المطلقۃ ان ینقل معنی الفعل کالہمزۃ والتضعیف ونحوہ وہذا المعنی مختص بالباء بین حروف الجر یعنی معنی تعدیہ مطلقہ کے یہ ہین کہ معنی فعل کو مثل ہمزہ اور تضعیف کے نقل کردے اور متغیر کردے اور یہ بات حروف جر مین سے صرف باء ہی کو ساتھ مخصوص ہے یعنی بجز باء جارہ کے اور کوئی حرف جار واسطے تعدیہ کے نہین اب سنئے حال مغالطہ دوم کا اولاً تو حرف (فی) واسطے تعدیہ کے کلام عرب مین نہین جیسا کہ قول شارح رضی سے ثابت ہے پس ہرگاہ کہ (فی) ملفوظاً فعل کو متعدی نہین کرسکتا تو (فی) مقدر بدرجہ اولی نہین کرسکتا ثانیاً حذف حرف تعدیہ کا ممتنع ہے بجاے (ذہبت بزید) اور (اذہبت زیدا) کے (ذہبت زیدا) بعد حذف باء تعدیہ اور ہمزہ تعدیہ کے ہرگز جائز نہین چونکہ بناء سید الطائفہ کے اس قول کے صرف انہین دونون مغالطون پر تھی اور اُن کا مغالطہ ہونا خوب ثابت ہوگیا پس ہمکو کچھ ضرورت زیادہ کلام کی باقی نہین رہی [illegible]

مناسب معلوم ہوتا ہے اولاً چونکہ حذف خلاف اصل ہے اور بدون کسی دلیل یا قاعدہ نحوی کے جو مقتضی
حذف ہو عدول اصل اور ظاہر کلام سے جائز نہین اور یہان کوئی قاعدہ نحوی مقتضی اس حذف کا
نہین اسلئے حذف کا قائل ہونا تمامتر خلاف قاعدہ اور محض غلطی ہے ثانیاً علامت تفرقہ کے
درمیان معنی (رفتن) اور (زدن) کے وقوع صلہ (فی الارض) کا ہے اور باتفاق علماء عربیت
کے حذف علامت کا بسبب اسکے کہ معنی درصورت حذف کے ملتبس اور مشتبہ ہو جاتے ہین ہرگز جائز
نہین جار اللہ زمخشری نے اس باب مین تفسیر آیۃ ویمدہم فی طغیانہم یعمھون مین نہایت عمدہ
تقریر کی ہے کہ جس فعل کے صلہ مین کوئی حرف جر بروقت ارادہ ایک معنی کے واقع ہوتا ہو تو
اگر وہ فعل بدون حرف جر کے مستعمل ہوا ہو تو ارادہ ان معنی کا جائز نہین وہ لکھتے ہین کہ
کفاک دلیلا علی انہ من لسدد دون المد ان الذی بمعنی امہلہ انما ہو مدلہ مع اللام کما فی لہ
فان قلت ما حملہم علی تفسیر المد فی الطغیان بالامہال وموضوع اللغۃ کما ذکرت لا یطاوع
علیہ قلت استجرہم الی ذلک خوف الاقدام علی ان یسندوا الی اللہ ما اسند الی الشیطان
ولکن المعنی الصحیح ما طابقہ اللفظ وشہد بصحتہ والاکان بمنزلۃ الاروی من النعام ومن حق
کتاب اللہ الباہر وکلامہ المعجز ان یتعاہد فی مذاہبہ بقار النظم علی حسنہ والبلاغۃ علی کمالہا
وما وقع بہ التحدی سلیما من القادح فاذا لم یتعاہدا وضاع اللغۃ فہو من تعاہد النظم والبلاغۃ علی مراحل
یعنی کافی ہے یہی دلیل اسپر کہ (یمد) اس جگہ بمعنی (مدد) کے ہے نہ بمعنی (مد کے) (جو بمعنی مہلت دینے
کے ہے) (مد) جو بمعنی (مہلت دینے کے ہے) اُسکے صلہ مین (لام) آتا ہے کہا جاتا ہے (مدلہ) مثل (املی لہ)
کے پھر اگر کوئی کہے کہ بعض لوگون کو کس چیز نے آمادہ کیا ہے اسپر کہ (مد) کو بمعنی (مہلت) لیا ہے حالانکہ
لغت جیسا کہ مذکور ہوا موافق اُسکے نہین تو مین کہون گا کہ کھینچا ہے اُن کو اس امر کے خوف نے کہ
اسناد کریں اللہ تعالیٰ کی طرف اوسکو جسکی اسناد شیطان کی طرف ہوتی ہے لیکن معنی

صحیح وہی ہو سکتے ہین جو مطابق لفظ کے ہون اور لفظ اون معنی پر گواہ ہو ورنہ ایسا ہوگا جیسا
کہ بولین تو بز کو سہی اور مراد لین شتر مرغ (یعنی نہایت درجہ کا غلط ہوگا) اور مفسر پر واجب ہے
کہ معنی کی تعبیر مین بتمام لفظ کا اوسکے حسن پر و بلاغت کا علی وجہ الکمال اور اُس امر کا جسکی بابت معارضہ کیا گیا ہے
(آیات فأتوا بسورة من مثله اور اوسکے امثال مین) بہت لحاظ رکھے کہ نہایت درجہ پر رد و قدح
سے سلامت رہے اور اگر اوسکا لحاظ نکیا (جیسا کہ سید الطایفہ کا دستور ہے) تو وہ مفسر نظم قرآن
اور بلاغت سے کوسون دور ہے (یعنی اصلا لیاقت اسکی نہین رکہتا کہ قرآن کی تفسیر کرنے
بیٹہے) دیکہو کیسی منصفانہ تقریر کی ہے کہ باوجودیکہ آیۃ مذکور مین (مد) کو بمعنی (امہال) کے لینا
اور بمعنی (مدد) کے نہ لینا اونکے مذہب اعتزال کے موافق تہا لیکن پہی انصاف کو ہاتہہ سے
ندیا اور سید الطایفہ کی طرح ہٹ دہرمی نکی اور صاف لکہا کہ چونکہ فعل (مد) بمعنی (امہال)
متعدی بواسطہ (لام) کے ہوتا ہے اور اس آیۃ مین بلا واسطہ (لام) کے بنفسہ متعدی ہوا ہے
پس اوسکو بمعنی (امہال) قرار دینا تمامتر خلاف لغت کے ہے اور ہرگز جایز نہین سید الطایفہ
جو برخلاف لغت کے بلا رعایت بلاغۃ قرآن کے فعل (ضرب) کو جو بغیر صلہ (فی الارض) کے
واقع ہوا ہے بوانمائی حذف کے بمعنی (رفتن) قرار دیتے ہین محض ناواقفی ہے اونکے علم
لغت اور علم معانی و بیان و فصاحت و بلاغت سے اور بیخبر تقلید ملاحدہ و حمقا فرنگ کے اور
کچہہ نہین اور بقول علامہ زمخشری تفسیر قرآن سے کوسون دور ہین اصلا لیاقت تفسیر قرآن کی
نہین رکہتے اسی مطلب کو جو علامہ زمخشری نے لکہا ہے صاحب مغنی لبیب باب حذف مین
ایک مقام پر اسطور پر لکہتے ہین یجوز حذف الحرف اذا امن من الالتباس یعنی حذف کرنا
حرف کا اوسوقت مین جایز ہے جبکہ خوف اشتباہ کا نہو دوسرے مقام پر لکہتے ہین کہ منع
حذف الجار فی نحو رغبت فی ان لافعل او عن ان لافعل غرض یہہ ہے کہ (رغبت فی ان

لاتفعل) کے معنی ہین کہ (پسند کیا مینے تیرے اس کام کے نہ کرنے کو) اور (عن ان لاتفعل) کے معنی ہین کہ (ناپسند کیا) پس اگر ایسے مقام سے (فی) اور (عن) کو حذف کیا جاویگا تو معنی مین نہایت درجہ کا التباس واقع ہوجاویگا اور ہرگاہ کہ بحالت التباس کے حذف جایز نہین تو بحالت وجود دلیل منع حذف کے یعنی قعدیہ (ضرب) کے بطرف (بحر) کے بدرجہ اولی جایز نہین شیخ رضی کافیہ کی شرح مین لکھتے ہین کہ حذف حرفی الجر یعنی (فی) و (اللام) قیاس فی باب المفعول فیہ والمفعول لہ کما کان قیاسا مع (انّ) و (انْ) ولیس بقلیس فی غیر المواضع الثلثۃ فلا تقول فی (مررت بزید) و (قمت الی عمرو) (مررت زیدا) و (قمت عمروا) یعنی حذف حرف (فی) اور (لام) کا قیاسی ہے مفعول فیہ اور مفعول لہ مین جیسا کہ قیاسی ہے ساتھہ (ان) مشددہ اور (ان) مخففہ کے اور نہین ہے قیاسی ان تین مواضع کے سوا اور کسی موقع مین اسی طرح صاحب مغنی لبیب لکھتے ہین لایحذف الجار قیاسا الا من (ان) و (اَنْ) یعنی جایز نہین حذف جار کا از روئی قیاس کے مگر (اَنَّ) اور (اَنْ) سے دوسرے مقام پر لکھتے ہین لایحذف الجار والجازم للفعل الا فی مواضع قویت فیہا الدلالۃ وکثر فیہا استعمال تلک العوامل ولا یجوز القیاس علیہا یعنی حرف جار اور حرف جازم للفعل بجز ان مواقع کے جہان دلالت قوی ہو اور استعمال ان عوامل کا کثیر ہو حذف نکیا جاویگا اور اس موقع مین قیاس جایز نہین مطلب یہہ ہے کہ سوا (اَنَّ) اور (اَنْ) کے حذف جار بجز ان مواقع کے کہ جہان کلام عرب مین سنا گیا ہے جایز نہین اور ان سماعی مواقع پر قیاس کرکے اور مواقع پر حذف کرنا جایز نہین سید الطایفہ نے جو (البحر) کے اوپر محذوف ہونا (فی) کا قرار دیا ہے اسسے پایا جاتا ہے کہ اونہون نے (فی البحر) کو از راہ ناواقفی کے علم نحو سے مفعول فیہ سمجھا ہے حالانکہ یہہ اونکی نہایت درجہ کی ناواقفی ہے علم نحو سے اور ایسی غلطی فاش اور ناواقفی ہے کہ ہدایت النحو کے پڑھنے والے بہی اونکا ٹھٹھہ کرتے

ہین اور ہنستے ہین اور کہتے ہین کہ یہی حضرت ہین جو باوجود اسقدر بے علمی اور ناواقفی کے قران مجید کی تفسیر کرنے بیٹھے ہین حیف کہ ہنرمندان بمیزند عیبے ہنران جای ایشان گیرند ع زشتی عال ماصورت نادر گرفت شرح اسکی یہہ ہے کہ منصوب بتقدیر فی مفعول فیہ کہلاتا ہے اور تقدیر فی کی ظروف زمان مین اور منجملہ ظروف مکان کے مبہمات یعنی جہات ستہ اور (عند) اور (لدی) اور جو معنی (عند) اور (لدی) کے ساتھہ ہین اور لفظ (مکان مالبد وخلت) مین تو ہوسکتی ہے اور انکے ماسوا مین ممتنع ہے چنانچہ مقدمہ اعراب ابن حاجب یعنی کافیہ مین بتصریح تمام لکھا ہے شرط نصبہ تقدیر (فی) وظروف الزمان کلہا تقبل ذلک وظروف المکان ان کان مبہما قبل والا فلا وقس المبہم بالجہات الست وحمل علیہ عند ولدی وشبہہا لابہامہا ولفظ مکان لکثرتہ ومالبد دخلت علی الاصح چونکہ کلمہ (بحر) نہ ظروف زمان مین ہے نہ اون چیزون مین ہے جن مین تقدیر (فی) کی جایز ہے پس وہ اصلا اس قابل نہین کہ اوسپر (فی) محذوف کیا جاوے اور اوسکو بتقدیر (فی) منصوب ٹہیرایا جاوے بہت بڑا افسوس ہے سید الطایفہ کے حال پر کہ باوجود اسقدر ناواقفیت زبان عرب اور قواعد زبان اور دیگر علوم عربیہ سے ازراہ بوالہوسی کے آمادہ لکھنے تفسیر قرآن کے ہوئے ہین مگر غور کی جاتی ہے تو کچھہ محل افسوس نہین اسلئے کہ مقصود اونکا تفسیر نہین بلکہ تحریف ہے اور تحریف کے واسطے کوئی علم درکار نہین جو جی مین آیا کہدیا بجای (مررت بزید) کے (مررت زیدا) اور (قمت الی عمرو) کی جگہہ (قمت عمروا) ٹہیرادیا (اروی) کے معنی (نعام) اور (نعام) کے معنی (اروی) کہدیئے ان سب خرابیون کو بطور فرض محال اگر تسلیم بھی کرلیا جاوے اور تقدیر آیہ کی یہی ٹہیرائی جاوے کہ (اضرب بعصاک فی البحر فانفلق) اور (ضرب) بمعنی (رفتن) ہی تسلیم کرلیا جاوے تب بھی مدعا سید الطایفہ کا حاصل نہین ہوسکتا کیونکہ اس تقدیر پر ہم یہہ کہہ سکتے ہین کہ حرف (باء) جو (عصا) پر داخل ہے واسطے تعدیہ کے ہے جیسے (اذہب بزید) مین ہے

پس معنی یہہ ہوئے (کیونکہ اپنے عصا کو دریا مین نہیں لیگئے موسیٰ عصا کو دریا مین تو پھینک گیا دریا) یا بطور
ترجمہ ہائے سید الطائفہ جو آیت (فالتقطہ) اور (فلما رآہا) مین کیا ہے یون کہو کہ (جب موسیٰ عصا
کو لیگئے دریا مین تو پھٹ گیا دریا) پس اس اعتبار پر بھی پھٹ جانا دریا کا ایک معجزانہ طریق پر ثابت ہے
اور یہہ معنی سید الطائفہ کے گڑھے ہوئے معنی سے بدرجہا بہتر ہین قولہ اس مقام پر فعل اضرب کے عصا
کے ساتھہ ربط دینے کو ایک حرف جر یعنی ب عصا پر آچکی تھی پھر اسی فعل کو مفعول کی جانب متعدی
کرنے کیلئے دوسرا حرف جر یعنی ف کا لانا کسیقدر فصاحت کلام کے مناسب نہا الخ اقول سبحان اللہ
ابتو سید الطائفہ علم بیان کے بھی قاعدے گڑھنے لگے کیون نہو جبکہ قانون قدرت بنانے کا اپنی ذات کو
مختار سمجھتے ہین تو علم بیان کے قواعد گڑھنے مین کیا دقت ہے مگر کیا کرون بے اختیار وہی شعر زبان
پر آتا ہے ؎ وما ام الرذین دان اولت ✤ بعالمۃ باخلاق الکرام جناب والا کو قواعد علم
نحو کے سمجھنے کی تو استعداد ہے نہین تسپر ازراہ بوالہوسی کے خیال خام بنانے قواعد بیانیہ کا وما
مین سمایا ہے فرمائیے کہ یہہ قاعدہ (کہ جب فعل کا تعلق بواسطہ حرف جر کے ایک اسم کے ساتھہ ہو
اور اوسکے صلہ مین بالقدیہ مین دوسرے حرف جر کا لانا واجب ہو تو دوسرے حرف کا لانا
کسی قدر فصاحت کلام کے مناسب نہین اور حذف اوسکا اولی ہوتا ہے) از قسم ایجاز و بندہ ہی
یا کچھہ سند بھی اسکی ہے اور علماء بیان مین سے کسی نے لکھا ہے اگر از قسم اول ہے تو جواب
اوسکا یہی ہے کہ (کالای زبون برلیق خاوند) اور اگر قسم ثانی سے ہے تو بحوالہ کسی کتاب علم معانی
و بیان اور علماء اس فن کے کیون نہین لکھا درحقیقت یہہ قاعدہ موضوعہ سید الطائفہ کا
لغو محض اور غلط صریح ہے خود سید الطائفہ لکھتے ہین کہ ایسی صورت مین اول ہے یعنی واجب
نہین اور تصریحات جار اللہ زمخشری اور دیگر علماء عربیہ سے جو پیشتر لکھی گئین لانا حرف جر کا
صلہ مین ایسے فعل کے جبکا استعمال بدون اوس حرف کے نہوتا ہو واجب ہے مثل (آمنت

اور (آمدلہ) کے جسکی تقریر جاراللہ زمخشری نے کی ہے پس واجب ضروری کو چھوڑکر اولی پر عمل کرنا صریح خلاف عقل کے ہے اور بسبب وجود ایسے خلف کے کہ جسپر کوئی قرینہ نہین اور واقع ہونے مفعول بہ منصوب کے اور دیگر وجوہ مذکورہ کے ایسی حالت مین ایسا حذف ہر آئینہ مستلزم تعقید ہے کہ جو ہر آئینہ مخل فصاحت ہے چہ جای آنکہ اولی اور انسب ہو اب سنیے بطلان اس قاعدہ موضوعہ کا کلام بلاغت التیام معجز نظام سے (جرین بہم ریح طیبۃ) دیکھو ضمیر (ہم) پر بار تقدیم اور (ریح) پر بار سببیہ ایک ہی جملہ مین موجود ہے (بدنین علیہن سن جلابیہن) (ولیضربن بخمرہن علی جیوبہن) الی غیر ذلک اور کلام فصحاء عرب مین ایسا بہت ہے **شعر** وما ام الزوین و ان ادنت ؛ لعالمۃ باخلاق الکرام سید الطائفہ کے حق مین بہتر ہی تہا کہ ایسی ایسی لغو باتین اپنے اتباع جہلا مین بیٹہکر بطور لکچر کے زبانی ہی بیان فرمایا کرتے عبث اونہون نے تحریر مین لاکر الزام ناواقفی کا اپنے اوپر عاید کیا صفحہ ۹۹ پر سید الطائفہ **لکہتے ہین** کہ مطلب ان آیات سورۂ دخان کا (فاسر بعبادی لیلا انکم متبعون واترک البحر رہوا انہم جند مغرقون) ٹہیک یہ ہے کہ چہوڑ چل سمندر کو ایسی حالت مین کہ وہ اوترا ہوا ہے اور صفحہ ۹۳ پر **لکہتے ہین** کہ رہوا کا ترجمہ شاہ عبدالقادر صاحب نے تہم رہا کیا ہے اور شاہ رفیع الدین صاحب نے خشک کیا ہے اور شاہ ولی اللہ صاحب نے آرمیدہ اور قاموس مین اوسکے معنی لکہے ہین الترفع والتخفض ضد واسکون **قلت** شاہ ولی اللہ اور شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہما کے ترجمہ باہم مطابق ہین اور بلحاظ معنی سکون کے یہہ دونو ترجمہ مطابق لغت کے ہین شاہ رفیع الدین رحمۃ اللہ علیہ نے خلاصہ مطلب کو بطور ترجمہ کے لکہا ہے مطلب اونکا یہہ ہے کہ وقت عبور بنی اسرائیل کے دریا خشک ہوگیا تہا اور اوسی حالت پر چہوڑ دیا گیا تہا اس سبب سے اونہون نے بلفظ (خشک) ترجمہ کردیا

حاصل سب تراجم کا ایک ہی ہے قاموس مین ترجمہ (رہوا) کا یہہ ہے النفج بین الرجلین والسیر

السہل والمکان المرتفع والمنخفض کالرہوۃ فیہما ضد والواسعۃ الہین السکون وارہی تزوج وہسعۃ وصاوف
موضعا رہا رکسما رای واسعا الخ یعنی (ارہو) کے معنی ہین کشادگی درمیان دونون پانون کے اور آہستہ
چلنے کے اور جاے بلند وپست کے مثل معنی (راہوۃ) کے اِن دونو معنی مین ضد ہی اور زن فراخ فرج کے
اور سکون کے معنی بھی ہین اور (ارہی) کے معنی یہ ہین کہ نکاح مین لایا زن فراخ فرج کو اور رہو بچا جگہ
وسیع ہین چونکہ بمعنی مکان منخفض اور مرتفع اسم جامد ہی اسلیے یہ معنی مناسب اس آیۃ کے نہین البتہ معنی
سکون اور فتح ہین الرجلین اور وسعۃ کے مناسب اس مقام کے ہین چنانچہ جار اللہ زمخشری کشاف مین
لکھتے ہین الرہو فیہ وجہان احدہما الساکن قال الاعشی تعصر یمشین رہوا فلا الاعجاز خاذلہ ولا الصدور علی
الاعجاز تمثل ای مشیا ساکنا علی ہیئۃ ارادموسی لما جاوز البحران یضربہ بعصاہ فیطیق کما ضربہ فانفلق فامر
بان یترکہ ساکنا علی ہیئۃ قارا علی حالہ من انقصاب الماء وکون الطریق یبسا لا یضربہ بعصاہ ولا یغیر منہ شیئا
لیدخلہ القبط فاذا دخلوا فیہ اطبق اللہ علیہم والثانی ان الرہو الفجوۃ الواسعۃ وعن بعض العرب انہ رای
جملا فاجا فقال سبحان اللہ رہو بین منا مین ای اترکہ مفتوحا علی حالہ یعنی رہوا کے معنی ہین دو جگہون
ایک سکون یعنی چھوڑ دے دریا کو ٹھیرا ہوا موسیٰ علیہ السلام نے ارادہ کیا کہ دریا پر عصا مارین تاکہ وہ پھٹ کر
ہو جاوے جسطرح پر عصا کے مارنے سے پہلے پھٹ گیا تھا پس امر کیے گئے کہ ایسی حالت پر چھوڑ دین خشک راہ
تغیر نہ کرین تاکہ قبط اُسمین داخل ہون پھر جب اوسمین آجاوین تو اللہ تعالیٰ دریا کو اُنپر لوٹا دے دوسری
وجہ یہ ہی کہ رہو کے معنی ہین شگاف وسیع منقول ہی بعض عرب سے کہ دیکھا اُسنے ایک اونٹ کو ہانہ کو
تو کہا سبحان اللہ (رہو بین منا مین) یعنی سبحان اللہ راہ وسیع ہی درمیان دونو کوہانون کے مراد یہ ہی
کہ چھوڑ دی دریا کو پھٹا ہوا اسی حالت پر تحقیق اسمقام کی مطابق لغت عرب کے یہ ہی کہ لفظ ترک جب نا صب دو اسمو نکا ہاتا ہی تو متضمن ہوتا ہی معنی تصیر کو
اور فعال تحویل مین شمار کیا جاتا ہی اور مفید معنی تبدیل حالت مفعول اول کا ہوتا ہی دیکھو فیہ ابن مالک اور اسکی شرح کو شارح رضی
لکھتے ہین کہ ماسوا رافعال قلوب کے جو ناصب افعال دو جزؤن جملون کا ہوتا ہی وہ (صیر) ہی

اور جو (صیّر) کے مرادف ہو مثل (جعل) و (وہب) و (ردّ) و (ترک) کے اور ابن درستویہ کا یہہ قول ہے کہ (غادر) بھی (صیّر) کے ساتھہ ملحق کیا گیا ہے جسطرح پر (ترک) جو بمعنی (صیّر) کے ملحق کیا گیا ہے۔ انتہی مختصراً ایسی حالت مین بمعنی ترک کے یہہ ہین کہ فاعل فعل ترک نے مفعول اول کو حالت اصلی سے متغیر کرکے مصداق مفعول ثانی کا کردیا دیکھو آیہ کریمہ (مثلہ کمثل صفوان علیہ تراب فاصابہ وابل فترکہ صلدا) یعنی مثل ریا کار کا مانند صاف پتھر کے ہی کہ اوسپر کچھہ مٹی ہے کہ پڑا اوسپر مینہہ پس چھوڑا اوسکو صاف وسخت یعنی مینہہ نے اوسپر تصرف کرکے اوسکی اوپر کی مٹی کو بہا کر چکنا پتھر چھوڑ دیا اور (فلما اضاءت ما حولہ ذہب اللہ بنورہم وترکہم فی ظلمات) یعنی اونکے نور کو زائل کرکے اونکو تاریکی مین چھوڑ دیا اسی طرح پر فترکتہ جزر السباع ینشنہ ؛ یقضمن حسن بنانہ والمعصم یعنی مینے اوسپر تصرف قتل کا کرکے طعمہ سباع کرکے چھوڑ دیا شعر ترکوہم لمجین والبوا بہنا بالصم منہ الحدار یعنی بنی تمیم نے اوس قوم پر تصرف قتل کا کرکے اونکو ٹکڑے ٹکڑے کرکے چھوڑ دیا شعر اردت لکیما ان تطیر بقربتی ؛ فترکہا شنا بیداء یعنی میرا ارادہ ہے کہ میری مشک کو لیجا کر پہاڑ دے اور اوسکو جنگل مین پہٹا ہوا چھوڑ دے اسی طرح پر شعر ان السیوف غدوہا ورواحہا ؛ ترکت ہوازن مثل قرن الاعصب یعنی صبح وشام کی تلوارون نے ہوازن پر تصرف قتل کا کرکے اونکو مثل دُوندی بکری کے کردیا اسی طرح پر فلما علونا واستوینا علیہم ؛ ترکناہم صرعی لنسر وکاسر اب سمجھنا چاہیئے کہ اس آیہ (اترک البحر رہوا) مین کلمہ (اترک) ناصب ہے دو اسمون کا ایک (بحر) دوسرا (رہوا) پس کلمہ (اترک) سے صاف ظاہر ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو جو فاعل فعل (اترک) ہین حکم ہے کہ (بحر) پر تصرف (انفلاق) کرکے یعنی پہاڑ کر اور اوسکے ٹکڑون کو مثل کوہہائی عظیم کے کرکے اوسی طور پر چھوڑ دے اور ہنوز قصد اسکا نہ کرے کہ وہ پہلی حالت پر جو قبل از انفلاق تھی عود کرے اور چونکہ قبطی

اسرائیل کا تعاقب کئے ہوئے تھے اور دریا کے کنارہ پر اونہون نے بنی اسرائیل کو آلیا تھا الیحالت
مین دریا کو پھٹا ہوا چھوڑ دینے مین مخاطب کے دل مین اس تردد کے پیدا ہونے کا احتمال تھا کہ
ایسا نہو کہ قبط بھی اسی راہ تعاقب کرتے ہوئے آجاوین اسلئے بطور جملہ مستانفہ جو واسطے بیان
سبب جملہ سابقہ کے ہوتا ہے واسطے رفع اس تردد کے اور بیان سبب پھٹے ہوئے چھوڑ دینے کی
یہہ جملہ لایا گیا کہ (انہم جند مغرقون) یعنی خوف نکر وجہہ پھٹے ہوئے چھوڑ دینے کی یہہ ہے کہ قبط
اسمین ڈبو دیئے جاوینگے یعنی وہ دریا کو پھٹا ہوا اور درمیان مین خشک راہ دیکھکر اسی راہ مین
داخل ہونگے اور ڈبو دیئے جاوینگے چنانچہ ایسا ہی ہوا پس سید الطائفہ جو یہہ کہتے ہین
کہ ٹھیک مطلب آیہ کا یہہ ہے کہ چھوڑ چل سمندر کو ایسی حالت مین کہ اوترا ہوا ہے بالکل غلط ہے
(رہوا) کا ترجمہ جو (اُترا ہوا) کیا ہے صاف تحریف ہے نہ مطابق کسی ترجمہ مترجمان موصوفین کے
ہے نہ مطابق لغت کے ہے نہ مطابق کسی آیۃ قرآن کے ہے نہ مطابق کتب سابقہ کے ہے بلکہ سب
کے برخلاف ہے مطلب آیۃ حسب تحقیق مذکورہ بالا صاف یہہ ہے کہ دریا کو پھٹا ہوا چھوڑ دے
اور یہہ مطلب تمامتر مطابق لغت اور مطابق سب تراجم اور دیگر آیات قرآن مجید کے ہے یہانتک
سید الطائفہ نے تحریف آیات مین بہت کوشش اور حد سے زیادہ عرق ریزی فرمائی مگر بحکم
انتم تزرعونہ ولو کرہ المبطلون کچھہ کام نہ آئی اور سب تلبیسات اونکی ظاہر ہوگئین اب اپنی
جغرافیہ دانی کا بھی اظہار کرتے ہین حالانکہ اس فن سے بھی بے بہرہ محض ہین سُنی سنائی باتین
تقلیداً بلا تحقیق محض فضول لکھتے ہین حالانکہ اون سے کچھہ مدعا اونکا ثابت نہین ہوتا **قال**
جب بحر احمر کے شمال کی طرف چلے جاؤ تو اخیر کو دو شاخین ہوگئی ہین اوا اون دونو کی بیچ مین جو شاخ
جگہہ ہی وہ جگہ اون جنگلون اور پہاڑون کی ہے جہان بنی اسرائیل چالیس برس ٹکرائے پھرے
راقون رات بنی اسرائیل بحر احمر کی بڑی شاخ کی نوک مین جہان ہمنے نقشہ مین نقطون کا

نشان دیا ہے پار اُتر گئے **قلت** یہہ قول سید الطائفہ کا کہ راتون رات اُتر گئے محض غلط ہے غلطی اسکی ہم پیشتر ثابت کرچکے ہین اور یہہ جو کہتے ہین کہ بحر احمر کی بڑی شاخ کی نوک الہ یہہ بھی محض توہم باطل ہے اول تو اسکا ادنیٰ ثبوت بھی نہین ثانیاً کتب سابقہ مین تصریح یہہ الفاظ ہین کہ (بیچو بیچ دریا کی گہراپون مین) اور ان الفاظ سے صاف سید الطائفہ کی تکذیب ظاہر ہے قرآن مجید سے صاف ظاہر ہے کہ جس خشک راہ بنی اسرائیل نے عبور کیا تہا اونہین کے پیچھے پیچھے فرعون بھی اوسی راہ مع لشکر کے دریا مین داخل ہوا تہا دیکھو آیۃ (فاتبعہم فرعون بجنودہ فغشیہم من الیم ما غشیہم) اور چونکہ اوس راہ کو یہہ کلمہ فرمایا ہے پس دیکھنا چاہئے کہ ایا (یم) دریا کی نوک کو کہتے ہین یا سیانہ دریا کو جہان بہت گہرا پانی ہوتا ہے زمخشری یم کی تفسیر مین لکھتے ہین الیم البحر الذی لا یدرک قعرہ وقیل ہو لجۃ البحر معظم مائہ واشتقاقہ من التیمم لان المستنقعین یقصدونہ یعنی یم اوس موقع دریا کو کہتے ہین کہ جسکی تہاہ نہ پائی جاوے اور کہا گیا ہے کہ لجۃ البحر اور معظم پانی کو کہتے ہین اور اشتقاق اوسکا تیمم سے (جو بمعنی قصد ہی) ہے اسلئے کہ نفع اوٹہانیوالے (یعنی جہاز چلانے والے) اوسکا قصد کرتے ہین بہرحال دونو معنی کے اعتبار سے کنارہ دریا پر جو سید الطائفہ نے نقطہ لگائے ہین غلط محض ہین اور تائید باطل کی غرض سے یہہ بناوٹ کی ہے **قال** معلوم ہوتا ہے کہ اوسوقت بسبب جوار بھاٹے کے جو سمندر مین آتا رہتا ہے اوس مقام پر کہین خشک زمین نکل آتی ہے اور کہین پایاب رہجاتی ہے بنی اسرائیل پایاب وخشک راستہ سے باس اُتر گئے صبح ہوتے فرعون نے جو دیکہا کہ بنی اسرائیل پار اُتر گئے اوسنے بہی اونکا تعاقب کیا اور لڑائی کی گاڑیان وسوار و پیادے غلط راہ پر سب ڈالدیئے وہ وقت پانی بڑہنے کا تہا جیسے کہ اپنی عادت کے موافق بڑہتا ہی اور ڈباؤ ہوگیا جس مین فرعون اور اوسکا لشکر ڈوب گیا **قلت** اوسکا کیا ثبوت ہے کہ وہ وقت پانی بڑہنے کا تہا بے دلیل ایک بات کہدینی تو اصلاً قابل قبول

لہ لجۃ البحر سیانہ دریا کا اور معظم پانی کو کہتے ہین لسان العرب ۱۲ منتہی الارب

نہین ہم کہتے ہین کہ یہہ بات محض غلط ہے خود سید الطائفہ اس بڑھاؤ کو امر عادی قرار دیتے
ہین اور فی الواقع جوار بہاٹا جسکو عربی مین (مدوجزر) کہتے ہین ایک ایسی معمولی بات ہے
کہ اوسکے سب رہنے والے سواقع قریب دریا کے واقف ہوتے ہین اور اوسکے اوقات سے
بخوبی واقفیت رکھتے ہین پس یہہ بات کوئی صاحب عقل باور نہین کرسکتا کہ خود فرعون جو
زمانہ دراز سے سلطنت مصر کی جسمین یہہ دریا واقع ہے کرتا تھا اور اوسکے تمام لشکر مین سے جو ایک
جم غفیر تھا کوئی بھی (جوار) یعنی (مد) یعنی (بڑہاؤ) کے وقت سے واقف نہو اور بسبب ناواقفی
کے ایسا کام کرے کہ جسمین ڈوب جانا یقینی ہو اور یہہ جو کہتے ہین کہ غلط راہ پڑوالدیئے یہہ
بھی مغالطہ ہے سب کتب سماویہ سے ثابت ہے کہ جو راہ بنی اسرائیل نے اختیار کیا تھا اوسی راہ
فرعون بھی چلا تھا آیہ از لفناشم الآخرین مین کلمہ (ثم) بفتح ثا مثلثہ ہے جسکے معنی ہین (اوسی
جگہہ) کشاف مین ہے حیث انفلق البحر یعنی جس جگہہ دریا پھٹا تھا اسی طرح سب کتب سماویہ سے
یہی مطلب ظاہر ہے پولوس کے نامہ موسومہ عبرانیان مین بہت صاف موجود ہے کہ جب
مصریون نے اوس راہ کا قصد کیا تو ڈوب گئے علاوہ بران جب خشک راہ موجود تھا جسپر
بنی اسرائیل گذرے تھے تو اوس راہ کو چھوڑ کر دوسرا غلط راہ اختیار کرنا صریح خلاف قیاس ہے
سوا اسکے ہرگاہ کہ اوس خشک راہ کے دائین بائین پانی کے پہاڑ کھڑے تھے پھر وہ کونسا
رستہ تھا جسکو سید الطائفہ غلط راہ بیان کرتے ہین پھر اس تذبذب سید الطائفہ کو بھی
دیکھنا چاہیئے کہ کہین تو پانی کے بڑہاؤ کو موجب غرق کہین غلط راہ چلنے کو باعث غرق ٹہراتے ہین
غرضکہ پریشان باتین بہت بناتے ہین مگر جھوٹی بات ہے بن نہین آتی اور پھر جو کہتے ہین کہ صحیح
ہوتے الخ چونکہ ہم اوپر ثابت کرچکے ہین کہ بنی اسرائیل بھی صحیح ہوتے دریا مین داخل ہوئے تھے
پس تخصیص اسکی کہ فرعون صحیح ہوتے دریا مین داخل ہوا محض غلط ہے اور یہہ جو کہتے ہین کہ معلوم

ہوتا ہے کہ اوسوقت بسبب جوار بہاٹہ کے الخ اِس معلوم ہونے کی کوئی دلیل بھی ہی یا بلا
دلیل ہے زبانی باتین بنا رہے ہین یہ دلیل بات بمقابلہ دلائل قطعیہ کے کہنی اور اوسپر
اصرار کرنا صرف جاہلون کا کام ہے کوئی عاقل نہ ایسی بات کہہ سکتا ہے نہ اوسکو تسلیم کرسکتا ہے
اور غلطی سید الطائفہ کے اِس قول کی اِسوجہ سے بھی ظاہر ہی کہ ہم کتب سماویہ سے ثابت کرچکے
ہین کہ بنی اسرائیل دریا کے بیچوبیچ مین سے ہوکر گذرے جسکو قرآن مجید مین بہ کلمہ (یم) تعبیر
کیا ہے اور معنی (یم) کے ہم پیشتر لکھہ چکے ہین اور یہہ بھی بدیہی اور یقینی از قسم محسوسات
ہے کہ میانہ دریا مین (جوار) کے سبب سے پانی جوش کرتا ہے اور سمت علو کی طرف منجذب
ہوتا ہے اور (بہاٹہ) مین اپنے اصلی ہیئتہ پر رجوع کرجاتا ہے کبھی ایسا نہین ہوتا کہ بہاٹہ مین
میانہ دریا کا پانی بالکل خشک ہوجاتا ہو اور سوکھی زمین نکل آتی ہو یا پایاب ہوجاتا ہو اور پانی مین
سڑک خشک نکل آتی ہو اور دائین بائین اوس سڑک کے پانی کے پہاڑ کھڑے ہوجاتے ہون
پھر یہہ ایک شق پایاب ہوجانیکی جو آپ نے قایم کی ہے یہہ تو تمامتر خلاف قرآن مجید اور جملہ کتب
سماویہ کے ہی کہ اون مین تو تصریح راہ کو خشک فرمایا ہے آپ برخلاف اونکے ایک شق پایاب
ہونے کی اپنے دل سے گھڑتے ہین **قال** علماء اسلام کا زمانہ گیارہ بارہ سو برس سے سمجھتا
چاہیے اون بزرگون نے جو اپنے ہوش سے بحر احمر اور اوسکی شاخ کو جسمین سے حضرت موسیٰ
اور بنی اسرائیل نے عبور کیا تھا نہایت عمیق اور ایک تھاہ سمندر دیکھا ہے اور اونکے خیال مین
بھی نہین آسکتا کہ کیسا ہی بڑا جوار بہاٹا آوے وہ جگہہ پایاب نہین ہوسکتی اسلئے اونہون نے
قرآن مجید کی صاف صاف عبارت اور الفاظ کو جو صریح جوار بہاٹے اور خشک زمین کے نکل
آنے پر دلالت کرتے ہین اولٹ پلٹ کرکے اس واقعہ کو بطور ایک عجیب واقعہ کے بنایا اور
ایسا معجزہ جو قانون قدرۃ کو بھی توڑ دے ٹہیرایا **قلت** ہمنے مانا کہ مسلمانون کا زمانہ

گیارہ بارہ سو برس کا سمجھنا چاہیے مگر آپ جو یہہ باتین اپنے دل سے گھڑ کر فرما رہے اور حکم قطعی لگا رہے ہین کہ زمانہ عبور بنی اسرائیل اور غرق فرعون مین بحر قلزم مثل چھوٹی چھوٹی ندیون اور جھیلون اور تالابون کے تہا اور جوار بہاٹہ تہا اپنے زمانہ کو ارشاد کیجیے کہ کس دن کا ہی کی آدمی کو پیر شدی اور عنقریب ظاہر ہوجاویگا کہ خیال بارہ سو برس کے دیکھنے والون کا تمامتر صحیح ہے اور طعن آپکا اوپر آپکا جہل مرکب ہے پھر مفسرین نے تو جو کچھہ لکھا ہی اوسکے لئے تو اسناد و کتب عین اوسی زمانہ کے مثل توریۃ اور کتاب یوشع بن نون اور دیگر کتب عہد قریب کی مثل دیگر کتب سماویہ اور کتب تواریخ ہر زمانہ کی موجود ہی آپ فرمائیے کہ آپ جو یہہ بے اصل محض غلط باتین اپنے دل سے بنا بنا کر لکھتے ہین اوسکی کیا سند آپکے پاس موجود ہے پھر گو کہ ظہور اسلام کا بارہ تیرہ سو برس سے ہی قرآن مجید تو کلام قدیم ہے اسمین اس مقام کو بکلمہ (یم) جسکے معنی معظم البار اور لجۃ البحر ہین تعبیر فرمایا ہے اور اوسنے صاف و صریح تصدیق مفسرین کی اور تکذیب آپکی ثابت ہے اور قرآن مجید مین جو یہہ ہے کہ کان کل فرق کالطود العظیم جسکا ترجمہ آپ بہی یہہ لکھتے ہین کہ تہا ہر ایک ٹکڑہ بڑے پہاڑ کی مانند آپ ہی ایک لمحہ کو تقلید ملاحدہ و حمقاء فرنگ سے دست بردار ہوکر فرمائیے کہ ایا ممکن ہے کہ ایسی ہیئۃ ایسے پانی کی ہوسکتی ہے جیسا کہ آپ از راہ خلاف نمائی اور مغالطہ اور ہٹ دہرمی کے لکھہ رہے ہین یہہ کیفیت تو بالبدیہۃ جوار بہاٹہ مین ہرگز نہین ہوتی البتہ یہہ ہوتا ہے کہ پانی جو جوار مین جوش کرتا ہے اور طغیانی پر ہوتا ہے وہ جوش اور طغیانی گہٹ جاتی ہے پس اوسکو اوپر جوار بہاٹہ کو محمول کرنا صراحۃ خلاف نص قرآن کے ہے ایسی خلاف نمائی اور تائید باطل جیسی آپ کر رہے ہین نہایت مذموم اور بڑی شرم کی بات ہے علاوہ بران یہہ تو مسلم ہے کہ بہت بڑا لشکر جرار کہ جس مین چھہ سو گاڑی چنی ہوئی اور اور گاڑیان مصر کی اور سوار و پیادہ بیشمار تہی یکبارگی

ایسا ڈوب گیا کہ کچھ بھی باقی نرہا اور آپ اوسکے ڈوب جانے کی وجہ اوس دریا کے جوار کو قرار دیتے ہین پس جس دریا کے ایک جوار مین بقول آپکے اتنا بڑا لشکر تہ آب ہوجاوے انصاف سے فرمائیے کہ اوسکے نہایت تہار ہونے مین کیا کلام ہوسکتا ہے اور یہہ جو فرماتے ہین کہ مفسرین نے قرآن مجید کی صاف صاف عبارت اور الفاظ کو جو صریح جوار بہاٹہ پر دلالت کرتے تہی اولٹ پلٹ کرکے الخ زری دلمین شرملیئے اور عنایت کرکے فرمائیے کہ وہ کونسا کلمہ ہے جسکا مفہوم صریح بقول آپکے جوار بہاٹا ہے ترجمہ اذ فرقنا بکم البحر کا خود لکھتے ہو کہ تمہارے سبب سے سمندر کو جدا کر دیا اور اسکے بہی قائل ہو کہ جوار بہاٹا ایک امر معمول اور عادتی ہے ہرگاہ کہ وہ ایک معمولی بات ہے تو اوس مین سببیت بنی اسرائیل کو کیا دخل تہا جو اذ فرقنا بکم البحر مین بنی اسرائیل کو سبب تفریق دریا کا قرار دیا خود ترجمہ آپ ہی کا جوار بہاٹہ کے بطلان کی دلیل قوی ہے بجائے اس عبارت کے آپ کو یون کہنا چاہیئے تہا کہ مفسرین نے ہماری تحریف کے برخلاف صحیح صحیح معنی آیات قرآن کے لکھے ہین بڑے شرم کی بات ہے کہ ہر ایک کلمہ قرآن مین تحریف کرتے جاتے ہو (رہتوا) کے معنی گہڑتے ہو (اوترا ہوا) (انفلق) جو جملہ فعلیہ حدوث پر دلالت کرتا ہے اوسکے معنی جملہ اسمیہ یعنی (ہو منفلق) کے گہڑتے ہو اور پہر اس تحریف پر بہی سکوت نہین (پہٹا ہوا) اور (کہلا ہوا) کے معنی لکھتے ہو (پایاب ہو رہا ہی) فا عاطفہ تعقیبیہ اور سببیہ جو (فانفلق) پر ہے اوسکے معنی یک لخت اوڑا دیتے ہو (ضرب) جو متعدی اور ناصب مفعول بہ ہے اوسکو لازمی بناتے ہو (البحر) جو صاف و صریح مفعول بہ ہے اوسکو خلاف قاعدہ مفعول فیہ ٹہیراتے ہو (فرقنا) کے معنی گہڑتے ہو کہ (بنا دیا) آیات قرآن کو جو ایک جگہ جمع کیا ہے اوس مین یہہ اولٹ پلٹ کرتے ہو کہ کہین کی آیۃ کہین کا جملہ بمصداق یحرفون الکلم عن مواضعہ کے کہین اور لکھدیتے ہو ایک آیۃ کے جملون مین

بغرض کتمان حق کے پہلے جملہ کو پیچھے اور پچھلے جملہ کو پہلے لکھکر مضمون آیۃ کو بگاڑتے ہو مثلاً آیات
سورہ شعراء جو یہہ ہین فاتبعوہم مشرقین فلما تراء الجمعان قال اصحاب موسیٰ انا لمدرکون قال کلا
ان معی ربی سیہدین فاوحینا الی موسی ان اضرب بعصاک البحر فانفلق فکان کل فرق کالطود العظیم
اخیر کی آیۃ کو بعد حذف (فاوحینا) کے (والقد اوحینا) کے تحت مین داخل کرکے اور آیات سے پہلے
لکھدیا اور آیات کو اوسکے بعد لکھا اور غرض اس اولٹ پلٹ سے صاف یہہ ہے کہ فا تعقیبیہ جو
(اوحینا) پر داخل ہے اوسسے اور کلمہ (سیہدین) سے جسپر حرف سین جو مضارع کو بمعنی استقبال کے
کردیتا ہے داخل ہے یہہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ہنوز جناب موسیٰ ع کو یہہ بات معلوم نتہی کہ یہہ
دریا زوفا رکس عمل سے اور کس طور پر خشک ہوکر سوکھا رستہ نکل آویگا البتہ بعد طلوع آفتاب
کے بعد مقابل ہوجانے گروہ فرعون اور اضطراب بنی اسرائیل کے جو وحی نازل ہوئی اوسمین
وہ طریقہ بتایا گیا اور اوسپر اونہون نے عمل فرمایا اور یہہ بات سید الطائفہ کی اوس قول کے برخلاف
نتہی جو صفحہ ۵۱ پر اسطور پر لکھتے ہین کہ اسبات پر یقین کرنے کی بہت سی وجوہات ہین کہ حضرت موسیٰ
کو اس مقام پر سمندر کے پایاب ہوجانیکا حال معلوم نتہا اسلئے سید الطایفہ نے بخیال سرسبزی
اپنے قول باطل کے آیات کو اولٹ پلٹ کردیا اور مرتکب یحرفون الکلم عن مواضعہ کے ہوئے
غرضکہ آپ تو برابر تحریفون پر تحریفین کرتے جاتے ہو قرآن مجید کے معانی اولٹے پلٹے برخلاف
قواعد زبان عرب کے گھڑتے ہو آیات کو بغرض کتمان حق اور سرسبزی اپنے قول باطل کے
اولٹ پلٹ کرتے ہو تسپر بڑی بے شرمی ہے کہ اپنا عیب مفسرین پر لگاتے ہو کہین تو دل مین
شرمایا کرو ایسی بہی کیا ہٹ دھرمی اور تقلید ملاحدہ وحمقائی فرنگ کی ہے کہ اونکی تقلید سے
اپنی عاقبت خراب کرتے ہو اور الزام بے شرمی کا اپنے اوپر دہرتے ہو آری خوش گفتہ

اذا عیر الطائی بالبخل مادر وعیرقیسا بالفہاتہ باقل وقال السہا للشمس انت خفیۃ وقال الدجی

للصبح لونک حایل ؛ وطاولت الارض السماء سفاہتہ ؛ وفاخرت الشہب الحصی والجنادل ؛ فیاموت
ندان الحیوۃ ذمیمۃ ؛ ویانفس جدی ان دہرک ہازل[1] فرمایئے تو کہ مفسرین نے کس کلمہ کے معنی
غلط لکھدیئے کس کلمہ کو کس آیۃ کو آپکی طرح اولٹ پلٹ کردیا آپ کی وہ مثل ہے کہ اولٹا
چور کوتوال کو ڈانڈے اور یہہ جو فرماتے ہین کہ مفسرین نے عجیب وغریب معجزہ بنادیا الخ یہ
الزام آپکا مفسرین پر نہین خود خداوند خالق ارض وسما وعناصر نے اسکی نسبت فرمایا (فی
ذلک لآیۃ) تنکیر کلمہ (آیۃ) کی خود دلیل اوسکے عجیب وغریب ہونیکی ہے یعنی ایک نہایت
درجہ کی عجیب وغریب نشانی ہے جملہ انبیاء بنی اسرائیل اور جملہ علماء یہود ونصاریٰ اوسکو
عجیب وغریب ہونا بیان کرتے چلے آئے ہین چنانچہ یہہ بات عبارات کتب انبیاء سابق سے جو
ہمنے اوائل بحث مین نقل کی ہین ثابت ہے یہہ الزام لگائیے تو خود خداوند تعالیٰ اور جملہ انبیاء
اور سب علماء یہود ونصاریٰ پر لگائیے وماہی من الظالمین ببعید اور یہہ جو کہتے ہین کہ خلاف
قانون قدرۃ الخ یہہ تو عین جہالت ہے کیونکہ یہہ امر منجملہ محالات کے تو نہین البتہ خرق
عادت ہے خرق عادت کو محال سمجھکر خارج از حد قدرت قرار دینا غایۃ درجہ کی جہالت اور الحاد
ہے **قال** مگر حقیقت حال یہہ نہین **قلت** مطلب اس قول کا صاف یہہ ہے کہ اگرچہ
نصوص قطعیۃ کتب سماویہ اور تواریخ ہر عہد سے حقیقت یہی ہے مگر چونکہ ملاحدہ وحمقا ہمارے
اسکو حقیقت واقعی نہین سمجھتے لہذا ہم بھی اونکی تقلید سے مکذب آیات اللہ فرعون ثانی بنکر
کہتے ہین کہ حقیقت حال یہہ نہین اس ہیر پھیر سے کیا حاصل ہے اگر یہی تقلید اور یہی الحاد
ہے تو صاف صاف انکار اس واقعہ ہی کا کیون نہین کرتے اور جسطرح قصہ حضرت آدمؑ
کو بے اصل قرار دیا ہے اسکو بھی ویسا ہی کیون نہین کہدیتے جب ایک کا انکار کیا تو
دوسرے کے انکار مین کیا تامل ہے آب چو از سر گذشت چہ یک نیزہ چہ یک دست **قال**

[1] مطلب یہ ہے کہ
جس زمانہ مین تاریکی اور
جہل کا دور دورہ ہو
ہر شی پائین اور دون اور
کمتر وقت بلند اور عالی
فروتن پر فوقیت ظاہر کرین
تو ایسے زمانہ مین زندگی کی
موت بہتر ہے

معلوم ہوتا ہے کہ اوس زمانہ مین جب بنی اسرائیل نے عبور کیا تہا بحر احمر ایسا قہار نہا جیسا کہ اب ہے
گو اوس زمانہ کا جغرافیہ ہمکو نہ ملے **قلت** جبکہ آپ کو کوئی جغرافیہ اوس زمانہ کا نہین ملا کوئی
دلیل بہی اپنے قول کی تصدیق کی آپ کو نہین ملی پہر ہم دریافت کرتے ہین کہ اس معلوم ہونیکا
کیا طریق ہے ایا از قسم الہمنی ربی ہے یا کوئی اور طریقہ ہے چونکہ کوئی طریق اس معلوم ہونیکا نہین
پس صاف مطلب یہہ ہے کہ گو ہم کیسا ہی غلط بیان کرین اور کیسی ہی جہوٹی باتین خلاف
کتب سماویہ اور کتب تواریخ کے کیا کرین ہر حال مین اونکو تسلیم کرنا چاہئے اور اس شعر
پر عمل کرنا چاہئے ؎ اذا قالت حذام فصدقوها ؛ فان القول ما قالت حذام **قال**
بہت پرانا جغرافیہ جو بطلیموس نے بنایا تہا سو اوسکے نقشجات کے جو بطلیموس کے جغرافیہ کے مطابق
بنائے گئے ہین خوش قسمتی سے ہمارے پاس موجود ہین اور اونمین بحر احمر کا بہی نقشہ ہے اوسسے
معلوم ہوتا ہے کہ بطلیموس کے زمانہ تک تیس چہوٹے بڑے جزیرے موجود تہے اور یہہ صاف
دلیل اسکی ہے کہ اوس زمانہ مین بحر احمر ایسا قہار سمندر نہا جیسا کہ اب ہے یا جیسا کہ ہمارے
علماء اسلام بارہ سو برس سے اوسکو دیکہتے آئے ہین **قلت** (اول) تو خود آپ ہی
کی تحریر سے ظاہر ہے کہ وہ نقشہ بنایا ہوا بطلیموس کا نہین اوسکے بعد بنام نہاد مطابقت
جغرافیہ بطلیموس کے وہ نقشہ بنایا گیا پس ایسے نقشہ پر کچہہ اطمینان نہین ہوسکتا مشاقان
فن مساحت پر یہہ بات مخفی نہین کہ جب وہ کسی خسرہ پیمایش سے کوئی نقشہ بناتے ہین تو اگر
زاویون کے منفرجہ یا حادہ ہونے مین بال بہر کا بہی فرق ہوجاتا ہے تو موقع کی صورت بالکل
متغیر ہوجاتی ہے اور جب تک کہ موقع سے نہ ملایا جاوے تب تک وہ نقشہ صحیح نہین ہوسکتا
پس جب خشک صاف میدان کا یہہ حال ہے تو کسی طرح پر اطمینان اسپر نہین ہوسکتا کہ جغرافیہ
سے نقشہ دریا اور اوسکے جزایر کا صحیح ہوسکے (دوسری) آپ خود اس امر کے قائل ہین

کہ بطلیموس کے زمانہ سے دو ہزار سات سو برس پیشتر عبور بنی اسرائیل کا ہوا تہا اور یہہ امر بہی ظاہر ہے کہ دریا کے حالات مین تہوڑے تہوڑے زمانہ مین بہت انقلاب عظیم ہوتا رہتا ہے کبہی گہٹ جاتا ہے کبہی بڑہجاتا ہے چنانچہ اسی صفحہ پر آپ بہی اسکے قائل ہین اور خود آپ اسکے بہی قائل ہین کہ بطلیموس دوسری صدی عیسوی مین تہا اور ظہور اسلام کو بارہ سو برس ہوئے پس جب آپ ہی کے بقول اس عرصہ چار سو برس مین دریا مین انقلاب عظیم واقع ہوا تو یہہ کیونکر باور ہوسکتا ہے کہ عبور بنی اسرائیل سے زمانہ بطلیموس تک کہ جسکو بقول آپ کے دو ہزار سات سو برس ہوتے ہین باوجود امتداد مدت دراز دریا ایک ہی حالت پر یعنی اوسی حالت پر جسپر بطلیموس کے زمانہ مین تہا باقی تہا آپ کے پاس اسکا کیا ثبوت ہے کہ جس حالت پر دریا زمانہ بطلیموس مین تہا دو ہزار سات سو برس پیشتر بہی اسی حالت پر تہا آپ کو بجائے اس عبارت کے (کہ زمانہ بطلیموس تک) یہہ لکہنا چاہئے تہا کہ (زمانہ بطلیموس مین) مگر اسے مطلب آپکا کچہہ حاصل نہین ہوتا عبارت لغت کتاب مقدس مطبوعہ مرزا پور ۱۸۷۵ء صفحہ ۱۲۹ کالم ۲ کی جو سید ناصر الدین محمد ابو المنصور صاحب نے تنقیح البیان کے صفحہ ۶۰ پر نقل کی ہے اوسمین اسی دریا کے حالات مین لکہا ہے کہ (بحر قلزم کی لمبائی ایکہزار چار سو میل اور چوڑائی ایکسو پچاس میل ہے اور اوپر کی طرف سینا کے جزیرہ نما کے سبب سے وہ دو حصہ ہوجاتا ہے پچہم والا حصہ سویز کی خلیج کہلایا جاتا ہے اور ایکسو نوہ میل لمبا اور اکیس میل چوڑا ہے جگہہ پر ملاحظہ کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ قدیم زمانہ مین اس خلیج کا پانی پچاس میل اوتر کی طرف زیادہ بہتا تہا) اسی سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ یہہ خلیج بہ نسبت زمانہ موسیٰ ع کے اب کم ہوگئی ہے نہ یہہ کہ بہت بڑہگئی ہے جیساکہ آپ از راہ مغالطہ کے بیان کر رہے ہین (تیسرے) یہہ کہ اوس خلیج کو کیسی ہی چہوٹی

آپ ٹھیرادین اسلام مین تو آپ بھی مجبور ہین کہ بعد حال وہ ایسے تھے کہ آپ کے بقول اسکے
جوار کے آنے سے اُسکی نوک یعنے کنارہ منتہاے خلیج مین ایک بہت جسیم غفیر لشکر جرار وغوغا
غرق ہوگیا اور دائین بائین اُس خشک راہ کے جس پر بنی اسرائیل نے عبور کیا تھا پانی کے
تودے مثل بڑے پہاڑ کے کھڑے ہوگئے تھے جب یہ بات ہی تو اُسکے بڑے اور جھوٹے
ہونے مین جو آپ نے بہت کلام کیا ہی محض فضول ہی (چوتھے) اصل مدعا آپ کا تو یہ تھا کہ بنی
اسرائیل اُس موقع پر ہو کر اُتر گئے تھے جہان آپنے نقطے لگائے ہین چونکہ وہ نقشہ جس پر آپ کو
بڑا ناز ہی ہمارے پاس بھی موجود ہی مگر اُسمین نقطے لگائے گئے ہین کچھ اشارہ اسکا ہی کہ اُس
موقع پر بنی اسرائیل نے عبور کیا تھا پس یہ صریح آپ کی بد دیانتی ہی کہ اُس نقشہ مین اپنی
طرف سے اختراع اور ایجاد کرکے اُسکو بہ انمائی نقشہ بطلیموس کے مشتہر کرتے ہین (پانچوین)
اُس نقشہ سے یہ بھی ثابت نہین ہوتا کہ کوئی مقام اوس خلیج کو پایاب تھا بلکہ برخلاف اُسکے
پایا جاتا ہی کہ کوئی مقام اُسکا خشک تھا نہ پایاب چونکہ ہمارے مخالطات سید الطائفہ کی انھین
امور پر ہی اور وہ اُسکے نقشہ مستندہ سے بھی ثابت نہین ہوتا پس موجود ہونا جس نقشہ کا
موجب اپنی خوش قسمتی کا سمجھ رہے ہین نہایت درجہ کی بدقسمتی اُنکی ہی کہ اُس سے بھی کچھ
مطلب حاصل نہوا ؎ تہیدستان قسمت را چہ سود از رہبر کامل ۔ کہ خضر آب حیوان تشنہ می آرد سکندر را

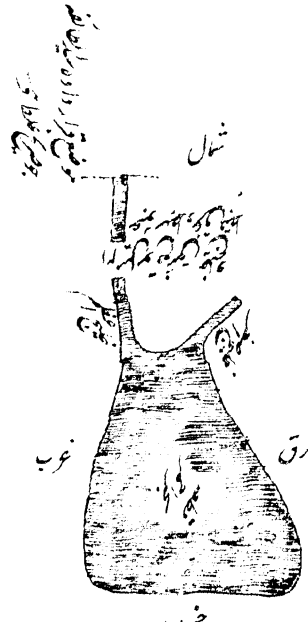
قال ہمارا حمر کی اس حالت پر خیال کرنے سے بالکل یقین ہو جاتا ہی کہ وہ مقام جہان سے
بنی اسرائیل اُترے تھے بلاشبہ ہوا رہھاٹی سے رات کو پایاب ن کو عمیق ہو جاتا ہوگا **قلت**
یہ تو محض توہم پرستی ہی کہ ایسا ہوگا اور ویسا ہوگا بلکہ ہمکو یقین کامل ہی کہ سید الطائفہ اپنے
دل مین خوب یقین کر رہے ہین کہ یہ باتین اُنکی صرف مغالطہ ہین اور اسی سبب سے وہ
بجاے خشک زمین کے برخلاف قرآن مجید اور دیگر کتب سماویہ کے لوگون کو دھوکہ دینے کی

نظر سے ہر جگہ لفظ (یا یاب) بولتے ہین چونکہ سب کتب سماویہ سے ثابت ہی کہ بنی اسرائیل نے جن مواقع سے عبور کیا تھا نہایت عمیق تھے کہ مثل بڑے بڑے پہاڑون کے دائین بائین اُن مواقع کے پانی کھڑا تھا اور کوئی نادان سے نادان بھی ایسا گمان نہین کرسکتا کہ مطابق عادت کے ایسے ایسے مواقع عمیق ونکو تو پانی سے بھر جاوین اور رات مین اُنکا پانی خشک ہوکر سوکھی زمین نکل آوے اور ظاہر ہی کہ سید الطائفہ ایسے تو نادان نہین کہ ایسی بدیہی بات کو دل مین نہ سمجھتے ہون مگر اصل بات یہی ہی کہ دل مین تو سب کچھ سمجھتے ہین صرف بنظر تقلید ملاحدہ وحمقاے فرنگ کے یہ بناوٹ کررہے ہین **قال** اور اس بات کے یقین کرنے کے بہت سے وجوہ ہین کہ حضرت موسی کو اس مقام پر سمندر کے پایاب ہوجانے کا حال معلوم تھا اور اسی سبب سے اُنھون نے یہ رستہ اختیار کیا تھا کیونکہ سمندر کے پار ایسے جنگل اور پہاڑ تھے جسمین فرعون کو لشکر لیجانا غیر ممکن تھا **قلت** اگر وجوہ یہی ہین جو سید الطائفہ نے اوپر لکھین ہین تو اُنکا حال تو خوب کھل گیا کہ محض مغالطہ اور دھوکہ ہین اور اگر کچھ اَور وجوہ ہین تو عین وقت ضرورت کے اُنکے بیان کرنے سے سکوت کرنا دلیل اسکی ہی کہ نہ کوئی دلیل ہی نہ کوئی وجہ ہی صرف باتین ہی باتین ہین جہلا کے بہکانے کی غرض سے اور یہ جو لکھتے ہین کہ حضرت موسی کو اس موقع پر کے پایاب ہونے کا حال معلوم تھا یہ تو تمام تر غلط اور برخلاف آیات سورہ شعراء کے ہی کلمہ (سین) جو ہیدین پر داخل ہی اُس سے ثابت ہی کہ اُسوقت تک موسی عرم کو اصلا معلوم نتھا کہ کس راہ پر اللہ تعالی ہمکو لیجاویگا کیونکہ کلمہ (سین) جب فعل مضارع پر داخل ہوتا ہی تو مضارع کو بمعنی استقبال مخصوص کردیتا ہی اگر اُنکو رستہ معلوم ہوتا تو یہ کیون فرماتے کہ زمان آیندہ مین مجکو رستہ بتاویگا اور کلمہ (فا) تعقیبیہ جو (اوحینا) پر داخل ہی وہ صاف اعلان کررہی ہی کہ بعد طلوع شمس کے جب بنی اسرائیل اور قبط کا ایسا مقابلہ ہوگیا کہ ایک گروہ نے دوسرے گروہ کو دیکھا اور

بنی اسرائیل کو حد سے زیادہ اضطراب ہوا اُسوقت موسی علیہ السلام پر یہ وحی نازل ہوئی کہ اضرب بعصاک البحر اور طریقہ نجات کا اور مشکل آسنے زمین خشک کا دریا عمیق مین بنایا گیا چنانچہ اُسی پر عمل کیا اور یہی مدعا (باب ۱۴ سفر خروج) توریۃ سے ثابت ہی پھر ایک یہی دلیل سید الطائفہ کی اس قول کے ابطال کے واسطے کافی ہی کہ حضرت موسی ابتدا سن بلوغ سے مدین مین رہے اور جب وہان سے مصر مین آئے تو برابر فرعون کے جھگڑون مین رہے اور فرعون جو مصر کے ملک کی سلطنت سالہا سال سے کرتا تھا اُسکو اور اُسکے ارکین سلطنت مین سے تو کسیکو حال دریا کا معلوم نہوا اور موسی کو باوجود غربت اور مدین مین رہنے کے اور بعد آنے مصر کے اور مشاغل مین مشغول رہنے کے دریا کے حالات پر ایسا عبور ہوجاوے کہ اُسکے پایاب ہونے پر بھی بخوبی مطلع ہوجاوے پھر سید الطائفہ نے یہان بھی وہی لفظ (پایاب) لکھا ہی مین کہتا ہون کہ بفرض محال اگر اُنکو پایاب رستہ معلوم تھا تب بھی وہ وہ راہ نہین چلے بلکہ برخلاف اُسکے اُس راہ سے عبور کیا جہان نہایت عمیق پانی تھا اور بسبب ضرب عصا کے پانی کے پہاڑ دائین بائین کھڑے ہوگئے تھے اور درمیان مین رستہ خشک نکل آیا تھا وہ پایاب پانی مین ہوکر ہرگز نہین گذرے اور جو رستہ اُنھون نے اختیار کیا تھا اُسکی وجہ توریۃ کے سفر خروج باب ۱۴ کی عدد ۸ اکوس مین دیگر لوا سطرح پر مرقوم ہی کہ ایسا نہو کہ بنی اسرائیل لڑائی سے گھبرا کر مصر کو پھر جاوین اسلئے خدا نے اُنکو دریاے قلزم کے بیابان کیطرف پھیرا صاحب تنقیح البیان لکھتے ہین کہ تاریخ یوسیفیس کے باب ۵ صفحہ ۱۶۱ مین ہی کہ (بنی اسرائیل نے دیکھا کہ دونون طرف پہاڑ اور پیچھے دشمن اور آگے دریا ہی بھاگنے کی کوئی جگہ نہین) یہان سے آپ کی جوارھاٹی کا پتہ نرہا کیونکہ اگر پایاب ہوگیا تھا تو پھر اُنکے اضطراب کی کیا وجہ تھی (انتہی) پھر اس تناقض بیانی سید الطائفہ پر کاظر کرنا چاہیے کہ کہین تو یہ کہتے ہین کہ وجہ یہ تھی کہ رات کو سمندر پایاب ہوجاتا تھا اور دن کو بہت عمیق اور موسی کو یہ حال معلوم تھا کہین یہ کہتے ہین کہ سمندر کے پار

ایسے جنگل اور پہاڑ تھے جنمین فرعون کو لشکر لیجانا غیر ممکن تھا یہ عجب بات ہی کہ چھ لاکھ خاص بنی اسرائیل سوائے بچون اور عورتون اور مواشی اور غیر قومون کے لوگون کے جو لشکر کے ساتھ تھے ممندر پار جا پہونچین اور فرعون کو باوجود حشمت اور اقتدار شاہانہ کے لشکر کا لیجانا غیر ممکن ہو جاوے تنبیہ اگر ٹھیک تاریخ ماہ قمری و شمسی اور ٹھیک وقت و ساعت دخول و خروج ان کے اور عبور بنی اسرائیل کی متحقق ہوتی تو ہم برنا راسباب و حجر کی بھی سبدالطائفہ کے اقوال کی غلطی ظاہر کرتی مگر ان امورمین سے کوئی امر ایسا نہین کہ جسمین باتفاق ہو خود راسباب و حجر مین ہی اقوال مختلف ایسے ہین کہ کوئی بھی لائق یقین اور جزم قطعی کے نہین لہذا ہم اُس سے تعرض کرنا بفائدہ تطویل سمجھتے ہین مگر چونکہ چند امر متفق علیہ ہین (ایک) یہ کہ عبور بنی اسرائیل بحر احمر کے بڑے خلیج مین جو غربی ہو اُسکے بیچ بیچ ہوا تھا اور اُسی راہ مین فرعون اور اُسکا لشکر داخل ہوا (دوسرے) یہ کہ دریا شق ہو گیا تھا اور گہرا پون کے درمیان مین راستہ خشک و پیدا ایسا ہو گیا کہ بنی اسرائیل مع لڑکون اور بچون اور بھیڑ اور بکریون اور دیگر مواشی کے اُسمین ہو کر ایسے گذرے کہ جیسے خشک میدان (تیسرے) یہ کہ اُس خشک راہ کی دائین بائین پانی مانند بڑے بڑے پہاڑون کے کھڑا ہو گیا تھا جب تک کہ بنی اسرائیل دوسرے کنارہ پر جا پہونچے پانی کھڑا رہا جب فرعون مع تمام لشکر کے اُسمین داخل ہو چکا تب وہ پانی کے پہاڑ ٹوٹ پڑے اور فرعون اور اُسکے تمام لشکر کو ڈبویا (چوتھی) کتب تواریخ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہی کہ اُسوقت عرض اُس شاخ کا سات فرسخ یعنے ۲۱ میل تھا (پانچوین) باتفاق طبعیین کے جنھون نے اسباب و حجر مین غوص کی ہی یہ امر از روے تجربہ کے یقینی ہی کہ ایسے ایسے خلیجون مین مدوجزر واقع نہین ہوتا اور اگر ہوتا ہی تو نہایت غیر معتد بہ غیر محسوس کہ معلوم بھی نہین ہوتا اور وجہ اسکی یہ لکھتے ہین کہ بسبب چھوٹے ہونے عرض خلیج کے اور بڑے ہونے جرم قمر اور شمس کے جذب اُن دونون کا دونون کنارون پر بلکہ اطراف کی زمین پر برابر ہوتا ہی علاوہ بران جذب مین کا جو تفاوت

قریب اطراف پانی کے ہیں مزاحم جذب اُن دونوں کو کیون کے ہوتا ہی اور بہ سبب سرعت سیر اُن
کو کیون کے بہت ہی قلیل زمانہ مین مسامت زائل ہو جاتی ہی اسلیے ایسے چھوٹے چھوٹے
خلیجون اور چھوٹے چھوٹے عرض بحار مین جوار بھاٹہ واقع نہین ہوتا اور اگر ہوتا بھی ہی تو ایسا
غیر معتد بہ کہ محسوس نہین ہوتا جب یہ سب امر متحقق ہوے تو برنیاے امر اول و دوم ہم لکھتے ہین کہ
سب الطائفہ نے جو نقشہ گھڑے ہوے اپنے مین عبور بنی اسرائیل کا کنارہ پر قرار دیکر نقطے لگائے ہین
غلط ہین بلکہ موقع یہان قائم کرنا چاہیے تھا جہان ہمنے قائم کیا ہی یا اسکے قریب قریب برنیاے
امر سوم ہم کہتے ہین کہ کبھی کسی زمانہ مین کسی نے ایسا جوار بھاٹہ دیکھا ہی کہ برابر ۲ میل عرض
خلیج مین سے خشک نکل آوے اور دائین بائین پانی سکے پہاڑ تا عبور ایک فریق کے کھڑے رہین



اور مطابق دستور سابق طے ہی کے
پانی اوس خشک زمین پر بہ کر آجاوے
اگر واقع مین جوار بھاٹہ تھا تو وہ بھی
ایک معجزانہ طرز پر جسکی نظیر خلاف
قانون قدرت کہتے ہین واقع ہوا
برنیاے امر چہارم ہم کہتے ہین کہ
درمیان نوح و کنعان مدوجزر کے
تھوڑے زمانے کی قدر دریا کی
حالت اصلی پر ہوتا ہی اور پھر مد
شروع ہوتا ہی اور پانی سمت بلندی
کیطرف میل اور جوش کرتا ہی تقریباً

چھ ساعت تک یہ کیفیت رہتی ہے اسکے بعد تدریج پانی اپنی حالت اصلی پر عود کرنا شروع کرتا ہے اور
تقریباً عرصہ چھ ساعت میں حالت اصلی پر عود کر آتا ہے اور تھوڑی زمانہ کے بعد پھر مد شروع ہوتا ہے
اور پھر اسی طریق پر جاری رہتا ہے پس اگر فرض کیا جاوے کہ بنی اسرائیل اوس
ساعت میں دریا میں داخل ہوئے کہ جس ساعت میں دریا حالت اصلی پر تھا چونکہ بنی اسرائیل
کے پانوؤں میں اور اُنکے بچوں اور اُنکے بھیڑ بکریوں کے پانوؤں میں تاثیر تر و برقی کی تو بھی
نہیں کہ طرفۃ العین میں ۲۱ میل طے کر گئے ہوں پس ظاہر ہے کہ ۲۱ میل کم سے کم چھ ساعت میں
طے کیے ہونگے اور علی ہذا بیان بنا بریں کہ بالضرور تہ دریا میں مد آ ہی گیا ہوگا پس چاہیے تھا کہ فرعون
لشکر سے پیشتر بنی اسرائیل ڈوب جاتے اور اگر عین وقت ختم مد اور شروع جزر کے بنی اسرائیل
دریا میں داخل ہوئے تو چونکہ یہ امر ظاہر ہے کہ جزر میں دریا دفعتہً اپنی حالت اصل میں نہیں آجاتا
بلکہ تدریج تقریباً چھ گھنٹہ میں عود کرتا ہے تب بھی بسبب اسکے کہ ہنوز پانی کی طغیانی بالکل جاتی نہیں
اتنی بڑی مشکل ۲۱ میل تک کوئی زمین دریا کی گہرائیوں میں خشک نہیں مل سکتی لہذا بنی اسرائیل کا
عبور آنمیں پر جیسا کہ کتب مقدسہ سے ثابت ہے متعذر اور ممتنع تھا اور بمشکل ایسی حالت میں بھی
وہ فرعون کے لشکر سے پیشتر ڈوب گئے ہوتے اور اگر عین حالت مد میں بنی اسرائیل داخل
ہوئے تھے تو اُنکے غرق ہو جانے میں فرعون کے لشکر سے پیشتر کچھ کلام نہیں ہو سکتا برہانے
اعظم جہاز ہمارا کا اول ہی سے غلط ہونا کہ نجات بنی اسرائیل اور غرق فرعون کو جو ابھاڑ پر
معمول کرنا سراسر غلط اور محض بناوٹ سید الطائفہ کی ہے اور بناوٹ بھی صریح البطلان ہے اس
سب تحقیق سے خوب ثابت ہے کہ سید الطائفہ بتقلید ملاحدہ حمقائے فرنگ کے
فرقان میں بھی تحریف کرتے ہیں کتب سابقہ انبیاء سے بھی باوجود اس دعوے کے کہ اُن میں
تحریف لفظی نہیں ہوئی اختلاف کرتے ہیں اور بہت سی باتیں ایسی بناتے ہیں کہ بالبداہۃ عقل کے

خلافت مین مگر غیرت حق بات بات مین اُنکی بناوٹ اور دہوکون کا پردہ فاش کرتی ہی
یہان تک بحشت تھی انفلاق دریا اور نجات بنی اسرائیل اور غرق فرعون مین ۔ چونکہ آیہ اضرب
بعصاک الحجر فانفجرت منہ اثنتا عشرۃ عینا مین بھی اُنھون نے حد سے زیادہ تحریف کی ہی اور غلط
باتین لکھی ہین اور سیاق اوس آیہ کا بھی مطابق اسی آیہ فاضرب بعصاک البحر فانفلق فکان کل فرق
کالطود العظیم کے ہی لہذا اسی مقام پر ہم اوس آیہ مین بحث کرتے ہین بہ اللہ استعان و ہو یحق
الحق ویبطل الباطل **قولہ تعالی** وَاِذِ اسْتَسْقٰى مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ فَقُلْنَا اضْرِبْ
بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ۭ فَانْۢبَجَسَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ۭ قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ
(سورہ بقرہ) **ترجمہ** جبکہ پانی مانگا موسیٰ نے اپنی قوم کے لئے پس کہا ہمنے کہ مار تو اپنے
عصا سے اس پتھر کو پھر پھٹ نکلے اُس سے بارہ چشمے تحقیق جان لیا ہر گروہ نے اپنے پانی
پینے کی جگہ کو (باب ۱۷ سفر خروج) بنی اسرائیل کی جماعت نے اپنے سفرون مین خدا کے
فرمان کے موجب سین کے بیابان سے کوچ کیا اور رفیدیم مین ڈیرہ کھڑا کیا وہان لوگون کے
پینے کو پانی نتھا (۲) سو لوگ موسی سے جھگڑنے لگے اور کہا ہم کو پانی دے کہ پیوین موسی نے
اُن سے کہا کہ تم مجھ سے کیون جھگڑتے ہو اور خداوند کا کیون امتحان لیتے ہو (۳) اور وے
لوگ وہان پانی کے پیاسے تھے سو موسی پر جھلائے اور کہا کہ تو ہمکو مصر سے کیون نکال لایا کہ ہمکو
اور ہمارے لڑکون اور مواشی کو پیاس سے ہلاک کرے (۴) موسی نے خداوند سے فریاد کر
کہا کہ مین ان لوگون سے کیا کرون وے سب تو بھی مجکو سنگسار کرنے کو تیار ہین (۵) خداوند نے
موسی کو فرمایا کہ لوگون کے آگے جا اور بنی اسرائیل کے بزرگون کو اپنے ساتھ لے اور عصا
جو تو دریا پر مارتا تھا اپنی ہاتھ مین لے اور جا (۶) دیکھ کہ مین وہان حورب کے چٹان پر تیرے
آگے کھڑا ہونگا تو اوس چٹان کو مار یو اُس سے پانی نکلے گا تا کہ لوگ پیوین چنانچہ موسی نے

بنی اسرائیل کے بزرگون کے سامنے بھی کیا (سفر العدد باب ۲۰) (۷) خداوند نے موسیٰ کو
خطاب کرکے فرمایا (۸) کہ وہ لاٹھی لے اور تو اور ہارون تیرے بھائی تم دونو جماعت کو
اکٹھا کرو اور اُس چٹان کو جو اُنکی آنکھون کے سامنے ہو کہ وہ اپنا پانی دیگی تو اُنکے لیے چٹان سے
پانی نکالیگا اور اُس جماعت کو اور اُنکے چارپایون کو پینے کو دیگا (۹) چنانچہ موسیٰ نے خداوند
کے آگے سے جیسا اُسکو حکم ہوا تھا اُس لاٹھی کو لیا (۱۰) اور موسیٰ اور ہارون نے جماعت کو
اُس چٹان کے سامنے اکٹھا کیا اور اُسنے اُنھین کہا کہ سنو اے باغیو کیا ہم تمھارے لیے چٹان سے
پانی نکال لاوین (۱۱) تب موسیٰ نے اپنا ہاتھ اُٹھایا اور اُس چٹان کو دو بار اپنی لاٹھی سے
مارا تو بہت پانی نکلا اور اُنکے چارپایون نے پیا (سفر استثنا باب ۸ (۱۵) جو تیرا اُس بڑے
ڈرانے دشت مین رہبر ہوا جہان جلانے والے سانپ اور بچھو تھے اور خشک سالی تھی جہان
پانی نہ تھا جسنے تیرے لیے چکماک کے پتھر سے پانی نکالا۔ فارسی ترجمہ مین بجاے (چکماک) کے (سنگ
خارا) اور عربی مین (الصوان الصلد) لکھا ہے (زبور ۷۷) (۱۱) تا سوا اعمالہ المختہ وعجایبہ
التی اراہم (۱۲) عجایبہ التی صنعہا قدام آبائہم بارض مصر فی حقل صوعان (۱۳) شق البحر
الاحمر واجازہم فیہ واقام المیاہ کاہمان ازقاق (۱۴) وہداہم فی النہار بالغمامۃ وفی اللیل جمیع
بضیاء النار (۱۵) فجر الصخرۃ فی البریۃ وسقاہم کمن عمق کثیر (۱۶) واخرج المان من الصخرۃ فجرت المیاہ
کالانہار (زبور ۷۸ ترجمہ اردو) (۲۰) دیکھو اُسنے چٹان کو مارا ایسا کہ پانی بہ نکلا اور دھارین
چھوٹ چلین (زبور ۱۰۵) (۳۹) ابر را برای پوشش گستراند و آتش را جہت روشنائی
در شب (۴۱) صخرہ را شگافت و آبہا جاری گردید و در خشکیہا مثل نہر روان شدند (نحمیاہ
باب ۹) (۱۵) تو نے آسمان پر سے روٹی دیکر اونھین کھلایا اور چٹان مین سے پانی نکالکر اونھین
پلایا خلاصہ کلام یہ ہے کہ قرآن مجید اور کتب اولین سے بہت مقامات سے صاف ثابت ہے کہ جب

بنی اسرائیل نے ایسے ایک میدان مین جہان پانی تھا حضرت موسی ع سے پانی مانگا اور اُنھون
نے پروردگار کی حضور مین دعا کی تو یہ حکم ہوا کہ اپنا وہ عصا جسکو دریا پر مارکر دریا کو پھاڑ دیا تھا
اس پتھر پر مار چنانچہ اُنھون نے بموجب حکم کے وہ عصا اُس پتھر پر مارا اور اُس پتھر سے پانی
کے چشمے بہ نکلے چونکہ یہ امر ممتنعات عقلیہ سے نہین اور کتب مقدسہ سے ثبوت اسکا خوب ظاہر ہے
پس انکار سید الطائفہ باتباع و تقلید ملاحدہ فرنگ کے تکذیب قرآن مجید اور جملہ کتب سماویہ اور
تکذیب انبیا کی اور تکذیب اس بات اللہ کی ہے کہ بجز کسی کافر زندیق اور منافق کے کوئی شخص اُسکا
مرتکب نہین ہوسکتا سید الطائفہ نے جسطرح جہاں آیہ (اضرب بعصاک البحر) مین طرح طرح کی تحریفات
کی ہین اس مین اُس سے زیادہ تحریف پر سرگرم ہین ترجمہ آیہ شریفہ کا یہ لکھتے ہین کہ
جبکہ موسی نے اپنی قوم کے لئے پانی چاہا تو ہمنے کہا کہ چل اپنی لاٹھی کے سہارے سے اس چٹان پر
اس سے چھوٹ نکلے ہین بارہ چشمے اور پھر صفحہ ۱۲ پر بجاے (چل اس چٹان پر) لکھتے ہین
کہ اس پہاڑی پر چڑھ چل حالانکہ ایک ترجمہ دوسرے ترجمہ کے برخلاف ہے کہان (چٹان) کہان (پہاڑی)
کہان (چلنا) کہان (چڑھنا) کلمہ (اضرب) مین یہان بھی وہی بحث ہے جو (اضرب بعصاک البحر) مین ہے
یعنے (ضرب) بمعنی (رفتن) لازمی ہے اور ناصب (البحر) نہین ہوسکتا اور بدون صلہ فی الارض کے
زمین پر چلنے مین مستعمل نہین ہوسکتا اور اُس سے زیادہ ایک یہ بات ہے کہ پہاڑ پر چڑھنے کے معنی مین
تو اصلا لفظ (ضرب) مستعمل نہین ہے اس جگہ تو سید الطائفہ نے بھی ایسی مثال جیسی (اضرب بعصاک
البحر) مین ازراہ غلط فہمی کے (اذا ضربتم فی الارض) پیش کی تھی پیش نہین کی پس یہ ترجمہ اُن کا
تا متر تحریف ہے شاید یہان بھی کہینگے کہ (فی) محذوف ہے مگر یہ کہنا اُنکا محض غلط ہے اور صاف
مغالطہ ہے اور حسب وجوہ مفصلہ بحث آیہ (اضرب بعصاک البحر) کی قطعا غلط ہے بھلا اُس آیہ مین تو
ازراہ غلط فہمی کے آیہ سورہ (طٰہٰ) کو قرینہ ارادہ معنی (رفتن) کھینچ لایا تھا یہان تو وہ بھی نہین

پس کوئی وجہ نہین کہ ظاہر معنی سے عدول کیا جاوے اور سید الطائفہ کی تحریف کو مان لیا جاوے
علاوہ بران اگر بہ فرض محال تسلیم بھی کرلین کہ تقدیر کلام (اضرب فی الحجر) ہو اور معنی (نسرب
(رفتن) ہین تب بھی سید الطائفہ کا جو یہ مطلب ہو کہ (پہاڑی ملک مین جا) حاصل نہین ہوتا اسلئے
کہ زبان عرب مین (سرت فی الحجر) اور (سرت الی الحجر) مین بہت بڑا فرق ہو مثلاً (سرت فی مکۃ) کی معنی
یہ ہین کہ (مین مکہ مین چلا پھرا) اور (سرت الی مکۃ) کے یہ معنی ہین کہ (خارج مکہ سے مکہ تک گیا)
پس اگر حضرت موسی اور بنی اسرائیل اس چٹان کے موقع پر ہی تھے تو وہ حال سے خالی نہین
یا تو اُس چٹان مین سے پہلے ہی سے پانی جاری تھا اور بارہ چشمے بہ رہے تھے یا جب حضرت
موسی نے اُس مین قدم رکھا اور اُس مین چلے تو اُنکے چلنے سے اُس مین سے پانی کے بارہ
چشمے جاری ہوگئے شق اول کی غلطی تو خود ظاہر ہو اگر ایسا ہوتا تو چونکہ چشمے پانی کے جاری تھے
حاجت طلب کرنے پانی کی اور اُس پتھر پر چلنے کی کیا تھی پانی تو پیشتر ہی سے بکثرت جاری تھا اور
اگر پیشتر سے پانی جاری نہ تھا مگر جب حضرت موسی نے بموجب حکم خدائے تعالی کے اُس پتھر پر
قدم رکھا اور اُس پر چلے تب پانی کے چشمے جاری ہوگئے اس صورت مین سب تکلفات اور
تحریفات سید الطائفہ کے صرف نزاع لفظی رہگئی اور محض بیجا اُنھون نے یہ تحریفات کین لاکھی مارنے
سے نہ سہی قدم رکھنے سے سہی بات تو ایک ہی ہو معجزہ خرق عادت تو اسسے بھی خوب ثابت ہوگیا
اور اگر اُس موقع سے کچھ فاصلے پر تھے تو (اضرب فی الحجر) کے معنے (چل اس پتھر مین) صحیح
نہین ہوسکتے ایسی حالت مین تقدیر (فی) کی غلط ہی بجائے تقدیر (فی) تقدیر (الی) کرنے
چاہیے تھی مگر صلہ مین (ضرب) کے جو معنی (رفتن) ہو (الی) نہین آسکتا اور ہرگاہ کہ تقدیر
(فی) نہ اُس حالت مین صحیح ہو کہ جب حالت مین موسی اس موقع (حجر) مین ہون نہ اُس حالت مین
صحیح ہو کہ جب اُس موقع سے فاصلہ پر ہون پس فعل (ضرب) بھی بمعنی (رفتن) کرنا جو بقول سید الطائفہ

بدون صلہ (فی) کے مستعمل نہین ہوتا نہین ہوسکتا ان سب امور کے سوا ہرگاہ کہ کتاب الیہ
مین جسکی عدم تحریف پہ بیدالطائفہ کو باتفاق دیگر صنادید فرقہ نجریہ کے اتفاق ہی صاف لفظ مانیکا
موجود ہی پس معنی (اضرب) کے (رقتن) بھی انی صاف غلط اور تحریف جلی ہی **قال** چل اپنی
لاٹھی کے سہارے سے اس چٹان پر اس سے بارہ چشمے نکلے ہین بارہ چشمے بیشک جان لیا ہر شخص نے
اپنا کھاٹ **قلت** تین کلمہ آیہ کے جس مین کسی طرح نہین ایک تو (اضرب) کے معنے مین جسکا بیان
اوپر ہوچکا (دوسرے) (انفجرت) جو جملہ فعلیہ ہی اسکا ترجمہ کرتے ہین کہ (پھوٹ نکلے ہین) لفظ
(ہین) اس مین بڑھا کر اسکو معنی (فانہ منفجرۃ) کے کر دیا انکو چاہیے تھا کہ جسطرح جہ (قد علم)
کے ترجمہ مین لفظ (ہین) نہین بڑھایا تھا اس مین بھی نہ بڑھاتے یا جسطرح جہ کہ (الق عصاک فلما
رآہا) کا ترجمہ اسطور پر کیا ہی کہ (اپنی لاٹھی ڈال دے جب ڈالدی تو لاٹھی کو چلتے ہوئے دیکھا)
اور ترجمہ (فالقیہ فی الیم فالتقطہ آل فرعون) کا اسطور پر کیا ہی کہ (جب ڈالدیا تو فرعون کے لوگون نے
اسکو اٹھا لیا) اسطرح پر اسکا بھی ترجمہ کرتے کہ (جب موسی نے عصا سے پتھر پر ضرب لگائی تو چھٹ
نکلے اس پتھر سے بارہ چشمے) تیسرے تحریف حرف (فا) جو (انفجرت) پر داخل ہی اس کا
ترجمہ بالکل چھوڑ دیا یا اسطرح پر ترجمہ (فانفلق) مین چھوڑ دیا ہی (فا) عاطفہ زبان عرب مین واسطے
تعقیب اور سببیت کے ہی جیسا کہ بیان اسکا آیہ (اضرب بعصاک البحر فانفلق) مین ہوا ہی پس یہ
(فا) جو (انفجرت) پر داخل ہی عاطفہ ہی اسپر کہ بعد ضرب کے بسبب ضرب کے چشمے جاری
ہوگئے جو کہ سبیہ الطائفہ از راہ مغالطہ کے یہ دعوی کر رہے ہین کہ چشمے پہلے ہی سے جاری
تھے اسلئے اپنے قول باطل کی سرسبزی کے واسطے یہ تحریف کی کہ (فا) عاطفہ سببیہ کا ترجمہ بیک
دفعہ اڑا گئی دیکھو ترجمہ صحیح جو آیہ کا اسطور پر ہی کہ مارتو اپنے عصا سے اس پتھر کو پس نکلے
چھوٹ نکلے اوس پتھر سے بارہ چشمے اسکو سیر پھیر کرکے اور اسمین تحریف کرکے کیسا الٹا پلٹا

ہوا ور کلام فصیح کو کیا ردی بنا یا ہی **قال** پہاڑی ملک کو اہل عرب حجر کہتے ہین جیسے عرب الحجر یعنی عرب کا پہاڑی حصہ **قلت** بالکل جھوٹ اور سراپا افترا ہی اس معنی مین اگر کسی عرب عربا کے کلام مین دیکھا ہو تو اُسکے سند مین اُس کلام کو نقل کیون نہین کیا بدون اسکے تو ایسا بے سند قول اصلا لایق التفات کے نہین ہوسکتا **قال** اسیطرح فاضرب بعصاک الحجر مین لفظ حجر کا استعمال ہوا ہی **قلت** (ایک) تحریف لفظی تو یہ کی کہ (اضرب) کی جگہ (فاضرب) لکھدیا (دوسری) معنوی تحریف یہ کی کہ (حجر) کو جو بمعنی (پتھر) ہی بمعنی (پہاڑی ملک) کے کردیا (تیسری) تحریف (اضرب) کے معنے مین کیے خوب تفسیر لکھنے بیٹھے کہ تین کلمہ اور اُن مین علاوہ اور تحریفات کے جنکا ذکر اوپر ہوا تین تحریفین علاوہ بران کتب مقدسہ انبیاء بنی اسرائیل کو دیکھو اُس مین صاف لفظ (پتھر) اور (سنگ خارا) اور (چقماک کا پتھر) اور (صوان الصلد) لکھا ہی کسی کتاب مین (پہاڑی ملک) کا نام ونشان بھی نہین **قال** بحر احمر کے شاخ کے عبور کے بعد ایک وادی ملتا ہی جسکا قدیم نام ایتام ہی وہان پانی نہین تھا توریت سے معلوم ہوتا ہی کہ وہان ایک چشمہ تھا جسکا پانی نہایت تلخ تھا اور پی نہین سکتے تھے اسلئے اُسکا نام مرہ رکھا ہی حال کے سیاحون نے بھی وہان ایک چشمہ پایا ہی جسکو وہ مرہ خیال کرتے ہین یہی مقام ہی جہان بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ سے پانی مانگا تھا اس مقام کے مابین پہاڑیان ہین جنکی نسبت خدا نے موسیٰ سے کہا کہ فاضرب بعصاک الحجر یعنی اپنی لاٹھی کے سہارے سے اس پہاڑی پر چڑھ چل اس پہاڑی کے پرے ایک مقام ہی جسکو توریت مین ایلم لکھا ہی وہان بارہ چشمے جاری تھے جسطرح پہاڑی ملک مین پہاڑون پر چشمے یا ندیون کی دراڑون سے جاری ہوتے ہین جنکی نسبت خدا نے فرمایا کہ فانفجرت منہ اثنتا عشرۃ عینا یعنی اُس سے پھوٹ نکلے ہین بارہ چشمے اگر ہم توریہ کی عبارت پر یقین کرین تو اُس سے بھی یہی پایا جاتا ہی کہ بعد ازان بہ ایلم آمدند و در انجا دوازدہ چشمہ آب یافتند و ہفتاد درخت خرما بود

ودرانجا بہلوے آب رود وزند **قلت** کسقدر پیٹ بھر کر جھوٹ لکھا ہی اور کسقدر افترا
برپا کیا ہی کہ جسکی کچھ حد نہین نہ خدا کا خوف ہی نہ بندون سے شرم ہی دل مین سمجھ لیا ہی کہ میرے پیرو
جسقدر ہین وہ تو خفت عقل اور بیعلمی کے سبب یقین ہی کرلینگے اور ون سے کچھ مطلب نہین سید الطائفہ
اور اُنکے اتباع کا حال طابق النعل بالنعل مطابق فرعون و فرعونیون کے ہی فاستخف قومہ فاطاعوہ انکانوا
قوما فاسقین حقیقت حال یہ ہی کہ بنی اسرائیل نے بعد عبور دریاے شور کے دو مقام پر پانی پایا
ایک بیابان (سور) مین وہان سے تو کوچ کرکے (مرہ) مین آئے اگرچہ وہان پانی تھا مگر چونکہ
تلخ تھا اُسکو پی نہ سکے اُس مقام پر خدا تعالی نے حضرت موسی کو ایک درخت بتایا کہ اُسکے پانی مین
ڈالنے سے کڑوا پانی میٹھا ہوگیا وہان سے کوچ کرکے (ایلم) مین آئے جہان بارہ چشمے اور ستر
درخت خرما کے تھے (ایلم) سے کوچ کرکے بیابان (سین) مین آئے اور وہان سے کوچ کرکے
بمقام (رفیدیم) کے آئے یہ (رفیدیم) دوسری جگہ ہی جہان پانی نتھا اس مقام مین بنی اسرائیل
نے شکایت پانی کی کی اور موسی نے پانی کے لیے دعا کی اور حکم ہوا کہ (اضرب بعصاک الحجر)
یہ مقام (رفیدیم) ہی جسکا توریت اور قران مین ذکر ہی کہ (اذ استسقے موسی لقومہ فقلنا اضرب بعصاک
الحجر) سید الطائفہ کا کذب فاحش ہی کہ مقام دوم کے واقعہ کو مقام اول کا واقعہ قرار دیا ہی حالانکہ
مقام اول یعنے (ماراہ) مین پانی موجود تھا مگر تلخ تھا اور بسبب ایک درخت کے ڈالنے کے شیرین
ہوگیا تھا بعد شیرین ہوجانے پانی کے اُس مقام پر کچھ شکایت پانی کی نتھی اور مقام (ایلم) مین جہان
بارہ چشمے سے پانی کے بارہ چشمے موجود تھے وہان کچھ شکایت پانی کی ہوہی نہین سکتی (ایلم) سے
کوچ کے بعد مقام (رفیدیم) مین البتہ پانی نتھا اور وہان یہ واقعہ وقوع مین آیا اب ہم واسطے
اعلان کذب و افتراے سید الطائفہ کے توریت کی (کتاب خروج) کے باب (۱۵) کے (۲۲) درس
سے باب (۱۷) کے درس (۸) تک مختصر انقل کرتے ہین باب (۱۵) (۲۲) پس موسی

اسرائیلیان را از دریاے احمر کوچانید و به بیابان سور رفتند و سه روز در بیابان راہی شدہ
آب نیافتند (۲۳) و بمارا آمدند و آب مارا نتوانستند نوشید چونکہ تلخ بود (۲۴) و قوم
بموسی شکایت کردہ گفتند چہ خواہیم نوشید (۲۵) و او بخداوند استغاثہ نمود و خداوند باو درختی
نمود و آن درخت را آب انداخت کہ آب شیرین شد (۲۷) بعد ازان به ایلیم آمدند و در انجا دوازدہ
چشمۂ آب و ہفتاد درخت خرما بود و در انجا بہ پہلوے آب اردو زدند (باب ۱۶) - (۱) پس از
ایلیم کوچیدند و تمامی جماعت اسرائیل به بیابان سین کہ میان ایلیم و سینی ست در روز پانزدہم ماہ
دوم بیرون آمدن شان از مصر آمدند (باب ۱۷) - (۱) تمامی جماعت بنی اسرائیل از بیابان سین
موافق فرمان خداوند کوچیدند و در رفیدیم اردو زدند و در انجا آب نبود (۲) قوم موسی شکایت
نمودہ گفتند کہ ما را آب بدہید (۳) و در انجا قوم تشنہ شدند (۵) خداوند بموسی گفت کہ در پیش قوم
بگذر و بعضی از مشائخ بنی اسرائیل ہمراہت بگیر و عصائیکہ بدان نہر را زدہ بودی بدست گرفتہ
روانہ شو (۶) اینک من در انجا بر ابر تو بکوہ حوریب می ایستم و صخرہ را بزن تا آب ازان جاری
خواہد شد - موسی در حضور مشائخ اسرائیل چنین کرد (۷) و اسم آنمکان مسا و مریبا نہاد (۸)
پس عمالیق آمدہ با بنی اسرائیل در رفیدیم جنگ نمودند (کتاب الاعداد) باب (۳۳) من لکھتا ہے
کہ موسی نے خداوند کے حکم کی بموجب کوچ بکوچ انکے منزلوں کو قلمبند کیا جنکا بیان یہ ہے کہ پہلے
مہینے کی ۱۵ تاریخ عید فصح کے دوسرے دن عمسیس سے روانہ ہوے عمسیس سے کوچ کر کے
سکات میں ڈیرے کیے اور سکات سے ایتام میں آ پڑے جو ایتام سے کوچ کر کے فی ہیروت انکو
پہنچے اور مجدال کے سامنے ڈیرے کئے پر فی ہیروت سے کوچ کیا اور دریا کے بیچ سے
گذر کی بیابان میں داخل ہوے اور دشت ایتام میں تین کوچ کر کے ایلیم میں آ پڑے اور ماراہ میں ڈیرے
کیے اور ماراہ سے کوچ کر کے ایلیم میں آئے اور ایلیم میں پانی کے بارہ چشمے اور خرما کے ستر

درخت تھے اور یہاں ڈیرے کیے اور ایلیم سے کوچ کرکے دریائے قلزم پر ڈیرے کئے
اور دریائے قلزم سے کوچ کرکے دشت سین کو خیمہ گاہ کی اور دشت سین سے کوچ کرکے
دفقہ میں ڈیرے کیے اور دفقہ سے کوچ کرکے الوس میں خیمہ کیے اور رلوس سے چلکر رفیدیم
میں آ پڑے وہاں قوم کے پینے کو پانی نہ تھا الخ اب اس میں کچھ شک نہیں رہتا کہ یہ واقعہ پتھر سے
نکلنے کے جاری ہونے کا تھا جس جہاں بارہ چشمے اور ستر درخت کھجور کے تھے یہ نہیں بلکہ یہ
نہیں کہا کہ وہاں مقام ایلم سے کوچ کرکے بعد ہوئے تھے اور وہاں پانی بالکل نہ تھا اور عصا کے
مارنے سے بارہ چشمے جاری ہوگئے تھے سو بالطائفہ نے محض راہ کذب و افترا یہ دو واقعے
اسکو واقعہ ایلم قرار دیا ہے اور رفیدیم سے نہیں کہہ سکتے ہیں کہ یہ نہیں ہوا تھا کہ اسی جگہ تا مدت دراز
سید الطائفہ کی بیابی تو وہ کھلا ہوا ہے کہ اس دریا سے یہ واقعہ رفیدیم کا اور جاری ہونا پانی
کے چشموں کا بعد مارنے عصا کے پتھر پر صاف و صریح مثل شمس نصف النہار روشن ہے سو جو الہ
تو بیت کا دیتے ہیں اس کو ہم لاوے ہیں اور مسلمان دیکھتے ہیں کہ یہ بیان صحیح اور درست ہے اور یہ جو کہتے ہیں کہ اگر ہم
[illegible] کی عبارت پر یقین کریں تو ہمیں بہت ضرر ہے یعنی الہام اور [illegible] قرار پاتا ہے
[illegible] ہم نے یہ دعوی کر چکے ہیں کہ کتب سابقہ [illegible] ہیں اب
جو ہم ان عبارات پر شک کرتے ہیں تو [illegible] قبول
[illegible] کے [illegible] قابل
[illegible] ہے [illegible] ہے [illegible] ہے [

اور ثعالبی کا قول ہی کہ ہر گاہ ہر کوہ بر آیند (توکل فی الجبل) گویند (از باب تفعّل) اور ترجمہ (حجر کا جو (پہاڑی) کیا ہی خود اُنکے قول کے بھی خلاف ہی خود سید الطائفہ نے پیشتر یہ لکھا ہو کہ پہاڑی ملک کو عرب حجر کہتے ہین جیسے عرب الحجر یعنے عرب کا پہاڑی حصہ یہان بر خلاف اُسکے حجر کے معنے پہاڑی ٹھیراتے ہین کہان (پہاڑی حصہ) کہان (پہاڑی) پھر توریہ کے (سفر خدا) کے باب (۲۰) درس (۸) سے ثابت ہی کہ وہ چٹان موسیٰ اور سب بنی اسرائیل کے سامنے پڑی تھی اور اصلا وہان پانی نتھا کسی بلند پہاڑ یا پہاڑی یا کسی اور حصہ ملک مین نتھے کہ خیمہ گاہ سے اُسپر اٹھی کے سہارے سے چڑھنا پڑے **قولہ** وہان بارہ چشمے پانی کے جاری تھے جسطرح پر پہاڑی ملک مین پہاڑونکی ترٹیا چٹانون کی درارون مین سے جاری ہوتے ہین **اقول** وہ بارہ چشمے (ایلم) مین تھے اور یہ واقعہ (ایلم) سے دو کوچ کے بعد کا مقام (رفیدیم) مین واقع ہوا اور چونکہ (رفیدیم) سے کسی اور حصہ ملک مین کوچ نہین ہوا تھا پس اگر وہ چشمے اُسی حصہ ملک مین جاری ہوتے تو حاجت پانی مانگنے کی کیا تھی علاوہ بران (فار) (فانفجرت) جیسا کہ پیشتر مصرح ہو چکا ہی اور جملہ (انفجرت) جو فعلیہ ہی اور حدوث پر دلالت کرتا ہی جیسا کہ علم معانی مین مبین ہو چکا ہی عین دلیل اسکی ہی کہ قبل از ضرب عصا کے وہان اصلا پانی نتھا بلکہ بعد ضرب عصا اور بسبب ضرب عصا کے چشمون کا جاری ہونا حادث ہوا تھا علاوہ بران خود آیۃ شریفہ سے ظاہر ہی کہ یہ بارہ چشمے موافق دستور کے نہین پھٹ نکلے تھے کیونکہ بقول سید الطائفہ کے دستور یہ ہی کہ پہاڑون کی جڑ مین سے یا چٹانون کی درارون مین سے جاری ہوتے ہین اور یہ چشمے نہ کسی پہاڑ کی جڑ مین سے نکلے تھے نہ چٹانون کی درارون مین سے بلکہ خاص ایک پتھر سے پھٹ نکلے تھے (فانفجرت منہ) مین جو ضمیر واحد مجرور ہی بطرف (حجر) کے راجع ہی اگر چند چٹانون کی درارون مین جاری ہوتے تو ضمیر مؤنث بسبب ہونے کئی پتھرون کے

لائی جاتی اور اگر پہاڑ کی جڑ مین سے جاری ہوتے تو اسکو لفظ (حجر) تعبیر کرنا قرآنہ برخلاف لغت ہی علاوہ
بران اگر پہاڑی کی جڑ مین سے وہ چشمے جاری ہوتے تو پھر سہارے لئے عصا کے پہاڑ پر چڑھنا بیسود کہ زحمت
الطائفہ کا ہی محض بیسود اور حرکت لغو قرار پاتی ہی بلکہ پہاڑی کی جڑ مین موجود تھا تو پہاڑی پر چڑھنے کی
لاٹھی کے سہارے سے کیا ضرورت تھی علاوہ بران اس تقدیر پر کہ معنی (اضرب بعصاک الحجر) کے یہ ہین کہ
(اس پہاڑی پر چڑھ چل) جیسا کہ زعم باطل سید الطائفہ کا ہی چونکہ یہ معنی غایب مجرور (منہ) جو (فانفجرت منہ)
مین ہی اوسی پہاڑ کی طرف راجع ہی تو معنی آیہ کے مطابق زعم سید الطائفہ کے یہ ہوئے کہ (اس پہاڑی پر چڑھ چل
پس پھوٹ نکلے اس پہاڑ سے بارہ چشمے) اس حالت مین خود اسی پہاڑی سے جاری ہونا چشمون کا ضروری
قرار پاتا ہی حالانکہ سید الطائفہ کے اس قول سے کہ (اس پہاڑی کے پرے ایک مقام ہی جسکو تورہ مین الیم
کہا ہی (اور مقام مرہ سے جہان کا یہ وقعہ سید الطائفہ قرار دیتے ہین ایک کوچ کی بعد مسافت پر واقع ہی) ہان
بارہ چشمے تھے جبکہ نسبت خدا نے فرمایا کہ فانفجرت منہ اثنتا عشرۃ عینا یعنی اوس سے بارہ پھوٹ نکلے ہین بارہ
چشمے) صاف عیان ہی کہ خود اس پہاڑی سے بارہ چشمے نہین جاری ہوے تھے بلکہ ایک کوچ کے بعد
جو مقام (ایم) تھا وہان بارہ چشمے جاری تھے چونکہ یہ امر صریح برخلاف ذوق عبید او کتب سابقہ
ہی پس صاف ظاہر ہی کہ سید الطائفہ تقلید ملاحدہ و زندیقان کے قرآن کی تحریف کی تدبیر توہمت کرتے
ہین مگر وعدہ انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون سے مقام پر ہی اس نسبت کہ آشکارا کردیا ہی بمعنی
حرف (باء) کے جو یہ کھڑے ہین کہ (سہارے سے) یہی نقطہ من تفصیلا بیان نہ سکا آیہ (اضرب
بعصاک الحجر) مین ہو چکا اور جو کلام کہ اس آیہ مین بعد تسلیم سب خرابیون معانی سید الطائفہ کی ہی ثبت
(باء) تعدیہ کی ہی یہان بھی وہی ہی یعنی بعد تسلیم ان غلطیون سید الطائفہ کی معنی اس آیہ کی یہ ہوتے ہین کہ (لیجا انہ
عصا کو اس پتھر مین سے لگدی موسی عصا کو تو پھوٹ نکلے اس پتھر سے بارہ چشمے) سید الطائفہ نے
دونون آیتون مین تحریفات توحد سے زیادہ کین مگر (باء) استعانت جو کلمہ (عصا) پر اور (ہاء) عاطفہ سببیہ پر جو

جوکلمہ (انفلق) اور (انفجرت) پر داخل ہوا نکے سبب سے سب بیفائدہ ہوگئین اور صاف ظاہر ہوگیا کہ واسطے سرسبزی اقوال ملاحدہ فرنگ کی کتب الہیہ مین تحریفات کی ہین **قال** یہ مقام اب بھی موجود ہو اور سیاحون نے دیکھا ہی مگر وہان پانی کے چشمے نہین ہتے کیونکہ پہاڑی چشمے انقلاب زمانہ سے سوکھ جاتے ہین **قلت** مقام تو موجود ہی مگر وہ پہاڑی چشمے نہ تھے پہاڑی چشمے تو (ایلم) مین تھے جنکے جریان کا نشان ابتک موجود ہی چنانچہ خود سید الطائفہ نے عبارت کیمن اسٹینلی کی نقل کی ہی اسسے موجود ہونا نشان جریان کا ثابت ہوا اور چونکہ یہ بارہ چشمے (رفیدیم) مین قدرۃ کاملہ سے ایک چٹان سے بطور خرق عادت کی ضرب عصا سے نکلے تھے اور سید الطائفہ کو بڑے مقدس پولوس کی بقول وہ چٹان بنی اسرائیل کی ساتھ ساتھ بیابان مین رہتی تھی اور ہر جگہ پانی دیتی تھی اونکا نشان باقی نہین رہ سکتا دیکھیے باب (دسوان) نامہ (اول) (پولوس) بنام (اہل قورنتیون) اس مین لکھا ہی کہ مین نہین چاہتا کہ تم اس سے واقف نہو کہ ہمارے باپ دادی سب بادل کی نیچے تھے اور سب سمندر مین سے گذر گئے اور سبھون نے اُس بادل اور سمندر مین موسیٰ کا تبسمہ پایا اور سبھون نے ایک ہی روحانی خوراک کھائی اور ایک ہی روحانی پانی پیا کیونکہ اُنھون نے اُس روحانی چٹان سے جو اُنکے ساتھ چلی پانی پیا اس مقام پر صاحب (تنقیح البیان) لکھتے ہین کہ ترجمہ قرآن بحروف رومن مطبوعہ مشن پریس آگرہ ۱۸۴۱ء حاشیہ علماء نصاریٰ صفحہ ۳۸ مین لکھا ہی کہ افرایم سریانی کی توریت مین لکھا ہی کہ یہ وہی پتھر ہی کہ بنی اسرائیل کے پیچھے پیچھے جاتا تھا اور جہان جہان مقام کرتے تھے بارہ چشمون سے انھین پانی دیتا رہا انتہی اس (توریت) اور ان (پولوس) نے جنکو مقدس کہتے کہتے آپ لوگونکی زبان سوکھتی ہی اور آپ لوگون کی اعتقاد مین از بس مقدس اور راست باز ہین اُنھون نے تو آپ کے سر پر یہ ایک سخت پتھر توڑا کہ مصداق مثل سایہ غرب کا (ریست بجزا لارض) بنا دیا بڑی مشکل بالائے مشکل پڑی (سنگ آمد و سخت آمد) **قال اللہ** واذ قال موسیٰ لقومہ یا قوم انکم ظلمتم انفسکم باتخاذکم العجل فتوبوا الی بارئکم فاقتلوا انفسکم ذلکم خیر لکم عند بارئکم فتا

علیکم انہ ہوالتواب الرحیم (ترجمہ) اور جبکہ موسی نے اپنی قوم سے کہا کہ اے میری قوم تمنے بسبب بچھڑا بنانے کے اپنی جانون پر ظلم کیا پس توبہ کرو اپنے پیدا کرنے والے کے آگے پس قتل کرو اپنے آپ کو یہ بہتر ہی تمھارے حق مین تمھارے پیدا کرنے والے کے نزدیک پھر تمھاری توبہ قبول کی خدائے تعالی نے بیشک وہ ہی توبہ قبول کرنیوالا مہربان ہی اقول یہ بات کہ یہ بچھڑا کسنے بنایا اور کیونکر بنا سورہ طہ مین ہی اسکا مفصلا اسکا ذکر ہی مختصرا یہ ہی کہ جب حضرت موسی علیہ السلام چالیس دن کے لیے کوہ طور سینا پر گئے تو اُنکی غیبت مین یہ ماجرا واقع ہوا اور جب اُنھون نے آکر دیکھا کہ بہت دھوم دھام سے گوسالہ پرستی ہوئی تو بہت ناخوش اور ازبس رنجیدہ ہوے اور آخر کار اس حرکت قبیحہ کے پاداش مین یہ حکم ہوا کہ تمھاری توبہ یہی ہی کہ تم ایک دوسرے کو قتل کرو چنانچہ اول روز کی ہزار آدمی اسیطور پر مقتول ہوئے دوسرے روز حضرت موسے نے جناب باری مین بہت تضرع اور زاری کی تو جسقدر قتل ہو چکا تھا اسی پر اکتفا فرمایا گیا اور باقی ماندگان کو اُس عقوبت سے معاف کیا گیا چنانچہ سفر خروج باب ۳۲ تورہ مین بھی بیان اس واقعہ کا اسطور پر ہی (۲۶) تب موسی لشکرگاہ کے دروازے پر کھڑا ہوا اور کہا کہ جو خداوند کی طرف ہو سو میرے پاس آوے تب سب بنی لاوی اُس پاس جمع ہوئے (۲۷) اور اُسنے اُنھین کہا کہ خداوند اسرائیل کے خدا نے فرمایا ہی کہ تم مین سے ہر مرد اپنی کمر پر تلوار باندھے اور ایک دروازے سے دوسرے دروازے تک تمام لشکرگاہ مین گذرتے پھرو اور ہر مرد تم مین سے اپنے بھائی کو ہر ایک آدمی اپنے دوست کو اور ہر ایک آدمی اپنے قریب کو قتل کرے (۲۸) اور بنی لاوی نے موسی کے کہنے کی موافق کیا چنانچہ اوسدن لوگون مین سے قریب تین ہزار مرد مارے پڑے (۲۹) اور موسی نے کہا کہ آج خداوند کے لیے اپنے تئین مخصوص کرو ہر ایک مرد اپنے بیٹے اور بھائی پر حملہ کرے تاکہ وہ تمھین آج ہی برکت دیوے اور آج اپنے اوپر برکت لاؤ

(۳۰) اور دوسرے دن صبح کو یون ہوا کہ موسی نے لوگون سے کہا کہ تمنے بڑا گناہ کیا اور اب
مین خداوند کے پاس جاتا ہون کہ شاید مین تمھارے گناہ کا کفارہ کرون (۳۱) چنانچہ موسی خداوند
کے پاس پھر گیا اور کہا کہ ہاے ان لوگون نے بڑا گناہ کیا کہ اپنے لیے سونے کا معبود بنایا
(۳۲) اور اب کاش کہ تو اونکا گناہ معاف کرتا مگر نہین تو مین تیری منت کرتا ہون کہ مجھے
اپنے دفتر سے میٹ دے (۳۳) اور خداوند نے موسی سے کہا کہ جسنے میرا گناہ کیا مین اُسکو
اپنے دفتر سے میٹ دونگا (۳۴) اور اب تو روانہ ہو کے لوگون کو جہان مین نے تجھے کہا ہے لیجا
الخ بعد اس تصریح کے ظاہر ہوا کہ اس معاملہ مین مضمون توریت اور قرآن مجید کا باہم مطابق ہے
آیۂ کریمہ فتوبوا الی بارئکم فاقتلوا انفسکم مین جو فاء عاطفہ فاقتلوا پر داخل ہے عطف مفصل ہے اوپر
مجمل کے جسکو اصطلاح علماء عربیہ مین ترتیب ذکری کہتے ہین مثالین اسکی فازلہما الشیطان عنہا فاخرجہما
مما کانا فیہ (البقرۃ) فقد سالوا موسی اکبر من ذلک فقالوا ارنا اللہ جہرۃ (النساء) نادی فوعزیہ
فقال ہٰذا ابن ابنی من اہلی (ہود) توضاء فغسل وجہہ یدیہ ومسح راسہ ورجلیہ صاحب کشاف
اس آیۃ کی تفسیر مین لکھتے ہین فان قلت ما الفرق بین الفارات قلت الاولی للتسبب لا غیر لان الظلم
سبب التوبۃ والثانیۃ للتعقیب لان المعنی فاعزموا علی التوبۃ فاقتلوا انفسکم من قبل ان اللہ جعل توبتکم قتل
انفسکم بجوز ان یکون القتل تمام توبتہم فیکون المعنی فتوبوا فاتبعوا التوبۃ القتل توبتکم والثالثۃ متعلقۃ بمحذوف
ولا یخلوا اما ان یتعلم فی قول موسی لقومہ فیتعلق بشرط محذوف کانہ قال فان فعلتم فقد تاب علیکم واما ان یکون
خطابا من اللہ تعالی لہم علی طریقۃ الالتفات فیکون التقدیر فعلتم ما امرکم بہ موسی فتاب علیکم بارئکم
یعنی پس اگر کہے تو کیا فرق ہے درمیان فاؤن کے کہتا ہون مین کہ پہلے فاء واسطے تسبب کے ہے
دوسری واسطے اسلیے کہ ظلم سبب توبہ کا ہے اور دوسری فاء واسطے تعقیب کے ہے اسلیے کہ معنی یہ ہین
پس تیار ہو توبہ کرنے پر پس قتل کرو اپنے نفسون کو باسبب سے کہ اللہ تعالی نے اُنکی توبہ قتل نفس

قاردی ہی اور جائز ہی یہ کہ ہووے انکی توبہ کا تمام پس اسوقت ہون گے یہ معنی کہ پس توبہ کرو پس
تو بہ کی تمھکو قبول کرو بطور تتمہ اپنی توبہ کے اور یہ سب (فا) متعلق ہی ایک محذوف کے ساتھ اور اس سے
خالی نہین کہ یا تو وہ محذوف موسیٰ کے قول سے ملا ہوا ہو پس ایسی صورت مین ایک شرط محذوف سے
متعلق ہوگا گویا کہ کہا یہ کہ اگر تم ایسا کروگے تو تحقیق تو بہ تمھاری قبول کریگا اور یا ہووے خطاب
اللہ کا اُن کو التفات کے طریقہ پر پس تقدیر یہ ہوئی پس تمنے وہ کیا جسکا تمکو موسیٰ نے حکم دیا تھا
پس تو بہ تمھاری قبول کی تمھارے پیدا کرنے والے نے تفسیر مجمع البیان مین ہی فتوبوا الی بارئکم فاقتل
توتبھم الندم مع العزم وقتل النفس جمیعا وہہنا اضمار اختصار کانہ لما قال لہم فتوبوا الی بارئکم قالوا کیف
قال فاقتلوا انفسکم قولہ تعالی فتاب علیکم ہہنا اضمار تقدیرہ فعلتم ما امرتم بہ فتاب علیکم او فقتلتم انفسکم
فتاب علیکم ای قبل توبتکم وفی ہذہ الآیۃ دلالۃ علی انہ یجوز ان یشترط فی التوبۃ سوی الندم ما لا یصح التوبۃ
الا بہ کما امروا بالقتل یعنی ندامت مع العزم وقتل النفس تو کو بالاجتماع اُنکے تو بہ قرار دیا اور اسجگہ
اضمار اختصار ہی گویا کہ جب اُنکو یہ کہا گیا (فتوبوا الی بارئکم) تو اُنھون نے کہا کہ کیونکر یعنی کونسی تدبیر سے
تو بہ کریں فرمایا (فاقتلوا انفسکم) یعنی اپنے نفسون کو قتل کرو (قولہ تعالی فتاب علیکم) اسجگہ اضمار ہی
تقدیر اُسکی یہ ہی (فعلتم ما امرتم بہ فتاب علیکم او فقتلتم انفسکم فتاب علیکم ای قبل توبتکم) یعنی تمنے وہ
کیا جسکا تمکو حکم دیا گیا تھا پس قبول کی تو بہ تمھاری یا پس تمنے قتل کیا انفس اپنے کو پس قبول کی تو بہ
تمھاری اور اس آیۃ مین دلالۃ ہی اس پر کہ جایز ہی یہ کہ شرط لگائی جائے توبہ مین سوائے ندامت
اور چیز کی جسکے بغیر توبہ صحیح نہ سمجھی جاوے جیسے وہ لوگ قتل پر مامور ہوئے غرضکہ ان سب بیانات سے
یہ بخوبی ثابت ہی کہ (فار) (فتوبوا) (فار) سببیت ہی اور (فار) (فاقتلوا) (فار) تعقیب تتمہ توبہ ہی
اور (فار) (فتاب علیکم) وہی (فار) فصیحہ ہی جسکے پیشتر معطوف علیہ ہمیشہ محذوف ہوتا ہی اور
تفصیل اُسکی بحث (فانطلق) اور (فانفجرت) مین مذکور ہو چکی ہی چونکہ حرف (فار) ترتیب کی جو

کلمہ (فاقتلوا) پر داخل ہی اُسے اور بھی تصریح توریہ اور تفسیر مفسرین سے بخوبی ثابت ہی کہ امتثال
حکم اقتلوا حسب مراد وقوع مین آیا اور وہی باعث قبول توبہ کا ہوا پس اب ہم اقوال سیدالطایفہ
الیہچ پر نظر کرتے ہین کہ کچھ قابل اعتبار کے ہین یا نہین **قال** اس آیہ سے یہ بات نہین
پائی جاتی کہ بنی اسرائیل مین سے کسی ایک نے بھی اپنے آپکو مارڈالا **قلت** قول اللہ تعالے کا
فاقتلوا انفسکم یعنی پس قتل کرو اپنی جانون کو دو امر کا متعلق ہی ایک یہ کہ اپنے آپ کو آپ قتل کرو
دوسرا یہ کہ بعض لوگ بعض کو قتل کرین اگرچہ بعض مفسرین احتمال اول کی طرف گئے ہین مگر کچھ ثبوت
اُسکا نہین بلکہ برخلاف ہی تصریح توریہ اور دیگر روایات کے جو اس باب مین منقول ہین پس
احتمال ثانی ہی متعین ہی اور یہی قول ہی اکثر مفسرین کا امام فخرالدین رازی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے
ہین قولہ تعالیٰ فاقتلوا انفسکم معناہ لیقتل بعضکم بعضا وہو کقولہ فی موضع آخر ولا تقتلوا انفسکم ومعناہ
لایقتل وقیل فی قولہ تعالی لولا اذ سمعتموہ ظن المومنون والمومنات بانفسھم خیرا ای بامثالھم من المومنین
وکقولہ فسلموا علی انفسکم ای لیسلم بعضکم علی بعض یعنے (فاقتلوا انفسکم) کے معنی یہ ہین کہ قتل کرے
بعض تمھارا بعض کو اور وہ مثل قول اللہ تعالی کے ہی جو دوسری جگہ ہی (ولا تقتلوا انفسکم) اور
معنی اُسکے یہ ہین کہ نہ قتل کرے اور کہا گیا ہی قول اللہ تعالی ہین (لولا اذ سمعتموہ ظن المومنون
والمومنات بانفسھم خیرا ای بامثالھم من المومنین) یعنی (بانفسھم) سے مراد یہ ہی کہ اپنی مثل
مسلمانون سے اور مثل قول اللہ تعالی کے (فسلموا علی انفسکم) یعنی سلام کرے بعض تمھارا بعض
بہرحال حکم ایجاب قتل اور اُسکے امتثال ہین حسب جو مرقومہ بالا کچھ شک و شبہ نہین **قال** کیونکہ یہ کہنا
کہ مارڈالو اپنے آپ کو حضرت موسی کا قول ہی بنی اسرائیل پر خود حضرت موسی کے غصہ کے
بہ الفاظ ہین خدا نے اُنکو اپنے تئین آپ مارڈالنے کا حکم نہین دیا تھا **قلت** توریہ کی عبارت
ہم نے اوپر نقل کی ہی اُسمین نص صریح یہ حکم خدا کا موجود ہی قرآن مجید مین بھی صاف و صریح یہ کلمات

ہین کہ ذلکم خیر لکم عند بارئکم یعنی یہ قتل تمھارے حق مین تمھارے پیدا کرنے والے کے نزدیک
بہت بہتر ہی باوجود ان تصریحات کے جو سید الطائفہ یہ کہتے ہین کہ یہ حکم خدا کا تھا خود حضرت
موسیٰ نے غصہ مین یہ الفاظ کہے تھے صریح کذب و افترا ہی ظاہر انجملہ اعتقادات خبیثہ سید الطائفہ
النیچریہ ایک یہ بھی ہی کہ ایسے ایسے انبیاء اولوالعزم صاحبان شریعت اللہ تعالی پر جھوٹ بھی
بولا کرتے ہین چونکہ خود سید الطائفہ النیچریہ جھوٹی باتین بنا بنا کر انکو اللہ تعالی کیطرف منسوب
کرتے ہین اسیطرح پر انھون نے واقعات مقدسہ کو بھی اپنے اوپر قیاس کیا ہی ۵ اسی شدہ تو صبح
کاذب را رہین ۔ صبح صادق را توہم کاذبین ۔ جملہ عالم زین سبب گمراہ شد ۔ کہ کسے را باد ان حق
آگاہ شد ۔ انبیاء را ہمچو خود پنداشتند ۔ ہمسری با اولیا برداشتند ۔ سید الطائفہ کی تکذیب پر علاوہ
تصریحات کتب مقدسہ کے ایک بڑی دلیل یہ ہی کہ ایک تو بنی اسرائیل مرتکب جرم شرک گوسالہ
پرستی کے ہوئے دوم جب حضرت موسیٰ نے حکم قتل کا دیا تو اگر بقول سید الطائفہ اُسکا امتثال کیا
ہوا تو یہ دوسرا جرم عدول حکمی عامد ہوا ایک نشد دو شد باوجود جرائم متواترہ کے خصوصاً ایسے
جرم عظیم یعنی شرک کے کہ جسکی نسبت نص صریح وارد ہی کہ ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ سب جرائم سے
بری ہوگئے اگر سید الطائفہ یہ کہین کہ بموجب حکم تو بوا الی بارئکم انھون نے جرم شرک سے
توبہ کی تھی اور توبہ مشرک کی بھی مقبول ہی اسلئے اُنکا جرم معاف کیا گیا تو ہم یہ کہینگے کہ تو بوا الی
بارئکم اور فاقتلوا انفسکم ذلکم خیر لکم ایک ہی سلک مین منسلک ہین اور فاقتلوا انفسکم تفصیل ہی
تو بوا الی بارئکم کی جیسا کہ اوپر مصرح ہوچکا ہی پس اگر اقتلوا انفسکم خدا تعالی کا حکم نتھا اور حضرت موسیٰ نے
غصہ مین اگر اپنی طرف سے کہکر خدا کی طرف منسوب کر دیا تھا تو تو بوا الی بارئکم کا بھی یہی حال سمجھنا
لازم ہی یعنی اگر اقتلوا انفسکم حکم ایجابی اور حکم خدا کا نہین تو حکم تو بوا الی بارئکم بھی حکم خدا اور حکم
ایجابی نہین ہوسکتا اور جب توبہ واجب نہین تو لازم آیا کہ بغیر توبہ کے ہی جرم شرک کی مغفرت ہوگئی

اور اگر توبوالی بارئکم حکم ایجابی ہی تو چونکہ فاقتلوا انفسکم اُسکی تفصیل متمم ہی تو وجوب فاقتلوا انفسکم مین بھی کچھ شک و شبہ نہین اور تتمیم توبہ کی بدون اقتلوا انفسکم کے حسب تصریح مرقومہ بالا کے متصور نہین **قال** یہ مطلب اس آیۃ کے پہلے حصہ سے جسمین معاف کرنیکا ذکر ہی بدیہی صاف ہو جاتا ہی کیونکہ جن لوگون نے گوسالہ پرستی کی تھی اُنھین کی نسبت خدا نے فرمایا ہی کہ پھر خدا نے تمکو معاف کیا **قلت** یہ سب تقریر سید الطائفہ کی بناء فاسد علی الفاسد یعنے مبنی ہی اوپر اس بناء غلط کے کہ حضرت موسیٰ نے بغیر حکم خدا کے اپنی طرف سے یہ حکم دیا کہ توبوا الی بارئکم فاقتلوا انفسکم اور فساد اس قول کا ہم اوپر ثابت کر چکے ہین تاب علیکم کے معنی یہ نہین کہ بغیر توبہ کے جرم شرک کو معاف کر دیا بلکہ معنی یہ ہین کہ تمھاری توبہ قبول فرمائی اور ظاہر ہی کہ قبول توبہ کو وجود توبہ لازم ہی اور چونکہ توبہ اُنکی حسب تصریح آیۃ سابق کے قتل نفس ہی ٹھیر ہی کہ بدون اُسکے توبہ تمام نہین ہو سکتی پس جملہ اخیرہ آیۃ کا صاف صریح خلاف مدعای سید الطائفہ اور مبطل اُنکے دعوے کا ہی **قال** یہ کہنا حضرت موسیٰ کا کہ مار ڈالا ایسی طرح کا کہنا ہی جیسے کوئی بزرگ کسیکو نفرین کرتے وقت کہے ڈوب مرا ایسا کرنے سے تو تیرا مرجانا بہتر **قلت** سید الطائفہ کے اس عیب اور مغالطہ پر ہم بہت مقامات مین تنبیہ کر چکے ہین کہ کلام تو زبان عرب مین ہی سید الطائفہ اُسکے معنی برخلاف لغت عرب کے ٹھیراتے ہین اور اُسپر اردو زبان کے محاورہ کی سند لاتے ہین حالانکہ یہ بات ہرگز قابل قبول نہین ہر زبان کا محاورہ علیحدہ ہوتا ہی ایک زبان کی محاورہ سے دوسری زبان کے کلام پر استدلال کرنا صراحتًا دھوکا دینا ہی پھر ایک طبعزاد مثال جو محاورہ اردو کی بناکر پیش کی ہی اُسکا سیاق بھی مطابق توبوا الی بارئکم فاقتلوا انفسکم ذلکم خیر لکم عند بارئکم کے نہین اس مثال مین یہ کہان ہی کہ خدا کے سامنے توبہ کر اس مثال مین یہ کہان ہی کہ تیرا مرجانا خدا کے نزدیک بہتر ہی پھر انبیاء اور خدا کی کلام کو عوام الناس

کے کلام پر قیاس کرنا یہی اسا ہے کہ بخیر سید الطائفہ کے کوئی صاحب ایمان اُسکو روا نہیں رکھ سکتا
یہان ایک امر اور بھی بحث طلب ہے یعنی توریہ مین لکھا ہے وقف موسی بباب المعسکر فقال من کان شد
یقبل الی فاجتمع الیہ جمیع بنی لاوی فقال لہم کذا قال اللہ الٰہ اسرائیل تقلد کل رجل سیفہ واقصوا واجعلوا
باب الی باب فی المعسکر ویقتل کل رجل سکم من عبد محل والکان اخاہ وصاحبہ او قرابتہ فصنع بنی لاوی کما
امرہم موسی فوقع من القوم فی ذلک الیوم نحو ثلثۃ آلاف رجل الخ (ترجمہ عربیہ مطبوعہ ۱۸۱۱ء) انسا ہے
بر و گفتہا آمد و گفت ہر کہ باشد از شکر خدا پس با پیش آید بسوی من پس قبول افت کرد بسویش بنو لاوی
ہمگی شان پس گفت باشان ہمچنین میگوید پروردگار خدای اسرائیل تا بادید ہر مرد از شما شمشیر شود بر
از دری تا دری و جولان کنند لشکر باید کہ بکشد از شما برادرش و یارش و خویشانش را پس کردند بنو لاوی
چنانچہ فرمود موسی شان پس کشتہ شد از شعب دان روز قریب از سہ ہزار مرد (ترجمہ فارسی از عربی کہ از
عبرانی در عہد ہارون شدید بغداد ترجم شدہ بود) اردو ترجمہ کی نقل ہم اوپر کر چکے ہین الغرض ان سب
تراجم سے یہ بات ثابت ہوئی کہ حکم قتل کا خدا ے تعالی نے صادر فرمایا تھا اور وہی قتل اُنکی گناہ کا کفارہ تھا
سید الطائفہ کہتے ہین کہ خدا ے تعالی نے حکم قتل کا نہین دیا تھا بلکہ خود موسی ع نے غصہ مین آکر بمنصب
معاودہ اُردو زبان کے یہ الفاظ کہے تھے اور بدون قتل گناہ اُنکا معاف کیا گیا تھا چونکہ یہ قول سید
الطائفہ کا سراسر ناقض مضمون توریہ کے ہے پس وہ حال سے خالی نہین یا تو یہ قول سید الطائفہ کا غلط ہے یا
توریہ مین تحریف ہوئی اس صورت مین سید الطائفہ کو یا تو اپنی اس غلط گوئی کا اقرار کرنا چاہیے یا وہ مسئلہ
جسپر تمام فرقہ مخبر کا اتفاق ظاہر کیا جاتا ہے کہ کلا تحریف فی الکتب المقدسۃ اُسکی بطلان کا اقرار کرنا واجب ہے
قال اللہ تعالی وَاِذْ قُلْتُمْ یٰمُوْسٰی لَنْ نُّؤْمِنَ لَکَ حَتّٰی نَرَی اللّٰہَ جَہْرَۃً فَاَخَذَتْکُمُ
الصّٰعِقَۃُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ثُمَّ بَعَثْنٰکُمْ مِّنْ بَعْدِ مَوْتِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ (ترجمہ)
اور جبکہ کہا تم نے کہ اے موسی ہم تیری باتون پر یقین نہ کرینگے تا وقتیکہ ہم اللہ تعالی کو علانیہ دیکھ لینگے

پھر تم کو لے لیا عذاب مہلک نے اور تم دیکھتے تھے پھر جلا اُٹھایا ہم نے تمکو تمھارے مرنیکے بعد تاکہ
تم شکر کرو اس آیۃ مین سید الطائفہ الیہ نے کئی کلمون مین تحریف کی ہی (اول) یہ کہ صاعقہ کے معنی گرج
اور کڑک ہین یعنے موت اور عذاب مہلک نہین (دوم) بعث کے معنی زندہ کرکے اُٹھانا ہین (سوم)
موت کے معنی مردن نہین بلکہ مثل مردن ہین ان امور کو ہم بعد کو بیان کرینگے اول سید الطائفہ کی ایک
اختباط کا بیان کرتے ہین کہ اس آیۃ کے بیان مین کہتے ہین کہ انسان کے دل مین کسی چیز کے
دیکھنے کی خواہش تین طرح پیدا ہوتی ہی (۱) اُسکا حال اور اوصاف سُننے سے (۲) یا دل مین کسی خاص
قسم کا ذوق و شوق پیدا ہونے سے (۳) یا اُسکا حال کہنے والے کی بات پر یقین کرنے سے موسی کو
خدا کے دیکھنے کا شوق ہوا مگر وہ شوق دوسری قسم کا تھا کہ جسکے غلبہ مین انسان کی عقل پر پردہ
پڑجاتا ہی اور ہونی ہونی بات کہہ اُٹھتا ہی **قلت** اس امر مین کلام کرنا تھا تو سورہ اعراف کی اس آیۃ
مین کلام کرتے (رب ارنی انظر الیک) چونکہ یہ واقعہ دوسرا ہی اور بیان بنی اسرائیل کی فساوۃ کا
بیان ہی نہ موسی ع کے شوق دیدار کا پس یہان یہ لکھنا سید الطائفہ کا محض خبط ہی مگر چونکہ اُنھون نے
یہ بحث خود بے محل چھیڑی ہی ہمکو اسکا جواب دینا اس محل مین بے محل نہین مخفی نہ رہی کہ یہ مسئلہ علم کلام کا
ہی کہ رویۃ جناب باری تعالی کی آنکھون سے ممتنع ہی یا جائز اہل سنۃ و جماعۃ کہ جنسے سید الطائفہ کو فاطبۃ
عداوۃ ہی اُسکے جواز کے قائل ہین اور اُسپر ہماری ایک دلیل مستحکم یہ ہی کہ اگر جائز نہوتا تو موسی ع سا پیغمبر
اولوالعزم صاحب شریعۃ اعلم العلما اُسکی کیون درخواست کرتے اسلیے کہ جو شی متصور الوجود ہی نہین
اُسکی درخواست تو عین جہالت ہی معتزلہ و شیعہ جو اس مسئلہ مین ہمسے خلاف کرتے ہین اُنھون نے بنسبت
اس بیل کی کچھ توجیہات لیکہ جو بدیہی البطلان ہین کی ہین مگر چونکہ وہ نوقرۃ علم و عقل رکھتے ہین اسلیے یہ
توجیہہ جو سید الطائفہ نے کی ہی جو تمام تر بے عقلی اور بے علمی اور بے ادبی پر مبنی ہی کسی نے نہین کی
لہذا ہم سید الطائفہ کے جواب مین کہتے ہین ایسی چیز کا شوق کہ جسکا حصول ممتنع ہو اور اُسکے غلبہ مین عقل پر

پردہ پڑجاوے اور حولی تھولی بات کہ اُٹھے صاحبان عقل کا علی الخصوص جنکی عقل درجہ کمال کو پہونچی ہو
مثل انبیاء اور اولیا کے ہرگز نہین ہوتا یہ عادت البتہ ضعیف الرائے لوگون کی ہی مثل سید الطائفہ الجنیدیہ
کے کہ غلبہ شوق تقلید حمقاء فرنگ مین اُنکی عقل پر ایسا پردہ پڑگیا ہی کہ رطب یابس غلط سلط جو کچھ
زبان پر آتا ہی کہنی نہ کہنی کہہ اُٹھتے ہین عیاذا باللہ اگر انبیاء کا ایسا حال ہو کہ کسی وقت مین اُنکی عقل پر
ایسا پردہ پڑجایا کرے کہ جائز کو ناجائز اور ناجائز کو جائز کہنے لگین تو سب اقوال و افعال اون کے
ساقط الاعتبار ہوجاوین الغرض ایسا بیہودہ بے اصل جواب ہماری استدلال مین کسیطرح پر خلل انداز
نہین ہوسکتا اور کوئی صاحب ایمان معتزلہ اور شیعہ مین سے بھی اسکو تسلیم نہین کرسکتا پھر ہم یہ کہتے ہین
کہ شوق دیدار جناب موسیٰ ع کو جو قسم دوم سے قرار دیا ہی اسکی کیا وجہ ہی قسم اول کیون نہین قرار دیا
اسلیئے کہ اوصاف و احوال کا سُننا کچھ مخصوص اسی کے ساتھ نہین کہ غیرون ہی سے سُنے بلکہ خود صاحب
اوصاف اور صاحب حال سے سُننے سے بھی بغیر دیکھے صاحب حال و صاحب اوصاف کے
پیدا ہوسکتا ہی پھر بیان وہ خاص ذوق و شوق کیا تھا کہ جسکے سبب سے ایسے اعلم العلماء اور اکمل
العقلاء کی عقل پر پردہ پڑگیا اور علم سبحانہ جہل ہوگیا اور پھر اس امر کو ثابت کرنا چاہیے کہ پیدا ہونا
ایسے ذوق و شوق کا کہ جس سے زوال عقل و جہل خصوصاً جہل ذات و صفات باریتعالی سرکر اقبح
القبائح ہی لازم آوے انبیاء کے حق مین جائز ہی حاشا و کلا ذلک ظن الذین کفروا **قال** بنی
اسرائیل نے بھی خدا کا دیکھنا چاہا مگر یہ اونکا سوال تیسری قسم کا تھا وہ موسیٰ کی اس بات پر کہ
خدائے پروردگار عالم موجود ہی اور اُسنے موسیٰ کو اپنا پیغمبر کیا ہی یقین نہین لاتے تھے **قلت**
یہ بات کہ بنی اسرائیل خدا پر یقین نہین کرتے تھے قطعاً غلط ہی اُنکی تو عورتین بھی وجود پروردگار
عالم کی قائل تھین دیکھو باب ۱۵ سفر خروج خصوصاً درس ۲۰ باب مذکور کا جس مین مریم نبیہ ہارون
کی بہن نے سب عورتون کے ساتھ خداوند عالم کی مناجات کی۔ یہان یہ بات تھی کہ احکام جو موسیٰ

کی ساطت سے صادر ہوتے تھے باوجود اقرار نبوت کے اُن پر یقین نہین کرتے تھے اور جسطرح پر سید الطائفہ بعض فرمانون کی نسبت یہ کہتے ہین کہ خدا کا حکم تھا موسی نے اپنی طرف سے بنا کر کہدیا تھا اسیطرح پر وہ بھی از راہ فسادت و شقاوت کے اُن احکام کی بجاآوری مین ۔۔۔ تھے اور باوجود مشاہدہ معجزات قاہرہ اور دلائل باہرہ کے بار بار سرکشی اور منازعت سے پیش آتے تھے اور بجان بوجھ کر جھگڑا کرتے تھے اور حیلہ حوالہ کرتے تھے **قال** اور اسی بنا پر اُنھون نے کہا تھا کہ ہمین خدا کو دکھادے جب تک ہم علانیہ خدا کو نہ دیکھ لینگے تجھ پر ایمان لاوینگے حضرت موسی اپنے شوق کے سبب سے جس مین انسان کو ذہول ہو جاتا ہی بھول گئے کہ خدا ان آنکھون سے دکھائی نہین دیسکتا اور بنی اسرائیل نے اپنی حماقت سے یہ چاہا کہ علانیہ خدا کو ہم دیکھ لین اور یہ نہ سمجھے کہ خدا اپنے تئین کسیکو دکھا سکتا ہی اور نہ خدا کو کوئی دیکھ سکتا ہی **قلت** نسبت موسی ع کی جو کچھ لکھا ہی اسکا بطلان قول سابق مین ہو چکا اور بنی اسرائیل کی نسبت جو کچھ لکھا ہی اُسکی نسبت ہم یہ کہتے ہین کہ صرف جہالت ہی نتھی بلکہ بجاآوری احکام توریہ مین ایسے ایسے حیلہ کرتے تھے اس واقعہ اور واقعہ رب ارنی انظر الیک الآیہ کو جو سورہ اعراف مین مذکور ہی سید الطائفہ نے ایک سمجھا ہی جار اللہ مخشری اور دیگر چند اہل اعتزال نے بھی ایسا ہی سمجھا ہی مگر یہ بڑی غلطی ہی یہ واقعہ اور ہی اور وہ واقعہ اور ہی اور تفصیل اُسکی کتب کلامیہ اور کشف کشاف اور دیگر حواشی کشاف اور تفسیر کبیر مین مرقوم ہی اور خود قرآن مجید سے ثابت ہی کہ دونو واقعہ ازمنہ مختلفہ کے ہین کیونکہ سورہ اعراف سے یہ بات ثابت ہی کہ طلب رویۃ حضرت موسیٰ کا واقعہ اُسوقت کا ہی کہ جب وہ الواح دینے کے واسطے کوہ طور پر بلائے گئے تھے اور حضرت ہارون کو قوم پر اپنا خلیفہ کرکے تنہا تشریف لیگئے تھے اور جب وہان سے پھرے تو تمام قوم کو گوسالہ پرستی کرتے ہوئے دیکھا اور نہایت پیچ و تاب غصہ مین آکر وہ الواح جو لائے تھے ڈالدین اور ہارون ع سے مواخذہ فرمایا دیکھو زین

جزء کے آٹھوین اور ساتوین رکوع کو اُنسے یہ امر بوضاحت تمام ثابت ہی اور جسقدر صیغہ ان آیات مین اور جسقدر ضمائر ہین سب صیغہ اور ضمائر واحدہی کی ہین جو خاص حضرت موسی کی طرف راجع ہین چونکہ اس آیۃ مین کہ جسمین یہان کلام ہی حضرت موسی ہی کی دیۃ طلب کرنے کا کچھ ذکر نہین لہذا اس مقام پر ہم زیادہ تر اس مین کلام کو طوالت نہین دیتے ہان سورہ اعراف تک اگر سید الطائفہ پہونچے اور وہان کچھ کلام کیا تو اُس مقام مین بالاستیعاب اس بحث کو لکھا جاوے گا اسوقت ہم اُن ہی امور مین جن مین سید الطائفہ نے کلمات قران مین تحریف کی ہی گفتگو کرتے ہین واللہ المستعان **قال** صاعقہ کے معنے لغت مین موت کے بھی ہین اور عذاب مہلک کے بھی ہین **قلت** قاموس مین ہی کہ الصاعقۃ الموت وکل عذاب مہلک مطلب یہ ہی کہ صاعقہ کے دو معنی ہین ایک خود موت دوسرے عذاب مہلک یعنی عذاب جو موجب موت ہو اسی بنا پر مفسرین کے کلمہ (اخذتکم الصاعقۃ) مین دو قول ہین ایک یہ کہ لے لیا تمکو موت نے دوسرا قول یہ کہ لے لیا تمکو ایسے عذاب نے جو موجب تھا تمھاری موت کا الغرض اُنکی موت مین کسیکو اختلاف نہین امام فخر الدین رازی لکھتے ہین للمفسرین فی الصاعقۃ قولان الاول انہا ہی الموت الثانی ہو قول المحققین ان الصاعقۃ ہی سبب الموت ولذلک قال فی سورۃ الاعراف فاخذتہم الرجفۃ واختلفوا فی ان ذلک السبب ای شی کان علی ثلاثۃ اوجہ احدہا انہا نار وقعت من السماء فرأتہم ثانیہا صیحۃ جاءت من السماء نالتہا رسل اللہ تعالی جنود اسمعوا بحسہا فخروا صعقین ثالثہا انہا زلزلۃ اما قولہ تعالی لعلکم تشکرون فالمراد انہ تعالی انما بعثہم بعد الموت فی دار الدنیا لیکلفہم ولیتمکنوا من الایمان وکن تلافی ما صدر عنہم من الجرایم (یعنی) مفسرین کے صاعقہ کے معنی مین دو قول ہین اول یہ کہ وہ موت ہی دوسرے اور وہ قول محققین کا ہی کہ صاعقہ سبب موت ہی اور اسی لئے فرمایا ہی سورہ اعراف مین فاخذتہم الرجفۃ اور اختلاف کیا ہی مفسرین نے اسمین کہ سبب کو کیا چیز ہی تین وجہ پر اول یہ کہ وہ آگ ہی کہ اتری آسمان سے پس جلا دیا اُسنے اُنکو دوسری یہ کہ وہ آواز سخت ہی کہ آسمان سے آئی

نسبری یہ کہ اللہ تعالی نے ایک لشکر بھیجا اُسکی آواز اُنھون نے سُنی پس وندھے گرے وہ بیہوش مردہ اور قول اللہ تعالی کا لعلکم تشکرون پس مراد یہ ہی کہ اللہ تعالی نے زندہ کیا اُنکو بعد موت کے دنیا مین تاکہ مکلف کرے اُنکو اور تاکہ قدرت پاوین وہ ایمان لانے کی اور اس چیز کی تلافی کی جو اونے ازقسم جرایم ہائے ہوئے **قال** مگر اس سے یہ لازم نہین آتا کہ اس عذاب سے کوئی ہلاک ہوئے بغیر رہے ہی نہین **قلت** جب خود سید الطائفہ اقرار کرتے ہین کہ ایک معنی صاعقہ کے عذاب مہلک ہین یعنی ایسا عذاب جو معذبین کو ہلاک کردے پس یہ کہنا اُنکا کہ اس سے یہ لازم نہین آتا انتہ نہایت عجیب ہی اگر صاعقہ کے معنی یہ ہوتے کہ عذاب محتمل الاہلاک یا مظنون الاہلاک تو البتہ یہ قول اُنکا گنجایش رکھتا تھا لیکن چونکہ ایسا نہین پس یہ قول اُنکا صریح غلط ہی **قال** اور عذاب یا بلا آنے کی سنسناہٹ اور گڑگڑاہٹ کڑک کے معنی بھی آئے ہین **قلت** قاموس سے یہ امر ثابت ہوگیا ہی کہ ایک معنی صاعقہ کے ہر قسم کے عذاب مہلک کے ہین خواہ وہ کسیطرح ہو خواہ کڑک سے ہو خواہ سنسناہٹ سے ہو خواہ آگ کے جلا دینے سے ہو مطلق عذاب یا مطلق گڑگڑاہٹ یا سنسناہٹ وغیرہ کو جس مین ہلاکت نہو صاعقہ نہین کہہ سکتے **قال** اور بجلی اور آسمان پر سے گرنے والی آگ کے معنی بھی ہین **قلت** مقام تعذیب مین جب یہ لفظ مستعمل ہوگا خواہ اُسکی کچھ ہی معنی ہون بالضرورۃ ہلاکت اُسکو لازم ہوگی ہمارے قول کی تائید کیواسطے اگرچہ تصریح اہل لغت ہی کافی ہی مگر ہم خود قرآن مجید سے بھی اپنے قول کو ثابت کرتے ہین قولہ تعالی واما ثمود فھدیناھم فاستحبوا العمی علی الھدی فاخذتھم صاعقۃ العذاب الھون بما کانوا یکسبون ونجینا الذین آمنوا (حم سجدہ) یعنی اور رای پر ثمود پس راہ دکھائی ہمنے اُنکو پس اختیار کیا اُنھون نے نابینائی کو ہدایت پر پس لے لیا اُنکو صاعقہ عذاب خواری کے نے بسبب اُس چیز کے کہ کرتے تھے وہ اور نجات دی ہمنے اُن لوگون کو جو ایمان لائے وکانوا یتقون وقیل لھم تمتعوا حتی حین فعتوا عن امر ربھم فاخذتھم الصاعقۃ وھم ینظرون (ذاریات)

یعنی اور (نشانی ہے) بیچ قصہ ثمود کے جبکہ کہا گیا اُنسے کہ تمتع حاصل کرو تم ایک مدت معین تک پس سرتابی کی اُنھوں نے فرمان پروردگار اپنے سے پس لے لیا اُنکو صاعقہ نے اور وہ دیکھتے تھے فان اعرضوا فقل انذرتکم صاعقۃ مثل صاعقۃ عاد وثمود (حم سجدہ) یعنی پس اگر موڑیں وہ پس کہو کہ ڈرایا میں نے تمکو صاعقہ سے مانند صاعقہ عاد وثمود کے دیکھو ان سب آیات مین کلمہ صاعقہ ہی اور سب آیات مین عذاب ہلاک ہی مراد ہی اور مساق آیہ نحن فیہ اور مساق آیہ سورہ ذاریات کا ایک نمط پر ہی صرف ضمائر خطاب و غیبت کا فرق ہی اور آیہ سورہ نساء مین (فقد سالوا موسی اکبر من ذلک فقالوا ارنا اللہ جہرۃ فاخذتہم الصاعقۃ بظلمہم) یہ فرق بھی نہین اسمیطر جہر سورہ اعراف مین بھی (اخذتہم الرجفۃ) بضمیر غیبت واقع ہی پس جو مراد کلمہ صاعقہ سے اُن واقعات مین ہی وہی یہان بھی ہی والقران یفسر بعضہ بعضا **قال** اور صُعِق بکسر العین کے معنی ہین غُشِی علیہ یعنے بیہوش کیا گیا **قلت** اول تو اسکے بیان لانے سے کیا فائدہ ہی ظاہر یہ خیال خام دماغ مین پیدا ہوا کہ صاعقہ کو صَعِق بکسر العین سے لیکر اُسکے معنی بیہوش کرنے والی چیز کے ٹھیرا دین لیکن چونکہ لغات عربیہ اور قواعد تصریف اور اشتقاق لغات سے محض ناواقف ہین اور میزان منشعب تک بھی استعداد نہین رکھتے یہ نہ سمجھے کہ صَعِق بکسر العین جو بمعنے غشی علیہ کے ہی وہ خود لازمی ہی اور اسے اشتقاق صاعقہ کا بمعنی بیہوش کرنے والی چیز کے کہ بمعنی متعدی ہی نہین ہوسکتا ان معنی مین کلمہ مصعقہ کا البتہ استعمال ہوسکتا ہی نہ صاعقہ کا کیونکہ جب تعدیہ صَعِق بکسر العین کا مقصود ہوتا ہی تو ہمزہ تعدیہ کا اُسپر لاتے ہین اور کہتے ہین اُصعقہ غیرہ یعنی مجرد کے ابواب سے خارج کرکے مزید فیہ کے باب افعل یفعل افعالا مین لے آتے ہین کما قال شاعرہم ؎ تری النعرات الزرق تحت لبانہ بہ اُحادَ وثُنیٰ اصعقتہا صواہلہ ۔ پھر غشی علیہ کا جو یہ ترجمہ کیا ہی کہ بیہوش کیا گیا یہ بھی مبنی اسپر ہی کہ ہنوز جناب والا کو فعل لازمی اور فعل متعدی کے مجہول مین اصلا تمیز نہین یہ ترجمہ جو کیا ہی متعدے

جواب کا یہی حاشیہ علیہ کا جو یہ ہے کہ غشی طاری ہوئی پھر ہوش آگیا نہ یہ کہ ہوش گیا پھر صعق نہیں اور صاعقہ ذوالزیادۃ ہے اور زبان عرب کا یہ قاعدہ ہے کہ مجرد پر جو کچھ زیادتی الفاظ میں کی جاتی ہے تو معنی میں کسی قسم کی زیادتی مقصود ہوتی ہے پس ضرور نہیں کہ جو معنی مجرد کے ہوں وہی معنے بغیر کسی زیادتی کے مزید فیہ کے بھی ہوں مگر ان امور کا لحاظ تو اُس شخص کو ہو سکتا ہے جو علوم عربیہ سے واقف ہو اور امثال سید الطائفہ کہ کسی قسم کی استعداد علوم عربیہ میں نہیں رکھتے ایسے ایسے امور پر لحاظ رکھنے سے معذور ہیں اور از راہ بوالہوسی اور اشاعۂ فساد کے دین اسلام میں تفسیر قرآن پر مستعد ہوئے ہیں ثانیاً یہ جو کہتے ہیں کہ صعق بکسر العین کے معنے ہیں غشی علیہ اسکا حاصل یہ ہے کہ اُسکے معنی (مات) (مرا) (مُرد) نہیں مگر یہ بھی غلط ہے یعنی مرد (مرا) کے بھی آتا ہے جیسا کہ ونفخ فی الصور فصعق من فی السموات ومن فی الارض (سورۂ زمر) میں یعنے (مات) کے ہے **قال** اب دیکھنا چاہیے کہ اس جگہ فاخذتکم الصاعقۃ کے کیا معنی ہیں **قلت** اسی سیاق پر سورہ ذاریات میں واقع ہے صرف اتنا فرق ہے کہ وہاں (اخذتہم الصاعقۃ) ہے یہاں (اخذتکم الصاعقۃ) ہے پس جو معنے وہاں ہیں یہاں بھی وہی ہیں والقرآن یفسر بعضہ بعضا اور چونکہ وہاں بالاتفاق یہی معنے ہیں کہ لیلیا اُنکو موت نے یا عذاب مہلک نے پس یہاں بھی یہی معنی ہیں کہ لے لیا تمکو موت یا عذاب مہلک نے علاوہ بران از روے لغت کے بھی خالی ان دونوں معنوں سے ہونا نہیں چاہیے بہرحال دونو معنوں میں سے جو معنی ہونگے مرجانا اُنکا ہر ایک معنی پر ثابت ہوگا **قال** موت کے معنے تو یہاں ہو نہیں سکتے اسلئے کہ انتم تنظرون کا مطلب غلط ہو جاتا ہے کیونکہ موت کی نسبت وانتم تنظرون نہیں کہہ سکتے **قلت** یہ تو ناواقفی ہے سید الطائفہ کی اسالیب کلام عرب سے جب کسی امر کے وقوع میں کچھ شک و شبہ نہیں ہوتا تو اُس مقام پر یہ الفاظ یا انکے مرادف بولے جاتے ہیں اور نظائر اسکی کلام عرب میں بہت ہیں الم تر کیف فعل ربک باصحاب الفیل یعنے آیا نہیں دیکھا تو نے

کیا کیا تیرے رب نے اصحاب فیل کے ساتھ اولم یرالذین کفروا ان السموات والارض کانتا رتقا ففتقناہما یعنے آیا نہ دیکھا اُن لوگون نے جو کافر ہوے کہ آسمان وزمین تھے وہ دونو بستہ پس کھولا ہمنے اُن دونو کو" دور نہ جائیے موت ہی کی نسبت فرمایا ہی ولقد کنتم تمنون الموت من قبل ان تلقوہ فقد رایتموہ وانتم تنظرون اس آیہ مین دو کلمہ موجود ہین جو موت کے دیکھنے کے معنی مین ہین ایک (رایتموہ) جو رویۃ بصر سے ہی دوسرا وہی کلمہ جو اس آیہ مین ہی یعنی (وانتم تنظرون) پس جس اعتبار سے اُس آیہ مین بنسبت موت کلمات (رایتموہ) اور (انتم تنظرون) وارد ہی اُسی اعتبار سے یہان بھی واقع ہی پھر آیہ سورہ ذاریات مین نسبت قوم ثمود کے جنکے مرجانے مین کچھ شک و شبہ نہین یہی کلمات ہین (فاخذتہم الصاعقۃ وہم ینظرون) پس جس اعتبار سے وہان (وہم ینظرون) واقع ہی اُسی اعتبار سے یہان بھی (وانتم تنظرون) وارد ہی اسیطرح پر ہی قول شاعر ؎

اذا علقت قرنا حظایف کفہ ٭ رای الموت یالیمین اسود احمرا ٭ لہذا یہ دلیل عدم ارادہ موت کی جو سید الطائفہ نے لکھی محض بے اصل ہی اور اس سے مدعا اُنکا ثابت نہین ہو سکتا بلکہ کلا وانتم تنظرون بڑی عمدہ دلیل ہی اوپر ثبوت اور وقوع موت اور دفع شبہ غشی کے کیونکہ ہم اوپر لکھ چکے ہین کہ اس کلمہ اور اُسکے مماثل کلمات کا استعمال زبان عرب مین یقینیات مین ہوتا ہی بلا لحاظ رویۃ بصر اور نظر کے پس جسطرح پر (رایتموہ) (اور) (وانتم تنظرون) کا یہ مطلب ہی کہ جس موت کی تم تمنا کرتے تھے قبل اُسکے آنے کے اب ہی موت یقیناً بغیر کسی شک و شبہ کے پیش آئی اسیطرح پر یہان بھی ہی کہ موت نے تمکو لیا اور اُسکے موت ہونے مین کسیطرح کا شک و شبہ اور احتمال کسی اور چیز کا نہین اور اسیطرح پر آیہ سورہ (ذاریات) اور شعر شاعر کا حال ہی پس کلمہ (وانتم تنظرون) دلیل تحقق موت کی ہی نہ برعکس جیسا کہ سید الطائفہ نے سمجھا ہی قال امام فخر الدین رازی بھی فرماتے ہین کہ یہان صاعقہ کے معنی موت کے نہین ہین کیونکہ موت کی

نسبت تنظرون نہین آسکتا **قلت** پس اسی استعداد پر تفسیر قرآن لکھنے بیٹھے ہو جب کچھ بن نہین آئی تو امام فخر الدین رازی کے قدمون پر گر پڑے اور آیہ کتاب اسد ولقد کنتم تمنون الموت من قبل ان تلقوہ فقد رایتموہ وانتم تنظرون کو پس پشت پھینکدیا اور آیہ سورہ ذاریات پر بھی کچھ خیال نہین کیا کہ وہ بھی انہین کلمات سے بنسبت غمود کے کہ جنکو مرجانین کچھ شک نہین وارد ہی **قال** اور اسکے سوا رخدا نے سورہ اعراف مین فرمایا ہی کہ خر موسیٰ صعقا اور پھر فرمایا فلما افاق اور افاقہ موت سے نہین ہوتا بلکہ غشی سے ہوتا ہی **قلت** یہ استدلال بھی غلط صریح ہی بچند وجہ (اول) یہ کہ یہ بات ہی غیر مسلم ہی کہ یہ واقعہ اور وہ واقعہ جسکا ذکر سورہ اعراف مین ہی ایک ہی پس ایک واقعہ کی حالات کو دوسری واقعہ کے حالات قرار دینا صریح غلطی ہی (دوم) یہ کہ یہان قوم موسیٰ کا حال بیان فرمایا ہی اور سورہ (اعراف) مین حال خود جناب موسیٰ کا بیان ہی پس جناب موسیٰ کی حال کو حال قوم قرار دینا کتنی بڑی غلطی ہی (سوم) یہان کلمہ (الصاعقۃ) ہی اور وہان (صعقا) ہی اور دونو کے معنی مین بہت بڑا فرق ہی (صاعقۃ) بمعنی (موت) یا (عذاب مہلک) کے اسم ہی (صعق) بروزن (کتف) صنعۃ ہی مثل (رسن) و (فرخ) کے اور اسم (او صنعۃ مین لفظا اور معنی بہت بڑا فرق ہی پس دو کلمہ مختلف المعنی کو مرادف قرار دیکر استدلال کرنا انتہا درجہ کا مجادلہ اور محض مشاغبہ بلکہ مغالطہ ہی اب ہم بعد فرض کرنے چند مقدمات مہدہ سید الطائفہ کی اسپر استدلال کرتے ہین کہ کلمہ (صاعقہ) جو اس آیہ مین ہی اسکے معنی ومراد (غشی) کے جو معنی (صعق) کے ہین نہین ہوسکتے بلکہ اسکے معنی بلاشک وشبہ (موت) ہی ہین یا (عذاب مہلک) ہین بیان اس کا یہ ہی کہ سید الطائفہ لکھتے ہین کہ بنی اسرائیل اس بات پر یقین نہین لاتے تھے کہ خدا پروردگار عالم موجود ہی اور اسنے موسیٰ کو اپنا پیغمبر کیا ہی اور اس بنا پر انہون نے کہا تھا کہ ہمین خدا کو دکھادے اور حضرت موسیٰ اپنی شوق کے سبب

بھول گئے کہ خدا ان آنکھون سے دکھائی نہین دیسکتا اس بنا پر وہ طالب دیدار ہوے تھے
اور یہ واقعہ اور واقعہ سورہ اعراف جسمین موسیٰ کو تنبیہ ہوی ہی ایک ہی ہی) ان مقدمات سے
ظاہر ہی کہ بنی اسرائیل تو ایک بڑی جرم عظیم یعنی اشد کفر کے کہ اس سے بڑھکر کوئی جرم نہین مرتکب
ہوے اور جناب موسیٰ صرف ایک جرم خفیف یعنی ذہول اور بھول کی کہ خفیف ترین جرمون کا ہی
مرتکب ہوے حضرت موسیٰ کو بپاداش اُن کے جرم کے سزا غشی کی ہوی اگر بنی اسرائیل کو بھی
وہی سزا دیجاتی تو لازم آتا کہ بڑی جرم اکبر الکبائر ظلم عظیم اور جرم خفیف کی دونو کی ایک ہی
سزا دی گئی اور کفر اور ذہول کی سزا مین کچھ خیال سنگینی اور خفت جرم کا نہ فرمایا گیا اور یہ امر
ہر آئنہ خلاف عدل ہی لہذا مقتضای عدالت یہی تہا کہ ہر ایک کو بلحاظ اُسکے جرم کے سزا دیجاوے چنانچہ
ایسا ہی ہوا کہ موسیٰ کو صرف غشی کی سزا اور قوم کو بلحاظ اُنکی جرم کے سزای موت دی گئی اور اسی
سبب سے دونو سزا اُونکی تعبیر مین کلمات متغایرہ لائے گئے کہ حضرت موسیٰ کی بہ نسبت کلمہ (صعق)
جو بمعنی غشی کے ہی فرمایا اور بہ نسبت قوم کے کلمہ (الصاعقہ) کا جسکے معنی (موت)
یا (عذاب مہلک) ہین لایا گیا تاکہ بالمطابقہ اس امر پر دلالت کرین کہ سزا دونو کی ایک نہین
بلکہ جس طرح پر دونو جرم سنگینی اور خفت مین متفاوت ہین اسی طرح پر حسب اقتضای عدالت کے
سزا بہی متفاوت ہی کوئی شخص ہمارے اس استدلال ہی پر نہ سمجھے کہ یہ ہماری حجت ہمارے
اعتقاد کی موافق ہی بلکہ ہمنے یہ حجت الزامی پیش کی ہے واسطے ابطال دعاوی سید الطائفہ کے

قال سورہ اعراف مین صاعقہ کی جگہ رجفہ فرمایا ہے **قلت** اس سے سید الطائفہ کا
کیا مطلب حاصل ہوا کیا اُن کے نزدیک (رجفہ) کا فرمانا مستلزم اسکا ہی کہ (صاعقہ)
سے مراد موت نہین اگر یہ بات ہی تو اُنکی حال پر بڑا افسوس ہی معلوم ہوتا ہے کہ اُنہون نے پورا

قرآن پڑہا ہی نہین سورہ (حم سجدہ) مین بہ نسبت ثمود کے یہ ہی واما ثمود فہدینہم فاستحبوا العمی

علی الہدی فاخذتہم صاعقۃ العذاب الہون بما کانو یکسبون (سورہ ذاریات) مین ہی و فی ثمود اذ قیل لہم تمتعوا حتی حین فعتوا عن امر ربہم فاخذتہم الصاعقۃ وہم ینظرون (حم سجدہ) مین فان اعرضوا فقل انذرتکم صاعقۃ عاد و ثمود پھر اُنھین کی نسبت بجاے (صاعقہ) کے کلمہ (رجفہ) بھی واقع ہی فاخذتہم الرجفۃ فاصبحوا فی دارہم جاثمین (اعراف) خلاصہ مقصود یہ ہی کہ چونکہ ہر ایک جگہ اُونکے ہلاک کرنے اور مار ڈالنے کا بیان ہی پس کسی جگہ بلفظ (صاعقہ) یعنی خود بلفظ (موت) کے بیان کیا ہی اور کسی جگہ اُس عذاب کے لفظ جو موجب موت و ہلاک ہوا ہی بیان ہوا اسیطرح پر قوم موسی ع کے ہلاک کا بیان ہی کہ بعض آیات مین بلفظ موت اور کسی آیہ مین بلفظ عذاب موجب موت بیان فرمایا ہی اسیطرح پر قوم عاد کا حال ہی کہ کہین تو اُنکی نسبت یہ فرمایا ارسلنا علیہم الریح العقیم ماتذر من شی اتت علیہ الا جعلتہ کالرمیم (ذاریات) یعنی بھیجی ہمنے اُن پر ایک ہوا بے خیر جو چھوڑے کسی چیز کو کہ گذرے اُسپر مگر کر دی اُسکو مانند ہڈی بوسیدہ کے اما عاد فاہلکوا بریح صرصر عاتیۃ (حاقہ) یعنی اہی پر عاد پس ہلاک کیے گئے وہ ساتھ ہوا سخت حد سے گذری ہوئی کے بعض جگہ یہ فرمایا فان اعرضوا فقل انذرتکم صاعقۃ مثل صاعقۃ عاد و ثمود پس ظاہر ہوا کہ بعض آیات مین واقع ہونا کلمہ (رجفہ) کا بہ نسبت قوم موسی ع اور قوم عاد و ثمود کے مانع اسکا نہین کہ اُنکی نسبت جہان کہین کلمہ (صاعقہ) وارد ہی اُس سے (موت) مراد لیجاوے یہان تک کلام اُس تقدیر پر تھا کہ (صاعقہ) کو بمعنی (موت) لیا جاوے سید الطائفہ نے جسقدر بہ نسبت اُوسکے ممنوع ہونے کے اپنی دانست مین دلیلین پیش کین ہماری تحقیقات مرقومہ بالا سے بخوبی ظاہر ہو گیا کہ سب کی سب پوچ اور بیجا ہین ایک بھی قابل اسکے نہین کہ اُسپر التفات کیا جاوے اور سب کی سب یا تو مغالطہ ہین یا مبنی اُوپر ناواقفی کے اسالیب کلام عرب سے ہین اب رہی دوسری تقدیر یعنے یہ بات کہ معنی (صاعقہ) کے (عذاب مہلک) لیے جاوین اس تقدیر پر تو

شبہات سید الطائفہ مین سے ایک شبہہ بھی وارد نہین ہوتا اسی سبب سے اس تقدیر پر
سید الطائفہ ایک حرف بھی زبان پر نہ لاسے اور دم بخود ہو رہے ہے واللہ یحق الحق بکلماتہ ولو کرہ
المبطلون اب ہم اُنکی تحریف کی طرف متوجہ ہوتے ہین اور اُنکے اقوال کو اُنھینکے دلائل پیش
کی ہوئی سے رد کرتے ہین واللہ الہادی الی الحق والصواب **قال** غرضکہ اس جگہہ
صاعقہ کے معنی موت کے نہین ہین بلکہ ٹھیک معنی گرج اور گڑگڑاہٹ کے ہین خواہ وہ گرج
بجلی کی ہو خواہ گڑگڑاہٹ بادل کی ہو یا کسی آتشین پہاڑ کی **قلت** (اول) تو خود یہی کہنا
کہ (صاعقہ) کے معنی (موت) کے نہین حسب تصریحات مرقومہ بالا مردود ہے (ثانیا)
(صاعقہ) کا بمعنی (موت) نہونا مستلزم اسکا نہین ہوسکتا کہ (صاعقہ) کے معنی گرج اور گڑگڑاہٹ
کے خصوصا بجلی یا بادل یا کسی آتشین پہاڑ کے ہون کیونکہ محتمل ہے کہ بمعنی (عذاب مہلک) کے ہو
جیساکہ اکثر مفسرین کا قول ہے (ثالثا) (صاعقہ) کے معنی نہ بجلی کے گرج کے ہین نہ بادل کے
گڑگڑاہٹ کے نہ کسی آتشین پہاڑ کے اور بجلی کی گرج تو ایک غلط لفظ بولے ہین بجلی مین گرج
کہان ہے (رابعا) ہم اُنھین کی وجوہ پیش کین ہوئین سے اُنکی گرج اور گڑگڑاہٹ کو رد کرتی ہین
(وجہ اول) (صاعقہ) کے معنی گرج اور گڑگڑاہٹ کے تو یہان ہو نہین سکتے اسلئے کہ (واتم
تنظرون) غلط ہو جاتا ہے کیونکہ گرج اور گڑگڑاہٹ نظر نہین آتا بلکہ ادراک اُسکا حاسہ سمع سے
متعلق ہے نہ حاسہ بصر سے (وجہ دوم) اللہ تعالی نے سورہ اعراف مین بجاے (صاعقہ)
(رجفہ) فرمایا ہے جسکے معنی زلزلہ شدید کے ہین نہ گرج اور گڑگڑاہٹ کے غرضکہ اس جگہ (صاعقہ)
کے معنی گرج اور گڑگڑاہٹ کے نہین ہین بلکہ ٹھیک معنی (موت) کے ہین یا (عذاب مہلک)
کے فرمایئے جناب سید الطائفہ یہ کیا ہوا کیسی دلیلین پیش فرمائی تھین کہ اُلٹی ازار گلے مین
آئی آپ ہی کے دلائل نے آپ کا کام تمام کیا مثل مشہور صادق آئی من حفر لغیرہ جُبًّا

وقع فیہ منکبا اور مضمون آیہ کریمہ یحزنون ہو تہم بایدیہم وایدی المومنین فاعتبروا یا اولی الابصار
کا جناب کو حال پر کیسا ٹھیک منطبق ہوا **اقال** یہ کہا جاسکتا ہی کہ جبکہ اسی آیت مین ہی کہ
(ثم لبعثناکم من بعد موتکم) تو یہ ایک قوی ثبوت اس بات کا ہے کہ یہان صاعقہ کے معنی موت کے
ہین۔ مگر مفسرین اور خصوصا امام فخر الدین رازی اس بات کو تسلیم کرتے ہین کہ کبھی بعث کا اطلاق
لا بعد موت پر بھی ہوتا ہی جیسے کہ خدا نے فرمایا ہی کہ فضربنا علی اذانہم فی الکہف سنین عددا ثم بعثناہم
پس بعثنا کا لفظ سے تو صاعقہ کو معنی موت کے لینے پر استدلال نہین ہوسکتا **قلت** اگر یہ کلمات
(ثم بعثناکم من بعد موتکم) نہوتے تب بھی مطالبہ تحقیقات مرقومہ سابقہ کی ایک ذرہ بھی شک و شبہ
اس مین نہین رہتا تھا کہ (صاعقہ) کے معنی یا (موت) ہین یا (عذاب مستاصل) موجب موت ہین
لیکن قولہ تعالی (ثم بعثناکم من بعد موتکم) دوسری دلیل مستقل اس پر ہے کہ وہ لوگ یقینا
مرگئے تھے اور دو کلمہ آیہ مین اسپر دلالت کرتے ہین ایک خود کلمہ (موت) جو اسکی طرف مضاف
ہی جسکی تحقیق قول آیندہ مین آویگی دوسرا کلمہ (بعثنا) بیان اس کا یہ ہی کہ جب کلام عرب مین لفظ
(بعث) کا مقارن (موت) کو بولا جاتا ہے تو ہمیشہ اس سے مراد زندہ کرنا بعد مرجانے کے
ہوتی ہی چنانچہ یہان بھی یہی مراد ہی اسکی سند پر مین بہت سی کلام عرب کی پیش کرسکتا ہون مگر
بخوف اطناب صرف چند آیات قرآن مجید ہی کی سند پر اکتفا کرتا ہون والسلام علی یوم ولدت ویوم
اموت ویوم ابعث حیا (مریم) سلام علیہ یوم ولد ویوم یموت ویوم یبعث حیا (مریم) ولئن قلت
انکم مبعوثون من بعد الموت لیقولن الذین کفروا ان ہذا الا سحر مبین (ہود) وکانوا یقولون ائذا متنا
وکنا ترابا وعظاما ءانا لمبعوثون (واقعہ) الذین یدعون من دون اللہ لا یخلقون شیئا وہم یخلقون
اموات غیر احیا وما یشعرون ایان یبعثون (نحل) اقسموا باللہ جہد ایمانہم لا یبعث اللہ من یموت
(نحل) ان سب آیات مین (بعث) ہی زندہ ہونا مرجانے کے بعد مراد ہی سوا انکے اور بہت سی آیات ہین الغرض

(موت) کو ساتھ جہان ذکر (بعث) کا آتا ہو جیسا کہ اس آیہ مین ہو وہان تو مرنیکے بعد زندہ
ہوکر اُٹھنا ہی مراد ہوتا ہو اور اکثر جگہہ ایسا ہی ہو کہ وہان بغیر ذکر (موت) کے لفظ (بعث)
کا آیا ہو اور زندہ ہوکر اُٹھنا ہی مراد ہو اور امام فخر الدین کا قول جو یہان بطور سند لائے ہین
اُسکی نقل مین خیانت کی ہو وہ تو تمامتر موید ہمارے اس دعوی کا ہو کہ جب (بعث) کا لفظ
(موت) کو ساتھ آتا ہو وہان مراد مرنے کے بعد زندہ ہوکر اُٹھنا ہی مقصود ہوتا ہو اور استدلال
سید الطائفہ کا اُنکے قول ہی مصداق مثل مشہور کا ہو کہ استشفاء بہا میت اسلئے کہ وہ لکھتے ہین
اعلم انہ انما قال ثم بعثناکم من بعد موتکم لان البعث قد یکون لا بعد الموت مطلقا بنکا یہ ہو کہ (من بعد موتکم)
جو یہان فرمایا اس کا فائدہ یہ ہو کہ یہ (بعث) اور کسی قسم کا (بعث) مثل بیداری کی بعد خواب
کے نہین ہی بلکہ مردے کی بعد جی اُٹھنا مقصود ہی یعنی اور کسی قسم کے (بعث) کے احتمال کا قطع کرنا مقصود ہے
چنانچہ اسی مدعا پر تفسیر بیضاوی مین تصریح ہو وہ لکھتے ہین وقید البعث بالموت لانہ قد یکون عن
اغماء او نوم کقولہ ثم بعثناہم ابن تجرید محشی بیضاوی اسکی شرح مین لکھتے ہین کہ یعنی کان الظاہر
ان ذکر البعث یغنی عن ذکر القید وہو قولہ من بعد موتکم لان من المعلوم ان البعث یکون بعد الموت
فبین فائدۃ التقیید بہ بان البعث لا یلزم ان یکون بعد الموت او قد یقال للانتباہ بعد النوم
والافاقۃ بعد الغشی فقید بہ لتعیین المراد من ثلاثۃ الثلاثۃ یعنی تہا یہ امر ظاہر کہ ذکر (بعث)
کا بی پر وا کرتا تہا قید کی ذکر سے اور وہ (قید) قول اللہ تعالی کا ہی (من بعد موتکم) اسلئے کہ
معلوم ہی کہ (بعث) ہوتا ہی موت کے بعد پس بیان کیا تقیید کی فائدہ کو اُسکی ساتھ اس طور پر کہ ضرور
نہین کہ (بعث) بعد موت کی ہی ہو اسلئے کہ (بعث) کبھی بولا جاتا ہی واسطے بیدار کرنیکی خواب کے بعد اور
واسطے افاقہ کی غشی کی بعد پس مقید کیا اُسکو واسطے متعین کرنی اس مراد کی مبنون مسنون ہی ہر گاہ کہ
یہ امر متحقق ہوا کہ قول اللہ تعالی کا (من بعد موتکم) فائدہ متعین ہونی معنی جی اُٹھنی کا بعد موت کے

دیتا ہی اور اس کلمہ سے احتمال افاقہ اور بیداری کا قطع ہو گیا پس کلمہ (صاعقہ) بنسبت تحقیق موت کے مفسر ہو گیا کہ بموجب قاعدہ مبرہنہ اصول فقہ کے اب اسمین گنجایش کسی تاویل اور احتمال کی نہ رہی اور سب عذرات سید الطائفہ کے باطل اور مردود ہو گئے آپ پر واجب تھا کہ اپنے کلام کی تائید کے واسطے ایسی سند پیش کرتے کہ جس مین لفظ (بعث) مقارن لفظ (موت) ہوتا اور مراد زندہ کرنا ہوتا مگر آپ ایسی سند لانے سے قطعا عاجز رہے اور سند قصہ اصحاب کہف کی جو پیش کی اسمین اصلا لفظ (موت) نہین پس وہ کیطرح آپکے مفید مدعا نہین **قال** رہا لفظ موت کا اسکی نسبت مفسرین نے نہایت سہل رستہ اختیار کیا ہی جو ہمکو نہایت مشکل اور پیچدار معلوم ہوتا ہی **قلت** اسکے تو آپ بھی قائل ہین کہ حقیقی معنے موت کے مرنا ہین اور وہی معنی مفسرین نے اختیار کیے ہین اور چونکہ مفسرین رحمۃ اللہ علیہم علوم عربیہ اور ادبیہ اور علوم دینیہ مین دستگاہ کامل رکھتے ہین اور اللہ تعالی نے اُنکو عقل سلیم عطا فرمائی ہی اور تصدیق قرآن کے کرتے ہین اسلئے اُنکو طریق معنی قرآن کا البتہ سہل ہی من اعطے واتقی وصدق بالحسنی فسنیسرہ للیسری ہان آپ کو بسبب جہل کے علوم عربیہ اور ادبیہ اور علوم دینیہ سے اور کوتاہی عقل اور تکذیب آیات کے سہل طریق مشکل ہی من کذب بالحسنی فسنیسرہ للعسری اور سب سے زیادہ وجہ مشکل اور پیچدار نظر آنے کی یہ ہی کہ آپ بہ تقلید حمقاء فرنگ کے درپے اعوجاج اُس کلام پاک کے ہین جسکی نسبت اللہ تعالی فرماتا ہی قرآنا عربیا غیر ذی عوج اگر آپ بھی تقلید حمقاے فرنگ سے دست بردار ہو کر ایمانداری اور دیانت سے اُس کلام کو دیکھین تو مثل مفسرین رحمۃ اللہ علیہم کے آپ کو بھی طریقہ استخراج معانی کا کچھ مشکل اور پیچدار نظر نہ آوے لیکن یہ بات توفیق خداوندی پر منحصر ہے ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء

مثنوی

انوکر واللہ کار ہر او باش نیست ۔۔۔ ارجمی بر پای ہر قلاش نیست پیل باید تا بجنبد او شبان

خواب بیند خطۂ ہندوستان ۔۔۔ خر نہ بیند ہیچ ہندوستان بخواب خر ز ہندستان نکرد است اعتراب

قال انھون نے فرمادیا کہ محققین کا قول یہ ہی کہ صاعقہ سے مراد تو سبب موت ہی اور موت کے معنی موت ہی کے ہین **قلت** آپ تفسیر کبیر کا مطلب سبب نا واقفی کے عبارات عربیہ سے کچھ نہین سمجھے وہ لکھتے ہین ان الصاعقۃ ہی سبب الموت (صاعقہ) جو آیۃ مین ہی اُسکے معنی اُنھون نے نفس (موت) کے نہین ٹھیرائے بلکہ عموما (عذاب مہلک) کے قرار دیے ہین اور چونکہ وہ عذاب خواہ (رجفہ) ہو خواہ (آتش آسمانی) ہو خواہ (لشکر غیبی) ہو سبب موت ہی اسلئے وہ لکھتے ہین کہ ان الصاعقۃ ہی سبب الموت پوری عبارت تفسیر کبیر کی ہم پیشتر نقل کر چکے ہین معلوم نہین ہوتا کہ سید الطائفہ کو اس پر کیا اعتراض ہی اگر یہ اعتراض ہی کہ مار ڈالنا کسی شخص یا کسی قوم کا کسی قسم کی تعذیب سے ممکن نہین اور اللہ تعالی اُسپر قادر نہین تو یہ اُنکا انتہا درجہ کا کفر ہی اور اگر یہ اعتراض کہ مارنے کے بعد جلانا ممتنع اور اللہ تعالی اُسپر قادر نہین تو یہ بھی صریح کفر اور زندقہ ہی اللہ تعالی کی قدرت کاملہ کا قائل ہونا اور پھر اُسکو امور ممکنہ پر قادر نہ سمجھنا اس سے زیادہ بڑھ کر کوئی حماقت نہین

قال مگر میری سمجھ مین خدائے پاک کا کلام ایسا بودا نہین ہی بلکہ جیسا کہ اُسکا قانون قدرت مستحکم اور مضبوط ہی ویسا ہی اُسکا کلام مضبوط ہی **قلت** اسمین تو شک نہین کہ خدا کا کلام باعتبار معانی و نظم عبارت و فصاحت و بلاغت کے ایسا جید ہی کہ خدا عجاز کو پہونچگیا ہی مگر آپ اُسکو تاویلات رکیکہ اور تحریفات جلیہ کرکے ایسا بودا ٹھیرائے دیتے ہین کہ جودت فصاحت و بلاغت تو درکنار فصحا کی نظر مین آپکی تاویلات و تحریفات کے تسلیم کی بدولت باصوات حیوانات ہوا جاتا ہی اور درحقیقت مطلب بھی آپکا دریہی ہی کہ اس معجزہ باقیہ کو کہ تیرہ سو برس سے منکرین کو بھی مسلم چلا آتا ہی جسطرح بن پڑے خراب کردین اب ہا کلام قدرۃ کا مامن وہ بھی آپ کی نزدیک ایسی بودی اور ناقص ہی کہ ممکنات عالم بھی اُسکے تحت مین داخل نہین اور قانون قدرت تو آپ کا ایک عذر باطل ہی قدرت اُسکی بے انتہا ہے اور جس چیز کی کچھ حد و انتہا نہین وہ محصور نہین ہوسکتی ملحدین اور جہلاء فرنگ کی

تقلید سے آپنے بھی اللہ تعالی کی قدرت کو اپنی جہالت کے سبب سے پابند اپنے قواعد متوہمہ اور متخیلہ اور باطلہ کا اور غیر محصور کو محصور ٹھیرا دیا ہی وما قدروا اللہ حق قدرہ **قال** جب کہ ہمکو یہ ثابت ہوگیا کہ (صاعقہ) کے معنی موت کے نہین بلکہ اس مقام پر ہو بھی نہین سکتے اور بعث کا اطلاق لا بعد الموت پر بھی آتا ہی تو ہم لفظ موت کو اُسکے حقیقی معنون پر یعنے بدن سے جان نکل جانے پر اطلاق نہین کر سکتے بلکہ مردے کی مانند ہو جانے پر اطلاق کرتے ہین اور اسکی دلیل خود قرآن مجید مین موجود ہی سلئے کہ جو واقعہ اس مقام پر بیان ہوا ہی وہی واقعہ سورہ اعراف مین بھی آیا ہی اور وہان یہ فرمایا ہی کہ فلما اخذتہم الرجفۃ قال رب لو شئت اہلکتہم من قبل وایای یعنے بنی اسرائیل مین سے ستر آدمی جو خدا کے دیکھنے کے لیے گئے تھے ڈر کے مارے کانپنے لگے تو حضرت موسی نے کہا کہ اے پروردگار اگر تو چاہتا تو اس سے پہلے ہی اُنکو اور مجکو مار ڈالتا اس سے صاف پایا جاتا ہی کہ اُنکے مرنے تک کی نوبت نہ پہونچی تھی یا بیہوش ہو گئے تھے یا اُنکی حالت مردے کی سی ہوگئی تھی اور اسی سبب سے یہان اُنپر مردہ کا اطلاق کیا گیا ہی **قلت** وجہ ثبوت حسبتہ آپنے صاعقہ کے موت کے معنی نہونے پر بیشتر پیش کی ہی اُسکا حال تو اوپر معلوم ہو چکا کہ محض آپکی بناوٹ اور مغالطہ ہی بلکہ ہم خود آپ ہی کے دلائل سے ثابت کر چکے ہین کہ بلاشبہ وشک (صاعقہ) سے مراد (موت) یا (عذاب مہلک) ہی ہی پس یہ کہنا آپ کا کہ (صاعقہ) کے معنی (موت) کے نہین باطل ہی اور ہم یہ بھی ثابت کر چکے ہین کہ لفظ (بعث) جب قرین (موت) آتا ہی تو بلاشبہ وشک اُس سے مراد جلا کر اُٹھانا مقصود ہوتا ہی جیسا کہ یہان ہی پس قول آپکا کہ بعث کا اطلاق لا بعد الموت پر بھی آتا ہی کچھ مفید آپکے نہین آپ کو ایسی دلیل پیش کرنی لازم تھی کہ (بعث) کا لفظ مقارن (موت) واقع ہوا ہو اور وہان مراد زندہ کرنا نہو مگر یہ آپسے نہو سکا پس آپکی سب بناوٹ بیکار ہی اور رہی وجوہ باطلہ کی بنا پر آپ یہ کہتے ہین کہ لفظ (موت) کو ہم معنی حقیقی پر اطلاق نہین کر سکتے

جب یہ وجوہ ہی فاسد ہین تو یہ قول بھی آپ کا محض غلط اور بنا ر فاسد علی الفاسد ہی اور یہ جو لکھتے ہین
کہ (موت) کے معنی ہم مثل مردے کے ہوجانے کے لیتے ہین اسیکا نام تو تحریف ہی (موت)
کے معنی (لغت) مین (بیہوش یا مثل مردہ کے ہوجانا) نہین اور کوئی دلیل امتناع معنی حقیقی
کی نہین اور جو جو وجوہ آیندہ آپنے لکھی ہین سب کی سب غلط اور از قسم اباطیل اور مغالطہ کے
ہین علاوہ اسکے ہم کہتے ہین کہ ہمنے فرض کیا کہ (صاعقہ) کے معنی (موت) نہین مگر اس سے یہ
کیونکر لازم آیا کہ (موت) کے معنی (مثل موت) لیے جاوین اور حقیقی معنی اُسکے متروک
کر دیئے جاوین چونکہ (صاعقہ) کو اگر خود (موت) بھی نہ ٹھیرایا جاوے تو خالی اس سے تو نہین
کہ وہ (سبب موت) ہی ہو پھی کلمہ (صاعقہ) کا نسبت اہلاک قوم عاد و ثمود وارد ہی فتوا عن امر ربہم
فاخذتہم الصاعقۃ وہم ینظرون (ذاریات) انذرتکم صاعقۃ مثل صاعقۃ عاد و ثمود (حم سجدہ)
حالانکہ اُن دونو قومون کے ہلاک ہونے مین بسیط حکا شک و شبہ نہین پس اگر کلمہ (صاعقہ)
مستلزم عدم (موت) کا ہوتا تو نسبت قوم ہاے ہلاک شدہ کے اُسکا استعمال کیونکر روا ہوتا
اور ہمنے یہ بھی فرض کیا کہ (بعث) کا اطلاق (لا بعد الموت) پر بھی آتا ہی لیکن اس مین بھی تو شک و شبہ
نہین کہ بمعنی زندہ کرنے بعد موت کے بھی کثیر الاستعمال ہی اور جبکہ یہ امر مسلم الثبوت ہی کہ کلمہ (صاعقہ)
مستلزم عدم موت کا نہین اور کلمہ (بعث) کا استعمال معنے زندہ کرنے مین بہت وقایع و شائع ہی
پس صریح لفظ (موت) کو اُسکے اصلی اور حقیقی معنی سے ہیر پھیر کر کے ایک اور معنی مین مستعمل کرنا اسیکا
نام تحریف ہی جواب ہا استدلال سیہ الطائفہ کا سورہ (اعراف) سے سو حال اُسکا یہ ہی کہ درحقیقت وہ
استدلال آیہ شریفہ سے نہین بلکہ اُس آیہ کے معنی مین تحریف کر کے جو ترجمہ کیا ہی اُس ترجمہ محرفہ سے
استدلال ہی اور درحقیقت اُس ترجمہ محرفہ سے بھی استدلال صحیح نہین ہو سکتا بیان اُسکا یہ ہی (اولاً)
آیہ کا ترجمہ جو یہ لکھتے ہین کہ (یعنی بنی اسرائیل مین سے ستر آدمی جو خدا کے دیکھنے کے لیے گئے تھے

ڈر کے مارے کانپنے لگے) بالکل غلط ہی قرآن مجید مین تو یہ کلمات ہین واختار موسی قومہ سبعین رجلا لمیقاتنا اسکے معنی یہ ہین کہ چھانٹے موسیٰ نے اپنی قوم مین سے ستر آدمی ہمارے وعدہ کے وقت کی لیئے اس آیہ مین اصلا یہ نہین کہ حضرت موسیٰ اُن ستر آدمیون کو خدائے تعالی کے دکھلانے کے لیئے لیگئے تھے اور یہ کیونکر ہو سکتا تھا اسلیئے کہ اس سے پیشتر خود حضرت موسیٰ جو طالب دیدار ہوے تھے اُنکو جواب (لن ترانی) مل چکا تھا باوجود اسکے ہرگز ممکن نتھا کہ پھر بھی جناب موسی ایسی جرأت کرتے کہ ستر آدمیون کو خدا کے دکھانے کے واسطے لیجاتے اور بالفرض اگر یہ واقعہ واقعہ (لن ترانی) سے پیشتر ہوتا تو بعد اسقدر تنبیہ اور تہدید کے دوبارہ (رب ارنی انظر الیک) زبان پر نہ لاتے پس لکھنا سیہ الطائفہ کا کہ یعنی بنی اسرائیل مین سے ستر آدمی خدا کے دیکھنے کے لیئے گئے تھے محض غلط اور بالکل افترا ہی (ثانیا) یہ جو لکھتے ہین کہ (ڈر کے مارے کانپنے لگے) یہ بھی کسی آیہ کا ترجمہ نہین بلکہ ایک طبعزاد تحریف ہی اللہ تعالیٰ کا کلام پاک یہ ہی فلما اخذتہم الرجفۃ اسکے معنے یہ ہین کہ جب لے لیا اُنکو (رجفہ) نے،، اسکے یہ معنی نہین کہ (ڈر کے مارے کانپنے لگے) اب دیکھنا چاہیئے کہ کلمہ (اخذتہم الرجفۃ) یا (اخذتہم الصاعقۃ) جہان جہان قرآن مین آیا ہی اُس سے کیا مراد ہی آیا ہلاک کر دینا مقصود ہی یا محض کانپنا ہی بدون ہلاک کے مقصود ہی سورہ اعراف مین ہلاک قوم ثمود کو انھین کلمات سے تعبیر فرمایا ہی (فاخذتہم الرجفۃ) (حم سجدہ) مین ہی (اخذتہم صعقۃ العذاب الہون) (ذاریات) مین ہی (اخذتہم الصعقۃ وہم ینظرون) قوم شعیب ع کے ہلاک کی نسبت بھی یہی کلمات ہین (اخذتہم الرجفۃ) (اعراف) و (اخذ الذین ظلموا الصیحۃ) سورہ (حجر) مین قوم لوط کی نسبت اور اصحاب الحجر کی نسبت ہی (اخذتہم الصیحۃ) سورہ (مومنون) مین ہے (فاخذتہم الصیحۃ) چونکہ ان سب مواقع مین یعنے جہان جہان (اخذتہم الرجفۃ) یا (اخذتہم الصاعقۃ) واقع ہوا ہی اُن سب مواقع مین اُس سے ہلاک ہی کر دینا مقصود ہی پس یہان اُن معنے سے باوجود دیگر تائیدات کے انحراف کرنا اور غلط معنی پر محمول کرنا صراحۃ تحریف ہی (ثالثا) یہ جو لکھتے ہین کہ

اس سے پایا جاتا ہو الخ ہم نہین سمجھتے کہ اس سے یہ بات کیونکر پائی جاتی ہو آیات سورہ اعراف کی
نہ بعبارۃ النص اس مدعا پر دلالت کرتی ہین نہ بدلالۃ النص نہ باشارۃ النص نہ باقتضاء النص چونکہ کسی قسم
کی دلالت نہین پس یہ کہنا سید الطائفہ کا کہ اس سے پایا جاتا ہی محض غلط ہی اگر (اخذتہم الرجفۃ) یا
(اخذتہم الصاعقۃ) اس پر دلالت کرتا کہ وہ اس عذاب سے مرے تھے تو البتہ یہ کلمات معارض نص
صریح (من بعد موتکم) کے ہو سکتے اسوقت البتہ واسطے تطبیق اور رفع تعارض دونون آیتون کے
حاجت اسکی واقع ہوتی کہ کلمہ (موت) کے اصلی معنے مراد نہ لیے جاوین یا اُن آیات کی کچھ تاویل کیجاوے
لیکن چونکہ وہ کلمات اصلا عدم موت پر دلالت نہین کرتے بلکہ بحسب وجہ مذکورہ وقوع موت پر دلالت
کرتے ہین پس کوئی وجہ اسکی نہین کہ (موت) کے معنی کو بدلا جاوے اور محمول اوپر غشی یا مثل
مردہ ہو جانے کے کیا جاوے بلکہ بموجب ضابطہ کلیہ مبرہنہ اصول فقہ کے (متی امکن الحقیقۃ سقط المجاز)
بالبداہۃ واجب ہی کہ (موت) کے معنی حقیقی یعنے (مرجانا) ہی ٹھیرائے جاوین اور قول جناب موسیٰ ع کا
لو شئت اہلکتہم من قبل و ایای بھی کچھ مفید مدعاے سید الطائفہ نہین بلکہ تمامتر اُنکے مدعا کے خلاف ہی
جب وہ لوگ ہلاک ہو گئے تو حضرت موسی کو یہ خیال ہوا کہ مین بنی اسرائیل کو کیا جواب دونگا وہ قوم
از بسکہ قاسی القلب اور بدگمان اور بداعتقاد ہین مجھ سے بہت جھگڑا کرینگے کہ ہمارے بزرگون کو
تو ہلاک کرنے کو لے گیا تھا اسلیے اُنھون نے یہ دعا کی اور کلمہ (اہلکتہم من قبل) صاف دلیل اسکی ہے
کہ وہ لوگ ہلاک ہو گئے تھے یعنے اسوقت مین جو تونے انکو ہلاک کیا اس مین بنی اسرائیل مجھ پر
بڑا الزام لگا دینگے تیرے ارادہ اور مشیت کی کوئی چیز مانع نہ تھی اگر تو چاہتا تو پیشتر اس ہلاکت کے
وقت سے اُنکو اور مجھکو ہلاک کر دیتا اور یہ بھی ظاہر ہی کہ اگر اُسوقت وہ ہلاک نہوے ہوتے اور اُنپر
غشی مثل غشی حضرت موسیٰ کے طاری ہوتی تو اسقدر فریاد جناب موسی ع کی کسیطرح خیال مین نہیں
آسکتی کہ از قسم قبل از مرگ اویلا ہی غرضکہ کلمہ (اہلکتہم) نے تمام تحریفات سید الطائفہ کو باطل کر دیا اگر

ہلاک نہوے ہوتے بلکہ غش مین آئے ہوتے تو یہ کہتے کہ اگر تو چاہتا تو پیشتر سے اُنپر غشی طاری کرتا
نہ یہ کہ ہلاکتہم کہتے **قال** علاوہ اسکے حضرت موسی پر پروردگار کی تجلی ہوئی تھی جسکے سبب پہاڑ
ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا تھا وہان یہ لفظ ہین (وخر موسی صعقا) یعنی موسیٰ بیہوش ہو کر گر پڑا **قلت**
ہم نہین سمجھتے کہ اسکے یہان لانے سے کیا مقصود ہی آیا یہ مراد ہی کہ قوم اور موسیٰ ع کا سب امر مین
ایک سا حال ہونا چاہیئے اگر یہ بات ہی تو کمال نادانی سید الطائفہ کی ہی حضرت موسی ع مرتبہ نبوۃ پر مشرف
ہوے تھے اس بنا پر لازم آتا ہی کہ قوم کی قوم سب نبوۃ پر مشرف ہون علاوہ براین یہ دوسرا واقعہ ہی
یہان کلمہ (صعقا) واقع ہی وہان کلمہ (صاعقہ) ہی اور ہم پیشتر بیان کر چکے ہین کہ دونو کلمون کے معنی
مین بہت فرق ہی بنی اسرائیل پر بسبب ارتکاب جرم عظیم کے یہ عذاب نازل ہوا تھا چنانچہ خود سید
الطائفہ بھی اسکا اقرار کرتے ہین اور قران مجید مین اُنکی نسبت سورہ (نساء) مین ہی (فاخذتہم الصاعقۃ
بظلمہم) کلمہ (بظلمہم) اُنکے کفر و شرک پر دلیل ہی بمقتضاے ان الشرک لظلم عظیم برخلاف طلب حضرت
موسیٰ ع کہ ہمارے عقیدہ کی بموجب کسی جرم کے مرتکب نہین ہوے تھے بلکہ وہ ایک شی ممکن کے
طالب ہوے تھے اور بقول سید الطائفہ کے اُنکو ذہول ہو گیا اور اُنکی عقل پر پردہ پڑ گیا تھا
بہرحال دونو طلبون مین بہت بڑا تفاوت ہی علاوہ براین یہ کیسی بڑی نادانی سید الطائفہ کی ہی کہ
قوم کی تعذیب اور موسیٰ کی تجلی کو ایک سا سمجھتے ہین اور مفصل بحث اسکی اوپر ہو چکی ہی **قال** خدا تعالے
نے خوف کی حالت کو موت کی بیہوشی کی حالت سے تشبیہ دیا ہی فاذا جاء الخوف رایتہم ینظرون الیک
تدور اعینہم کالذی یغشی علیہ من الموت (احزاب) **قلت** یہ ایک عجیب دلیل ہی سید الطائفہ کی
اسپر کہ یہان (موت) سے بیہوشی مراد ہی اور اسکی سند مین آیہ سورہ (احزاب) کا لانا یہ سب سے
زیادہ عجیب ہی فرمایئے جناب سید الطائفہ اس آیہ مین جو کلمہ (موت) واقع ہی اُسکے معنی (مرنے)
کے ہین یا غشی اور بیہوشی کے کوئی نہین کہ سکتا کہ (موت) سے مراد غشی اور بیہوشی ہی کیونکہ حالت

سکرات موت کے ساتھ حالت خوف کو تشبیہ دیا ہی غشی کو بمعنی (موت) نہین فرمایا گیا اور جب یہ
بات متعین ہوئی کہ یہان بھی معنی (موت) کے (مرنا) ہی ہین تو آپ کا کیا مطلب حاصل ہوا الغرض عجیب
حال ہی سید الطائفہ کا کہ ان حق مین اسطرح تائید جہلا و سفہا فرنگ کے بہانتک مصروف ہین کہ
مصداق شعر شاعر کا اپنے آپ کو بنا لیا ہی ؎ مرد نادان در سخن باشد دلیر ✤ زانکہ اگر گوید
از بالا و زیر ✤ مگر بحکم الحق یعلو ولا یعلی کوئی بات بن نہین پڑتی **قال** موت کے لفظ کا نہایت وسیع
معنون مین استعمال ہوتا ہی **قلت** اگر مراد یہ ہی کہ معنی حقیقی اسکے بہت وسیع ہین تو غلط محض ہی
اور اگر مراد یہ ہی کہ باعتبار مجاز کے بہت معنون مین مستعمل ہوتا ہی تو تخصیص لفظ موت کی بجا ہی ایسا کوئی
لفظ کسی زبان مین نہین کہ اسکو مجازا بہت سی معنی مین مستعمل نہ کر سکین مگر ارادہ مجاز کیواسطے دلیل
امتناع ارادہ حقیقت کی ضرور ہی **قال** امام فخر الدین رازی اور صاحب تفسیر ابن عباس نے سورہ
زمر کی ۴۲- آیت مین لفظ موت کو بمعنی نوم قرار دیا ہی اور (حین موتہا) کی تفسیر (حین منامہا)
کی ہی **قلت** محض نافہمی سید الطائفہ کی ہی امام رازی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہین المسئلۃ الشایعۃ
المقصود من الآیۃ انہ تعالی یتوفی الانفس عند الموت و عند النوم الا انہ یمسک الانفس التی قضی علیہا
الموت و یرسل الاخری، ہی الی ائمۃ الی اجل مسمی ای الی وقت ضربوہا فقولہ تعالی اللہ یتوفی
الانفس حین موتہا یعنی انہ تعالی یتوفی الانفس التی نامت و اماتت عند منامہا و قولہ تعالی فیمسک التی
قضی علیہا الموت یعنی ان النفس التی یتوفاہا عند الموت یمسکہا و لا یردہا الی البدن و قولہ یرسل الاخری
الی اجل مسمی یعنی ان النفس التی یتوفاہا عند النوم یردہا الی البدن عند الیقظۃ و تبقی ہذہ الحالۃ الی اجل
مسمی و ذلک الاجل ہو وقت الموت فہذا تفسیر لفظ الآیۃ وہی مطابقۃ للحقیقۃ یعنی مقصود آیۃ کا یہ ہی کہ
اللہ تعالی قبض کر لیتا ہی جانون کو بروقت خواب کے اور بروقت موت کے مگر روکے رکھتا ہی
اُن جانون کو جنپر موت کا حکم کیا اور چھوڑ دیتا ہی دوسری کو جو سونی ہی ایک وقت معین تک یعنے

اُسوقت تک جو اُسکی موت کے لیے معین کیا ہی پس معنی اللہ یتوفی الانفس حین موتہا کے یہ ہین کہ
اللہ تعالی قبض کرلیتا ہی اُن جانون کو جو سوگئی ہین اور مرے نہین بر وقت اُنکے سونے کے اور
معنی یمسک التی قضی علیہا کے یہ ہین کہ جن جانونکو موت کے وقت قبض کرتا ہی اُنکو روک لیتا ہی
اور اُنکے ابدان کی طرف نہین پھیر دیتا اور معنی یرسل الاخری کے یہ ہین کہ جس جانکو بر وقت
خواب کے قبض کرتا ہی پھیر دیتا ہی بر وقت بیداری کے اور یہ حالت باقی رہتی ہی ایک وقت
معین تک اور یہ وقت معین وقت اُسکے مرجانے کا ہی اور یہ ہی تفسیر کلمات آیہ کی اور مطابق حقیقت
واقعی کے ہی سید الطائفہ عبارت تفسیر کبیر کو مطلقا نہین سمجھے اُسکا مطلب یہ ہی کہ اللہ تعالے
جانون کو دو نو حالتون مین یعنے حالت نوم اور حالت موت مین قبض کرلیتا ہی پس وہ جان جس کو
قبض کرتا ہی سونے مین اُسکو پھیر دیتا ہی اور جو جان کہ نہین مری ہی اُسکو قبض کرلیتا ہی اور اُس کو
نہین پھیرتا مگر عبارت مین کسیقدر اجمال ہی صاحب کشاف کی عبارت کا اُنھون نے خلاصہ لکھا ہی
چنانچہ یہ مضمون اول عبارت مین بہت مصرح کیا ہی اور کشاف مین بہت صاف صاف بیان کیا ہی اور
خود قرآن مجید مین جو یہ عبارت ہی کہ یتوفی الانفس حین موتہا والتی لم تمت فی منامہا اس سے صاف
ظاہر ہی کہ حین موتہا سے مراد خواب نہین کیونکہ اُسکے معنی یہ ہین کہ اللہ قبض کرتا ہی جانون کو بر وقت
موت کے اور جو جان کہ نہین مری اُسکو بر وقت موت کے اور جب خود آیہ سے ظاہر ہی کہ مراد
موتہا سے خواب نہین تو ظاہر ہی کہ تفسیر اُسکے خلاف نہین ہوسکتی اور تفسیر ابن عباس مین مطابق
نقل صاحب کشاف کے صرف تفصیل روح اور نفس کی ہی اُسمین بھی تفسیر (موتہا کی) (منامہا) نہین
قال اور قرآن مجید مین پانچ مین پڑے رہنے پر بھی موت کے لفظ کا استعمال ہوا ہی جہان سورہ
آل عمران مین فرمایا ہی کہ قل موتوا بغیظکم یعنی اپنے غصہ مین مرجاؤ یعنی اُسمین مبتلا رہو **قلت** یہ دوسرا
یعنے طبعزاد سید الطائفہ کا از قسم تحریف ہی (موتوا) اپنے معنی حقیقی ہی مین مستعمل ہی اور (موتوا بغیظکم)

بدعا ہے حق مین منافقین کے مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اسلام کو ایسی قوۃ اور ایسا اعزاز کامل بخشے کہ جسکے سبب تمہارا غیظ یہانتک بڑہے کہ تم اوس غیظ کے سبب مرجاؤ چنانچہ صاحب کشاف اسکی تفسیر مین لکھتے ہین فانہ دعا علیہم بان یزداد غیظہم حتی یہلکوا بہ والمراد بزیادۃ الغیظ زیادۃ ما یغیظہم من قوۃ الاسلام وعزاہلہ وما لہم فی ذلک من الذل والخزی والتبار یعنی پس تحقیق یہ بددعا ہے اونپر اسطور پر کہ زیادہ ہووے اونکا غیظ یہانتک کہ وہ ہلاک ہوجاوین اوس غیظ مین اور مراد غیظ کی زیادتی سے زیادتی اوس چیز کی ہے جو اونکو غصہ مین ڈالے اسلام کی قوت اور مسلمانون کی عزت سے اور ذلت اور محتاجی اور خواری اور ہلاکی سے جو اونکو یعنی کفار کو ہے آمین امام فخرالدین رازیؒ نے بھی اسیکی مطابق لکھا ہے سوا اسکے ایک اور طور پر بھی اسکی تفسیر کی ہی اور وہ یہ ہے کہ وایضاً فانہ دعا علیہم بالموت قبل بلوغ ما یتمنون یعنی بددعا ہے اونکو اونکے مرجانے کے قبل اسکی کہ وہ اپنی مراد کو پہونچین سید الطائفہ نے جو آیہ کے یہ معنی گھڑے ہین کہ اپنے غصہ مین مبتلا رہو اونہون نے کچھ بھی مطلب آیہ کا نہین سمجھا اور غلط معنی از راہ کج فہمی اور ناواقفی کے علم زبان عرب سے لکھدیے کلمہ موت یہان اپنے حقیقی معنی مین ہی مستعمل ہے **قال** ڈہی ہوئے شہر غیر آباد فصل یا فصل گذری ہوئی زمین پر بھی موت کا استعمال ہوتا ہے **قلت** ہمکو اسوقت بیان کرنا اسکا ضرور نہین کہ طریق اس استعمال کا کیا ہے آیا از روئے حقیقت ہے یا مجاز کے صرف اسوقت اسقدر لکھنا کافی ہے کہ آیہ مانحن فیہ مین یہ معنی صحیح ہو سکتے ہین یا نہین ظاہر ہے کہ نہین ہو سکتے پس جو معنی کہ اس آیہ مین صحیح ہی نہین ہو سکتے پس تذکرہ اونکا اس آیہ کی بحث مین محض مشاغبہ ہے **قال** بے جان بامسمہ دم شئی پر بھی موت کا لفظ بولا جاتا ہے **قلت** ہماری اور سید الطائفہ کی تشریحات سے بالاتفاق یہہ امر تو خوب

واضح ہے کہ کلمہ موت سے اس آیۃ مین عدم یا معدوم ہونا تو مراد نہین ہوسکتا باقی رہا بے جان ہونا اسکی ہم خود مدعی ہین اور یہ امر تمامتر مبطل مخرقات سید الطایفہ کا ہے **قال** غرضکہ جہانتک غور کیا جاتا ہے اس مقام پر لفظ متوکم سے جو قران مجید مین آیا ہے اون لوگون کے فی الحقیقت مرجانے پر استدلال نہین ہوسکتا **قلت** کلمہ موت بالمطابقہ بموجب معنی حقیقی کے مرجانے پر دلیل قطعی ہے اور کلام عرب مین ان معنی مین ایسا کثیر الاستعمال ہے کہ بیشمار نظیرین اسکی موجود ہین مگر بنظر خوف تطویل مین چند سندین اوسکی پیش کرتا ہون قران مین سورۂ (آل عمران) مین ہے ما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل افائن مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم سورۂ (عنکبوت) مین ہے کل نفس ذائقۃ الموت سورۂ (بقرہ) مین ہے کتب علیکم اذا حضر احدکم الموت الآیہ سورہ (آل عمران) مین ہے لا تموتن الا وانتم مسلمون **شعر** اذا مت فانعینی بما انا اہلہ ✣ وشعثی علی الجیب یا ام معبد ✣ اور سید الطائفہ نے اوسکی عدم ارادہ کے اثبات کے واسطے **ایک** عذر تو بربنائے کلمہ (رجعہ) کو پیش کیا کہ محض بے اصل تہا اور رد اوسکا بخوبی ہوچکا **دوسرا** عذر باطل بربنائی خرموسی صعقا پیش کیا وہ بہی تمامتر بے اصل قرار پایا **تیسرا** عذر سورۂ (احزاب) کی بنا پر پیش کیا اوس آیۃ سے بخوبی ہمارا ہی مدعا ثابت ہوا کہ موت کا کلمہ اوس آیۃ مین بمعنی مرنے کے ہی ہے **چوتہا** عذر آیۃ سورۂ (زمر) مین جو کلمہ موت واقع ہے اوسکی نسبت لکہا کہ تفسیر امام فخر الدین رازی اور تفسیر ابن عباس مین اسکی معنی (نوم) یعنی سونے کے لکہے ہین سو ہمنے ثابت کردیا کہ محض نافہمی سید الطایفہ کی ہے اون تفسیرون مین ہرگز ایسا نہین **پانچوان** عذر بربنار (موتو ابغیظکم) پیش کیا اوسکی نسبت بہی ہمنے خوب طرح پر ثابت کردیا کہ یہ عذر مبنی بر نافہمی اور بے علمی اور جہل سید الطایفہ کے ہے

اور کلمۂ (موتوا) معنی مرجانے مین ہی مستعمل ہے **چھپنا** عذر بلا و خراب شدہ اور زمین بنجر کا پیش کیا اوسکا حال بھی اوپر مذکور ہوچکا کہ آیۃ مانحن فیہ مین بالاتفاق وہ معنی مقصود نہین ہوسکتے **سانوان** عذر اطلاق کا اوپر شی معدوم کے پیش کیا اوسکا حال بھی متحقق ہوچکا کہ یہ معنی یہان مراد نہین ہوسکتے **آٹھوان** عذر اطلاق کا اوپر بیجان چیزون کے پیش کیا چونکہ یہہ عذر خود مبطل تمام مزخرفات سید الطائفہ کا ہے ہمنے بھی اسکو تسلیم کیا پس ہرگاہ لفظ (موت) از روئے حقیقت معنی مرجانے پر نص صریح اور زبان عرب مین ان معنی مین نہایت کثیر الاستعمال ہے اور سید الطائفہ نے جسقدر عذرات پیش کئے ہین اکثر اونمین محض مغالطات و مشاغبات بے اصل ہین اور بعض اونمین خود مبطل اونکے مدعا کے ہین علاوہ بران اگر کہین بسبب وجود قرینہ کے مجازاً کسی اور معنی مین مستعمل بھی ہوا تو چونکہ اس آیۃ مین کوئی دلیل عدم امکان ارادۂ حقیقت کے نہین تو یہہ کہنا اونکا (جہانتک غور کی جاتی ہے (الی قولہ) استدلال نہین ہوسکتا) ایسی بات ہے کہ اگر انصاف کی رو سے وہ خود بھی غور فرماوین تو اپنے دلمین اس کہنے پر بہت ہی شرمندہ اور پھر ایسے واہیات عذرات زبان پر نہ لاوین **قال** یہہ تمام واقعات موسی اور بنی اسرائیل پر سینا کے مقام مین گذرے تھے وہان ایک سلسلہ پہاڑون کا ہے جسکو طور سینا یا طور سینین کہتے ہین اور کبھی طور بھی اوسکا نام لیتے ہین **قلت** تمام سلسلۂ پہاڑون کا نام طور سینا یا طور سینین نہین بلکہ اوس سلسلہ کا ایک جزء ہے جسکو طور سینا اور طور سینین اور طور کہتے ہین جسطرح پر ہندوستان کی حد شمال مین ایک سلسلہ پہاڑون کا ہے کہ جسکے واقعات علیحدہ علیحدہ ناموں سے مشہور ہین **قال** کچھ شبہ نہین ہوسکتا کہ حضرت موسی کے زمانہ مین وہ کوہ آتش فشان تھا **قلت** یہہ عادۂ ہے سید الطائفہ کی

کہ جب دیکھتے ہین کہ تاویلات اور تحریفات اونکی بالبدیہۃ فاسد ہین اور اصلا قابل قبول
کے نہین تو طریقہ توہم پرستی اور بادیہ پرستی کا اختیار کرتے ہین چنانچہ یہان بھی وہی طریقہ
اختیار کیا اور توہم پرستی اور بادیہ پرستی شروع کی ہم یہ کہتے ہین کہ یہہ قول اونکا بالکل غلط
ہے کہ وہ طور بالیقین نہ کبھی آتش فشان ہوا نہ اب ہے اور ممکن ہی نہین کہ وہ اوس زمانہ
مین آتش فشان ہو **قال** جب بنی اسرائیل نے حضرت موسی سے کہا کہ ہم علانیہ خدا
کو دیکھنا چاہتے ہین تو وہ بجز اوسکے قدرۃ کاملہ کے ایک عظیم الشان کرشمہ کے اونکو
نہین دکھا سکتے تھے بس وہ اونکو قریب اوس پہاڑ کے لیگئے جسکی آتش فشانی اور
گڑگڑاہٹ اور زور وشور کی آواز اور پتھرون کی آواز کے خوف سے بیہوش ہوگئے
قلت بیان واقعات مین کسقدر مغالطہ کو کام مین لارہے ہین قرآن مجید مین یہ کلمات
ہین لن نومن لک حتی نری اللہ جہرۃ یعنی ہم تجھپر ایمان نہ لاوینگے جبتک اللہ کو
عیانا نہ دیکھہ لینگے اس گستاخی اور کفر کی سزا مین اونپر یہ عذاب نازل ہوا تھا اگر یہ کہتے
کہ ہم خدا کو دیکھنا چاہتے ہین تو اونپر یہ عذاب نازل نہوتا بلکہ حضرت موسی اونکو سمجھاتے
کہ تم خدا کو اس دار دنیا مین نہین دیکھہ سکتے جیسا کہ اللہ تعالے نے حضرت موسی کو سمجھا
دیا تھا کہ (لن ترانی) زبدۃ المفسرین المتاخرین مولانا شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ
اس مقام مین لکھتے ہین کہ حق تعالی غضب فرمود بدو وجہ اول آنکہ گفتند کہ بگفتہ حضرت
موسی باور نخواہیم کرد حالانکہ رسول مصدق بالمعجزات را باور نداشتن بیخ کفر ست
علی الخصوص در مقام حضور و سماع کلام دوم آنکہ حتی نری اللہ جہرۃ گفتند اگر می گفتند
کہ ما آرزومند رویت او تعالی ہستیم ما را دیدار خود نماید محل غضب نمیشدند زیرا کہ رویت
او تعالی در دنیا نیز محال نیست و در طلب آن عذاب و عقاب نہ جوابش ہمین قدر بود کہ شما

قابل این نعمت نیستند در آخرۃ کہ از لوث وار جاس پاک خواہید شد خواہید دید کہ رویۃ
اخروی نصیب عوام مومنین ہست در رویۃ دنیوی بخاصان درگاہ بلکہ باخص الخواص مثل
پیغمبر آخر الزمان علیہ الف الف الصلوۃ والف الف سلام اور چونکہ بقول سید الطائفہ
کے وہ پہاڑ آتش فشان تھا اور آتش فشان پہاڑونکا حال جو کچھ ہے وہ کوئی عجائبات
سے نہین ایک معمولی بات ہے اوس سے تو بدرجہا زائد عجائبات وہ دیکھہ چکے تھے کہ اونکی
نظرون کے سامنے بحر قلزم پھٹگیا اور پانی کے تودہ کو ہمہائے عظیم کی برابر اونکے دائین
بائین کھڑی ہوگئی اور وہ خشکی مین اون تودون کے درمیان عین قعر دریا مین ہوکر نکل گئے
عصا کی کیفیت دیکھہ چکے تھے کہ اژدہا ہوکر ساحرون کی لاٹھیون اور رسیون کو نگل گیا
مقام رفیدیم مین ایک سنگ خارا سے بارہ چشمے پانی کے جاری کردئے ان عجائبات کے
مقابلہ مین ایک ایسے امر کو کہ دستور مستمر کے موافق ظہور اوسکا ہمیشہ متواتر رہتا ہے وہ لوگ
کسطرح پر عجائبات اور کرشمہ سمجھہ سکتے تھے اور ایسا امر معمولی کہ اوس مین موسی علیہ السلام کی
نہ کچھہ خصوصیت ظاہر ہوتی ہے نہ اونکی عظمت نہ اونکی نبوۃ و تقرب پر دلالت کرتا ہے کسیطرح
پر باعث اسکا نہین ہوسکتا کہ وہ اپنے اس مقولہ کفریہ سے کہ (لن نومن لک حتی) رجوع
کرین بلکہ یہ امر تو موجب ازدیاد کفر اور بدگمانی کا تھا کہ قوم کو دہوکا دیا خدا کے دکھانے
کا تو اظہار کیا اور کوہ آتش فشان مین لیجاکر اونکی مٹی خراب کی اور کیا سید الطائفہ کے
نزدیک وہ لوگ سب کے سب اندہے بہرے نادان ایسے مسلوب الحواس تھے کہ دور
سے نہ گڑگڑاہٹ کی آواز سنی نہ آگ کے شعلے دیکھے نہ آگ کی گرمی اونکو محسوس ہوئی
اپنی موت اونکو نظر نہ آئی یہانتک کہ اوس مقام سے کہ جہان سے یہ امور محسوس ہوسکتے
تھے آگے تک بڑہے چلے گئے یہانتک کہ ایسے قریب پہونچ گئے کہ مرنے تک کی نوبت

پہونچگئی حال اون لوگون کا توریتہ کی (۱۷) باب سفر خروج سے ظاہر ہے کہ زرا زرا سی بات پر موسی عرم سے جھگڑا کرتے تہے مقام رفیدیم مین جو پانی نملا تھا تو موسی عرم سے جھگڑنے لگے تھے کہ تو ہم کو مصر سے مار ڈالنے کے لئے نکال لایا ہے اور موسی عرم کو سنگسار کرنے پر مستعد ہو گئے تھے پس کسیطرح پر عقل سلیم باور نہین کرتی کہ ایسے لوگ موسی عرم کے کہنے سے دیدہ و دانستہ آتش فشان پہاڑ کے قریب اپنی جان کہونے کو چلے جاتے اور اون سے یہ جھگڑا نہ کرتے کہ ہمتو اللہ تعالی کے دیکہانے کے تجہے خواہان تھے تو ہمین اس آتش فشان پر مار ڈالنے کے واسطے لئے جاتا ہے علاوہ بران ہم تو یہ کہتے ہین کہ یہہ معاملہ جو بنی اسرائیل کے ساتھ ہوا عقوبت اور تعذیب تہی سید الطایفہ کہتے ہین کہ کرشمہ دکہایا گیا تہا چونکہ کرشمہ کا دکہانا از قسم تعذیب نہین دیکہو بہت سے کرشمہ اس سے پیشتر جو اونکو دکہائے گئے تھے اونمین ایک بہی از قسم تعذیب نہین پس اب تحقیق اسکی لازم ہے کہ آیا یہ معاملہ درحقیقت تعذیب تہا یا نہ تہا قران مجید کے کلمات سورہ (بقرہ) کی (اخذتکم) اور تمام آیات سورہ (اعراف) اور سورہ (النساء) کی اور سیاق کلام دلیل قاطع ہین اسپر کہ یہہ معاملہ تعذیبًا ہوا نہ از قسم کرشمہ دکہانے کے الغرض ان سب امور پر لحاظ کرنے سے یہ بات بخوبی ظاہر ہوتی ہی کہ سید الطایفہ بہاپس تقلید ملحدان فرنگ کے یہ بناوٹ کر رہے ہین اور حقیقت واقعی وہی ہے جو قران مجید سے ظاہر ہے کہ جب اونہون نے وہ گستاخی کی اور کلمہ کفر بکنے لگے تو خدائی تعالی نے اونکو اوسکی سزا مین ہلاک کیا **قال** خدائے تعالی اون تمام کامون کو جو اوسکے قانون قدرۃ سے ہوتے ہین خود اپنی طرف منسوب کرتا ہے اسیطرح ان واقعات عجیبہ کو بہی اوس نے اپنی طرف منسوب کیا ہے **قلت** عجب حال ہے سید الطایفہ کا کہ ایک نقطہ قانون قدرۃ

بطور سخن تکیہ کے زبان پر چسپڑ ہار کہا ہے محل بے محل اوسکو بولے جاتے ہین یہ واقعہ
تین جگہہ قران مجید مین مذکور ہے اس سورۃ مین (فاخذکم الصاعقۃ) سورۂ (اعراف)
مین ہے (اخذتہم الرجفۃ) سورۂ (نسار) مین ہے (فاخذتہم الصاعقۃ بظلمہم)
ان تینون جگہہ فعل (اخذ) کو منسوب بطرف اپنے نہین کیا بلکہ دو مقام مین مسند الیہ
فعل (اخذت) کا (صاعقہ) ہے اور ایک جگہہ (رجفہ) ہے باینہہ سید الطائفہ
جو یہ کہتے ہین کہ اپنی طرف منسوب کیا ہے مبنی بر ناواقفیت ہے البتہ (لعثنا) مین اسناد
(لبعث) کی اپنی طرف فرمائی ہے سو فی الحقیقت اسناد اوسکی کسی اور کی طرف حقیقتًا
یا مجازًا نہین ہوسکتی یہہ (بعث) متعلق صرف قدرۃ کاملہ غیر محصورہ ہی سے ہے جو
کسی قانون قاعدہ مین محصور نہین **قال** اس بات کے آثار کہ کوہ سینا درحقیقت آتش
فشان تہا ابتک پائے جاتے ہین اور ہر شخص اب بہی جاکر دیکہہ سکتا ہے **قلت**
غلط بات ہے بلکہ برعکس اسکے آثار موجود ہین کہ جن سے ہر شخص یقین کرسکتا ہے کہ یہہ پہاڑ
کبہی آتش فشان نہین ہوا اور ہمارے پاس بہت دلیلین اسپر موجود ہین کہ وہ پہاڑ کبہی
آتش فشان نہین ہوا اور وہ آثار جو اسپر دلالت کرتے ہین کہ وہ پہاڑ کبہی آتش فشان
نہین تہا ایسے موجود ہین کہ ہر شخص اونکو دیکہہ سکتا ہے اور دیکہہ بہی آئے ہین مگر مشکل
تو یہ ہے کہ سید الطائفہ دیکہنے والون کو متہم کرتے ہین کہ بپاس مذہب ایسا کہتے ہین
اس سے بہتر یہ ہے کہ خود سید الطائفہ تکلیف کو گوارا کرین اور مولوی مہدی علی اور مولوی
مشتاق حسین اور منشی چراغ علی کو بہی جو بڑے اکابر نیچریہ مین سے ہین ہمراہ لیجاوین
ہمارے پاس بہت دلیلین اسپر موجود ہین کہ کوہ طور پر جو شعلہ آتش حضرت موسیٰ علیہ السلام
کو دکہائی دیا تہا اور ایک زمانہ دراز کے بعد جو وہ پہاڑ ریزہ ریزہ ہوگیا تہا منشار

اوسکا آتش افشانی پہاڑکی نہ تہی **وجہ اول** یہہ کہ آتش افشان پہاڑون پر یا انکے قریب کوئی درخت نہین ہوسکتا حالانکہ جب حضرت موسی عمر لنے وقت مراجعت کی مدین سے اوس جگہہ شعلہ آتش کا بہڑکتا ہوا دیکہا تھا تو اوس کے قریب ایک درخت تھا جسکی طرف سے اونکو ندا غیبی آئی تھی انّی انا اللہ لا الٰہ الا انا الآیہ دیکہو سورہ (طہ) اور سورہ (قصص) توریتہ کی (۳) باب خروج کی (۲) درس مین بہی یہہ ہے کہ موسی نے نگاہ کی تو کیا دیکہتا ہے کہ ایک بونٹا آگ مین روشن ہے اور وہ جل نہین جاتا اس سے خوب ثابت ہوگیا کہ کوہ طور اوسوقت بہی آتش فشان نہ تہا اسلئے کہ کوہ آتش فشان کی عین وقت برافروختگی مین درخت کی تو کیا حقیقت ہے پتہر اور دیگر اجزائے ارضی بہی گداختہ ہوکر نکلتے ہین **وجہ دوم** یہہ کہ خود سید الطائفہ لکہتے ہین کہ وہ ستر آدمی قریب اوس پہاڑ آتش فشان کے تھے اور یہہ بہی کہتے ہین کہ وہ لوگ کانپنے بہی لگے تھے مرے نہ تھے حال آنکہ کوہ آتش فشان کے مشتعل ہونے کے وقت مین فاصلہ بعید تک زندہ رہنا کسی جاندار کا نہایت مستبعد ہے بلکہ عادۃً غیر ممکن معلوم ہوتا ہے اگر وہ کوہ آتش فشان تہا تو عین وقت آتش فشانی مین وہ لوگ باوجود اسقدر قرب کے کیونکر زندہ رہے ہر جگہہ پر قانون قدرۃ بگہارتے ہین یہان اوسکو کیون بہول گئے یہان بہی یہ کہنا لازم تھا کہ زندہ رہنا اونکا برخلاف قانون قدرۃ کے ہے بیشک وہ لوگ مرہی گئے تھے **وجہ سوم** باوجودیکہ متعلق فن جغرافیہ کے ہر قسم کی نہرون اور ندیون اور کیفیت زمین اور پہاڑون وغیرہا کی بہت تحقیقات ہوئی ہے زمانہ سابق مین بہی تحقیقات ہوتی رہی ہے اور حال مین بہی لیکن کسی محقق جغرافیہ یا کسی مورخ نے اس پہاڑکو آتش فشان نہین لکہا وہ جغرافیہ مرتبہ بطلیموس جو سید الطائفہ

کو خوش قسمتی سے ملگیا ہے اور صفحہ (۱۰۱) پر اوسکے حوالہ سے بہ نسبت بحر قلزم کے گفتگو
کی ہے اوسیکو ملاحظہ فرمائے اوسکو اسوقت کیون نہین پیش فرماتے کیا وہ خوش قسمتی اسوقت
مین مبدل بہ بدقسمتی ہوگئی کہ اوس نے بھی اس پہاڑ کو آتش فشان نہین لکھا وجہ چہارم
کتاب اقوم المالک مرتبہ سید خیرالدین وزیر ٹونس جسکا ترجمہ خلیفہ محمد حسن وزیر ریاست پٹیالہ
نے زبان عربی سے اردو مین باہتمام خود سید الطایفہ کرایا ہے اور اپنے خرچ سے چھپوکر
حق تالیف خزینۃ البضاعۃ مدرسہ سید الطایفہ مین پیش کیا ہے اوسیکو ملاحظہ فرمائے اوسمین
بھی تمام ایشیا مین صرف ایک پہاڑ کا آتش فشان پایا جانا مرقوم ہے جسکو بیشان کہتے ہین
اور حدود چین مین واقع ہے اس سلسلہ کے پہاڑون مین کسی پہاڑ کو بھی آتش فشان نہین لکھا
یہ امر نہایت مستبعد اور صریح خلاف عقل کے ہے کہ کوئی پہاڑ آتش فشان ایسے مقام پر ہو
جیسے مقام پر یہ پہاڑ واقع ہے اور کوئی ایک شخص بھی اوس سے واقف نہو سید الطایفہ
اپنے دعوی کی تایید مین حال سیاحت کیپٹن اسٹینلی کا لکھتے ہین کہ ایک بہت بڑا عالم
شخص یعنی کیپٹن اسٹینلی حالمین بطور سیاحت اوس وادی مین گئے تھے جہان سے حضرت موسی
اور بنی اسرائیل نے گذر کیا تہا اونہون نے اس پہاڑ کا حال اسطرح پر لکھا ہے
کہ چٹانون کی راہ سے جو بطور زینہ کے بنی ہوئی تہین ہم ایک وادی مین پہونچے جو سرخ
پتھر کے پہاڑونکے درمیان تہا یہان پر عجیب غریب پہاڑ دیکھنے مین آئے جنکے دیکھنے سے
معلوم ہوتا تہا گویا سرخ سیاہ مادہ کی گرم نہرین اونپر بہتی ہین درحقیقت آتشی مادہ
اون پر بہ آیا تھا جب کہ وہ زمین سے اوٹھے تھے یہہ راستہ ایسی جگہہ ہوکر گذرتا
تہا جہان بجز جلے ہوئے مادون اور خاکستہ کے اور کچہہ نہ تہا ایسا معلوم ہوتا تہا
جیسے کسی ہتیار ڈہالنے کے کارخانہ مین ڈہیر ہوتے ہین یہان اکثر ایسی چیزین دیکھنے

مین آئین جنکو کوئی نیا آدمی آتش فشان پہاڑ کے آثار تصور کرے لیکن یہہ غلط فہمی ہے
جلے پہاڑونکی مانند جو بڑے بڑے ڈہیر معلوم ہوتے ہین وہ صرف لوہے کے ریزے مین
جو بہر بہری پتہرون کی بناوٹ مین ملی ہوے ہین سرخی مائل پتہر کی چٹانون مین جو آتشی
عمل کے آثار پائے جاتے ہین وہ اونکی ابتدائے اوتہان سے متعلق ہین نہ کسی بعید انقلاب
سے ہرجگہہ پانی کے عمل کے آثار ہین آگ کے کہین نہین **قلت** بہ نسبت اس استدلال کے
ہمکو (اول) تو یہی کلام ہے کہ ہم کو سید الطائفہ کی نقل پر اطمینان نہین جب کہ وہ محرف
کتابون کی نقل مین بددیانتی کرتے ہین اور تراجم عبارات عربیہ مین حد سے زیادہ خیانت کو
کام مین لاتے ہین تو ایسی کتاب کی نقل مضمون اور ترجمہ مین کب چوکینگے خصوصاً اس عبارت
مین کہ (اوس وادی مین گئے تھے جہان سے حضرت موسیٰ اور بنی اسرائیل نے گذر کیا تہا)
(ثانیاً) جن عبارات سے وہ استدلال کرتے ہین ظاہراً یہی ہین (۱) درحقیقت آتشی مادہ
اونپر بہہ آیا تہا (۲) یہہ راہ ایسی جگہہ ہوکر گذرتا تہا جہان بجز جلے ہوے مادون اور
خاکستہ کے اور کچہہ نہ تہا مگر ان دونون فقرون سے کچہہ ثبوت آتش فشانی کوہ طور کا نہین
(اولاً) تو کیپٹن اسٹینلی نے جو کچہہ لکہا ہے اوسمین کوہ طور کا حال نہین لکہا جسکو سید الطائفہ
کوہ آتش فشان قرار دیتے ہین بلکہ ایک ایسے میدان کا حال لکہا ہے کہ جس مین بہت سے
ٹیلے متفرق خاکستہ اور جلے ہوے مادہ کی پائے جاتے تھے حالانکہ یہہ کیفیت اثر آتش فشانی
پہاڑ کی نہین ہوتی اگر وہ آتش فشان پہاڑ کے پتہرون کے خاکستہ ہوتے تو تمام وادی مین
پھیلے ہوئے ہوتے ہم ہندوستان مین بہی اس قسم کے ڈہیر ہردوار سے آگے برابر دیکہتے ہین
کہ پرانی پتہراوون کی مانند ڈہیر کے ڈہیر پڑے ہین مگر اون سے اسپر استدلال نہین
ہوسکتا کہ اس مقام پر کبہی کوئی آتش فشان پہاڑ تہا یا کسی آتش فشان پہاڑ کے

خاکستر یہان جمع ہوگئے ہین اور واقع مین یہی اون مقامات مین کوئی آتش فشان پہاڑ
نسابق ہین تہا نہ اب ہے حالانکہ کوہ طور ابتک موجود ہے فقرہ اول کی نسبت خود کسین
اسٹینلی لکہتے ہین کہ وقت ابتدا اوتہان کی علامت تہی اور نسبت اون ڈہیرون کے
بہی وہ لکہتے ہین کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے ہتہیارونکے بنانے کے کارخانہ کے ڈہیر
ہوتے ہین اور چونکہ یہہ امور متعلق معائنہ کے ہین اونکی ہیئت اور صورت کے دیکہنے والے
کی رائے بہ نسبت نہ دیکہنے والون کے زیادہ تر لایق وثوق کے ہے چنانچہ خود کسین
اسٹینلی اس باب مین بعد معائنہ کے اپنے رائے بہت وثوق کے ساتہہ یہہ لکہتے
ہین کہ نیا آدمی یعنی ناواقف حالات کو یہان کے آتش فشان سے آثار آتش فشان
پہاڑ کے تصور کرے لیکن یہہ غلط فہمی اوسکی ہے اور اوس غلط فہمی کے وجوہ بہی
اونہون نے لکہے ہین پس ابتک کہ وجوہ قوی ایسے شخص معائنہ کرنے والے کی رائے
کی رد پر اور اوسکے وجوہ کے ابطال پر قایم نہون تب تک جو کچہہ اوسکی رائے ہے ہرگز قابل
قابل قبول کے ہے ہان اگر وہ شخص قابل اعتماد نہین تو شروع ہی سے اون واقعات اور
حالات کو جو اوس نے لکہے ہین تسلیم کرنا لازم نہین مگر یہہ بات نہین ہوسکتی کہ جو حالات
اوس نے لکہے ہین اونکو تسلیم بہی کرے جاوین اور اوسکو معتمد بہی ٹہیرائے جاوین باینہمہ
اوس نے جو بعد معائنہ حالات کے رائے لکہی ہے اور بوجوہ اوس رائے کو موجہ کیا ہے
اوسکو بغیر کسی وجہ موجہ کے غلط ٹہیرایا جاوے سید الطایفہ رائے کیپٹن اسٹینلی کی نسبت
صرف یہہ عذر کرتے ہین کہ وہ پادری اور عیسائی مذہب کے پیشوا ہین عیسائیون کا
عقیدہ ہے کہ درحقیقت خدا ہی آگ کی صورت مین پہاڑ پر اترا تہا اسلئے اونہون نے
اس پہاڑ کو آتش فشان کہنے سے بچایا ہے **قلت** یہہ تو ایک زبردستی کا الزام

اونہون نے کوئی بات آتش فشانی کی جب نہین پائی بلکہ قراین قویہ اوسکی نفی پر پائے تب
اونہون نے یہ لکھا کہ ایسے آثار کو آثار آتش فشانی سمجھنا غلط ہے اگر وہ اپنے مذہب
کی تائید کرتے تو صاف یہ لکھدیتے کہ خداوند کے جلال سے پہاڑ ریزہ ریزہ ہوگیا
ہے مگر اونہون نے اپنی تقریر مین کچھہ پاس مذہب نہین کیا اور نہایت منصفانہ
راے لکھی ہے **قال** کینن اسٹینلی کے یہ تاویل کہ وہ نشانیان اوس پہاڑ کی بناوٹ
کی ہین صحیح نہین ہوسکتی **قلت** کینن اسٹینلی نے کوئی تاویل نہین کی اور اونہون نے
جو لکھا ہے کہ یہہ علامت ابتدا اوٹھان کی ہے اوسکی عدم صحت پر سید الطائفہ کے پاس
کیا دلیل ہے اور جو کیفیت واقعی اونہون نے لکھی ہے اگر اوسکو واقعی سمجھا جائے تو
فی الحقیقت وہ آثار آتش فشانی پہاڑ کے ہرگز نہین اونکو دلیل آتش فشانی کا سمجھنا
محض غلط کاری ہے پھر وہ یہ بھی لکھتے ہین (جلے پہاڑون کی مانند جو بڑے بڑے ڈھیر
معلوم ہوتے ہین وہ حرف لوہے کے ریزے ہین جو بہر بہرے پتھرون کی بناوٹ مین
ملے ہوئے ہین ہر جگہہ پانی کے عمل کے آثار ہین آگ کے کہین نہین) ان وجوہ کا
سید الطائفہ کے پاس کچھہ جواب نہین پس جو کچھہ سید الطائفہ نے بہ نسبت تحریر کینن
اسٹینلی کے لکھا ہے محض حکومت طلبی ہے اور ایک بات بھی لایق تسلیم کے نہین
قال خود توریت مین جو کچھہ اوس پہاڑ کی نسبت لکھا ہے (اگر صحیح تسلیم کیا جاوے)
تو کچھہ شبہ نہین کہ وہ آتش فشان پہاڑ تھا کتاب خروج باب نوزدہم مین لکھا ہے کہ
بوقت طلوع صبح رعدہا و برق ہا و غمامۂ مظلمہ بالاے کوہ نمایان شد و آواز کرنا بحدے
شدید شد کہ تمامی قومی کہ در اردو بودند لرزیدند و تمامی کوہ سینا را دود فرا گرفت و دود ش
مثل دود تنور متصاعد بود و تمامی کوہ متزلزل شد **قلت** خود اوسی باب کے ورس

(۱۷) مین ہے کہ بنی اسرائیل پہاڑ کے نیچے کہڑے ہوئے ورس (۲۰) مین ہے کہ خداوند نے موسیٰ کو پہاڑ کی چوٹی پر بلایا ورس (۲۴) مین ہے خداوند نے موسی سے کہا کہ چل نیچے جا اور تجھکو پہاڑ پر آنا ہوگا تو اور ہارون تیرے ساتھہ اب فرماے سید الطائفہ نیچر یہ کیسی آتش فشانی تہی کہ عین آتش فشانی مین بنی اسرائیل پہاڑ کے نیچے کہڑے رہے اور حضرت موسی اور ہارون عین آتش فشانی مین اوس پہاڑ پر چڑہ گئے اور صحیح و سالم رہے یہان نیچر کا سبق کیون بہولگئے علاوہ براین اسکے جواب مین جو جناب سید ناصرالدین ابو المنصور امام فن مناظرہ اہل کتاب نے تنقیح البیان مین لکہا ہے اوسی کی نقل کی جاتی ہے کہ وہ اونکے رد کے واسطے کافی ہے کچھہ حاجت زیادہ لکہنے کی نہین وہو ہذا (انخالفصاحب بہادر کی سمجہ کو کیا کہنا چاہئے کہ وہ آتش فشان مین جو کچھہ ظاہر ہوتا ہے پہاڑ سے ظاہر ہوتا ہے مگر کبہی نہ سنا ہوگا کہ کوئی پہاڑ آتش فشان بادل کو گرجا سکے اور بجلیان چمکا سکے اور قرنا کی آواز مین سُر نکالے کیا شعلہ سے پتہر بنکر ناے موسیقار بن جاتی ہے اسکے سوا ایسی حالتمین کوہ آتش فشان کے قریب کوئی نہین رہتا ہے کیونکہ دس میل اور پندرہ میل تک پتہر نگلا ہوا پہ جاتا اور دور دور تک پتہر اوڑ کر گرتے ہین مگر وہان تو ایک سنگریزہ بہی نہ اوڑا نہ پتہر نگلکر بہا اور نہ بنی اسرائیل خیمہ گاہ سے بہاگے (نہ اون ستر آدمیون کو بجزا سکے کہ وہ بقول سید الطائفہ ڈر کے مارے کانپنے لگے کچھہ صدمہ پتہرون اور آگ سے پہونچا) آپ نے نہ وہ پہاڑ دیکہا ہے نہ سرخی مائل پتہر پہر آپکو کسی بعد کے انقلاب کی شناخت کیا ہوسکتی ہے (مراد یہ ہے کہ دیکہنے والا تو حالت موجودہ کی کیفیت کو ابتدا اور وہان بتاتا ہے اور آپ اوس کو انقلاب مابعد بیان کرتے ہین ان دونون باتون مین سے انقلاب مابعد کے متعین کرنے کی کوئی وجہ

نہین ہے کہ ہم آپ کے قول کو دیکھنے والے کے قول پر ترجیح دین) دیکھنے والا تو آتشین پہاڑ نہین بتاتا اور وہی دیکھنے والا ہے جسپر آپ کو تکیہ ہے اور آپ بے دیکھے اوسے آتشین پہاڑ ٹھہراتے ہین اسکا کون یقین کریگا اور پتھر کا گداختہ ہونا تو ہم بھی اقرار کرتے ہین لیکن وہ خدا کے کلام کی جبروت کا نشان نہا ہ اثر نمائش فشان کیا آپنے قرآن مین نہین پڑھا و لو انزلنا ہذا القرآن علی جبل لرایتہ خاشعا متصدعا من خشیۃ اللہ یعنی اگر ہم اوتارتے یہ قرآن ایک پہاڑ پر تو تو دیکھتا وہ دبجاتا پھٹ جاتا اللہ کے ڈر سے (علاوہ بران جن ریزون کو پادری کین اسپنلی نے دیکھکے ریزے بتاتے ہین اگر بالفرض وہ پتھرون ہی کے ریزے ہون تب بھی ہم بالیقین یہہ کہہ سکتے ہین کہ وہ علامت اوس تجلی جبروت کی ہین جسکا بیان آیہ (فلما تجلی ربہ للجبل جعلہ دکا وخر موسی صعقا) مین ہے خواہ وہ متعلق اسی واقعہ کے ہو خواہ دوسرے واقعہ کے ہو اثر تشویش فشانی پہاڑ کا غرضکہ آپ کو آتش فشان ہونا اوس پہاڑ کا کسی اور دلیل سے ثابت کرنا لازم ہے مجرد پایا جانا سنگ ریزون کا آپ کے حق مین کچھ مفید نہین) اسکے سوا ابھی آپ کو یہہ تو معلوم ہی نہین کہ جس پہاڑ کو پادری کین اسپنلی نے دیکھا ہے وہ طور یا دوسرا (الکتاب کے مقامات المعروف مطبوعہ میرزاپور ۱۸۶۶ء صفحہ ۶۰ مین پادری شیرنگ صاحب نے لکھا ہے کہ خدا کا پہاڑ کبھی حوریب کہلایا کبھی سینا اکثر آیتون کے مقابلہ کرنے سے یہہ ظاہر ہوتا ہے کہ حوریب تو تمام کوہستان کا نام ہے جسکی فقط ایک چوٹی کا نام سینا کہلایا اور دوسری چوٹی کا فاران اب اگر بحث ہو تو فقط اسی پر کہ سب چوٹیون مین سے کون سی چوٹی وہ ہے جو زمانہ قدیم مین سینا کہلاتی وہ چوٹی تو مین جو آجکل سب سے زیادہ مشہور ہین ایک جسے اہل عرب الطور یا جبل سینا کہتے ہین

دور ... جو جبل کسرین کہلاتی ہے متواتر روایتون سے یہہ ثابت ہوا کہ یہی سینا
ہے جسپر شریعت نازل ہوئی لیکن ایک مشکل یہہ ہے کہ جبل موسی کے آس پاس کوئی
ایسا میدان نہین ہے جہان چھ لاکھہ آدمی بخوبی ڈیرہ کرسکین اسی سبب سے ایک
مشہور عالم ڈاکٹر کٹو صاحب نے یہہ گمان کیا کہ جبل موسی اصل سینا نہین ہے اوسکی
سمجھہ مین یہہ بات ہے کہ ایک دوسرا پہاڑ جبل سرلعال نامی اصلی سینا ہوگا جسکے ثبوت
مین وہ یہہ دلیلین پیش کرتا ہے کہ جبل سرلعال جبل موسی کی برابر بلند ہے اور مصری
مسافرون کو یہی پہلے نظر آتا ہے سامنے اوسکے ایک میدان ہے کہ بیس لاکھہ آدمیونکی
ڈیرہ کرنے کی جگہہ ہے زمانہ قدیم مین کوہ سرلعال کی بڑی تعظیم تھی اور اوسکے کئی مقامونپر
پورانے خرابون کے جو کسی سے نہین پڑھے گئے کتبے ہین اور جبل موسی پر ایسا ایک بھی
نہین جانیکے واسطے اوسپر سیڑھیان بھی بنی ہوئی ہین سوا اوسکے جو وادی اوسکے
درمیان مین ہے اوسکو وادی فاران اجعل کہتے ہین چنانچہ برٹن صاحب
بھی فرمایا کہ اگلے زمانہ مین حاجیون نے کوہ سرلعال کو کوہ سینا سمجھا ہوگا اور اوسکے سوا
کٹو صاحب یہہ کہتے ہین کہ فاران اور سینا ایک ہی کوہستان کا نام ہے اور اوسکے ثبوت
مین حبقوق نبی کی کتاب کا ۳ باب ۳ سند گذرانتے ہین پس جس حال مین کہ وادی
متصل زمانہ قدیم مین فاران کہلاتی اغلب ہے کہ زمانہ قدیم مین پہاڑ بھی فاران مشہور
ہوگا کوہ سینا سمندر کی سطح سے آٹھہ ہزار ایک سو چھیاسٹھ فٹ بلند ہے انتہی
جب ابھی اسمین کلام ہے کہ کوہ سینا کون سا پہاڑ تھا تو اوسے آتش فشان سمجھنا
آپ کی معلومات کا پورا ثبوت ہے یعنی ہنوز یہہ نہین تحقیق ہوا کہ کوہ سینا کون سا
پہاڑ ہے اوسکا آتش فشان ہونا آپ کو تحقیق ہوگیا حالانکہ تحقیق کا زمانہ بھی تصنیف

اہل کتاب ہین اور جب اونہین کو اسکے ثبوت مین اتفاق نہین ہے تو آپ نے کہان سے معلوم کرلیا کہ یہہ کوہ سینا ہے اور وہ آتش فشان بہی ہے (انتہی مختصرًا) مخفی نرہے کہ اصل بحث تو اسمین تہی کہ جماعۃ بنی اسرائیل جنہون نے یہ بے ادبی اور گستاخی کی تہی اور یہ کلمۂ کفر زبان پر لائے تھے (لن نومن لک حتی نری اللہ جہرۃ) مرگئی تہی اور بعد مرنے کے پہر اللہ تعالی نے اونکو زندہ کردیا تہا یا غشی اونپر طاری ہوگئی تہی اور بعد اوس غشی کے افاقہ ہوگیا ہم بدلیل قول اللہ تعالی (اخذتکم الصاعقۃ) اور (لعلکم تشکرون من بعد موتکم) کہ بالتنصیص موت اور زندہ کرنے پر دلالت کرتے ہین شق اول کے قائل ہین سید الطائفہ کے پاس کوئی دلیل ایسی نہین جو معارض اون کلمات مستدلہ ہماری کی ہو اونہون نے جو اس مقام مین بحث آتش فشانی پہاڑ کی کی اس جگہہ یہ بحث محض فضول تہی اس سے کیا حاصل ہوا بطور فرض محال اگر تسلیم کیا جائی کہ بسبب آتش فشانی پہاڑ ہی کے یہ صدمہ اوس جماعۃ پر ہوا تب بہی ہمارا ہی مدعا ثابت ہوا عقل ہے کیونکہ بروقت آتش فشانی پہاڑ کے یہ کب ہوسکتا ہے کہ کوئی جاندار ایسے موقع قریب مین کہ جیسے موقع قریب مین وہ جماعۃ بنی اسرائیل کی تہی کہ موسی عم کی آواز وہ سنتے تھے اور موسی عم کو اپنی آواز سناتے تھے زندہ باقی رہے پس اس سب فضول بحث سے بہی یہی ثابت ہے کہ وہ جماعۃ مرگئی تہی اور یہی ہے مدعا ہمارا اس مقام مین واللہ یحق الحق ولو کرہ المبطلون اور یہ جو کہتے ہین کہ (توریۃ کی عبارت کو اگر تسلیم کیا جائی) یہہ تو عجیب بات ہے کہ تمام صنادید فرقہ نیچریہ کا اسپہ باصرار اتفاق بہی ظاہر کیا جاتا ہے کہ تحریف لفظی کتب سابقہ مین نہین ہوئی اور پہر اوس مین شک بہی فرماتے ہین قال صدا کی تجلی ہر چیز مین ہے

جسکو اوس نے اپنی قدرۃ کاملہ سے بنایا اور پیدا کیا ہم بلاشبہ کہہ سکتے ہین کہ فلما تجلی ربنا علی الجبل فلما تجلی ربنا علی البحر فلما تجلی ربنا علی الانسان فلما تجلی ربنا علی الحمار (فلما تجلی ربنا علی سید الطائفۃ الیچیتیہ) فلما تجلی ربنا علی البعوضۃ وما فوقہا فقد وقع کذا

قلت یہہ بات تو ظاہر ہے کہ ہر ایک جزو اجزاء عالم کا مظہر ہے کسی نہ کسی صفت کاملہ کا صفات کاملہ مین سے مگر سب تجلیات کو جو مظاہر جداگانہ مین ہین یکسان سمجھنا درحقیقت یکسان سمجھنا حمار اور اون سب کا ہے جنپر تجلی کا ذکر ذیل قول سید الطائفہ مین ہوا تنبیہ اس مساوات پر تو سید الطائفہ بھی رضامند ہونگے اور چونکہ تجدد تجلیات مین بھی کوئی شخص کلام نہین کر سکتا پس اگر علاوہ اوس اثر ظہور ایجاد اور القا کے کسی اور طرح تجلی کسی شئی پر واقع ہو جو اوس شئے کی کسی صفت کی تبدیل کے موجب ہو جسطرح پر طور پر واقع ہوئی تو اسمین کسیطرح کا استحالہ نہین ہے البتہ سید الطائفہ جو یہہ لکھتے ہین کہ کسی مادی یا فانی صورت مین نہ خدا آسکتا ہے نہ سما سکتا ہے یہہ صحیح ہے اور ہمارا عین عقیدہ ہے

قال پس ہم توریتہ کے اس لفظ پر کہ خداوند در آتش بران نزول نمود یقین نہین لا سکتے گو کپتان اسٹینلی کو یقین ہو **قلت** چونکہ اصل کلمات توریتہ مقدس کے جو حضرت موسی پر نازل ہوئے تھے محفوظ نہین اور اب جس زبان مین توریتہ ہے سب تراجم ہین اور ہر قسم کی غلطی اور تحریف کا اوسمین احتمال قوی ہے پس ہم الفاظ تراجم پر اس مقام مین یقین نہین کرتے گو کہ سید الطائفہ اور دیگر صنادید یچیتیہ عدم تحریف لفظی کے قائل ہون اور وجہ یقین نکرنے کی یہ ہے کہ کلمات قران کے مطابق نہین کیونکہ کلمات قران مین یہہ کہین نہین کہ اللہ تعالی نے آگ مین حلول کیا یا نازل ہوا بلکہ یہان تو ذکر ہی اس قسم کے کلمات کا جو موہم ہی حلول و نزول کے ہون اصلا نہین یہان تو یہی ہے (انتہی کلامہ عفی عنہ)

(اخذتهم الرجفة) (اجتثناکم من بعد موتکم) قال اللہ تعالی (وظللنا علیکم الغمام و
انزلنا علیکم المن والسلوی) **قال** توریۃ مین بنی اسرائیل پر بادلون کی چھاؤن ہونے کا
واقعہ عجیب طرح پر لکھا ہے کہ بادل تمام دن بنی اسرائیل کو راہ بتانے کے لئے اونکے
آگے آگے چلتا تھا اور جہان ٹہیر جاتا تھا وہان بنی اسرائیل مقام کرتے تھے اور رات کو
وہ بادل روشنی کا ستون ہوجاتا تھا مگر اسپر کیونکر یقین ہوسکتا ہے جب کہ چالیس
برس تک بنی اسرائیل کو منزل مقصود تک پہونچنے کا رستہ نہین ملا دیکھو کتاب خروج
باب ۱۴ درس ۱۹ و ۲۰ و کتاب خروج باب ۴۰ درس ۳۴ و ۳۸ —

قلت جیسا کہ توریت مین باب ۱۴ و ۴۰ مین لکھا ہے کتاب خروج باب ۱۳
درس ۲۱ مین اور کتاب اعداد و استثنا اور کتاب نحمیاہ نبی اور زبور مین بھی ہے اور
فی الواقع یہہ واقعہ ایسا عجیب ہے کہ سب انبیا اوسکا عجیب ہونا بیان کرتے چلے آئے ہین
اور ایسا واقعہ خرق عادۃ ہے کہ اوسپر بجز اوسی قادر قدیر کے کہ کوئی شے اوسکی قدرۃ
وارادہ سے باہر نہین ہوسکتی اور کوئی قادر نہین ہے مگر ہم نہین سمجھتے کہ یہ الطائفہ
اسکا کس بنا پر انکار کرتے ہین اگر بسبب عجیب وغریب ہونے اس واقعہ کے انکار ہے
تو سراسر نادانی ہے عجیب ہونا کسی چیز کا اوسکی قدرۃ کاملہ سے مانع نہین ہوسکتا جو کچھہ عالم
مین نظر آتا ہے سب عجیب ہی ہے اور اگر بسبب تقلید ملاحدہ فرنگ کے ہے تو صاف
لکھنا چاہیئے کہ ہمارے پیشوا اسکا انکار کرتے ہین اونکی تقلید سے ہم بھی انکار کرتے
ہین اور مقلد سے مطالبہ دلیل کا نہین چاہیئے اوسوقت ہم آپ کو مقلد ملاحدہ سمجھکر
آپ سے مطالبہ دلیل نہ کرینگے پھر یہہ بھی فرمائے کہ یہہ مضمون جو توریۃ کے اسفار
اور نحمیاہ نبی کی کتاب اور زبور مین ہے یہہ درحقیقت وہی کلام ہے جو اون انبیاء

عدد ۹-۱۵ و ۱۶
نحمیا ۹-۱۵ و ۱۶
زبور ۷۸-۱۴
استثنا ۱-۳۳

پر نازل ہوا تہا یا یہود یون کی تحریف ہے اگر شق اول ہے تو آپ کا یقین اوسپر کرنا صریح کفر ہے کیونکہ اس شق پر صاف یہہ بات ہے کہ اللہ تعالی نے توریۃ مین اور دیگر کتب انبیاء مین غلط بیان کیا اور اگر یہود یون کی تحریف ہے تو یہہ مسئلہ متفقہ فرقہ نیچریہ کہ (لا تحریف فی الکتب المقدسۃ) باطل ہے اب آپکو اختیار ہے چاہے کفر پر راضی ہو جیے چاہے اوس مسئلہ متفق علیہ کو باطل ٹہہرائے اور آپ نے جو ایک دلیل اسپر یقین نہ کرنے کی یہہ لکہی ہے کہ جبکہ چالیس برس تک الخ یہہ آپ کی ناواقفی ہے بنی اسرائیل جو چالیس برس تک بیابان مین سرگردان رہے اور اونکو اسقدر مدۃ تک پریشان پہرایا گیا یہہ اونکی نافرمانیونکی سزا اونکو دیگئی تہی یہہ بات نہ تہی کہ خدا کی قدرۃ کاملہ کا بادل راہ بہول گیا تہا چنانچہ یہہ بات کتاب یوشع بن نون کے پانچوین باب کے چہٹے درس سے بخوبی ثابت ہے اوسکی یہہ عبارت ہے۔ بنی اسرائیل چالیس برس تک بیابان مین پہرتے رہے یہانتک کہ وہ سارے جنکے مرد جو مصر سے نکلے تہے ہلاک ہوئے اسلئے کہ وہ خداوند کی آواز کے شنوا نہ ہوئے اونہین سے خداوند نے قسم کہا کر کہا تہا کہ مین تم کو وہ زمین نہ دکہاؤنگا جسکی بابتہ خداوند نے قسم کرکے اونکے باپ دادون سے کہا تہا کہ مین تمکو دونگا۔ اور یہی مضمون سفر عدد کے (۱۴) باب کی (۲۲) و (۲۳) درس مین اور سفر استثنا کے باب (۱) درس (۳۴) و (۳۵) اور پولوس کے خط باب (۳) فقرہ (۱۷) مین ہے

اور یہی بات قران مجید سے ظاہر ہے فانہا محرمۃ علیہم اربعین سنۃ یتیہون فی الارض فلا تاس علی القوم الفاسقین (سورہ مائدہ) یعنی وہ حرام ہے انپر سرگردان پہرینگے زمین مین بس غمگین نہو اس فاسق قوم پر **قال** ہمارے علماء مفسرین نے بہی اپنی عادت کے موافق یہود یون کی پیروی کی ہے اور اس آیۃ کی تفسیر مین اسی قسم کی

باتین جنکا اشارہ تک اس آیۃ مین نہین ہے بیان کئے ہین **قلت** فدری دل مین شمار و مفسرین نے جو باتین لکھی ہین خود قرآن مجید کے نصوص اور اونہین کتابون کے حوالے سے لکھی ہین جنکو آپ بھی کتب الٰہیہ تسلیم کرکے بہت وثوق کے ساتھہ یہہ کہتے ہین کہ (لا تحریف فی الکتب المقدسۃ) اگر مفسرین نے پیروی کی ہے تو اونہین کتابونکی کی ہے برخلاف آپ کے کہ اکثر جگہہ تو اپنے مدعا پر اونہین کتابون سے استدلال کرتے ہین اور جہان کہین اون کتابون کو مخالف قول ملحدین فرنگ کے پاتے ہین تو بباعث شدۃ تقلید اون ملحدین کے باوجود دعوی عدم تحریف کے اونکو نہین مانتے پس آپ کے اس طریق عمل سے صاف ظاہر ہے کہ تقلید حمقار و ملحدین کی یہان تک آپ کے دل مین راسخ ہے کہ اونکے مقابلہ مین خدائے تعالی کی بھی نہین مانتے اور یہہ جو لکھتے ہین کہ جنکا اشارہ تک اس آیۃ مین نہین اسکے جواب مین وہ کہہ سکتے ہین کہ بلاشبہ اشارہ اسکا آیۃ شریفہ مین موجود ہے مگر اشارہ فہمی کو علم عربیہ بہت ضرور ہے آپ علم لغات عرب اور تصاریف کلمات عرب سے محض ناواقف ہین اشارات کلام معجز کو نہین سمجھہ سکتے بیان اوسکا یہہ ہے کہ آیۃ مین (ظللنا) فرمایا ہے جو باب تفعیل سے ہے (اظللنا) باب افعال سے نہین فرمایا جس سے احتمال اسکا ہوتا کہ کسی وقت مین بادل آگیا تہا اور چونکہ خواص باب تفعیل مین اغلب یہ ہے کہ یہہ بار فایدہ اسکا دیتی ہے کہ فاعل فعل بہت کثرۃ کے ساتھہ اوس فعل کو عمل مین لایا پس معنی (ظللنا) کے یہہ نہین ہو سکتے کہ اللہ تعالی نے کسی روز بادل کا سایہ اونپر ڈالا بلکہ معنی یہہ ہین کہ بہت کثرۃ سے متواتر بار بار بادل کا سایہ اونپر کرتا تھا پس اسمین صاف اشارہ ہے اسپر کہ جب تک وہ بیابان مین پہرتے رہے اللہ تعالی اونپر

بادل کا سایہ کرتا رہا درحقیقت یہہ آیۃ بہ نسبت سایہ کرنے کی موید ہے توریۃ کے
مضمون کی ابن حاجب ؒ مقدمہ تصریف مین لکھتے ہین وفعّل للتکثیر غالب
نحو غلّقت وقطّعت وجوّلت وطوّفت وموّت المال شارح رضی اسکی شرح مین
لکھتے ہین الاغلب فی فعّل ان یکون لتکثیر فاعلہ اصل الفعل تقول ذبحت الشاۃ
ولا تقول ذبّحتہا وغلّقت الباب مرۃ ولا تقول غلّقتہ لعدم تصور معنی التکریر فی مثلہ
بل تقول ذبّحت الغنم وغلّقت الابواب وقولک جرّحتہ ای کثرت جراحاتہ وموّت المال
اے وقع الموتان فی الابل فکثر فیہ الموت وجوّلت وطوّفت ای اکثرت الجولان والطواف
یعنی اغلب باب فعّل مشدد العین مین یہہ ہے کہ ہووی وسطہ بکثرۃ عمل مین
لانے فاعل کے اصل فعل کو یہہ کہہ سکتے ہین کہ ذبحت الشاہ (یعنی باب فعَل یفعِل
سے) بمعنی ذبح کیا مین نے ایک شاۃ کو اور نہین کہہ سکتے ذبّحت الشاۃ
(مشدد العین) اور کہہ سکتے ہو غلّقت الباب مرۃ (بتخفیف العین) اور نہین
کہہ سکتے ہو غلّقت الباب مرۃ بتشدید العین) بسبب نہ متصور ہونے معنی تکریر
یعنی بار بار کے انکی مثل مین بلکہ یہہ کہوگے ذبّحت الغنم وغلّقت الابواب (یعنی
بتشدید العین) چونکہ غنم گلہ کو کہتے ہین اور ابواب خود جمع ہے اسمین تکریر کے معنی
موجود ہین اسلئے یہان عین کلمہ کو مشدد لانا چاہیے) اور معنی جرّحتہ کے یہہ ہین کہ
کثرت سے جراحات کین اور موّت المال یعنی مری پڑی اونٹون مین پس بہت
کثرۃ سے پہیلی موت اون مین اور جوّلت اور طوّفت یعنی کثرت سے کی مین نے
جولان اور کثرۃ سے کئی مین نے طواف **قال** قران مجید سے بنی اسرائیل کے
ساتھہ ساتھہ بادل کا پھرنا نہین معلوم ہوتا اس آیۃ مین صرف اسقدر معلوم ہوتا ہے

اس آیۃ سے صرف اسقدر معلوم ہوتا ہے کہ کسی وقت دھوپ اور گرمی کی سختی مین بادل آجانے سے خدا نے اونکی تکلیف کو دور کر دیا جسکا بطور احسان ذکر کیا ہے **قلت** بے شک سید الطائفہ کو بسبب جہالت کے زبان عرب سے یہہ بات نہین معلوم ہوسکتی البتہ مفسرین رحمۃ اللہ علیہم نے جو مہارت تام زبان عرب مین رکھتے ہین یہہ بات معلوم کی ہے اور اسکی تائید اور توثیق پر آیات توریۃ کو نقل کیا ہے اور سید الطائفہ جو یہہ کہتے ہین کہ کسی وقت بادل آجانے سے اونکی تکلیف کو دور کر دیا اس انداز پر تفسیر آیۃ کی محض تحریف ہے کسی وقت کے معنون مین ایک کلمہ بھی آیۃ مین موجود نہین بلکہ بحسب تتبع مرقومۂ بالا کلمۂ (ظللنا) تکریر پر دلالت کرتا ہے اور الفاظ (بادل کے آجانے) بھی صریح تحریف ہے بلکہ یون کہنا چاہیے (بادل کے لانے سے) اور حاصل معنی آیۃ کے اسطرح پر بیان کرنے چاہئین کہ (بار بار یا ہر بار اونکے سایہ کے لئے بادل کے لانے سے اونکی تکلیف کو دور کر دیا جسکا بطور احسان اور انعام خاص کے ذکر کیا ہے) چونکہ ان سب آیات مین خاص خاص انعامات کا بیان ہے کہ جو خاص بنی اسرائیل پر اون اوقات مین مبذول فرمائے گئے ہین اور ظاہر ہے کہ کسی وقت مین تو ہر کسی پر بادل آجاتا ہے ایسا بادل کا آجانا تو داخل انعامات مخصوصہ بنی اسرائیل نہین پس جو کچھہ سید الطائفہ نے یہان لکھا ہے سب مبنی اسپر ہے کہ وہ اصلا مطلب قرآن مجید کا کچھہ بھی نہین سمجھے اور لغات عرب اور خاصیت تصاریف سے بالکل جاہل ہین اور باوجود ایسی جہالت کے تفسیر قرآن کہ جسکے واسطے مہارت تام اسالیب کلام عرب مین بہت ہی ضرور ہے از راہ بوالہوسی کے لکھنے بیٹھے ہین ع زشستی اعمال ما صورت نادر گرفت **قال** بڑی غلطی لوگون کے خیال مین یہہ ہے کہ جو امور موافق

قانون قدرۃ کے ظہور مین آتے ہین اونکو نہ معجزہ سمجھتے ہین نہ احسان جتلانے یا
ماننے کے قابل جانتے ہین اور اسلئے اسمین بالطبع ایسی باتین شامل کر لیتے ہین جو
قانون قدرۃ سے خارج ہون حالانکہ خدائے تعالیٰ نے تمام قرآن مین جابجا بندون
پر اونہین باتون سے اپنا احسان جتلایا ہے اور اونہین کو بطور معجزہ کے تبلایا ہے
جنکو اوس نے اپنی قدرۃ کاملہ سے موافق قوانین قدرۃ کے پیدا کیا ہے
قلت اس تقریر پر سید الطائفہ کے بار بار مجھکو ایک شعر یاد آتا ہے ؎
بے خردے چند زخود بیخبر ٭ خردہ گرفتند بر اہل ہنر ٭ لفظ قانون تو ایک لفظ
لغو ہے ہم بہت مقام پر اسکو لغو ٹہرا چکے ہین قدرۃ قادر مطلق کی کسی حدود و اشیاء
ممکنہ مین محصور نہین پہر اوسکو مقید کسی قانون کا ٹہرانا غیر محصور کو محصور ٹہرانا ہے
کہ از قسم اجتماع ضدین ہے اور حماقت پر ایسی قابل کی دلیل جلی ہے عادۃ کے
موافق جو امر ظاہر ہوتا ہے وہ درحقیقت معجزہ نہین ہنوز سید الطائفہ کو یہہ بھی معلوم
نہین کہ معجزہ کسکو کہتے ہین ؎ بے خردے چند زخود بے خبر ٭ خردہ گرفتند بر اہل ہنر
اور یہہ جو کہتے ہین کہ نہ احسان جتلانے یا ماننے کے قابل جانتے ہین یہہ تو محض
افترا ہے کون سی چیز ہے عالم مین کہ اوسکی پیدا کرنے یا فنا کرنے یا باقی رکہنے پر
شکر اللہ تعالیٰ کا ادا نہین کیا جاتا پس یہہ کہنا بھی سید الطائفہ کا خالی از جہالت
نہین ؎ بے خردے چند زخود بے خبر ٭ خردہ گرفتند بر اہل ہنر ٭ قولہ حالانکہ
خدائے تعالیٰ نے الخ کتنی بڑی حماقت ہے کہ اس امر پر لحاظ نکیا جاوے کہ انعام
دو طرح پر ہے ایک عام دوسرا خاص ہر ایک کا موقع ہے دیکھو جس موقع
مین عموماً سب آدمیون پر احسان کا جتلانا منظور تہا وہان یہہ فرمایا یا ایہا الناس

اعبدوا ربکم الذی خلقکم والذین من قبلکم لعلکم تتقون الذی جعل لکم الارض فراشا والسماء بناء وانزل من السماء ماء فاخرج به من الثمرات رزقا لکم (الی غیرہا من الآیات) جہان موقع خاص لوگون پر احسان جتانے کا تہا وہان احسان خاص کو یاد دلایا اہل مکہ کو قصہ اصحاب فیل یاد دلایا مومنین کی نسبت فرمایا بل اللہ یمن علیکم ان ہداکم للایمان سورہ احزاب مین فرمایا یا ایہا الذین آمنوا اذکروا نعمۃ اللہ علیکم اذ جاءتکم جنود فارسلنا علیہم ریحا وجنودا لم تروہا (الی قولہ تعالی) ورد اللہ الذین کفروا بغیظہم لم ینالوا خیرا وکفی اللہ المومنین القتال وکان اللہ قویا عزیزا وانزل الذین ظاہروہم من اہل الکتاب من صیاصیہم وقذف فی قلوبہم الرعب فریقا تقتلون وتاسرون فریقا یعنی اے مسلمانو یاد کرو خدا کی نعمت کو اپنے پر جب آئے تم پر لشکر پس بہیجا ہمنے اونپر ہوا کو اور لشکرون کو کہ نہین دیکہا تمنے اونکو (الی قولہ تعالی) (ورد اللہ الآیۃ) یعنی اور پہیر دیا کافرون کو ساتہہ غصہ اونکے کے نہ پہونچے وہ بہلائی کو اور کفایت کی اللہ نے مومنین کیطرف سے قتال کے بارہ مین اور ہے اللہ توانا غالب اور اوتارا اللہ نے اون لوگون کو جنہون نے مدد اونکی کی تہی اہل کتاب مین سے اونکے قلعون سے اور ڈالا اونکے دلون مین رعب ایک فرقہ کو تم قتل کرتے تہے اور اسیر کرتے تہے ایک فرقہ کو،، حضرت موسی کو وہ خاص احسان جسکا ذکر سورہ طہ مین ہے اسیطرح پر حضرت داؤد وسلیمان کو وہ احسانات یاد دلائے جو خاص اونپر مبذول ہوئے تہے حضرت عیسی کو خاص احسانات تائید روح القدس اور کلام مہد وکہولت یاد دلائے محمد صلعم کو انا اعطیناک الکوثر اور اور چند احسانات خاص یاد دلائے چونکہ بنی اسرائیل پر بہی بہت بڑے بڑے انعامات اور احسانات

خاص بطور خرق عادت کے مبذول فرمائے تھے لہذا اون احسانات کو یاد دلایا بنی اسرائیل
کی نسبت پیشتر یہہ فرمایا یابنی اسرائیل اذکروا نعمتی التی انعمت علیکم وانی فضلتکم علی العالمین
اس آیۃ مین مجملاً اپنے انعام کو جو خاص بنی اسرائیل پر مبذول فرمائے تھے بیان کیا اور پھر
یہہ بھی فرمایا کہ یاد کرو اون فضائل کو جنکے سبب مین نے تم کو فضیلت دی تھی تمام جہانون پر
بعد اوسکے آیات مابعد مین اون انعام اور اون فضائل کی تفصیل بیان فرمائی پس ایسی حالت
مین خود سید الطائفہ ایک ساعت قلاده تقلید جمقای فرنگ کو گردن سے نکالکر فرماوین
کہ آیا مقتضاے مقام اور نیز مقتضاے عقل یہ ہے کہ انعام عام کو جسمین تمام عالم اور بنی اسرائیل
شریک ہین ذکر کرین خصوصیت وفضیلت بنی اسرائیل کی نہین اور وقوع اونکا دستور سترہ کی
موافق ہوتا ہے یاد دلایا جاوے یا وہ خاص خاص انعامات اور فضائل کہ جنمین بجز بنی
اسرائیل کے اور کوئی اہل عالم مین سے شریک نہین بیان کیا جاوے کوئی صاحب عقل
شق اول کو پسند نکریگا مگر کیا کیجیے ع امارۃ العقل مکسوف بطوع ہوی ؎
بے خردے چند زخود بے خبر ٭ خردہ گرفتند بر اہل ہنر ٭ **قولہ** تمام قران مجید مین الخ
کتنی بڑی غلطی اور نادانی ہے کہ انعام عام اور انعام خاص مین کچھہ فرق نہ سمجھا جائے
اور جو انعام خاص بطور خرق عادۃ کے مبذول ہوے ہین باوجود اونکے امکان اور
ثبوت قطعی کے اونکو صدور قدرۃ کاملہ سے خارج سمجھا جائے اور اونکی ایجاد سے اوس
قادر قدیر کو عاجز قرار دیا جاوے اور پھر اس حمق وزندقہ کی بنا پر اہل علم وکمال پر زبان طعن
دراز کی جاوے ؎ بی خردے چند زخود بے خبر ٭ خردہ گرفتند بر اہل ہنر ٭ چونکہ
سال بھر مین ایک دو دفعہ بادل کا آجانا تو ایک عام بات ہے اگرچہ اسمین برس مین بسبب
اتفاق بنی اسرائیل کے سر پر بادل کا آجانا مقصود ہوتا تو اسمین خاص بنی اسرائیل کی کیا

خصوصیت تھی جو اوسکو بطور خاص انعام کے اونکو یاد دلایا گیا یہہ تو ایسی بات ہے جیسی
کسی حسین کی مدح مین یہہ کہا جاوے کہ ع دندان تو جملہ درد ہا نند ع چشمان تو زیر
ابرو انند ع **قال** جب بنی اسرائیل بحر احمر کی شاخ کو پار کر گئے جسکا پانی بسبب
جوار بہاٹے کے اوتر تا چڑہتا رہتا تہا۔ **قلت** ہم پیشتر ثابت کر چکے ہین کہ ایسے
ایسے قطعات دریا مین جوار بہاٹے کا آنا ہی ممنوع ہے اور بالفرض اگر تسلیم بھی کیا جاوے
تو وقت عبور بنی اسرائیل کا چڑہاؤ کا وقت تھا اور مصریون کے داخل ہونے کا وقت
اوتار کا وقت تھا اگر مطابق قول سید الطائفہ کے عبور بنی اسرائیل اور دخول مصریون کا
واقع ہوا ہوتا تو معاملہ برعکس ہوتا کہ بنی اسرائیل تو غرق ہو جاتے اور مصری زحمت
نہ اوٹھاتے لیکن چونکہ ایسا نہوا بلکہ برعکس اوسکے وقوع مین آیا تو یہہ ایک مزید
احسان خاص بنی اسرائیل پر تہا پس بالضرورۃ ثابت ہوا کہ سید الطائفہ کے سب اقاویل
محض اباطیل ہین **قال** ایسے وقت مین ابر کا آجانا بلاشبہ بنی اسرائیل کے حق مین
بڑی نعمت تہی **قلت** مجبور ہو کر کہتے ہو تو راہ پر آئے مگر افسوس ہے کہ تقلید ملاحدہ فرنگ
کی منزل مقصود کی مانع ہوئی فما کانوا لیومنوا بما کذبوا من قبل کذلک یطبع اللہ علی قلوب
الکافرین چونکہ اب سید الطائفہ بھی اسکا اقرار کرتے ہین کہ فی الواقع یہہ نعمت
اللہ تعالی نے خاص بنی اسرائیل پر مبذول فرمائی اور سبب نعمت ہونے بادل کے
آجانے کا بھی اونکی تقریر سے ظاہر ہوا کہ اوس جنگل مین چلنا بیٹھنا مشکل تھا پس
اس نعمت کے ثبوت مین تو کچھہ نزاع نہ رہا اور بادل کے نعمت ہونے کے سبب مین
بھی کچھہ کلام نہ رہا اور سبب وجود بادل کا تا قیام اوس بیابان کے ہر آئینہ باقی اور
موجود تھا صرف نزاع یہہ رہا کہ بعد ثبوت کے سبب نعمت یا نعمت منقطع ہو گئی

یا بدستور باقی رہی ظاہر ہے کہ سبب نعمت کا جو قیام بنی اسرائیل کا ایسے بیابان مین تھا وہ تو منقطع نہین ہوا پس صرف کلام اسمین رہا کہ باوجود بقا رسبب کے وہ نعمت منقطع ہوگئی یا بدستور باقی رہی چونکہ انقطاع بعد ثبوت کے امر مستحدث ہے جب تک انقطاع ثابت نہوگا حالت سابقہ کی بقا مین بحالت بقا رسبب کے کوئی کلام نہین ہوسکتا پس یہہ بات بزعم سید الطائفہ کے ہے کہ انقطاع نعمت کو ثابت کرین مگر یہہ اونسے نہ ثابت ہوسکا نہ ثابت ہوسکیگا پس جسقدر عذرات اونہون نے اس باب مین پیش کئے ہین سب لغو اور اصلا لایق التفات نہین علاوہ بران ہمنے خود قران مجید سے اور آیات کتب اولین سے بخوبی اس بات کو ثابت کردیا ہے کہ وہ نعمت اون سے جب تک کہ وہ اوس بیابان مین سرگردان رہے منقطع نہین ہوئے **قال** (من وسلوی) من ایک چیز ہے جو بطور ترنجبین ایک خاص قسم کی جھاڑیون پر جم جاتی ہے اور سلوی ٹیٹر کی قسم کا جانور ہے جو اوس جنگل مین جہان بنی اسرائیل گئے تھے بکثرت پایا جاتا تھا اور وہان وہی اونکی غذا تھی **قلت** وہ من جو بنی اسرائیل کو اللہ تعالی نے دی تہی اوسکو یہہ چیز سمجھنا جسکو آجکل عرب من کہتے ہین غلطی ہے چنانچہ بیان اسکا عنقریب آتا ہے **قال** باقی عجائبات من کے جو توریۃ مین بیان ہوے کہ جنپر یقین کرنا ایسا ہی مشکل ہے جیسے کہ قانون قدرۃ سے انکار کرنا اونکا کچھہ ذکر قران مین نہین **قلت** اب کلام اسمین رہا کہ توریۃ مین (جسکو سید الطائفہ منزل من اللہ اور خدا کا کلام محفوظ از تبدیل و تحریف کہتے ہین اور تمام فرقۂ نیچریہ کا اوسپر اتفاق ظاہر کیا جاتا ہے اور اس کتاب اور تبیین الکلام مین اوسکے غیر محرف ہونے پر اپنے زعم مین دلایل پیش کئے ہین) اور ایک وہمی اور فرضی چیز ہین کہ جسکو حمقا رفرنگ نے

قانون قدرۃ سمجھہ رکھا ہے اور سید الطائفہ بسبب جہل مرکب کے اونکے معتقد ہوگئے
ہین تعارض واقع ہوا ان دونون مین سے کسکو قبول کرنا چاہیئے اور کسکو رد کرنا چاہیئے
سید الطائفہ بسبب ضعف عقل معاد وضعف ایمان کے اوس امر وہمی اور فرضی کو جسکو حمقا
وملاحدہ فرنگ نے قانون قدرۃ ٹھہرا رکھا ہے قبول کرتے ہین اور خدا کے کلام اور
احکام کو باوجود اقرار اور اصرار کے اس امر پر کہ وہ من اللہ غیر محرف ہی بمقابلہ اوسکے
رد کرتے ہین مگر یہہ اونکا کفر صریح اور زندقہ قبیح ہے باوجود اس اعتقاد کے کہ یہہ
توریۃ خدا کا کلام ہے اور اوسمین تحریف نہین ہوئی اوسکو جھوٹا سمجھنا اور حمقائی فرنگ
کو سچا سمجھنا نہایت درجہ کا کفر ہے ہرگاہ کہ وقوع ایک امر کا خود مسلمات سید الطائفہ
یعنی توریت سے ثابت ہوگیا پھر اوسکو خلاف قانون قدرۃ سمجھنا نہایت درجہ کی
حماقت ہے **قال** حال کے سیاحون نے بھی اوس جنگل مین من کو پایا ہے کپتن
اسٹینلی لکھتے ہین کہ چشمۂ مرہ سے گذر کر دو وادیان دیکھین جسمین سے ایک یقیناً
الیم ہوگی عام صورت اس وسیع میدان کی یہہ تھی کہ ایک ریگستان تھا اور جابجا
پانی کے سے رستہ جیسے کوئی دریا خشک ہوجاتا ہے بنی ہوئے تھے اون وادیون کے
رہستہ رہستہ جاکر جیب سیاہ وسفید پھاڑ ملتے ہین یہہ بیابان بغیر درخت اور گھاس
کے تھا لیکن اون دو وادیون مین جنپر الیم کا شبہ ہوتا ہے درخت اور جھاڑیان
موجود تھین یہانکے کھجور کے درخت چھوٹے چھوٹے تھے اور یہان پر ترمسک کے
درخت بھی تھے جنکے پتون پر وہ شے پائی جاتی ہے جسکو اہل عرب من کہتے ہین انتہی
مختصراً اسکے جواب مین امام فن مناظرہ سید محمد ابوالمنصور تنقیح البیان مین لکھتے
ہین کہ مسٹر اسٹینلی نے یہہ نہین کہا کہ یہہ وہی من ہے جو بنی اسرائیل کو چالیس برس تک

ملا تہا پہر اوسکا قول نقل کرنے سے آپ کو کیا فایدہ ہندوستانیون ایک قسم کی
مٹہائی بنتی ہے جسکو اولا کہتے ہین لیکن کوئی اوسکو وہ اولا جو آسمان سے برستا ہے
نہین جانتا اسیطرح عرب لوگ جسے من کہتے ہین ضرور نہین کہ وہ اسرائیلی من ہو
دینی و دنیوی تاریخ مصنفہ پادری اگسٹس برادہیڈ مطبوعہ الہ آباد ۱۸۵۴ء صفحہ
۱۱۳ مین لکہا ہے کہ بعضے لوگ اعتراض کرتے ہین کہ من جو بنی اسرائیل کو ملا کچہہ تعجب
کا مقام نہین کیونکہ وہانکے ایک درخت سے یہ چیز ملتی ہے لیکن معترض کو سمجہنا چاہئے
کہ معجزہ تو ہوا کیونکہ (۱) جو من درخت سے نکلا وہ صرف اون اطراف مین حاصل
ہوا لیکن یہہ بنی اسرائیل کو بیابان مین ہر کہین ملتا تہا اور (۲) درخت کا من مدۃ
تک اچہا رہیگا پر یہہ جلدی خراب ہوگیا اور (۳) جو من اسرائیلیون نے پایا وہ
سبت کے دن حاصل نہین ہوسکتا تہا انتہی اور لغت کتاب مقدس مطبوعہ
میرزا پور ۱۸۵۳ء صفحہ ۲۸۵ مین لکہا ہے کہ وہان البتہ ایک چیز من نامی ہے پر آسمان
اور خدا کی بہیجی ہوئی خوراک مین ہر صورت سے فرق ہے عرب اوسے تین مہینے تک
ایک درخت سے جو طرفا کہلایا جاتا ہے بٹورتے پر وہ خاص کرکے جون اور جولائی
مین اوسے جمع کرتے جب پانی بہت برستا تب زیادہ من پایا جاتا پر بعض سال مین
کچہہ نہین ہی وہ اوسے بٹور کر پکاتے اور دو تین برس تک اونکی مشکون مین
رکہکر وہ بگڑتا نہین اکیلا وہ اوسے کبہی نہین کہاتے پر مکہن اور شہد کے عوض
مین اوسے کام مین لاتے زیادہ کہانے سے نقصان ہوتا کیونکہ اسوقت وہ دوا
کے موافق ہے رکہنے سے وہ سخت ہوجاتا پر بٹورتے وقت اوسے کوٹنا جیسا
اسرائیلون نے کیا (گنتی ۱۱ باب ۸) ناممکن ہی سوائی اسکے بروگ بروٹ صاحب

کے حساب سے سات یا آٹھ من سے زیادہ ایک سال مین کبھی نہین بٹورا جاتا مگر اسرائیلیون نے اپنے خرچ کے لئے ہر ہفتہ مین ایک لاکھ ستاسی ہزار پانچ سو من سے کم نہ بٹورا کیونکہ ہر ایک آدمی کو ایک اومر روز ملتا تھا (خروج ۱۶ باب ۱۶) چنانچہ اسرائیلیون کے چالیس برس تک من پر ملاحظہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جو چھ روز دیا جاتا پر ساتوین روز نہین اور دوسرے دن بگڑتا تھا پر سبت کے روز نہین بگڑتا تھا اور دو کے موافق کبھی نہ تھا پر ہمیشہ فایدہ مند روٹی بنی رہی اور چالیس برس تک کبھی ناغہ نہین ہوا (نحمیاہ ۹ باب ۲۰) اور دفعتًا بالکل موقوف ہوگیا (یشوع ۵ باب ۱۲) اور معلوم ہوجاویگا کہ ادومین اور عرب لوگون کے من مین کچھ بھی مناسبت نہین ہے اگر وہ بھی ایک چیز تھی جو ہر سال دکھائی دیتی ہے تو من نام اوسکو کسواسطے دیا گیا (خروج ۱۶ باب ۱۵) اور کیا ضرور تھا کہ ہارون سونے کے برتن مین کچھ محفوظ رکھے (خروج ۱۶ باب ۳۳) (عبرانیون کا ۹ باب ۴) ان دونون عرب کا من دو کے واسطے خرچ ہوتا اور سوداگر نہ فقط عرب سے بلکہ شام اور فارس سے بھی لے آتے ہین ایک قسم کے درخت پر نہین بلکہ طرح طرح کے سبزہ پر وہ پایا جاتا ہے انتہی یہہ من جو خدا کے حکم سے اس بات کی یادگاری مین کہ خدا نے اس خوراک سے چالیس برس تک بنی اسرائیل کو پرورش کیا تھا سونے کے برتن مین رکھا گیا یہہ بھی معجزہ تھا کیونکہ بھی من بیابان مین دوسرے دن رکھنے سے خراب ہوجاتا تھا اور یہہ یادگار کے واسطے برتن مین رکھا گیا سیکڑون برسون تک خراب نہوا اب کہانتک آپ معجزون سے انکار کرتے جاوینگے کیا آپ کے انکار کرنے سے پیغمبرون کے معجزے باطل ہوسکتے ہین انتہی بلفظہ یہہ تقریر واسطے رد عذرات سید لطائف کے ہر منہ کافی ہے ضرورت کسی اور تحریر کی نہین البتہ ایک بات قابل

تحریر کے ہے کہ سید الطایفہ خود لکھتے ہین کہ اوس بیابان مین اکثر ریگ کا طوفان رہتا ہے اوس بیابان مین بنی اسرائیل کو تکلیف ہوئی ہوگی خصوصًا اسوجہ سے کہ ریت بھی بھوبھل کی مانند گرم ہوگی اور ظاہر ہے کہ ایسے بیابان مین کہ جسمین ریگ کا طوفان گرم مثل بھوبھل کے رہتا ہے اوسمین کوئی جھاڑی نہین ہو سکتی کینن اسٹینلی کے سیاحت کی جو کیفیت سید الطایفہ نے نقل کی ہے اوسسے بھی ثابت ہے کہ اون جنگلون مین نہ گھاس ہے نہ کوئی جھاڑی نہ درخت البتہ جس وادی پر شبہ (الیم) کا ہوتا ہے اوسمین کچھ کھجور اور تمرسک کے درخت اور بہاڑیان تھین اور چونکہ خود بیان سے سید الطایفہ کے یہ بات ثابت ہی کہ وہ چیز جو حسب عادۃ جسکو عرب (من) کہتے ہین خاصکر جھاڑیون پر جم جاتی اور تمام جھاڑیون پر بھی نہین بلکہ خاص خاص جھاڑیون پر اور بیان کینن اسٹینلی سے بھی ظاہر ہے کہ وہ خاص تمرسک کی درخت کے پتون ہی پر پائی جاتی ہے اور یہ چیز جو بنی اسرائیل کو چالیس برس تک ملی بکثرت اکثر ایسی وادیون مین سے ملی کہ جہان بجز گرم تودہائے طوفان ریگ کے نہ کوئی درخت ہے نہ کوئی جھاڑی ہے نہ کسی قسم کا سبزہ ہے پس اوسکی خرق عادۃ اور معجزہ ہونے مین کیا عذر ہو سکتا ہے اور خرق عادۃ ہی کے سبب سے سب انبیا اوسکو عجایبات مین سے قرار دے رہے ہین اور اوس وقت مین بھی بنی اسرائیل نے اوسکو ایک عجیب غریب چیز دیکھکر کہا کہ (من ہو) یعنی کیا عجیب چیز ہے یہہ کہ ہم اسکو نہین جانتے

(خروج باب ۱۶ درس ۱۵) قال اللہ تعالی واذ قلنا ادخلوا ہذہ القریۃ (الی قولہ تعالی) وادخلوا الباب سجدا قال سجدہ سے مراد حقیقی سجدہ کرنا نہین ہے بلکہ خضوع اور خشوع سے خدا کا شکر کرتے ہوئے داخل ہونا مراد ہے تفسیر کبیر مین لکھا ہے کہ اراد بہ التخضع وہو الاقرب

یعنی سجدہ سے مراد عاجزی ہے اور یہی معنی اس جگہ زیادہ اچھے ہیں
قلت کلمۂ (سجدا) میں تین قول ہیں (ایک) یہ کہ معنی حقیقی ہی مراد ہیں
(دوسرے) یہ کہ رکوع مراد ہے (تیسرے) یہ کہ خضوع مراد ہے امام فخرالدین
رازیؒ نے تینوں قول نقل کئے ہیں اور تیسرے کو ترجیح دی ہے اور وجہ ترجیح
کی یہ لکھتے ہیں کہ ہذا بعید لان الظاہر یقتضی وجوب الدخول حال السجود فلو حملنا السجود
علی ظاہرہ لامتنع ذلک ولما تعذر حملہ علی حقیقۃ السجود وجب حملہ علی التواضع یعنے
یہ مراد (نفس سجود جو الصاق الوجہ بالارض ہے) بعید ہے اسلئے کہ ظاہر تقضی ہے وجوب دخول کا
وقت سجود کے پس اگر حمل کریں ہم سجود کو ظاہر پر البتہ ممتنع ہے یہ اور جب کہ متعذر ہے حمل اوسکا
حقیقۃ سجود پر واجب ہوا حمل کرنا اوسکا تواضع پر" یہ ترجیح امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ایک
مسئلہ اعرابیہ پر مبنی ہے اور وہ یہ ہے کہ زمانہ حال اور اوس فعل کا جو اسمیں عامل ہے ایک
ہونا چاہیے اور چونکہ اس مقام پر ایک ہونا زمانہ سجدہ اور زمانہ دخول کا ممتنع ہے اسلئے
کلمہ (سجدا) کو مجاز پر یعنی تواضع پر محمول کرنا واجب ہے مگر اسمیں ہمکو کلام ہے کیونکہ اونکے اس
مقدمہ کو کہ (ایک ہونا زمانہ سجدہ اور زمانہ دخول کا ممتنع ہے) ہم تسلیم نہیں کرتے ممکن ہے
کہ جسوقت دروازہ میں داخل ہوں اوسی وقت وہیں سجدہ کرکے بعد سجدہ کے آگے
بڑھیں اسمیں کوئی استحالہ لازم نہیں آتا اور جب حقیقۃ ممکن ہے تو بموجب قاعدہ مبرہنہ اصول
فقہ کے (متی امکن الحقیقۃ سقط المجاز) ارادہ مجاز کا ساقط ہے اور واجب ہے کہ کلمہ
(سجدا) کو اوسکے معنی حقیقی ہی پر محمول کریں پس ایسی صورت میں بالیقین یہ کہنا اصطلاحیہ
کا کہ بقیقی معنی مراد نہیں اور خضوع مراد ہے بیجا ہے ہاں اگر اونکے نزدیک ترجیح معنی
مجازی کو ہے تو بطرح جیسا امام رازیؒ نے لکھا ہے کہ ہوالاقرب اسی لفظ سے یا اسکے مرادف

لفظ سے ظاہر کرتے نہ یہہ کہ جزماً بے تامل کہدیتے کہ یون نہین یون ہے **قال اللہ تعالے** (وقولوا حطۃٌ) الی قولہ تعالیٰ (فبدل الذین ظلموا قولا غیر الذی قیل لہم) **قال** اس تبدیل سے کسی لفظ کا بدل دینا مراد نہین کیونکہ اونکو الفاظ نہین بتائے گئے تھے بلکہ استغفار یعنی گناہون سے معافی چاہنے کا حکم تہا مگر اونہون نے اوس حکم کو بدل ڈالا اور توبہ و استغفار کی کچھہ پرواہ نہ کی **قلت** اس دعوی پر کہ کسی لفظ کا بدل دینا مراد نہین یہہ دلیل لائے کہ اونکو الفاظ نہین بتائے گئے تھے مگر یہہ صریح غلطی ہے کیونکہ بالتصریح موجود ہے (وقولوا حطۃٌ) یعنے کہا ہمنے اونسے کہ کہو (حطۃٌ) اور ظاہر ہے کہ (قولوا) صیغہ امر کا ہے (قول) سے جسکے معنی معروف زبان سے کہنا ہے اور یہہ فعل زبان کا ہے اسی سبب سے زبان کو (مقول) یعنی آلہ گفتار کہتے ہین اور یہہ بات بدیہی ہے کہ زبان سے کہنے کے واسطے ہونا الفاظ کا ضروری ہے پس بالضرورۃ لازم ہے کہ کسی نہ کسی لفظ کے کہنے کا حکم ہوا خواہ وہ الفاظ دوسری زبان کے ہون جیکا عربی مین (حطۃٌ) ترجمہ ہے یا یہی لفظ (حطۃ) ہو پس یہہ کہنا سید الطائفہ کا کہ اونکو الفاظ نہین بتائے گئے تھے صریح غلط ہے اور جب کہ دلیل اونکی غلط ہے تو دعوی بہی غلط ہے اب رہا کلمہ (بدل) اگر صرف اسیقدر ہوتا کہ (بدل الذین ظلموا) یعنی اسکے بعد یہہ نہوتا (قولا غیر الذی قیل لہم) تو البتہ احتمال اسکا ہوسکتا تہا کہ تبدیل کسی اور طرح پر ہوئی ہو لیکن جب اوسکے بعد صراحۃً وہ کلمات واقع ہین اور تمام آیۃ کے یہ معنی ہین کہ کہا ہمنے اونسے کہ کہو (حطۃٌ) پس بدل دیا ظالمون نے وہ قول کہ مغایر تہا اوس قول کے جسکے کہنے کا اونکو حکم دیا گیا تہا پس الفاظ کے بدل دینے مین کسیطرح کا شک و شبہ باقی نہین رہا اور بدل دینا الفاظ کا بنص صریح منصوص ہوگیا اور دعوی بہی سید الطائفہ

کا نص صریح باطل ہوگیا **قال** امام فخرالدین رازی سنے بھی یہ معنی اختیار کیے ہین چنانچہ
اونہون نے لکھا ہے کہ لما امروا بالتواضع وسوال المغفرۃ لم یمتثلوا امر اللہ ولم یتضرعوا الیہ
یعنی جبکہ اونکو تواضع اور استغفار کرنیکا حکم دیا گیا تہا تو اونہون نے اللہ کے حکم کی تعمیل کی
اور اوسپر التفات نہ کیا **قلت** یہہ صریح مغالطہ سید الطایفہ کا ہے ہرگز یہہ مختار امام
فخرالدین رازی کا نہین بلکہ یہہ قول صرف ابو مسلم کا ہے کہ امام نے اوس قول کو نقل
کرکے یہ لکھا ہے کہ وقول جمہور المفسرین ان المراد من التبدیل انہم اتوا بدل لہ لان
التبدیل مشتق من البدل فلا بد من حصول البدل وہذا کما یقال فلان بدل دینہ یفید انہ انتقل
من دین الی دین آخر ویؤکد ذلک قولہ تعالی قولا غیر الذی قیل لہم یعنی قول جمہور مفسرین
کا یہ ہے کہ وہ لوگ اوس قول کے بدلے اور قول لے آئے اور وجہ قول جمہور مفسرین
کی یہ ہے کہ تبدیل مشتق ہے بدل سے تو ضرور ہے حاصل ہونا بدل کا اور یہہ ایسا ہے
جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ فلانے نے اپنا دین بدل دیا اور یہہ کہنا مفید اسکا ہے کہ اوس نے
ایک دین چہوڑ کر دوسرا دین اختیار کیا اور قول جمہور کی تاکید وتائید کرتا ہے قول اللہ
تعالی کا (قولا غیر الذی قیل لہم)" اقول وجہ تاکید اور تائید ہمنے پیشتر لکہی
ہے الغرض اب صاف ظاہر ہوا کہ سید الطایفہ جسکو مختار امام کا ظاہر کرتے ہین
وہ مختار اونکا نہین بلکہ مختار اونکا برخلاف اوسکے ہے اور یہہ کہنا سید الطایفہ
کا محض مغالطہ ہے اب ہم مناسب سمجہتے ہین کہ بنسبت کلمہ (حطۃ) کے بہی مختصر
عبارت تفسیر کبیر کی نقل کرین تفسیر کبیر مین بنسبت (حطۃ) کے پانچ قول نقل کیے ہین
(اول) قول قاضی کا انہ امر القوم بان یدخلوا الباب علی وجہ التضرع وان یذکروا
بلسانہم التماس حط الذنوب حتی یکونوا جامعین بین ندم القلب وخضوع الجوارح والاستغفار

باللسان وہذا الوجہ احسن الوجوہ واقربہا الی التحقیق یعنی اللہ تعالیٰ نے حکم کیا قوم کو کہ داخل ہوو ین دروازہ مین خضوع کے ساتھ اور یہہ کہ ذکر کرین زبان سے درخواست معافی گناہون کی تاکہ ہووین جامع ندامت قلب اور خضوع اعضا جسمانی اور استغفار زبانی کی نسبت اس قول کے امام صاحب لکھتے ہین کہ) سب قولون سے یہہ قول بہت بہتر ہے اور قریب تر ہے تحقیق کے" (دوسرا) قول اصم کا کہ لفظ (حطۃ) الفاظ اہل کتاب سے ہے اسکے معنی عربیۃ مین نہین جانی جاتے (تیسرا) قول صاحب کشاف کا کہ (حطۃ) (فعلۃ) ہے مادہ (حط) سے اور یہہ خبر مبتدا محذوف کے واقع ہوا ہے یعنی سوال ہمارا معافی گناہان ہے الخ (چوتھا) قول ابومسلم اصفہانی کا کہ معنی اسکے یہہ ہین کہ (امرنا حطۃ) ای ان نحط فی ہذہ القریۃ ونستقر فیہا یعنی اوترین ہم اس قریہ مین اور ٹھیرین ہم اس مین" اس قول کی نسبت امام صاحب لکھتے ہین کہ قاضی نے اس قول کی تضعیف کی ہے اور اسکے بعد وجوہ تضعیف لکھے ہین (پانچوان) قول قفال کا معناہ اللہم حط عنا ذنوبنا فانما انحططنا بوجہک وارادۃ التذلل لک فحط عنا ذنوبنا یعنی بارخدا معاف فرما ہمارے گناہ جزین نیست کہ ہم اوترے ہین خاص تیرے ہی لئے اور تیری ہی عبادۃ کے ارادہ کے لئے پس بخشدی ہمارے گناہ" دیکھہ لیجئے ان پانچون قولون مین اس اتفاق ہے کہ حکم زبان ہی سے کہنے کا تھا اور ابومسلم کو بھی اوسکے قول زبانی ہونے پر اتفاق ہے خصوصاً قول اول جو قاضی کا قول ہے اور امام اوسکو احسن الاقوال اور اقرب الی التحقیق کہتے ہین اوسمین بصراحت تمام یہہ ہے کہ زبان سے کہنے کا حکم تہا بعد نقل پانچون قولون کے لکھتے ہین کہ ہل کان التکلیف وارد ابذکر ہذہ

اللفظ بعینہا ام لا قلنا روی عن ابن عباسؓ انہم امروا بہذہ اللفظۃ بعینہا وہذا محتمل
ولکن الاقرب خلافہ لوجہین احدہما ان ہذہ اللفظۃ عربیۃ وہم ما کانوا یتکلمون بالعربیۃ
وثانیہما وہو الاقرب انہم امروا بان یقولوا قولا والا علی التوبۃ والندم والخضوع حتی انہم
لو قالوا مکان قولہم حطۃ اللہم انا نستغفرک ونتوب الیک لکان المقصود حاصلا لان
المقصود من التوبۃ اما القلب واما اللسان اما القلب فالندم واما اللسان فذکر
لفظ یدل علی حصول الندم فی القلب وذلک لا یتوقف علی ذکر لفظۃ بعینہا یعنی آیا وہ
لوگ بعینہ اسی لفظ (حطۃ) کے کہنے کے مکلف تھے یا نہین اسمین ابن عباسؓ سے
روایت ہے کہ بعینہ اسی لفظ کے کہنے کے امور تھے اگرچہ یہہ محتمل ہے مگر اسکے خلاف
قریب تر ہے دو وجہ سے ایک یہہ کہ یہ لفظ عربی ہے اور وہ لوگ عربی مین کلام نہین
کرتے تھے دوسرے یہہ وجہ ہے اور یہی قریب تر ہے کہ وہ لوگ اسکے امور تھے
کہ ایسا قول کہین جو توبہ اور ندامت اور خضوع پر دلالت کرے تا آنکہ اگر وہ بجاے (حطۃ)
کی یہہ کہتے اللہم انا نستغفرک ونتوب الیک (یعنی خدایا ہم مغفرۃ چاہتے ہین تجھسے
اور تیرے آگے توبہ کرتے ہین) تو مقصود حاصل تھا اسلئے کہ مقصود تو یہ ہے یا دل
ہے یا زبان دل کا کام تو ندامت ہے اور زبان کا کام زبان پر لانا ایسے لفظ کا جو
دلمین ندامت ہونے پر دلالت کرے اور یہہ بات کسی خاص لفظ پر موقوف نہین"
پھر تھوڑی سی تحریر کے بعد ایک مسئلہ فقہیہ کو اسپر متفرع کرتے ہین اعلم ان من
الناس من یحتج بقولہ تعالے فبدل الذین ظلموا علی ان ما ورد بہ التوقیف من الاذکار
انہ غیر جایز تغییرہا ولا تبدیلہا بغیرہا وربما احتج اصحاب الشافعی رضی اللہ عنہ انہ لا
یجوز تحریم الصلوۃ بلفظۃ التعظیم والتسبیح ولا یجوز القراءۃ بالفارسیۃ واجاب

ابو بکر الرازی عنہ بانہم انما استحقوا الذم لتبدیلہم القول الی قول آخر فیفاد معناہ معنی
الاول فلاجرم استوجبوا الذم فاما من غیر اللفظ مع بقاء المعنی فلیس کذلک والجواب
ان ظاہر قولہ فبدل الذین ظلموا قولا غیر الذی قیل لہم یتناول کل بدل قولا بقول
آخر سواء اتفق القولان فی المعنی او لم یتفقا یعنی بعض لوگون نے قول اللہ تعالیٰ
(بدل الذین ظلموا) سے اسپر استدلال کیا ہے کہ جو اذکار تنصیص وارد ہین
اونکی تغیر جایز نہین اور نہ اونکو دوسرے الفاظ مین بدلکر پڑہنا جایز ہے اور بیشتر
اصحاب امام شافعی رضی اللہ عنہ نے اسی سے اسپر استدلال کیا ہے کہ تحریمہ نماز بلفظ
تعظیم یعنی (اللہ اجل) یا (اللہ اعظم) وغیرہما اور بلفظ تسبیح یعنی (سبحان اللہ)
کی اور قران کی قرارۃ فارسی مین جایز نہین ابو بکر رازی نے اس استدلال کا یہہ
جواب دیا ہے کہ بنی اسرائیل جو مستحق مذمت ہوے تو اسوجہ سے ہوئی کہ اونہون
نے اوس قول کو جو اونسے کہا گیا تہا ایسے قول سے بدل دیا تھا کہ پہلے قول کی
معنی کی ضد تھا تو بیشک وہ مستوجب مذمت تھے لیکن تبدیل ایسے غیر لفظ سے کہ
جسمین معنی قول اول کے باقی رہین مستوجب مذمت نہین ابو بکر رازی کا شافعیہ کی
طرف سے جواب یہ ہے کہ ظاہر قول اللہ تعالیٰ فبدل الذین ظلموا قولا غیر الذی قیل لہم
شامل ہے ہر ایک تبدیل ایک قول کو دوسرے قول سے خواہ دونون قول
مضمون مین متفق ہون یا نہون" صحیح بخاری اور دیگر صحاح مین بروایۃ مرفوع
متصل مروی ہے عن النبی صلعم قال قیل لبنی اسرائیل ادخلوا الباب سجدا وقولوا
حطۃ فدخلوا یزحفون علی استاہہم فبدلوا وقالوا حطۃ حبۃ فی شعرۃ یعنی نبی صلعم
سے روایت ہے فرمایا کہا گیا تہا بنی اسرائیل کو (ادخلوا الباب سجدا وقولوا حطۃ) پس

داخل ہوئے وہ چلتے تھے اپنے سرینون پر پس بدلدیا اونہون نے اور کہا اونہون نے
(حطة حبة فی شعرة) " الغرض ان سب بیانات سے بخوبی ثابت ہو کہ آیۃ شریفہ مجرد
نص ہی نہین اسپر کہ اون لوگون نے بجاے اون کلمات کے جنکے کہنے کا اونکو حکم تہا
اور کلمات بھیجدیئے اون کلمات کے تھے کہے اور اسی سبب سے مستوجب مذمت وملامت
ہوئے بلکہ بیان پیغمبر صلعم کے سبب سے اس بیان مین مفسر ہوگئی کہ اب کسی قسم کی تاویل
کی اوس مین گنجایش ہی نہین رہی اور دعوی سید الطائفہ کا محض بے دلیل بلکہ باطل
اور مردود اور برخلاف آیۃ اور حدیث نبوی علیہ الصلوۃ والسلام کے ہے **قال** اور
بیضاوی مین بہی یہی مطلب تسلیم کیا گیا ہے کہ بدلوہا امروا بہ من التوبۃ والاستغفار
طلب ما یشتہون من اغراض الدنیا یعنی اونہون نے بدل دیا حکم توبہ اور استغفار کا
جو اونکو دیا گیا تھا دنیاوی چیزونکے چاہنے سے جسکو وہ خواہشمند تھے **قلت** یہہ تو
تمامتر خلاف دعوی سید الطائفہ کے ہے اسلئے کہ دعوی اونکا تو یہہ ہے کہ توبہ اور
استغفار نہ کی اور مغرور ومنکر ہوگئے اور اس عبارت بیضاوی کا صاف مطلب یہہ ہے
کہ حطہ کے کہنے کا جسکے معنی توبہ اور استغفار کے ہین حکم دیا گیا تھا اوسکی جگہہ وہ دنیا
کی چیزین طلب کرنے لگے مثلا حطہ یا اوسکے معنی مین جو لفظ ہو اوسکی جگہہ حنطہ یا اوسکے
معنی مین اور کوئی لفظ کہنے لگے **قال اللہ تعالی** واذ قلتم یا موسی لن نصبر علی
طعام واحد (الی قولہ تعالی) اہبطوا مصرا فان لکم ما سألتم وضربت علیہم الذلۃ والمسکنۃ
وباؤ بغضب من اللہ ذلک بانہم کانوا یکفرون بآیات اللہ ویقتلون النبیین بغیر الحق
ذلک بما عصوا وکانوا یعتدون **قال** اس آیۃ کی تفسیر مین مفسرون نے دو زمانہ
کے جدا جدا باتون کو خلط ملط کر دیا ہے **قلت** سید الطائفہ کی عادۃ ہے کہ اکابر

اسلام کی طرف سے جاہلون کو بدگمان کرنے کے واسطے اکابر اسلام پر افترا کرنے
مین کچھہ باک نہین کرتے چنانچہ بیان ہی اسی قسم کا افترا کیا ہے کسی مفسر نے ایسا
نہین کیا اور یہہ کیونکر ہو سکتا ہے (تقتلون النبیین) جو ان آیات مین ہے اوسکو کون
اہل عقل کہہ سکتا ہے کہ یہ واقعہ عہد حضرت موسی عرم کا ہی ہمارے مفسرین ایسے
نہین جیسے سید الطائفہ کہ واقعہ مقام (رفیدیم) کو واقعہ مقام (الیم) کہدین بلکہ
بعض مفسرین نے صاف لکھا ہے کہ (ضربت علیہم الذلۃ) سے کلام مستانف ہے
یعنی علیحدہ کلام ہے چنانچہ تفسیر مجمع البیان مین صاف یہ عبارت موجود ہی ثم استانف
حکم الذین اعتدوا فی السبت ومن قتل الانبیاء فقال وضربت علیہم الذلۃ الخ **قال** جب
بنی اسرائیل نے حضرت موسی سے زمین کی پیداوار کا کہانا ملنے کی خواہش کی تو اونہون
نے جواب دیا کہ کسی شہر مین چل پڑو وہان سب کچھہ ملیگا پس اسسے یہہ سمجھنا کہ اونکے
سفر مین کوئی شہر پڑا تہا اور حضرت موسی نے یا خدا نے اوسمین اوترنے کا حکم دیا تہا ایک
مرتبہ غلط فہمی ہے **قلت** (اہبطوا مصرا) مین جو کلمہ (مصر) ہے اسمین کلام ہے
کہ مصر سے وہ شہر جسکا نام (مصر) تہا مراد ہے یا کوئی شہر غیر معین مراد ہے قراۃ
مشہورہ مین (مصرا) تنوین کے ساتھہ ہے اور بعض قراآت غیر مشہورہ مین بغیر تنوین
کے غیر منصرف ہے قراۃ غیر مشہورہ کی بنا پر تو ضرور ہے کہ شہر معین یعنی جسکا نام (مصر)
ہے مراد ہو اسلیے کہ غیر منصرف ہونا اوسکا علمیت اور تانیث پر موقوف ہے اگر علم نہو
تو غیر منصرف نہین ہو سکتا اور قراۃ مشہورہ پر دونون احتمال ہین کہ مراد وہی
شہر ہو کہ جسکا نام (مصر) تہا اور منصرف ہونا اوسکا بسبب سکون اوسط کے ہے
مثل (ہند) کے یا کوئی غیر معین شہر ہو ابو مسلم اصفہانی نے اسپر کئی دلیلین پیش

کی ہین کہ مراد اسسے وہی شہر ہے جسکا نام (مصر) تہا اور سوای انکے اور چند علما کا بہی یہی مقولہ ہے اور اکثر کا یہ قول ہے کہ شہر غیر معین مراد ہے غرضکہ مفسرین کا اسمین اختلاف ہے واللہ اعلم بحقیقۃ الحال پس اگر وہ لوگ جو لفظ (مصر) سے مقصود وہ شہر جسکا نام (مصر) ہے سمجھتے ہین سید الطائفہ کی طرح یہہ بات کہین کہ ترجمہ (اہبطوا مصرًا) اسطور پر کرنا کہ (اُتر پڑو کسی شہر مین) اور پہر یہ کہنا کہ حضرت موسی یا خدا نے اوس شہر مین اُترنے کا جسکا نام (مصر) ہے حکم نہین دیا تہا منشا غلط فہمی سے تو سید الطائفہ فرماوین کہ اسکا کیا جواب ہوسکتا ہے اصل بات یہ ہے کہ مفسر قرآن کو یہ بات لازم ہے کہ اگر کسی آیۃ مین دو احتمال ہون تو دونون احتمالون پر تفسیر کرے اور پہر بعد نظر کرنے کے ہر ایک احتمال کی دلیلون پر اپنا مختار ظاہر کرے جیسا کہ مفسرین دیانت دارون کا دستور ہے کہ ایسے مقام پر یہہ لفظ لکھتے ہین (ہذا احسن الوجوہ) (ہوالاقرب) (ہوالاقرب الی التحقیق) نہ یہہ کہ سید الطائفہ کی طرح اپنی تشخیص جتانے کے لئے دوسرے احتمال کی نسبت آنکہین بند کرکر جابلانہ بے تامل یہ کہدے کہ غلط فہمی ہے ہم جو ان دو احتمالون کے دلائل پر نظر کرتے ہین تو جزما یہ بات نہین کہہ سکتے کہ اون دونون مین سے یہ مقصود ہے یا وہ مقصود ہے پس ایسی حالت مین یہہ کہنا سید الطائفہ کا کہ (غلط فہمی ہے) خود اونہی کی غلط فہمی اور کج رائی ہے اور منشا راوسکا ناواقفیت ہے زبان عربی سے **قال اللہ تعالی** (واذ اخذنا میثاقکم ورفعنا فوقکم الطور) (بقرہ) (واذ نتقنا الجبل فوقہم کانہ ظلۃ وظنوا انہ واقع بہم) (اعراف) **قال** ان دونون مقامون مین چار لفظ ہین جنکے معنی حل ہونے سے مطلب سمجہ مین آویگا رفع - فوق نتق - ظلۃ - **قلت** رفع معنی مصدری (رفع) اور (نتق) سے مطلب سمجہ مین

نہین آسکتا بلکہ اسپر لحاظ کرنا بہت ضروری ہے کہ یہہ دونون جملے جنمین مشتقات (رفع)
اور (نتق) کی وارد ہین آیا جملہ فعلیہ ہین جو حدوث و تجدد (رفع) اور (نتق) پر دلالت کرتے
ہین یا جملۂ اسمیہ ہین جو (رفع) اور (نتق) کے ثبوت و استمرار پر دلالت کرتے ہین یعنی یہہ
(رفع) اور (نتق) او سوقت خاص ہین جسوقت ہین اون سے عہد و پیمان لیا گیا حادث ہوا
پہلے سے نہ تھا یا یہہ کہ پہلے ہی سے تہا چونکہ (رفعنا فوقکم الطور) اور (نتقنا الجبل فوقہم)
دونون جملہ فعلیہ ہین پس اسلوب کلام کی اسکا فائدہ دیتی ہے کہ بروقت اخذ میثاق کے
حدوث و تجدد اس (رفع) اور (نتق) کا ہوا تلخیص المفتاح مین ہے اما کونہ فعلا
فلتقییدہ باحد الازمنۃ الثلثۃ علی اخصر وجہ مع افادۃ التجدد کقولہ شعر اوکلما وردت عکاظ
قبیلۃ ۔ بعثوا الی عریفہم یتوسم ۔ واما کونہ اسما فلافادۃ عدمہا (یعنی لافادۃ الدوام
والثبوت) کقولہ شعر لا یالف الدرہم المضروب صرتنا ۔ الا یمر علیہا وہو منطلق ۔ یعنی
فعل تو اسلئے ہے کہ احد الازمنۃ الثلثۃ کے ساتھ اوسکی تقیید اخصر وجہ پر مع افادۂ
تجدد ہوتی ہے جیسے شعر اوکلما وردت عکاظ قبیلۃ ۔ بعثوا الی عریفہم یتوسم
اور اسم اسلئے کہ اون دونوکی عدم کا فائدہ دیتا ہے یعنی دوام و ثبوت کا فایدہ دیتا ہے
جیسے قول شاعر کا لا یالف الدرہم المضروب صرتنا ۔ الا یمر علیہا وہو منطلق ،، غرضکہ
اس آیۃ کی تفسیر مین بھی اس ضابطہ کا لحاظ رکہنا پر ضرور ہے **قال** رفع کے معنی
اونچا کرنے کے ہین مگر اس لفظ سے یہ بات کہ جو چیز اونچی کی گئی ہے وہ زمین سے بھی معلق
ہوگئی ہو لازم نہین آتی **قلت** مگر اس لفظ سے نفی بھی معلق ہونے کی لازم نہین آتی
جیسے رفع السموات بغیر عمد واسمار بنا ہا رفع سمکہا **قال** فوق کے لفظ کو بھی اوس
شی کا معلق ہونا زمین سے لازم نہین **قلت** مگر اوس شئے کا سر پر ہونا تو بالفرض

لازم ہے اسلئے کہ منجملہ جہات ستہ کے جو بحسب تفصیل ذیل ہین (یمین) (یسار) (قدام) (خلف) (فوق) (تحت) یعنی (دائین) (بائین) (آگے) (پیچھے) (اوپر) (نیچے) (فوق) ایک جہت کا نام ہے جو مقابل (تحت) ہے اور دیگر جہات کی بمائین ہے اور سمت الراس ہے دیکھو آیات فخر علیہم السقف من فوقہم خلقنا فوقکم سبع طرائق بنینا فوقکم سبعًا شدادا **قال** نتق کا لفظ البتہ بحث طلب ہے جسکے معنی مفسرین نے مذہبی عجائبات بنانے کو قلع کے بھی لئے ہین جسکو علیحدہ کرلینا زمین سے لازم ہے اور رفع کے معنی بھی لئے ہین جسکو علیحدہ کرلینا لازم نہین بیضاوی مین لکھا ہے۔ واذ نتقنا الجبل فوقہم اے قلعناہ ورفعناہ **قلت** بیضاوی مین جو (قلعناہ) لکھا ہے وہ نہایت صحیح ہے مگر ہنوز آپ اوسکی تحقیق کو نہین پہونچے ع درنیابد حال پختہ ہیچ خام ۱۲ عنقریب حال اسکا کھل جاویگا **قال** مگر قاموس مین اوسکے معنی ہلا دینے کے لکھے ہین نتقہ زعزعہ اور زعزع کے معنی ہلا دینے کے ہین الزعزعۃ تحریک الریح الشجرۃ ونحوہا اوکل تحریک شدید یعنی زعزعہ کے معنی ہوا کا درخت کو ہلانے کے ہین اور ہر جنبش شدید کو زعزعہ کہتے ہین **قلت** یہان سید الطائفہ خیانت کو کام مین لائے ہین قاموس مین یہ ہے نتقہ زعزعہ ونفضہ اور نفض کے معنی ہین حرکت دینا کسی چیز کا تاکہ جو کچھ اس سے ملصق ہو جدا ہوجاوے نفضت الثوب انفضہ نفضا اذا حرکتہ لتستنفض ونفضت شدد للمبالغۃ والنفض بالتحریک ما تساقط من الثمر والورق وہو فعل بمعنی المنفوض کالنقض بمعنی المنقوض والانفاض بالضم والنفاضۃ ما سقط من النقض (صحاح) قاموس مین (نتق) کی ترجمہ مین (زعزعہ نفضہ) لکھا ہے سید الطائفہ نے (نفضہ) کو اسے مطلب کے خلاف دیکھکر از راہ خیانت کے اوسکو

چھوڑ دیا چونکہ (نفض) کے معنی مین جدا ہونا ایک شئی کا اپنے محل سے ماخوذ ہے اور
قاموس مین (زعزعہ) کے ساتھہ (نفضہ) بھی موجود ہے پس جو کچھہ قاموس مین ہے
وہ معنی (قلع) کی موئید ہے اور تفسیر صاحب بیضاوی کی ہر آئینہ صحیح ہے اور (زعزعہ)
کچھہ منافی (قلع) کی نہین پس معنی (زعزعہ ونفضہ) مطابق قاموس کے یہ ہین کہ
ہلا دیا اوسکو اور جدا کر دیا اوسکو اب اسسے قطع نظر کر کے معنی (نتق) ہی مین بحث کیجئے
ابو عبیدہ جو بڑی عالم لغت اور علماء لغت مین ہستند اور ہم جنب خلیل و سیبویہ وغیرہ
ایمہ عربیہ کے ہین لکھتے ہین اصل النتق قلع الشی من موضعہ والرمی بہ یقال نتق
ما فی الجراب اذا رمی بہ وصبہ وامرۃ ناتق ومناتق اذا کثر ولدہا لانہا ترمی باولادہا رسیا
یعنی اصل معنی (نتق) کے ہین جدا کر دینا ایک چیز کا اوسکی جگہہ سے اور پھینک دینا
کہتے ہین (نتق ما فی الجراب) جبکہ جو چیز توشہ دان مین ہے اوسکو نکال پھینکا اور ٹھوڑ دیا
اور کہتے ہین (امرۃ ناتق ومناتق) جب کہ بکثرت ہو اوسکی اولاد اسلئے کہ وہ برابر
پھینکتی رہتی ہے بچون کو اپنے رحم سے" چنانچہ تفسیر کبیر مین یہ قول ابو عبیدہ کا نقل
کر کے لکھا ہے فمعنی نتقنا الجبل ای قلعناہ من اصلہ وجعلناہ فوقہم یعنی معنی (نتقنا الجبل)
کے یہ ہین کہ جدا کر دیا ہمنے یا یون کہو کہ اوکھاڑا ہمنے پہاڑ کو اوسکی جڑ سے اور اونکے
اوپر کر دیا اوسکو" جار اللہ زمخشری جو امام لغت عربیہ مین لکھتے ہین نتقنا الجبل
قلعناہ ونزعناہ ومنہ نتق السقاء اذا نفضہ لیقلع الزبدۃ منہ یعنی معنی (نتقنا الجبل)
کے ہین (قلعناہ ونزعناہ) اور اسی سے ہے (نتق السقاء) یعنی ہلایا مشک شیر کو
تاکہ جدا ہو جاوے مکھن اوس سے" صحاح مین ہے فرس ناتق اذا کان ینفض
اکلہ ونتقت الجلد اذا سلختہ یعنی کہتے ہین کہ (فرس ناتق) جبکہ وہ سوار کو ہلا کر

جدا کردے اور کہتے ہین (نقفت الجلد) جب اوسکے پوست کو گوشت سے جدا کردے
فرمائے جناب سید الطائفہ اب تو میدانی کی تفسیر مین کچھہ شک وشبہ نہ رہا اور معنی
(نتق) کے بھی خوب صاف ہوگئے مجمع بحار الانوار مین ہے ہی جمع نتیقۃ بمعنی منتوقۃ
من النتق وہوان یقلع الشی فیرفعہ من مکانہ یعنی (نتق) کے معنی ہین یہ
کہ اکھاڑے ایک چیز کو اوسکی جگہہ سے اور اوٹھادے اوسکو **قال** ظلہ کے معنی سائبان
کے بھی ہوسکتے ہین چھتری کے بھی ہوسکتے ہین **قلت** ہم بھی اسکو تسلیم کرتے ہین
یعنی وہ چیز کہ ہم کو ہمارے اوپر اکر چھپالے مثل چھتری اور سائبان کے **قال** اور جو چیز
کہ ہم پر سایہ ڈالے اسکے بھی ہوسکتے ہین **قلت** یہہ غلط ہے جب تک کہ کوئے
ایسی چیز نہو کہ ہمارے اوپر مثل سائبان اور چھتری کے ہووے اوسکو (ظلہ) نہین
کہہ سکتے **قال** تفسیر کبیر مین لکھا ہے الظلۃ کل ما اظلک من سقف بیت او سحابۃ
او جناح حایط یعنی ظلہ ہر اوس چیز کو کہتے ہین جو سایہ ڈالے گہر کی چھت ہو یا ابر کا
ٹکڑا یا احاطہ کا باز و یعنی دیوار **قلت** یہان دو غلطیان فاش بسبب ناواقفی
کے زبان عرب سے کی ہین (اول) (ما اظلک) کے معنی یہہ لکھے کہ جو سایہ ڈالے
یہ غلطی ہے (ما اظلک) کے معنی ہین وہ چیز جو چھاجاوے تجھپر یا ڈہانک لے تجھکو
قاموس مین ہے اظلنی الشی غشینی یعنی (اظلنی الشی) کے معنی ہین چھپالیا مجھکو
اور اسی مادہ (غشی) سے ہی اشتقاق (استغشی ثوبہ دبہ تغطی) یعنی چھپالیا اپنے
آپ کو کپڑے مین اور اسی سے ہی (تغشیہ) بمعنی فرو پوشیدن اور اسی سے ہی (فغشیہم
من الیم ما غشیہم) یعنے چھاگیا اونپر گہری دریا کے پانی سے جو چھاگیا (دوسری)
بہت بڑی ناواقفی اور غلطی فاش یہ کی ہے (جناح حایط) کے معنی لکھے ہین احاطہ

کی دیوار حالانکہ یہہ معنی (جناح حایط) نہین بلکہ ترجمہ اسکا اردو مین (چھجا) ہی
نفایس اللغات مین ترجمہ لفظ (چھجا) مین لکھتے ہین بفتح اول مخلوط التلفظ بہا
وجیم مشدد و بالف رسیدہ ہرچہ بر سر ایوان یا بالاے درخانہ براے محافظت
باران از سنگ و چوب کشند تا باران اندرون نیاید بعربی آنرا کنہ بضم کاف و نون
مشدد و تا در آخر و جناح بفتح جیم و نون با الف و حا مہملہ در آخر و بفارسی آنرا
باران گیر و طرہ بام و طرہ دالان و طرہ ایوان گویند۔ سید الطائفہ نے بسبب ناواقفی
کے لغات عرب سے ایک تو (حایط) کے معنی احاطہ سمجھے حالانکہ (حایط) زبان عرب
مین بمعنی دیوار ہے دوسرے (جناح) جو مضاف بطرف (حایط) کے ہے
اوسکو بمعنی جناح الانسان و جناح الطایر کے از راہ غلط فہمی اور ناواقفی کے
سمجھکر پہلے تو اوسکا ترجمہ کیا کہ احاطہ کا بازو اور بعد اوسکے اوسکی شرح کی یعنی
دیوار ماشاءاللہ اسی قابلیت پر تفسیر قرآن کی لکھنے بیٹھے ہین اور اسی علم و فضل پر
دعوی اجتہاد کا کرتے ہین خیر لغت دانی اور عربی دانی تو آپ کی خوب ظاہر ہوگئی لیکن
آپ نے یہہ بھی سمجھا کہ آپ کے ان گھڑے ہوئی معنی پر معنی آیہ کے کیونکر صحیح ہو سکتے ہین اسلئے
کہ آپ کے معنی محرفہ کے بموجب معنی آیہ کے یہ ہوئے کہ ہلا دیا ہمنے پہاڑ کو اونکے اوپر کو یا کہ
وہ پہاڑ احاطہ کی دیوار تھا آپ نے اسکا بھی خیال کیا کہ پہاڑ کو جو احاطہ کی دیوار سے آپ تشبیہہ
دیتے ہین یہ تشبیہہ کس چیز مین ہے آیا بلندی مین ہے یہہ تو ظاہر ہے کہ پہاڑ تو احاطہ
دیوار سے ہمیشہ بلند ہوتا ہی اور وجہ مشبہ اوس مین مشبہ بہ سے بدرجہا اتم ہے پس یہہ
اولی تشبیہہ کیونکر صحیح ہو سکتی ہی اور اگر وجہ شبہ آپکے ذہن مین کوئی اور چیز ہے تو اوسکا بیان
کیون نہین کیا خیر جب نہین کیا تو اب کیجئے ترجمہ (ظلہ) کا صراح مین بزبان فارسی ہے

(سایہ بان) یا (سایہ پوش) اور یہی معنی ہین لفظ (جناح الحائط) کے جو تفسیر کبیر مین
واقع ہے اور جناب شاہ ولی اللہ قدس اللہ سرہ اور شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ اور جملہ مترجمین
نے اسی لفظ سے (ظلہ) کا ترجمہ کیا ہے جب یہہ سب امور متحقق ہوئے تو لازم آیا کہ اوس
پہاڑ مین یہہ سب امور متحقق ہون یعنی بلند ہونا پہاڑ کا اون لوگونکے سمت الراس پر نہ
دائین بائین نہ آگے پیچھے اور اس انداز پر کہ جس انداز پر سائبان ہوتا ہے نہ اس
انداز پر کہ جس انداز پر دیوار کا سایہ پڑتا ہے اور ان سب باتون کے ماسوا بقضائے
جملون فعلیون کے یہ بھی ضرور ہے کہ یہہ سب امور بروقت لینے عہد و پیمان کے مجدداً
حادث ہوئے ہون یعنی پیشتر سے وہ پہاڑ ان ہیئتون پر نہو بلکہ پہلی حالت سے متغیر
ہوکر خاصتہ اوس وقت مین ان ہیئتون کے اوپر مبدل ہوگیا ہو اور چونکہ واسطے اس تغیر
اور تبدل کی (قلع) جو اصل معنی (زتق) کے ہین یعنی اوکھاڑنا پہاڑ کا ضروری ہے
پس مفسرین نے جو تفسیر آیۃ کی کی ہے اوسمین کونسی بات خلاف لغت اور خلاف
نظم و سیاق قران آپ نے سمجھی ہے مفسرین نے کوئی عجیب بات اپنی طرف سے
نہین بنائی جو کچھہ اسمین تعجب ہو وہ سب ظہور عجائبات قدرۃ کا ہے اوس قادر مطلق کا
ہے کہ کوئی شئے اوسکے احاطہ قدرۃ سے باہر نہین لایعجزہ شئی وہو علی کل شئی قدیر
اب ہمکو ذرا سید الطائفہ کے مزخرفات پر بھی توجہ کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے **قال**
اب غور کرنا چاہیئے کہ واقعہ کیا تھا **قلت** جو کچھہ تھا وہ تو قران مین مبین ہوگیا
اس سے زیادہ جو آپ سمجھ رہے ہین وہ بھی فرمائیے مگر جو کچھہ فرمائیے اوسکا ثبوت
بھی قران مجید سے پیش کیجیے اور اسی پر اکتفا کیجیے کہ اذا قالت حذام فصدقوا
قال بنی اسرائیل جو خدا کے دیکھنے کو گئے تھے طور یا طور سینین کی

نیچے کہڑے ہوئے تھے پہاڑ اونکے سر پر نہایت اونچا تہا وہ اوسکے سایہ کے
تلے تھے **قلت** اوس واقعہ کا بیان جسمین بنی اسرائیل نے کہا تھا کہ ارنا اللہ جہرۃ
اوپر ہوچکا ہے اوس واقعہ مین آپ نے جسقدر غلطیان کی تہین اور مغالطات کو کام مین
لائے تھے سب کا رد پیشتر ہوچکا ہے اور خود قران مجید سے ثابت ہے کہ اوس کفر و
گستاخی کی سزا مین اونپر عذاب موت نازل ہوا یہہ واقعہ وہ نہین ہے اس معاملہ
مین نہ کوئی مرا نہ کچھہ سزا دیگئی ہے بلکہ تخویف و تہدید و تاکید اسپر کی گئی تہی کہ خذوا
ما آتیناکم بقوۃ واذکروا ما فیہ لعلکم تتقون نہ یہان کسی سزا کا بیان ہے نہ کسی عذاب کا
پس صاف ظاہر ہے کہ وہ واقعہ اور تھا اور یہہ واقعہ اور ہے اور آپ نے کوئی ثبوت
اسکا کہ دونون واقعہ ایک ہی ہین کچھہ پیش نہین کیا پس سب مزخرفات آپکی کہ
مبنی اوپر اتحاد دونون واقعات کے ہین محض بیکار ہین پھر یہہ جو لکھتے ہین کہ پہاڑ
کے نیچے کہڑے تھے اس سے کیا مراد ہے آیا یہہ مطلب ہے کہ پہاڑ اونکے دائین یا
بائین یا آگے یا پیچھے نہایت قریب تھا یا اونکے سمت الراس مانند سائبان کے
تہا اگر شق اول ہے تو صاف غلط ہے کہ اس صورت مین (نتقنا) اور (رفعنا فوقہم)
اور (کانہ ظلۃ) کا مضمون صادق نہین آتا اور اگر شق ثانی ہے تو کیا کوئی سائبان
اوس پہاڑ مین پیشتر سے بنا ہوا تہا یا اوسی وقت مین وہ پہاڑ مثل سائبان کے
اونکے سمت الراس مرفوع کیا گیا تہا اگر شق اول ہے تو جملہ ہائے فعلیہ جو تجدد اور
حدوث پر ناطق ہین صحیح نہین ہوسکتے اور اگر شق ثانی ہے تو آپکی سب تکلیفات
اور تحریفات بدیہی البطلان ہین پہاڑ کتنا ہی اونچا ہو اور کتنی ہی دور تک اوسکا
سایہ پڑے جب تک کہ وہ مثل سائبان کے سمت الراس نہوگا اور جب تک کہ

یہہ کیفیت مجدد اخاص وقت اخذ میثاق کی حادث نہوئی ہوگی تب تک حسب تصریحات مرقومہ
بالا اوسپر مضمون (رفعنا فوقکم الطور) اور (کانہ ظلۃ) کا ہرگز صادق نہین آسکتا
اور چونکہ وہ پہاڑ پیشتر سے بلند تہا اور جملے فعلیہ جو آیۃ مین ہین سب تجدد وحدوث کو چاہتے
ہین اسلئے جو معنی آپ نے گہڑے ہین کسیطرح صحیح نہین ہوسکتے پس آپ کی سب تقریر
صریح تحریف قرآن ہے **قال** اور طور بسبب آتش فشانی کے شدید حرکت اور زلزلہ
مین تھا جسکے سبب وہ گمان کرتے تھے کہ اونکے اوپر گر پڑے گا **قلت** طور کی آتش
فشانی آپ سے مطلقاً ثابت نہوسکی بلکہ دلائل قویہ جو اوپر لکھے گئے ہین اونسے بخوبی
ثابت ہوگیا کہ وہ پہاڑ اصلا آتش فشان نہ تہا پہر جو کچہہ آپ فرمارہے ہین یہ تو تمامتر
برخلاف عادۃ ہی کہ عین وقت آتش فشانی اور زلزلہ شدید کے کہ کوسون تک پتہر اور
اوڑ کر توپون کے گراب اور بندوقون کی گولیونکا کام کرتے ہین اور تیزی آگ کی کوسون
تک کسی جاندار شے کو بغیر جلائے ہوئے نہین چہوڑتی عادۃ نہایت مستبعد ہی کہ
وہ جماعت کی جماعت عین اوسوقت مین اوس پہاڑ کے زیر سایہ ہو اور صحیح وسالم بچ رہی
اور عین اوسوقت مین بحالت صحت عقل اور اجتماع حواس کے عہد وپیمان کیا اس مقام پر
آپ قانون قدرۃ کا سبق کیون بہول گئے اگر واقع مین یہ بیان آپکا صحیح ہی تو یہہ بھی
ایک نیا معجزہ خرق عادۃ ہی جسکو ہر مقام مین آپ خلاف قانون قدرۃ بتلاتے ہین
اور جب ایک محل پر ظہور خرق عادۃ کا خود آپ ہی کی تقریر سے اور آپ ہی کے اقرار
سے ثابت ہوگیا تو اور مقامات مین اوسکی وقوع کا انکار صریح ہٹ دہرمی اور محض تحکم ہی
علاوہ برآن آپ پیشتر یہ لکہہ چکے ہین کہ صدمہ آتش فشانی سے وہ جماعت غشی مین
آگئی تہی تو کیا یہہ بات ہی کہ حالت غشی اور بیہوشی مین اونہون نے وہ عہد وپیمان کیا

تہا اگر آپ یہہ کہین کہ بعد افاقہ کے معہد و پیمان کیا تو ہم یہہ کہین گے کہ آتش فشانی
آتش فشان پہاڑونکی ایسی تو ہوتی ہی نہین کہ برق خاطف کیطرح ایک دم مین چمک کر
منطفی ہوجاوے اوسکی آتش فشانی تو ہفتون اور مہینون تک رہتی ہے پس نہایت مستبعد
ہے کہ تا وقت انطفار آتش فشانی یعنی ایک زمانہ ممتد تک وہ بیہوش پڑے رہے
ہون اور بعد آتش فشانی اونپر کیا دباؤ باقی رہگیا تہا کہ اوسکے خوف سے معہد و پیمان پر
مستعد اور راضی ہوگئے **قال** اس حالت کو خدا تعالی نے ان لفظون مین یاد
دلایا ہے کہ رفعنا فوقکم الطور بمیثاقکم الجبل فوقہم کانہ ظلۃ وظنوا انہ واقع بہم **قلت**
سید الطایفہ نے ایک حرف بہی اس آیۃ کا نہین سمجہا اور جسقدر رخامہ فرسائی کی ہے
سب مبنی ہے اوپر ناواقفی کے اسالیب کلام عرب سے اور تحریف اور غلط کاری
کے **قال** پس ان الفاظ مین کوئی بات ایسی نہین جو عجیب ہو یا مطابق واقع
اور قانون قدرۃ نہو **قلت** پہاڑ کا ایک جماعت کی جماعت کے سر پر مثل سایبان
کے اوس وقت خاص مین اپنی حالت سابقہ سے متغیر ہوکر مرفوع ہوجانا کتنا بڑا نمونہ
عجایبات قدرۃ کاملہ کا ہے اور اوسکے مطابق واقع ہونے مین اور قادر مطلق کے تحت
قدرۃ ہونے مین کیا کلام ہوسکتا ہے کیا سید الطایفہ کے نزدیک عجیب ہونا کسی چیز کا
باوجود امکان کے اوسکی قدرۃ کا مزاحم ہوسکتا ہے یا اوسکو اوسکے ارادہ کے پورا
کرنے سے عاجز کرسکتا ہے ذلک ظن الذین کفروا جبکہ اسسے زیادہ تر عجیب
ایک بہت بڑا سایبان تمام دنیا کے اوپر اوسکی قدرۃ کاملہ سے بلا ستون قایم
ہے تو ایک ادنی پہاڑ کے سایبان ہوجانے مین ایک جماعۃ کے سر پر کیا استبعاد
ہے ہرگاہ کہ تم خراصین بہی اسکے قایل ہو کہ ایک بہت بڑا جرم یعنی سورج کہ

جسکا قطر صدہا میل کا ہے باوجود اسقدر ثقیل ہونے کے اوسکی قدرۃ کاملہ سے
معلق ہے تو ایک ادنی چیز کے معلق ہوجانے کو کیون مستبعد اور خارج از قدرۃ کاملہ
سمجھتے ہو یہی حال ہے کرۂ زمین کا غایۃ الامران اشیا کے معلق ہونے کو بسبب جذب
مفروضہ اپنے کے قرار دوگے جیسا کہ ایک تحریر مین سید الطائفہ نے تفسیر آیۃ
رفع السموات بغیر عمد ترونہا مین لکہا ہے کہ عمود غیر مرئیہ جذبات اجرام کے ہین
تو ہم یہہ کہینگے کہ جس قادر قدیر نے اجرام مین ایسا قوی جذب پیدا کیا ہے تو کیا وہ
قادر مطلق اپنی قدرۃ کاملہ سے کوئی اور ایسا جذب غیر مری پیدا نہین کرسکتا کہ
ایک ادنی سے پہاڑ کا جاذب ہو دیکہو عجیب قدرۃ کے تو تم بہی اسی آیۃ کے بیان مین
قائل ہو یعنی تمہارا خود یہ مقولہ ہے کہ عین وقت آتش فشانی اور زلزلۂ شدید کے
جماعۃ بنی اسرائیل کی اوس کوہ آتش فشان کے سایہ مین صحیح وسالم کہڑی رہی حالانکہ
ایسی حالت مین دور دور تک کا کوئی جاذار صدمہ سے حرارت آتش کی اور پتہرونکی
بوچہار سے موافق عادۃ کے زندہ بچ نہین سکتا پس جب ایک طرح کی عجیب قدرۃ
کو تسلیم کرتے ہو تو دوسری طرح کی عجیب قدرۃ کا کیون انکار کرتے ہو یہہ حکومت
طلبی آپ کی کہ جس خرق عادۃ کے ہم قائل ہون وہ تو ممکن ہے اور جسکے ہم قائل
نہون وہ محال اور خارج از قدرۃ ہے آپ کی اتباع تسلیم کرین تو کرین سوائی
اونکے کوئی صاحب عقل اوسکو تسلیم نہین کرسکتا قال مفسرین نے اپنی تفسیرون
مین اس واقعہ کو عجیب وغریب بنادیا ہے اور ہمارے مسلمان مفسر خدا اون پر رحمت
کرے عجائبات دور از کار کا ہونا مذہب کا فخر اور عمدگی سمجھتے تہے اسلئے اونہون
نے تفسیرون مین لغو ومہمل وہ عجائبات بہر دئے ہین قلت مفسرون پر

کیون کہتا کہا رہے ہو جس بات کو اوس قادر قدیر نے اپنے عجائبات
قدرۃ دکہلانے کے واسطے عجیب و غریب طور پر عالم شہادت مین ظاہر کرکے دکہلایا
ہے اوسکو مفسرین نے بہی ایسا ہی قرار دیا ہے وہ تو اپنے آپ کو خدا ہی قادر کا
بندہ اعتقاد رکہتے ہین اسلئے اتباع کلام خدا اونکو لازم تہا ہان آپ (اللہ تعالے
آپ کو ارتداد سے تائب کرادے) کہ من کل الوجوہ بندۂ ملاحدہ و دہریۂ
فرنگ کے بن رہے ہین اونکی اتباع سے آپ خدا کے کلام پر یقین نہین کرتے اور ایسے
بڑے قادر قدیر کو ایجاد ممکنات سے عاجز قرار دیکر اوسکے کلام مقدس مین اسقدر
بیہودہ اور نحو تحریفات کرتے ہین کہ لغویت اور بیہودگی اونکی کسی صاحب عقل و علم پر مخفی نہین
رہ سکتی اور یہ جو آپ کہتے ہین کہ عجائبات کا ہونا مذہب کا فخر اور عمدگی سمجہتے ہے یہ
آپکی غلطی اور نادانی ہے ہمارے مذہب مین جو فخر کی بات ہے وہ یہ ہے کہ ہم صفات باری
تعالے کو ایسا کامل سمجہتے ہین کہ کوئی فرقہ ایسا نہین سمجہتا ہمارے نزدیک علم ہے تو ایسا
ہی محیط ہے کہ لایعزب عنہ مثقال ذرۃ فی السموات ولا فی الارض قدرۃ ہے تو ایسی ہی
کامل ہے کہ لایعجزہ شیء فی السموات ولا فی الارض وہو علی کل شیء قدیر فرض کرو کہ
اگر عجائبات مین سے کوئی چیز ہی عرصہ ظہور مین نہ آئی ہوتی تب بہی ہم اوسکی قدرۃ کو ایسا
ہی سمجہتے جیسا کہ بحالت ظہور سمجہتے ہین پس ہم ظہور عجائبات کو مذہب کا فخر نہین سمجہتے
جیسا کہ سید الطائفہ انیچریہ نے از راہ جہل مرکب کے قرار دیا ہے بلکہ ہم اپنے مذہب
کے اعتقاد کو بنسبت صفات باری تعالی کے مذہب کا فخر سمجہتے ہین اور اعتقادات
خبیثہ فرقۂ نیچریہ کو کہ اللہ تعالے قادر مطلق کو احداث عجائبات ممکنہ سے عاجز سمجہتے
ہین اور قدرۃ کاملہ کے احاطہ سے خارج قرار دیتے ہین از بس ناپاک اور نالایق اور

ایسا فاسد سمجھتے ہین کہ اس سے زیادہ کوئی اعتقاد فاسد نہین ہوسکتا الغرض جو کچھ
سید الطایفہ نے ہرزہ درائی اور بیہودہ سرائی کی ہے بالکل خرافات اور لغویات ہے
اور ایسی ایسی ناپاک تحریفات سے خدای پاک کا کلام بری ہے۔ قال اللہ تعالی
ولقد علتم الذین اعتدوا منکم فی السبت فقلنا لہم کونوا قردۃ خاسئین یعنی ہرآئینہ جانتے تمنے
اون لوگون کو جنہون نے تعدی کی تم مین سے بیچ سبت کے پس کہا ہمنے اونکو ہوجاؤ
بندر ذلیل خوار قال اسکی تفسیر مین بھی ہمارے علمای مفسرین نے عجیب و غریب باتین
بیان کی ہین اور لکھا کہ وہ لوگ سچ مچ صورت و شکل و خاصیت مین بھی بندر ہوگئے
تھے بعضون کا قول ہے کہ وہ سب تیسرے دن مرگئے اور بعضے کہتے ہین کہ یہہ بندر
جو اب دشتون پر اور جنگلون مین پھرتے ہین اونہین بندرون کی نسل سے ہین مگر یہہ
تمام باتین لغو اور خرافات ہین قلت اس آیۃ کی تفسیر مین دو قول ہین ابن عباسؓ
کا یہ قول ہے کہ وے لوگ بندرون کی صورت مین مسخ ہوگئے اور تیسرے روز مرگئے
دوسرا قول مجاہد کا کہ صورتین اونکی مسخ نہین ہوئی تھین بلکہ دل اونکے مسخ ہوگئے
تھے یعنی مطبوع القلب اور قاسی القلب ہوگئے تھے اسلئے بندرونکے ساتھہ تشبیہہ
دی گئی ہین جسطرح پر گدہے کے ساتھہ تمثیل دی گئی ہین آیۃ مثل الذین حملوا التورٰیۃ
ثم لم یحملوہا کمثل الحمار یحمل اسفارا مین سوا ان دو قولون کے جو سید الطایفۃ النیچریہ نے
کچھہ لکھا ہے وہ اونکی بناوٹ ہے چونکہ اونکو اسلام اور علمای اسلام سے عناد قلبی ہے
اوس فرط عناد کے سبب اونکو علمای اسلام پر افترا برپا کرنے مین کچھہ باک نہین ہوتی
سید الطایفۃ النیچریہ کا یہہ قول ہے کہ (کونوا قردۃ) سے مراد اونکا برادری اور
قوم سے خارج کردینا مقصود ہے حقیقت کلمہ کی مراد نہ لئے جانے مین تو وہ مجاہد سے

اتفاق کرتے ہین مگر معنی مجازی مین اختلاف ہے یعنی مجاہد کا قول یہ ہے کہ مراد یہ ہے کہ ہوجاؤ قاسی القلب مطبوع القلب سید الطائفہ کا قول ہے کہ خارج ہوجاؤ قوم سے اب دیکھنا چاہیے کہ ظاہر کلام ابن عباسؓ کی قول کا مؤید ہے یا مجاہد کا کچھ شک نہین کہ کلمہ (قردۃ) کلام مجید مین وارد ہے جو جمع (قرد) کی ہے جسکے معنی حقیقی ہین (بندر) ابن عباسؓ کا استدلال ہے معنی حقیقی سے مجاہد اور سید الطائفہ کے قول پر معنی حقیقی مراد نہین بلکہ بطور استعارہ کے معنی مجازی مراد ہین پس اب قواعد معہودہ حقیقۃ و مجاز کے مطابق تصفیہ اسکا ہونا چاہیے کہ دونون مین سے کسکے قول کو تسلیم کرنا لازم ہے علماء اصول اور علماء معانی و بیان نے بہت صراحۃ کے ساتھ اس قاعدہ کو مدلل کیا ہے کہ متی امکن الحقیقۃ سقط المجاز اور سوا اسکے دوسرا قاعدہ یہہ بھی ہے کہ ارادہ مجاز کے واسطے ہونا کسی قرینہ کا جو تعین مجاز اور عدم ارادہ حقیقت پر قایم ہو ضرور ہے چونکہ اس آیۃ مین نہ حقیقت ممتنع ہے نہ کوئی قرینہ ارادہ مجاز اور عدم ارادہ حقیقت پر قایم ہے اور تعین مجاز پر یعنی اسپر کہ معنی مجازی قرار دادہ مجاہد متعین ہین یا معنی قرار دادہ سید الطائفہ اصلا کوئی قرینہ نہین پس واجب ہے کہ حقیقت ہی پر کلمہ (قردۃ) کو محمول کیا جاوے رہا مجرد احتمال مجاز کا سو حال اوسکا یہ ہے کہ مجرد احتمال جو مبنی کسی دلیل پر نہو ارادہ حقیقت کا اصلا مزاحم و مانع نہین ہو سکتا کیونکہ ایسا کوئی کلمہ نہین جسمین احتمال مجاز کا نہو پس اگر مجرد ایسے احتمالات کا جو مبنی کسی دلیل پر نہین اعتبار کیا جاوے تو سب کلمات سے یک لخت امان مرتفع ہوجاوے گی چنانچہ یہ مسئلہ پیشتر کئی مقام پر مصرح بیان ہوچکا ہے باقی رہا کلام آیۃ سورۂ (جمعہ) مثل الذین حملوا التورٰیۃ ثم لم یحملوھا کمثل الحمار یحمل اسفارا سو یہہ آیۃ نظیر اس آیۃ کی نہین ہوسکتی کیونکہ یہان کوئی

کلمہ معنی مجازی مین مستعمل نہین معنی آیۃ سورہ (جمعہ) کے یہ ہین کہ مثل اون لوگونکے جو توریۃ پر
اٹھوائی گئے پھر اونہون نے اوسکو نہین اوٹھایا یعنی توریۃ کے احکام کے مکلف کئے گئے پھر اونہون
نے باوجود پڑہنے توریۃ کے اور باوجود بذل جہد کے اوسکی تعلیم مین اور اوسکے احکام پر عمل نکیا تو اونکی
مثل مانند مثل گدہے کے ہے کہ اوٹھاتا ہے کتابون کے بوجھ کو دیکھو نہ یہان استعارہ
ہے نہ کسی اور قسم کا مجاز ہے کلمہ (حمار) اپنے معنی حقیقی ہی مین مستعمل ہے پس اوس آیۃ کو
اس آیۃ کی نظیر مین پیش کرنا قیاس مع الفارق ہے بلکہ اگر غور کیجاوے تو وہ آیۃ مویدہے
اسکی کہ اس آیۃ مین کلمہ (قردۃ) سے معنی حقیقی مقصود ہین اگر ایسا نہوتا تو یہان بھی حرف
تشبیہ لایا جاتا جسطرح پر آیۃ سورہ (جمعہ) مین لایا گیا ہے باوجودیکہ سورہ (اعراف) مین
بھی اعادہ اس قصہ کا فرمایا وہان بھی یہی ہے (کونوا قردۃ خاسئین) یعنی وہان بھی کسی حرف
تشبیہ کے ساتہ ذکر نہین کیا گیا پس آیۃ سورہ (جمعہ) مین اوس فرقہ کو مثل (حمار) اور
اس آیۃ مین اس فرقہ کو نہ مثل (بندر) کے بلکہ خود (بندر) کہنا اس بات کا مویدہے کہ دونو
فریق کی حالت مین بہت فرق ہے کہ ایک کو تو عین (بندر) اور دوسرے کو مثل (حمار)
فرمایا اب سورہ (اعراف) کی آیات پر بھی غور فرمانی چاہئے کہ اون سے کیا ثابت ہوتا ہے
اور کس کے قول کی تائید حاصل ہوتی ہے وہ آیات یہ ہین اذ قالت امۃ منہم لم تعظون
قوما اللہ مہلکہم او معذبہم عذابا شدیدا قالوا معذرۃ الی ربکم ولعلہم یتقون فلما نسوا
ما ذکروا بہ انجینا الذین ینہون عن السوء واخذنا الذین ظلموا بعذاب بئیس بما کانوا
یفسقون فلما عتوا عما نہوا عنہ قلنا لہم کونوا قردۃ خاسئین یعنی جب کہ کہا ایک گروہ نے
اون مین سے کہ کیون نصیحت کرتے ہو ایسے گروہ کو کہ اللہ اونکو ہلاک کرنے والا ہے
یا سخت عذاب دینے والا ہے کہا نصیحت کرنے والون نے تاکہ ہم اپنا عذر اپنے رب کے

سامنے پیش کرین اور شاید کہ وہ اس گناہ سے باز رہین پھر جب وہ بھولے اوس بات کو جسکی نصیحت کیے جاتے تھے تو نجات دی ہمنے اون لوگون کو جو برائی کرنے کی ممانعت کرتے تھے اور پکڑا ہمنے اونکو جنہون نے گناہ کیا تھا سخت عذاب سے پھر جب وہ نہایت درجہ پر حد سے گذر گئی تو کہا ہمنے اونکو ہو جاؤ تم بندر ذلیل خوار" ان آیات مین دو جگہہ ذکر تعذیب وارد ہے ایک جگہ یہ کلمہ (عذاب بئیس) ہے دوسری جگہہ (کونوا قردۃ خاسئین) اگر دونون کو ایک ہی عذاب اور دوسرے کو تکریر اور تاکید پہلی کی بھی جاوے تو چونکہ مراد تعذیب دنیوی ہے اسلئے ظاہر ہے کہ قساوۃ قلبی یا برادری سے جدا ہونے پر اطلاق عذاب شدید کا نہین ہوسکتا کیونکہ قساوۃ قلبی موجب عذاب آخرۃ ہے عذاب دنیوی نہین اور اسیطرح پر قوم سے جدا ہو جانا ایک گروہ کے گروہ کا اصلا عذاب شدید نہین ہوسکتا ورنہ جاہی اسی زمانہ مین مدعیان اسلام کے دو گروہ مین ایک سید الطائفہ اور اونکے اتباع نیچریہ دوسرا جمہور اہل اسلام اور دونون مین نہایت درجہ کی جدائی و مبانیت ہی اور کچھہ سہل عمل نہین مگر دونون اپنے اپنے حال مین خوش و خرم ہین بسبب اس جدائی کے نہ وہ معذب ہین نہ یہ علاوہ بران اس صورت مین (انجینا الذین ینہون) بے معنی ہوجاتا ہے اسلئے کہ جب دو گروہ ایک قوم مین ہو گئے اور دونون ایک دوسرے سے جدے جدے ہو گئے تو جو ایک کا حال امور دنیوی مین ہے وہی دوسرے کا حال ہے پھر ایک گروہ کو معذب بعذاب دنیوی اور دوسرے کو ناجی قرار دینا محض بے معنی ہے ہان اگر دو تین آدمی علیحدہ برادری سے کر دیے جاوین تو البتہ اس جدائی سے وہ فی الجملہ تکلیف مین پڑ جاتے ہین تاہم ایسی جدائی کو عذاب شدید نہین کہا جاسکتا اور اگر یہ سمجھا جاوے کہ اول اوس قوم پر بسبب ارتکاب جرم شکار کرنے مچھلیون کے سبت کے روز عذاب

شدید نازل ہوا اور جب اوسپر بھی باز نہ رہے اور حد سے گذر گئے تو دوبارہ اونکی نسبت یہہ حکم ہوا کہ کونوا قردۃ خاسئین اسصورت مین لازم آتا ہے کہ تعذیب (کونوا قردۃ خاسئین) (عذاب بئیس) سے زیادہ تر شدید ہو اور بہرگاہ کہ حسب تصریح مذکورہ سابق قساوۃ قلبی اور جدائی برادری مصداق (عذاب بئیس) کی نہین ہوسکتی تو عذاب (کونوا قردۃ) کہ (عذاب بئیس) سے زیادہ تر شدید ہے بدرجہ اولی محمول اوپر قساوۃ قلبی اور جدائی کے نہین ہوسکتا علاوہ ان امور کے دوسرا اعتراض سید الطائفہ پر یہ وارد ہے کہ اونکے قول پر کلام مین استعارہ ہے (بندرون) کا واسطے (قوم مجرم کے) اور بنائی استعارہ کی تشبیہ پر ہے پس بموجب قاعدہ مبرہنہ علم بیان کے یہ بات ضرور ہے کہ وجہ شبہ مشبہ اور مشبہ بہ مین ایسی صفۃ ہو کہ مشبہ کے ساتھ بحسب عرف زیادہ تر خصوصیت رکھتی ہو اور معروف ہو اور بہت جلی ہو مثلاً (رایت اسدا یرمی) رجل (شجاع) کے واسطے (اسد) مستعار ہے اور وجہ شبہ (شجاعت) ہے اور وصف شجاعت بحسب عرف (اسد) کے ساتھ زیادہ تر مخصوص ہے اور بہت معروف اور جلی ہے اسیطرح پر یہان بھی ہونا چاہیے یعنی (قوم مجرم) کے لئے جو (بندرون) کو مستعار کیا تو ہو نا وجہ شبہ کا انہین شرائط کے ساتھہ ضرور ہے سید الطائفہ سے اسکا جواب کچھہ بن نہین پڑتا اور کلام اونکا وجہ شبہ مین نہایت مذبذب اور لغو ہے اول تو کہتے ہین کہ اونکی قوم کے مشایخون نے اونکو قوم سے منقطع برادری سے خارج کہانے پینے سے الگ میل جول سے علیحدہ کردیا اور اسلئے اونکی حالت (بندرون) کی سی حالت ہوگئی تھی جسکی نسبت خدا نے فرمایا کونوا قردۃ خاسئین اس تقریر سے ظاہر ہے کہ وجہ شبہ خارج ہونا برادری سے ہے مگر غلطی اسکی بہت صاف ظاہر ہے خروج برادری سے کوئی صفت مخصوصہ (بندرون) کی نہین بلکہ

(بندروں) مین صفت میل جول اور اتفاق باہمی کی ایسی ہے کہ کمتر اور حیوانات مین پائی جاتی ہے اگر اونکا ایک بچہ بھی کوئی آدمی کسی حیلہ سے پکڑ لیتا ہے تو فوج کی فوج (بندروں کی) اوسکے چھڑانے کے واسطے یورش کرکے اوس آدمی پر حملہ کرتے ہین بعد اسکے سید الطائفہ بیان وجہ شبہ کا اسطور پر کرتے ہین کہ جسطرح (بندر) بلا پابندی شریعت کے حرکتین کرتے ہین اور جسطرح انسانون مین (بندر) ذلیل و خوار ہین اسیطرح تم بھی انسانون سے علیحدہ اور ذلیل و خوار اور رسوا رہو اس تقریر سے ظاہر ہے کہ وجہ شبہ حرکتین کرنا بلا پابندی شریعت کے اور ذلیل و خوار ہونا انسانون مین ہے اس تقریر سے یہ ثابت ہوا کہ خروج اور انقطاع برادری سے وجہ شبہ نہین بلکہ ذلت و خواری اور عدم پابندی شریعت ہے مگر یہہ کیسی مضحکہ کی تقریر ہے کیا سید الطائفہ کے نزدیک اور حیوانات سوا (بندروں) کے جو حرکت کرتے ہین بلا پابندی شریعت کرتے ہین اور (بندروں) کے واسطے سید الطائفہ نے کون سی شریعت ٹھہرا رکھی ہے جسکی وہ پابندی نہین کرتے ع شبہ برین عقل و گزنیش کہ تراست + پھر بہت سے حیوانات ہین کہ انسانون سے علیحدہ اور انسانون مین ذلیل و خوار ہین صفت ذلت و خواری کچھہ مخصوص (بندروں) کے ساتھہ نہین نہ (بندر) اس صفت کے ساتھہ معروف ہین جسطرح پر (اسد) صفت (شجاعت) کے ساتھہ معروف ہے البتہ صفت زنا مین (بندر) عرب مین ضرب المثل ہین کہ مرد زانی کے حق مین وہ یہہ مثل کہا کرتے ہین (زنہ ازنی من قرد) اگر سید الطائفہ (کونوا قردہ) کے معنی یہہ گھڑتے کہ ہو جاؤ تم زنا کار تو فی الجملہ گنجایش بھی تھی پس سب تقریرین سید الطائفہ کی بالکل دیگر مختلف اور ایسی لغو ہین کہ جو سنتا ہو سید الطائفہ کو اضحوکہ اطفال (بستان) سمجھ لیتا ہے **قال** یہہ کہنا کہ وہ لوگ سچ مچ کے بندر ہو گئے تھے بجز اہل الجنۃ کے اور کوئی تسلیم نہین کر سکتا تھا **قلت** اللہ تعالی نے تو یہی فرمایا ہے کہ

ہو جاؤ تم (بندر) یہہ نہین فرمایا کہ (بندروں کی مانند ہو جاؤ) چاہو مانو چاہو نہ مانو مگر آپکی
تاویلات کو بجز اہل شہوات کے کون تسلیم کرسکتا ہے **قال** اسی سبب سے بعض مفسرین
نے بھی اونکے سچ مچ کے بندر ہو جانے سے انکار کیا ہے جسکو ہم بطور تائید اپنے کلام کے
لکھتے ہین بیضاوی مین لکھا ہے وقال مجاہد الخ **قلت** قول مجاہد کا ہم پیشتر مفصلاً
نقل کر چکے اور قول ابن عباس رضی اللہ عنہ کا بھی جنہون نے بالتصریح یہ فرمایا ہے کہ وہ
سچ مچ (بندر) ہو گئے تھے لکھہ چکے ہین اور دونون قولون مین جو اقرب الی التحقیق ہے
اوسکو بھی بدلایل و براہین ثابت کر چکے ہین ضرورت اعادہ کی نہین مگر سبب الطائفہ اور
مجاہد کے قول مین بنسبت تعین مجاہد کے اختلاف صریح ہے البتہ ترک حقیقہ مین آپنے
مجاہد کی تقلید کی ہے اسکا نام تائید نہین تائید تو اوس حالت مین ہو سکتی تہی کہ آپ ترک
حقیقہ پر کوئی دلیل اپنی طرف سے پیش کرتے اور جبکہ آپنے کوئی دلیل پیش نہین کی
اور قول مجاہد ہی پر اکتفا کیا تو یہہ محض تقلید ہے اور جب مدار تقلید ہی پر آرہا تو کیا
وجہ ہے کہ ہم ایسے صحابی جلیل القدر کی تو تقلید نکرین اور مجاہد کے کہ وہ تابعین مین ہین
تقلید کرین **قال اللہ تعالی** (واذ قال موسی لقومہ ان اللہ یامرکم ان تذبحوا بقرۃ الآیات)
یعنی جبکہ کہا موسی نے اپنی قوم کو ہر آئینہ خدا فرماتا ہے تم کو کہ ذبح کرو تم ایک گائی **قال**
یہہ قصہ توریت مین بھی ہے (دیکھو کتاب اعداد باب ۱۹) مگر اوس مین بنی اسرائیل کا
موسی سے اوسکا اتا پتا پوچہنا مذکور نہین ہے اور اوسکے ذبح کے بعد جو قصہ توریۃ مین
ہے وہ قران مجید مین نہین بہرحال اتنی بات کہ خدا نے ایک بیل کے ذبح کرنے کا حکم دیا
قران اور توریۃ دونون مین موجود ہے **قلت** کلام اسمین ہے کہ بیل) کے ذبح کرنیکا
حکم دیا تہا یا (گائی) کا قران مجید مین کلمہ (البقرۃ) ہے اسمین ہم بعد کو کلام کرینگے اول

توریۃ کو جسکا حوالہ سید الطائفہ نے دیا ہے دیکھنا چاہئے کہ اوسمین بیل ہے یا (گائی)
(ترجمہ مطبوعہ میرزاپور ۱۸۵۹ء) کتاب الاعداد باب (۱۹) درس (۱) خداوند نے موسیٰ اور
ہارون کو خطاب کرکے فرمایا (۲) یہہ شریعت کا حکم ہے جو خداوند نے یہ کہتے ہوئے
فرمایا کہ بنی اسرائیل کو کہہ کہ ایک لال گائی جو بے داغ اور بے عیب ہو اور جسپہ کبھی جوا
نہ رکھا گیا ہو تجھہ پاس لاوین۔ دیکھو یہان صاف لفظ (گائی) کا ہے (بیل) نہین
اب ہم اسکی بھی تحقیق کرتے ہین کہ ایسی حالت مین کہ مقتول کا قاتل معلوم نہو وی شریعت
توریۃ مین کیا معاملہ کیا جاتا تھا (باب ۲۱ سفر استثنا) کا (۱) اگر اوس زمین
مین جسکا خداوند تیرا خدا تجھے وارث کرتا ہے کسی مقتول کی لاش کھیت مین پڑی ہوئی ملے
اور معلوم نہو کہ اوسکا قاتل کون ہے (۲) تب تیری بزرگ اور تیرے قاضی باہر نکلین اور
اون بستیون تک جو مقتول کے گرداگرد ہین درمیان کو ناپین (۳) اور یون ہو کہ جو
شہر مقتول سے نزدیک ہے اوس شہر کے بزرگ سے ایک بچھیا لین جس سے ہنوز کچھہ
خدمت نہ لی گئی ہو اور جوے کے تلے نہ آئی ہو (۴) اور اوس شہر کے بزرگ اوس
بچھیا کو ایک بیٹھ وادی مین جو نہ جوتی گئی ہو نہ اوس مین کچھہ بویا گیا ہو لے جاوین اور
وہان اوس وادی مین اوس بچھیا کی گردن کاٹین (انتہی ترجمہ الہندیہ) اور (ترجمہ
عربیہ مطبوعہ ۱۸۳۱ء) مین ہے (۳) فاتیۃ قریۃ کانت اقرب الیہ فلیاخذ الہا عجلۃ
من البقر لم تفلح ولم تحدالنیر یعنی جو گاؤن قریب تر ہو اوسے وہان کے لوگ ایک بچھیا لین
کہ نہ زراعت کے کام مین آئی ہو نہ اوسپہ جوا رکھا گیا ہو" اس مقام مین جہان جہان
ترجمہ اردو مین لفظ (بچھیا) آیا ہے ترجمہ عربی مین لفظ (عجلہ) ہے جو ٹھیک بھی
(بچھیا) کے ہے چنانچہ صحاح مین ہے (عجل بالکسر گوسالہ عجلہ مونث) اب ایک امر اور بھی

تحقیق طلب ہے کہ بنی اسرائیل مین (گایون) کی گردن پر بھی جوا رکھا جاتا تہا اور اونسے کام لیا جاتا تہا یا نہین ہرچند کہ عبارت مذکورۂ بالا سے بھی یہ بات ثابت ہی کہ ہل جوئی کا کام اوس عرصہ مین (گایون) سے بھی لیا جاتا تہا لیکن کتاب اول صموئیل باب ششم سے یہ بات بہت صراحۃ کے ساتھہ ثابت ہے درس (۷) اب تم ایک نئی گاڑی بناؤ اور دودودہ والی گایئن جو جوے تلے نہ آئی ہون لو اور اون گایون کو گاڑی مین جوتو اور اونکے بچون کو گہر مین اونکے پیچہے رہنے دو (۸) اور خداوند کا صندوق لیکے اوس گاڑی پر رکھو اور سونے کی چیزین جو تقصیر کے قربانی کے لئے اوسکے پاس بہیجو ہو ایک صندوقچہ مین دہر کے اوسکے پہلو مین رکھدو اور اوسی روانہ کردو کہ چلی جائے (۹) اور تاکو اگر وہ اوسکی سرحد کی سمت بیت شمس کو چڑہے تو اوسی نے ہمپر یہ بلا عظیم ہمپی اور اگر نہ چڑہے تو ہمین دریافت ہوگا کہ اوسکا ہاتہہ ہمپر نہین چلا بلکہ یہ حادثہ جو ہمپر ہوا اتفاقی تہا (۱۰) سو لوگون نے ایسا ہی کیا کہ دودودہ والی گایئن لین اور اونہین گاڑی مین جوتا اور اونکے بچون کو گہر مین بند کیا الخ عربی ترجمہ مین بجائے (دودہ والی گایون) کے (بقرتین ترضعان لم تعلا عملا) لکہا ہے یعنی دو گایئن جو دودہ دیتی ہون کسی کام مین نہ لائی گئی ہون" اب ہم کو تحقیق تانیث و تذکیر لفظ عربیہ (بقرہ) کی بہی مناسب ہے اور تحقیق اسکی بہی ضرور ہے کہ ایسے الفاظ کہ ذکور و اناث دونون پر اطلاق اونکا برابر ہوتا ہے اگر کسی عبارت فصیحہ مین واقع ہون تو طریقہ تمیز کا کیا ہے کہ یہان مراد مذکر ہے یا مونث فاضل طبرسی تفسیر مجمع البیان مین لکہتے ہین البقرۃ اسم للمونث من ہذا الجنس واسم الذکر منہ الثور وہذا مما یخالف صیغۃ الذکر منہ صیغۃ الانثی کالجمل والناقۃ والرجل والمرۃ والجدی والعناق یعنی (بقرہ) اس جنس مین مادہ کو کہتے ہین

اور نر کو (ثور) کہتے ہین اور یہ لفظ اون الفاظ مین سے ہے کہ الفاظ صیغہ مونث کی
مذکر کے صیغہ کے خلاف ہین مثل (جمل) اور (ناقہ) اور (رجل) اور (مرءۃ) اور
(جدی) اور (عناق) قاموس مین اسکے برخلاف ہے البقرۃ بالتحریک للذکر والمونث
اسیطرح صحاح مین ہے کہ البقرۃ اسم جنس والبقرۃ یقع علی الذکر والانثی وانما دخلتہ الہاء
علی انہ واحد من جنس اسیکی مطابق صراح مین ہے بقر بفتحتین کاو وہو اسم جنس بقرہ
یکی وہو یقع علی الذکر والانثی اس امر مین زیادہ کلام کرنا ضرور نہین اس بات کو تسلیم
کرنا چاہئے کہ (البقرۃ) کا اطلاق نر وماده دونون پر ہوتا ہے اور آخر مین اوسکے (تاء)
تانیث حقیقی نہین بلکہ (تاء) وحدۃ ہے اب امر ثانی کی نسبت بھی کچھہ بیان ضروری
جار اللہ زمخشری نے کہ بڑے عالم اور امام لغت عربیہ کے ہین تفسیر قالت نملۃ مین
اول تو یہہ حکایت لکھی عن قتادۃ انہ دخل الکوفۃ فاتف علیہ الناس فقال سلوہ تحاشیم
وکان ابو حنیفۃ حاضرا وہو غلام حدث فقال سلوہ عن نملۃ سلیمان اکانت ذکرا ام انثی
فسالوہ فافحم فقال ابو حنیفۃ کانت انثی فقیل لہ من این عرفت فقال من کتاب اللہ
وہو قولہ تعالے قالت نملۃ ولو کانت ذکرا لقال قال نملۃ یعنی روایت ہے قتادہ
سے کہ وہ کوفہ مین پہونچے تو جمع ہوگئے اونکے پاس آدمی پس کہا اونہون نے کہ پوچھو
جو چاہو اور ابو حنیفہ بھی موجود تھے اور وہ اوس وقت مین لڑکے نوعمر تھے اونہون نے
کہا کہ پوچھو اونسے سلیمان علم کے چیونٹی کا حال کہ وہ نر تھا یا مادہ تھی پس پوچھا لوگون نے
قتادہ سے تو لاجواب ہوگئے پھر کہا ابو حنیفہ نے کہ تھی وہ مادہ تب اون سے لوگون نے
کہا کہ تمنے کیسے جانا اونہون نے کہا کہ کتاب اللہ سے جانا خدا کا قول ہے قالت نملۃ
اور اگر وہ نر ہوتا تو اللہ تعالی فرماتا (قال نملۃ) یعنی فعل جسکا فاعل نملۃ ہے صیغہ مونث کا ہے

اسلئے اوسکا فاعل مذکر نہین ہوسکتا اور اگر وہ نر ہوتا تو فعل جو مسند ہی اوسکی طرف مذکر لانا اوسکا ضرور ہوتا) پھر بعد نقل اس حکایۃ کے زمخشری لکھتے ہین وذلک ان النملۃ مثل الحمامۃ والشاۃ فی وقوعہا علی الذکر والانثی فیمیز بینہما بعلامۃ نحو قولہم حمامۃ ذکر وحمامۃ انثی وہو وہی یعنی (نملۃ) مثل (حمامۃ) اور (شاۃ) کے ہے کہ اطلاق اوسکا نر پر بھی ہوتا ہے اور مادہ پر بھی نر و مادہ مین بسبب کسی علامۃ کے تمیز حاصل ہوتی ہے اسطور پر کہ کہین (حمامۃ ذکر) و (حمامۃ انثی) (یعنی تصریح ذکر اور انثی کی کردی جاوے) یا کہین (ہو حمامۃ) و (ہی حمامۃ) (یعنی ضمیرون سے تمیز کی جاتی ہے کہ اگر ضمیرین تانیث کی ہین تو سمجھا جاویگا کہ مادہ ہے اور تذکیر کی ہین تو معلوم ہوگا کہ نر ہے) اور یہی عبارت اور مضمون بالفاظہا تفسیر کبیر مین بھی منقول ہے جب یہ امر متحقق ہوا تو دیکھنا چاہئے کہ آیات قرآن مجید مین ضمایر جو کہ (بقرۃ) کی طرف راجع ہین ضمایر تذکیر ہین یا ضمایر تانیث اور صیغہای صفات (بقرہ) کے صیغہای تانیث ہین یا صیغہای تذکیر (ہا) (انہا) (لونہا) (فیہا) (ذبحوہا) یہ سب ضمایر تانیث ہین (صفراء) (لسر) (تثیر) (تسقی) (مسلمۃ) یہ سب صیغہ تانیث کے ہین پس مطابق قاعدہ مصرحہ بالا کے ثابت ہوا کہ وہ (گائے) تہی نہ (بیل) تین کلمہ اور بھی ان آیات مین ہین جو بالتنصیص اسپر دلالت کرتی ہین کہ وہ (بقرہ) مادہ تہی ایک (بکر) دوسرا (فارض) تیسرا (عوان) لفظ (بکر) جسکے معنی فارسی مین دوشیزہ ہین مخصوص واسطے مادہ کے ہے لفظ (فارض) کی تفسیر مین جار اللہ زمخشری لکھتے ہین (الفارض) المسنۃ وقد فرضت فروضا ومنہی فارض قال خفاف بن ندبۃ شعر لعمری لقد اعلیت ضیفک فارضا وتساق الیہ مایقوم علی رجل ۔ وکانہا سمیت فارضا لانہا فرضت سنہا

اسی قطعتہا و بلغت آخرہا (بکر) و (عوان) کی تفسیر لکھتے ہیں (البکر) الفتیۃ او الصغیر (العوان) النصف قال ع نواعم بین ابکار و عون یہ مصرعہ (طراح) کا ہے اسکے اوپر کے اشعار جنسے صاف بتصریح معلوم ہوتا ہے کہ یہ لفظ اناث کے واسطے ہے یہ ہیں ؎

ظعاین کنت اعہدہن قدما ٭ وہن لدی الامانۃ غیر خون ٭ حسان مواقع النقب الاعالی غراث الوشح صامتۃ الیرین ٭ طوال مثل اعناق الہوادی ٭ نواعم بین ابکار و عون ٭

الغرض ان سب دلائل سے صاف ثابت ہے کہ وہ (بقرہ) (گائی تہی (بیل) نہ تہا اور سید الطائفۃ النیچریہ نے غلطی کی ہے کہ مراتب مذکورہ پر لحاظ نہ کرکے اوسکا ترجمہ (بیل) کردیا علی ہذا القیاس (بکر) کا ترجمہ بہی غلط کیا ہے۔ اب ہم اقوال سید الطائفۃ النیچریہ پر قولاً قولاً توجہ کرتے ہیں اور دیکہتے ہیں کہ کچہہ قابل اعتبار کے ہیں یا حسب عادۃ بے اصل باتیں اپنے دل سے گہڑی ہیں کہ جنکا کچہ ثبوت نہیں اور محض مغالطہ اور بناوٹ ہے۔

قال بقرۃ بالتحریک وسع اتار گائی اور بیل دونوں پر بولا جاتا ہے اور قرآن مجید کے یہ الفاظ کہ لا ذلول تثیر الارض ولا تسقی الحرث صاف اوسکے بیل ہونے پر دلالت کرتے ہیں **قلت** ایک کلمہ بہی ایسا نہیں جو اوسکے بیل ہونے پر دلالت کرتا ہو کلمہ (ذلول) بروزن (فعول) ہے اور بنائے (فعول) مذکر و مانیث دونوں کے واسطے ہے (رجل قتول) (امرۃ قتول) (رجل غیور) (امرۃ غیور) (رجل نؤوم) (امرۃ نؤوم) قال امرء القیس شعر وتضحی فتیت المسک فوق فراشہا ٭ نؤوم الضحی لم تنطق عن تفضل،، قاموس و صحاح میں ترجمہ (رسل) میں لکہتے ہیں قولہ تعالیٰ فقولا انا رسول رب العالمین ولم یقل رسلا لان فعولا وفعیلا یستوی فیہ المذکر والمونث والواحد والجمع مثل عدو وصدیق (تثیر) اور (تسقی) دونوں صیغہ

تانیث کے ہین یہ صیغہ اوپر گائی ہونے کے دلالت کرتے ہین چنانچہ بیان اسکا پیشتر ہوچکا
باقی رہا زراعت وغیرہ کے کام مین لگانا سو ہم اسکو پیشتر ثابت کرچکے ہین کہ اوس زمانہ مین
گائین بھی اس کام مین لگائی جاتی تہین اور (جوا) اونکی گردن پر رکہا جاتا تہا اس لئے
اس سے بھی کچھہ خصوصیت بیل کی ثابت نہین ہوتی پس کلمات قران سے جو سید الطائفہ
نے استدلال کیا ہے صریح غلط ہے بلکہ صیغہائے تانیث اور ضمایر تانیث دلایل قطعیہ
اسپر ہین کہ وہ گائے) ہی تہی علاوہ بران در باب معاملہ ایسے مقتول کے جسکے قاتل کا
پتہ نہ لگتا ہو حکم توریۃ کا صاف وصریح یہ ہے کہ مادہ ذبح کرین نہ نر چنانچہ پیشتر عبارات
توریۃ کی نقل کی گئی ہین **قال** قران کے تمام الفاظ سے اور اون متون اور شانون
سے جو بتائے گئے ہین صاف پایا جاتا ہے کہ وہ بیل بت پرستون یا کافرون کے طریقہ
پر بطور سانڈ کے چھوڑا ہوا تہا تفسیر کبیر مین بھی مسلمہ کی تفسیر انثی غیر حشیۃ ومسلمۃ من الجس لکھی ہے
جو ٹھیک چھوڑے ہوے سانڈ کے ہی **قلت** کہان تک سید الطائفہ توہم پرستی
اور مغالطہ اور دہوکے کو کام مین لاوینگے بعنایت الہی ہم ایک دہوکا بھی اونکا چلنے
نہ دینگے یہ جو لکھتے ہین کہ تمام الفاظ سے الخ صریح مغالطہ وخلاف نمائی ہے بنا اس
تمام مغالطہ کی اسپر ہے کہ وہ (بیل) تہا اور چونکہ آیات قران اسپر ناطق ہین کہ وہ
(بیل) نہ تہا بلکہ (گائی) تھی پس سب تقریر سید الطائفہ کی بنائی فاسد علی الفاسد ہے
اور ایک کلمہ بھی ان آیات مین اسپر دلالت نہین کرتا کہ کوئی بیل بت پرستون کے طریق
پر چھوڑا گیا ہو بلکہ تمام کلمات آیات کے اسکے خلاف پر دال ہین علاوہ بران بنی اسرائیل
مین ہرگز یہ رواج نہ تھا کہ کوئی بیل یا اور جانور بت پرستون کے طریقہ پر چھوڑتے ہون
سید الطائفہ نے اپنے اس مدعا پر اور ایسے رواج کے بنی اسرائیل مین جاری ہونے پر

کوئی دلیل نہین لکھی علاوہ براین ہرگاہ کہ چھوڑنا ایسے بیل کا ایک قسم کی پرستش تھی چنانچہ
خود سید الطائفہ تین سطر کے بعد اسکے قائل ہین اور یہہ بھی سید الطائفہ کی تقریر سے ظاہر
ہے کہ موسیٰ عم کو یہ حال معلوم ہوگیا تہا ورنہ اوسکا نشان اور پتہ کسطرح پر بتاتے اس
صورت مین اوس طول کلام اور ہر مرتبہ کے استفسار و جواب کی کیا ضرورت تھی اول ہی
مرتبہ اونپر یہہ بات واجب تہی کہ بہت تاکید شدید سے حکم دیتے کہ وہ سانڈ جو تمنے بطریقہ
بت پرستون کے چھوڑا ہے ایسا کرنا تمہارا ایک قسم کی پرستش لغیر اللہ ہے اوسکو پکڑلاؤ
اور ذبح کرڈالو اور یہ بھی نہایت ہی ضرور تہا کہ صرف ذبح کرنے بیل پر اکتفا نہ کرتے بلکہ
جسطرح پر گوسالہ سامری کی بابت سخت تہدید فرمائی تہی اسپر اوس سے زیادہ تہدید فرماتے
اور جسطرح پر بنی اسرائیل اوس گوسالہ کے معاملہ مین معذب ہوئے تھے اوس سے
زیادہ اسپر معذب ہوتے کیونکہ یہ واقعہ بعد اوس واقعہ کے ہے اور مکرر ارتکاب
جرم پرستش غیر خدا کا ہے حالانکہ قرآن مین اس معاملہ کی بابت کچھہ تہدید و سزا کا ذکر
ہے نہ توریت مین ممکن نہین کہ ایسا بڑا جرم عظیم مکرر واقع ہو اور اوسپر مرتکبان جرم پر
کچھہ تعذیب و تہدید نکیجاوے اور صرف بیل ہی کے ذبح کرنے پر اکتفا عمل مین آوے پہر بنا بر
تمام تلبیسات سید الطائفہ کی اسپر ہے کہ بنی اسرائیل نے وہ بیل کا فرون بابت پرستون
کے طریق پر چھوڑا تہا حالانکہ تا حیوۃ جناب موسیٰ عم بجز گوسالہ سامری کے بنی اسرائیل
نے کبھی بت پرستی نہین کی پہر وہ کونسا صنم یا وثن تہا کہ جسکے نام کا اونہون نے بیل
چھوڑا تہا ان سب امور سے صاف ظاہر ہے کہ یہ سب تلبیس سید الطائفہ محض مغالطہ
اور دہوکہ ہے اور یہ جو لکھتے ہین کہ تفسیر کبیر مین الہ یہ بھی خالی مغالطہ سے نہین تفسیر
کبیر مین کلمہ (مسلمۃ) کی چار طرح پر تفسیر کی ہے وہ لکھتے ہین اما قولہ تعالیٰ مسلمۃ لا شیۃ

وجوہ احدہا من العیوب مطلقا وثانیہا من العمل المذکور وثالثہا سلمۃ ای وحشیۃ
مرسلۃ عن الحبس ورابعہا سلمۃ من الشیۃ التی ہی خلاف لونہا ای خلصت صفرتہا
عن اختلاط سایر الالوان بہا وہذا الرابع ضعیف والا لکان قولہ لاشیۃ فیہا تکرارا غیر
مفید بل الاولی حملہ علی السلامۃ من العیوب واللفظ یقتضی ذلک لان ذلک یفید السلامۃ الکاملۃ
عن العلل والمعائب یعنی مسلمۃ کی تفسیر مین کئی وجہ ہین (ایک) یہ کہ سالم کل عیوب سے (دوسری)
سالم عمل مذکور سے (تیسرے) وحشی غیر مقید (چوتھے) بے داغ کہ اوسکے زردی مین اور کسی
رنگ کا میل نہو اور یہ چوتھی وجہ ضعیف ہے ورنہ (لاشیۃ فیہا) بیفائدہ تکرار ہوتا
بلکہ سب سے بہتر ہے حمل کرنا اوسکا اوپر سلامتی کے عیوب سے اور لفظ بھی اسیکو چاہتا
ہے اسلئے کہ اسپر حمل کرنا سلامتی کاملہ کا جملہ علل اور عیوب سے فائدہ دیتا ہو"
پس تمسک سید الطائفہ کا وجہ سوم سے کہ جسکو خود صاحب تفسیر کبیر بھی پسند نہین کرتے
از قسم التعلیق بالشبث بکل حشیش ہے علاوہ بران کلمہ (مسلمۃ) کسیطرح (وحشی
بے قید) ہونے پر دلالت نہین کرتا اس سبب سے یہ وجہ وجہ رابع سے بھی ضعیف تر
ہے اور مقتضائی عقل بھی یہ نہین کہ کسی شخص کو ایسے وحشی جانور کے حاضر کرنیکا مکلف
کیا جاوے کہ آسانی سے فورًا اوسکا حاضر کرنا متصور نہو حالانکہ (فاء) تعقیب جو (ذبحوہا)
پر داخل ہے صاف مقتضی اسکی ہے کہ متعاقب اس بیان کے وہ لوگ اوسکو حاضر لائی اور ذبح
کیا ہوا اسکے برتقدیر تسلیم اس وجہ کے بھی الفاظ (وحشیۃ مرسلۃ عن الحبس) کسیطرح پر
سید الطائفہ کے مفروضہ (سانڈ) پر دلالت نہین کرتی کیونکہ (سانڈ) وحشی نہین بلکہ
اہلی جانور ہوتا ہے اور ہمیشہ اور مواشی کے ساتھ آبادیون مین رہتا ہے اور پرورش
پاتا ہے اور اگر ہم یہ بھی فرض کرین کہ وہ (سانڈ) ہی تہا تب بھی اس سے یہ لازم نہین آتا

کہ وہ (سانڈ) بطریق بت پرستون کے چھوڑا گیا ہو اسلئے کہ اکثر دستور و رواج یہ ہے کہ واسطے بقا نسل اور بچے لینے کے گاؤن اور دیگر جنس کے مادگان مین ایک ایک نر چھوڑ دیا جاتا ہے اور اوس سے کچھ کام زراعت وغیرہ کا نہین لیا جاتا ہے پس دلیل سید الطائفہ کی برتقدیر تسلیم بھی اونکے مدعا کی مثبت نہین علاوہ بران (بقر) اسم جنس ہے کہ نر و مادہ دونون پر اسکا اطلاق ہوتا ہے اور (تاء) تانیث جو اسمار اجناس کے ساتھہ لگائی جاتی ہے اس غرض سے لگائی جاتی ہے کہ فایدہ ارادہ ایک فرد کا دے چنانچہ جوہری ترجمہ (بقر) مین لکھتے ہین البقر اسم جنس و البقرۃ یقع علی الذکر والانثی و انما دخلتہ التاء علی انہ واحد والجمع البقرات اب ہم دریافت کرتے ہین کہ اس قسم کا (سانڈ) ایک ہی تہا یا کئی تھے اگر ایک ہی تہا اور ایک ہی ایسا معین اور مشہور کہ چھوڑنے والون کو اور حضرت موسی علیہ السلام کو اچھی طرح اوسکا علم تھا تو اوسکا معرفۃ نہ لانا اور بجائے (بقرۃ) منکر کی (البقرۃ) نہ فرمانا صاف خلاف قاعدہ عربیہ کے ہے اس معاملہ مین جو ایک حدیث مروی ہے لو ذبحوا ای بقرۃ اراد و الاجزتہم ولکن شددوا علی انفسہم فشدد اللہ علیہم یعنی بنی اسرائیل اگر کسی ایک گاے کو ذبح کرتے تو کفایت کر جاتے لیکن اونہون نے اپنے اوپر سختی کی تو خدا نے بہی اونپر سختی کی" موید اسکی ہے کہ وہ گاے مخصوص ایسی نہ تہی جیسی کہ سید الطائفہ قرار دیتے ہین علاوہ بران اوسکو ایسا غیر معین اور مبہم قرار دینا کہ بدون بیان اسقدر علامتون متعدد کے تعین اوسکا نہو سکے صریح تناقض ہے کہ حد سے زیادہ مشہور اور معین بہی ہو اور پہر حد سے زیادہ مجہول اور ایسا مبہم بہی ہو کہ بغیر بیان کرنے بہت سے علامات کے تعین اوسکا نہو سکے اور اگر اس قسم کے کئی (سانڈ) تہے تو صرف ایک ہی (سانڈ) کے ذبح کرنے کا حکم اور اون سے کچھہ تعرض نہ کرنا صریح بیجا ہے الیعنی صورت تعین واجب تہا کہ بجاے

(تذبحوا البقرة) (تذبحوا البقرات) بصیغہ جمع کے کہا جاتا اور ہر حال مین بہت ضرور تہا کہ اون لوگون کو بخوبی آگاہ کیا جاتا کہ سبب مارڈالنے ایسے بیل کا یہ ہے کہ تمنے بطور بت پرستون کے اسکو تقرباً لغیر اللہ چھوڑا ہے کہ ایک قسم کی پرستش غیر اللہ کی ہے **قال** اور اسی کے ذبح کرڈالنے کا موسی نے حکم دیا تہا اور بنی اسرائیل چاہتے تھے کہ وہ ذبح ہونے سے بچ جاوے اسلیئے اوسکے اتے پتے پونچہتے تھے **قلت** ہم دریافت کرتے ہین کہ حضرت موسی نے اون لوگون کو اسپر آگاہ کیا تہا یا نہین کہ وہ بیل جو تمنے بطریق بت پرستون کے چھوڑا ہے یہ تمہارا کفر اور شرک ہے یہ تو ممکن نہین کہ ایسا جرم عظیم ایسے پیغمبر صاحب شریعت کی حضوری مین وقوع مین آوے اور وہ اون مرتکبان جرم کو آگاہ نہ کرے ورنہ تبلیغ رسالت مین بہت بڑا خلل پڑتا ہے اور خود وہ پیغمبر مجرم گناہ کبیرہ کا ہوتا ہے اور اگر آگاہ کردیا تہا اور باوجود آگاہ کرنے کے وے لوگ اپنے کفر سے تائب نہوتے تھے اور اوسکے ذبح کرڈالنے مین حیلہ پیش کرتے تھے تو اون لوگون کا حال سامری کے گوسالہ پرستون سے بدرجہا بدتر تہا ایسی صورت مین اونکو اس جرم پر سامری کے گوسالہ پرستون سے بہت زیادہ تعذیب واجب تہی اور سامری کے گوسالہ پرستون کی نسبت اس کفر پر زیادہ تر اعلان اونکی بدافعالی وکفر کا ضرور تہا حالانکہ نہ اونکی توبہ کا کچھ ذکر ہے نہ اونکی تعذیب کا بلکہ اس آیۃ سے اسقدر بہی نہین پایا جاتا کہ وہ مرتکب بہی جرم پرستش غیر کے ہوئے تھے پہر جب کہ حضرت موسی عم کو بہی معلوم تہا کہ وہ بیل اونہون نے بطریق بت پرستون کے چھوڑا ہے اور اونکو بہی اوسکا علم تہا کہ ہمنے ایک بیل ایسا چھوڑا ہے اور یہ بہی اون لوگون کو معلوم ہوگیا تہا کہ حضرت موسی اسی جرم کے سبب ہم کو تاکید اوسکے ذبح کرنے کی کرتے ہین تو اتا پتا اوس بیل کا پونچہنا اور حضرت موسی کو اوسکے اتا پتا بتانے مین باوجود تعین

اور شہرۃ کے اسقدر حوالت دینا اور تاخیر اور تعویق مین ڈالنا اور امتثال امر مین توقف کرنا اور فورًا ایسے حکم ابطال کفر کی تعمیل نکرنا صریح خلاف شرع وعقل ہے **قال** پس اس قصہ مین کوئی اعجوبہ واقعہ نہین **قلت** البتہ یہانتک کوئی نئی بات نہین ہے یہ تو بنی اسرائیل کی شریعت کا معمولی حکم تہا کہ جب ایسا واقعہ پیش آتا تہا کہ کوئی مقتول پایا جاوے اور ثبوت اسکا نہو کہ اوسکا مارنے والا کون ہے تو ایسے واقعہ مین ایک گائی ذبح کی جاتی تہی جیساکہ پیشتر (سفر استثنا) سے ثابت ہوچکا ہے مگر چونکہ اس واقعہ مین اسقدر تو معلوم ہوچکا تہا کہ قاتل اوس مقتول کے اسی جماعۃ مین ہین البتہ تعین قاتلین مین اشتباہ تہا کہ ایک دوسرے کے اوپر کہتا تہا لہذا اسطرح تعین قاتل کے بعض امور بموجب حکم الہی کے اوس دستور شرعیہ پر بڑہائی گئے تہے کہ جنکا ذکر اگلی آیۃ مین آتا ہے **قال** جس بچہڑہ کو بنی اسرائیل نے پوجا تہا اوسکو معدوم کرنا اور جس بیل کو بطور سانڈ کے چہوڑا تہا کہ وہ بہی ایک قسم کی پرستش ہے اوسکو ذبح کرڈالنا اوس شرک وکفر کے مٹانے کے لئے تہا **قلت** جب تک کہ یہہ بات ثابت نہو کہ بنی اسرائیل نے کوئی ایسا (سانڈ) مطابق عادۃ بت پرستان ہند کے چہوڑا تہا اور بغرض مٹانے کفر وشرک کے اوسکو ذبح کیا گیا تب تک سب باتین سید الطایفہ النجیریہ کی محض بے اصل ہین مگر یہ امر سید الطایفہ سے اصلا ثابت نہوسکا اور جو جو وجوہ ہمنے اسکے ابطال کے لکہے ہین اونسے اچہی طرح ثابت ہوگیا کہ یہ سب گہڑت طبعزاد سید الطایفہ کی ازقسم اباطیل واہیہ کے ہے علاوہ بران گوسالہ سامری کو تو بنی اسرائیل نے خدا سمجہا تہا اور کہتے تہے کہ یہی ہے ہمارا اور موسیٰ کا خدا گوسالہ سید الطایفہ کو تو خود سید الطایفہ کی تلبیسات سامریہ سے یہی ظاہر ہے کہ بنی اسرائیل نے خدا نہین سمجہا تہا

نہ اوسکی پرستش کی گوسالۂ سامری کو جلاکر دریا مین پھینک دینے کا منشا یہ تہا کہ اوس گوسالہ کے پوجیرون کو عیانًا دکھلا دین کہ ایسی عاجز چیز کی تمنے اپنی جہالت سے پرستش کی ہے کہ بندگان خدا نے اوسکو ذلیل کرکے معدوم کردیا گوسالہ سید الطائفہ کا کیا قصور تہا کہ اوسکے چھوڑنے والون کو تو کچھہ تہدید اور تعذیب نہ کی اوس بیچارہ بیل کو مار ڈالا یہان تو وہ مثل صادق آئی کہ کمہار پر تو بس نہ چلا گدہے کے کان اینٹھے **قال** ہمارے مفسرین نے بلاشبہ غلطی کی ہے جو یہ سمجہا ہے کہ یہ قصہ اگلی آیۃ واذ قتلتم نفسا سے متعلق ہو اور پہلی آیۃ کو خدا نے پیچھے کردیا ہے **قلت** کچھہ شبہ اسمین نہین کہ مفسرین نے جو کچھہ لکہا ہے وہی صحیح ہے اور سید الطائفہ کا اوسکو غلط سمجہنا بلاشبہ خود اونہین کی غلطی فاش ہے اور یہ جو لکہتے ہین کہ اگلی آیۃ کو خدا نے پیچھے کردیا ہے یہ بہی احمقانہ قول ہے آیۃ تو علم قدیم مین جس ترتیب سے تہی اوسی ترتیب سے ہے ہان اگر یہ کہین کہ قتل اوس شخص کا مقدم ہے اور یہ واقعہ ذبح گائے کے تو بیان واقعات حسب ترتیب مناسب تہا غیر مرتب بیان کرنے کی کیا وجہ ہے تو جواب اوسکا یہ ہے کہ ان قصص مین سے ہر ایک قصہ مین بیان قساوت اور نافرمانیون بنی اسرائیل کا بلالحاظ رعایت ترتیب واقعاتی کے بیان ہے قران مجید کوئی کتاب تاریخ کی نہین کہ رعایت ترتیب قصص کی مسلسل ضروری یا مستحسن ہو ابتدا سے دیکہہ لو بعد بیان عبور دریا کے بیان بلانے حضرت موسیٰ کا پہاڑ پر اور بیان گوسالہ پرستی کا کیا گیا اوسکے بعد ابر کے سایہ کرنے اور نزول من وسلوی کا بیان ہوا حالانکہ یہہ واقعات قبل از واقعہ بلانے حضرت موسیٰ کے اور گوسالہ پرستی کے واقع ہوچکے تھے پہر اسکے بعد قصہ دخول قریہ کا بیان فرمایا کہ یہ قصہ حضرت موسیٰ عم کے وفات کے بعد کا ہے پہر اسکے بعد ضرب عصا سے بارہ

چشمونکے جاری ہوجانے کا واقعہ بیان فرمایا حالانکہ یہ واقعہ عین زمانہ حیوۃ جناب موسیٰ علیہ السلام کا ہے پھر قصہ زیادتی بنی اسرائیل کا مچھلیون کے پکڑنے کی بابت بیان فرمایا اور یہ قصہ بالاتفاق بعد وفات موسیٰ علیہ السلام کے واقع ہوا ہے اسکے بعد واقعہ ذبح کرنے گائی کا بیان فرمایا حالانکہ یہ واقعہ زمانہ حیوۃ موسیٰ علیہ السلام کا ہے پس جس حالت مین کہ ابتدا سے مقصود بنی اسرائیل کی بے اعتدالیون کا بیان ہے اور موردخانہ بیان نہین ہیں پس اگر ان آیات مین جو بات کہ پیشتر ہوچکی تھی اوسکو منظر اسکے کہ اوسمین دو بے اعتدالیون خاص کا بھی بیان ہو اور اوسکی تقدیم مین دونون آیتین پہلی اور پچھلی ملکر ایک ہی بے اعتدالی سمجھے جانے کا احتمال قوی ہے موخر لایا گیا تو اسمین کیا قباحت واقع ہوئی بلکہ یہ عین کمال بلاغت ہے کہ تعلق بیان امر بعینہ آیۃ مابعد کا بھی آیات ماقبل سے بسبب راجع ہونے ضمیر (بعضہا) کے بطرف گائی مذبوحہ کے جسکا بیان آیۃ سابقہ مین ہے بہت صاف واضح ہے اور دو بے اعتدالیون جدید بنی اسرائیل کا بھی بیان ہے شروع مین ہی دیکھو واذ نجیناکم من آل فرعون الآیۃ اسمین صرف بیان احسان نجات دینے کا عذاب آل فرعون سے ہے اوسکی متصل جداگانہ طریق پر فرمایا ۔ واذ فرقنا بکم البحر فانجیناکم واغرقنا آل فرعون چونکہ پہاڑ دینا دریا کا سبب نجات بنی اسرائیل کا تہا اور سبب کو مسبب پر تقدیم ذاتی ہے باوجود اس تقدم ذاتی کے دریا کے پہاڑنے کا ذکر نجات کے ذکر کے بعد بطور قصہ جداگانہ کے فرمایا اسیطرح پر اگر یہان بھی بیان فرمایا تو کوئی محل اعتراض نہین اور حسن ترتیب آیۃ مابعد کا آیات ماقبل سے اس مقام پر جیسا کہ عمدۃ المفسرین شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے خوبی بالای خوبی ہے وہ لکھتے ہین (واما کا دوالیفعلون) یعنی نزدیک نبود ند بنی اسرائیل کہ این کار کنند زیرا کہ سوال برسوال برائے استکشاف خصوصیات آن کاومی آورد ند بجہ یکہ رشتہ طولانی تفتیش

ایشان منقطع شدنی نبود و نیز بسبب گرانی قیمت این گاؤ از بذل اینقدر زر وافر بخل می ورزیدند و نیز مے ترسیدند که مبادا مقتول بعد از زندگی نام کسے گیرد که موجب فضیحت شود و قصاص از وے گرفتن دشوار افتد لیکن حق تعالی از ایشان چار ناچار این فعل کنانید و اگر بنی اسرائیل بگویند که اسلاف ما درین واقعه اعراض از وحی الهی نکرده اند بلکه چون حضرت موسی عرم تعین قاتل را وابسته بذبح کردن گاو ساختند و مناسبتی در میان این دو امر نبود از راه تعجب اینقدر توقف نمودند اگر از ابتدا حضرت موسی تعین قاتل میفرمودند اسلاف ما هرگز اعراض نے نمودند گوییم این غلط است بلکه اسلاف شما از سر قصه اقرار بوحی الهی نداشتند و مستبعد میدانستند که حضرت موسی را بوحی اطلاع برین غیب واقع خواهد شد والا بریکدیگر تهمت خون نے انداختند و قاتل خود اقرار میکرد و اگر این باور ندارید پس یاد کنید سر قصه را واذ قتلتم نفسا و کاش یک گناه قتل در شما بوقوع مے آمد شما گناه دیگر بران افزودید که فادارأتم فیها پس این تدارؤ گناه دیگر است که تهمت ناحق باهم نمودند و دلیل کشت که شما را بآمدن وحی لبوی موسی عرم یقین کامل نیست و اطلاع ایشان را بر قاتل از جانب غیب مستبعد میدانید انتهی مختصرا و لله دره رحمه الله تعالی **قال الله تعالی** (واذ قتلتم نفسا الآیة) **قال** اس قصه کو پہلے قصه سے کچھ تعلق نہیں بیل کے ذبح ہونے کا قصہ ختم ہو چکا **قلت** یہ بات تو ظاہر ہے کہ وہ گای بلا وجہ موجب ذبح نہیں کرائی گئی تھی صید الطائف نے جو یہ وجہ اپنے دل سے گھڑی ہے کہ وہ (گائی) نہ تھی بلکہ (بیل) تھا اور تقربا بغیر اللہ بطور بت پرستان ہند کے چھوڑا گیا تھا اور واسطے مٹانے شرک کے اوسکو ذبح کیا گیا تھا یہ تو محض توہم باطل ہے جیسا کہ مفصلا مذکور ہوا پس یہی وجہ متعین ہوئی کہ وہ (بیل) نہ تھا بلکہ (گائی) تھی اور

اور مطابق شریعت بنی اسرائیل کے واسطے دریافت حال قاتلین کے ذبح کی گئی تھی جیسا
کہ عقیدہ اہل اسلام کا ہے پس اس قصہ کی پہلے قصہ سے متعلق ہونے مین بھی کسیطرح کا
شک وشبہ نہین اور یہ کہنا سید الطائفہ کا کہ بیل کے ذبح ہونے کا قصہ ختم ہوگیا محض غلط
ہے **قال** بنی اسرائیل مین ایک شخص مارا گیا تھا اور قاتل معلوم نہ تھا اللہ تعالی نے
حضرت موسی کے دل مین یہ بات ڈالی کہ سب لوگ جو موجود ہین اور انہین مین قاتل بھی ہے
مقتول کے اعضا سے مقتول کو مارین جو لوگ درحقیقت قاتل نہین ہین وہ بسبب یقین اپنی
بے جرمی کے ایسا کرنے مین خوف نہ کرینگے مگر اصلی قاتل بسبب خوف اپنے جرم کے جو
از روے فطرت انسان کے دل مین بالتخصیص جہالت کے زمانہ مین اس قسم کی باتون
سے ہوتا ہے ایسا نہین کریگا اور اوسیوقت معلوم ہوجائیگا اور وہی نشانیان جو خدا نے
انسان کی فطرة مین رکھی ہین لوگون کو دکھاویگا **قلت** اسقدر تو پہلے ہی معلوم تھا
کہ انہین لوگون مین قاتل بھی ہے کیونکہ ایک دوسرے پر یہ جرم لگاتا تھا اور اپنے آپ کو
بچاتا تھا اگر سب کے سب انکار پر متفق ایک زبان ہوتے تو پوری پوری تعمیل حکم (باب ۲۱
سفر استثنا) کی ہوتی لیکن چونکہ باہم یہ جھگڑا تھا کہ ایک شخص یا ایک فریق دوسرے شخص
یا دوسرے فریق پر قتل ناحق کا مدعی اور استحقاق میراث کا دعویدار تھا اسلئے اوس قاعدہ
شرعیہ پر بموجب حکم خداوند متعال کے بعض امور بڑہائے گئے تاکہ بحضور تمام جماعت کے
قاتل معلوم ہوجاے اور ثبوت جرم مین کچھ شک وشبہ نہ رہے اگر بموجب قاعدہ مقررہ کے
سب لوگ اوس گای پر اپنے ہاتھ دھو لیتے تو البتہ قصاص تو ساقط ہوجاتا مگر میراث کا
جھگڑا پھر بھی باقی رہ جاتا اس نظر سے یہ تجویز فرمائی گئی کہ بعد تعمیل حکم (باب ۲۱ سفر استثنا)
کی اوس مقتول کو جلایا جاوے تاکہ وہ اپنے قاتل کو پہچان لے اور بیان کردے کہ اس

شخص نے مجھکو مارا ہے اور بعد اس ثبوت معجزانہ قدرۃ کاملہ کے حکم قصاص اور استحقاق میراث کا نافذ ہووے سید الطائفہ جو یہہ لکھتے ہین کہ مقتول کے اعضا سے مقتول کو مارین یہ محض غلط ہے منشا اس غلطی کا یہ ہے کہ اونکے زعم فاسد مین ضمیر تذکیر (اضربوہ) اور ضمیر تانیث (بعضہا) کا مرجع ایک ہے مگر یہہ غلطی صریح ہے چنانچہ بحث اسکی عنقریب آتی ہے اور یہ جو لکھتے ہین کہ اللہ تعالے نے حضرت موسی کے دل مین یہ بات ڈالی کہ جو لوگ درحقیقت قاتل نہین الخ اسکا کیا ثبوت ہے آیا یہ تفصیل قرآن مین ہے یا توریۃ مین ہے یا سید الطائفہ کا افترا اللہ تعالی پر ہے ظاہر ہے کہ نہ قرآن مین ہے نہ توریۃ مین پس صاف صریح افترا ہے اللہ تعالی پر اور مصداق ہے انتقولون علی اللہ مالا تعلمون کا اور یہ جو لکھتے ہین کہ اسکے فطرۃ انسان کے دل مین الخ یہ بھی صریح غلط ہے امور فطریہ سب انسانون مین ہر زمانہ مین موجود ہوتے ہین اور فطرتی امر بدون کسی مانع قوی کے زائل نہین ہو سکتا اگر ایسا ہوتا تو فیصل کرنا مقدمات قتل و قصاص کا بہت آسان ہو جاتا کہ بموجب اس فطرۃ ہی کے حکم قتل و قصاص کا ہر زمانہ مین جاری کیا جاتا اور اسقدر وقت اور تکلیف جو حکام و قضاۃ کو تحقیقات مین واقع ہوتی ہے کچھہ حاجت اوسکی نہ رہتی اور بہت سے بے جرم جو قصاص مین قتل کئے جاتے ہین اور بہت سے مجرم جو بری ہو جاتے ہین ایسی غلطی عظیم مین کبھی کوئی حاکم قاضی مبتلا نہوتا حالانکہ کسی عہد کسی زمانہ مین کسی شریعت کسی قانون مین اس فطرۃ سید الطائفہ پر عمل نہین ہوا پھر وہ کونسا امر ہے کہ سوائی اوس زمانہ کے اور زمانون مین اوس امر نے فطرۃ سے چیز کو بدل دیا اگر یہ کہین کہ وہ زمانہ جاہلیت کا تہا اور زمانی علم و عقل کے ہوئی ہین تو ہم یہہ کہین گے کہ یہ تمہاری بڑی بے دینی کی بات ہی زمانہ موجود کے ایسے بڑے پیغمبر کو کہ جسکے علم و حکمت کا ابدالآباد شہرہ رہیگا اور

اوسکی شریعت تا زمانۂ ظہور نبی آخرالزمان صلعم تک جاری رہی تم زمانہ جاہلیت کا قرار دیتے
ہو علاوہ بران ترقی علم وحکمت تو موجب تائید بحالی فطرۃ کے ہے نہ موجب زوال فطرۃ
اگر ترقی علم وحکمت موجب زوال فطرۃ ہو تو وہ علم وحکمت نہین بلکہ اشد جہالت ہو سوا اسکے
کیا سید الطائفہ کے نزدیک یہ بات ہے کہ کوئی زمانہ جہالت کا حضرت موسی کے زمانہ سے
جہالت مین زیادہ یا مثل اوسکے نہین گذرا اور کیا اب کوئی قوم اوس عہد کے بنی اسرائیل
سے زیادہ جاہل یا اونکے مماثل نہین پھر کیا وجہ ہے کہ ایسے جاہلون کے مقدمات قتل و
قصاص کے اوسی امر فطری پر فیصل نہین ہوتے پس معلوم ہوا کہ یہ سب تقریر سید الطائفہ
کی صریح سخن سازی اور حیلہ بازی ہے ہم برای العین اس زمانہ مین بھی یہ دیکھتے ہین
کہ بہت سے مجرم نہ ایسے ایسے حیلون سے کچھ خوف کرتے ہین نہ کسی طرح قسم اور حلف سے
ڈرتے ہین اور حال قساوۃ بنی اسرائیل کا تو خود قران مجید اور توریۃ اور انجیل اور کتب
سابقہ سے ظاہر ہے کہ ازبس قاسی القلب تھے جنکی نسبت نص صریح ہے ثم قست قلوبکم من بعد ذلک
فہی کالحجارۃ او اشد قسوۃ باوجود دیکھنے معجزات باہرہ اور باوجود تعذیبات قاہرہ
کے حضرت ہارون اور حضرت موسی کے قتل اور سنگسار کرنے پر مستعد ہو جاتے تھے
چنانچہ خود سید الطائفہ صفحہ (۱۰۴) پر اونکی قساوۃ کا یہ حال لکھتے ہین کہ وہ موسیٰ کی
اسبات پر کہ خدای پروردگار عالم موجود ہے اور اوس نے موسی کو اپنا پیغامبر کیا ہے
یقین نہین لاتے تھے" اور اس معاملہ ہی مین اونکی سنگدلی اور بیباکی ظاہر ہے کہ باوجودیکہ
خوب جان چکے تھے کہ حضرت موسی ع صاحب وحی اور الہام ہین اور جو جو مشکلات پیش
آتی ہین اللہ تعالیٰ اونکے حل کرنیکا طریق اونکو بتا دیتا ہے تسپر باہم بہت بڑا جھگڑا کرتے
تھے اور بہت اصرار کے ساتھ ایک دوسرے پر دعوی خون کا کرتا تھا اور اپنے آپ کو

بری بناتا تہا پس ظاہر ہے کہ ایسے سخت دلون کا معاملہ ایسے ضعیف حیلہ سے کسیطرح پر طے نہین ہوسکتا اور نہ ایسے سخت دل لوگ ایسے کمزور حیلہ کو خیال مین لاسکتے تھے اور یہ جو لکھتے ہین کہ وہی نشانیان جو خدا نے انسان کی فطرۃ مین رکہی ہین الخ یہ بہی ایک مہمل فقرہ ہے سید الطایفہ کے بیان سے تو کوئی نشانی فطری پائی نہین جاتی جس چیز کو امر فطری ظاہر کیا تہا اوسکے فطری ہونے کا بہی بطلان ہماری وجہات سابقہ سے بخوبی ظاہر ہوچکا پس آپ جو کچہ لکھتے ہین سب بناوٹ ہی بناوٹ ہے کچہہ اصل اسکی نہین **قال** اس قسم کے حیلون سے اس زمانہ مین بہی بہت سے چور معلوم ہوجاتے ہین **قلت** ہمنے تو کبہی نہین سنا کہ اس قسم کے حیلے سے کبہی کسی چور کو سزا دیگئی ہو چونکہ اس زمانہ مین جناب والا ایک رکن مجلس بنانے قوانین کے ہین کہین ایسا نکیجو کہ کوئی مسودہ قانون دریافت و تحقیق جرایم کا جو مشتمل اوپر ایسے حیلون کے ہو مرتب کرکے واسطے منظوری کے پیش فرماؤ ایک مسئلہ ہماری شریعت کا یہہ ہے کہ قصاص اور حدود شبہات کے پیدا ہونے سے ساقط ہوجاتے ہین اور کبہی محض شبہات اور قراین سے ثابت نہین ہوسکتی اور یہ ایسا مسئلہ ہے کہ جملہ شرایع مین مسلم ہے اور سب عقلا نے اسکو تسلیم کیا ہے قوانین زمانہ حال مین بہی اسی کی پابندی واجب ٹہیری ہے اور جس بنا پر آپ اوس شخص پر جسنے بقول آپ کے ایسا نہین کیا جرم قتل عاید کرتے ہین وہ محض شبہ ہی شبہ ہے کوئی شہادت نہین پس ایسے شبہ پر ہرگز ممکن نہین کہ حضرت موسی علیہ السلام کچہہ حکم دیتے پس یہ سب خیال بندی آپ کی ٹرکون کا کہیل ہے کوئی صاحب عقل اسکو پسند نہین کرسکتا **قال** ہمارے مفسرین نے ان آیتون کی یہہ تفسیر کی ہے کہ پہلا اور پچہلا ایک ہی قصہ ہے اور پچہلی آیتون مین جو بیان ہوا ہے وہ باعتبار وقوع کے مقدم ہے اور قصہ یون قرار دیا ہے کہ بنی اسرائیل نے

ایک شخص کو قتل کیا تہا اوسکا قاتل معلوم کرنے کو خدا نے ایک بیل کے ذبح کرنے کا
حکم دیا اور یہہ کہا کہ اوس مذبوح بیل کے اعضا سے اوس مقتول کو مارو اونکے مارنے
سے مقتول زندہ ہوگیا اور اوس نے اپنے قاتل کو بتلادیا **قلت** مفسرین پر بہت بڑا
افترا ہے کہ (بیل ذبح کرنے کا حکم دیا) مفسرین نے (بیل) کا ذبح کرنا نہین لکہا بلکہ اونکی
تفسیرون سے صاف ظاہر ہے کہ (گائی) کے ہی ذبح کرنے کا حکم تہا اور (گائی) ہی ذبح
کی گئی اور خود کلام مجید سے بہی بخوبی واضح ہے کہ (گائی) کے ہی ذبح کرنیکا حکم تہا اور (گائی)
ہی ذبح کی گئی اور مفصل یہ قصہ کتب تفاسیر مین مرقوم ہے اور ابن عباس رضہ سے اسی
طرح پر منقول ہے اور مفسرین اور اہل سیر کا اسپر اتفاق ہے **قال** مگر اس تفسیر مین
متعدد نقصان ہین **قلت** فرمائی کیا کیا نقصان ہین مگر ذری سمجہ سمجہ کر نقصانات کا
بیان کیجے **قال** اول تو پہلی آیتون کو مقدم قرار دینے اور دونون قصون کو ایک
کر دینے کی کوئی وجہ نہین **قلت** مقتضای بلاغت یہی تہا اور وجوہ اوسکے سب
مفسرین نے بہت تصریح کے ساتہہ لکہے ہین چنانچہ مشروحا ہم پیشتر لکہہ چکے ہین حاجت
اعادہ کی نہین اگر سید الطائفہ کی فہم اونکے سمجہنے تک نہ پہونچی تو یہہ اونکا قصور ہے ۵
گر نہ بیند بروز شپرہ چشم ۔ چشمۂ آفتاب را چہ گناہ ۔ **قال** دوسرے کذلک یحیی اللہ الموتی
کے معنی جب مربوط ہوتے ہین جب اوسکے پہلے فاحیاہ اللہ مقدر مانا جاوے اور ایسے
جملہ کو جو خارج از عقل اور خلاف عادت باری تعالی کے ہے اپنی طرف سے بغیر موجود
ہونے کسی یقین اور اشارہ صریح کے مقدر ماننا عبارت قرآن مین اضافہ کرنا ہے
قلت اگر آپ کی سمجہ صحیح ہوتی اور عربیت مین آپ کو کچہہ بہی دخل ہوتا تو ایسا نہ لکہتے
سنئے حرف (کاف) جو (ذلک) پر داخل ہے حرف تشبیہ ہے کہ مشبہ بہ پر داخل ہو

اور (ذلک) اسم اشارہ ہے مشار الیہ کو چاہتا ہے اور چونکہ مشبہ (یحی اللہ الموتی) ہے
پس لازم ہے کہ مشبہ بہ بھی اسی صفت کا متضمن ہو پس معنی آیۃ کے بہت صاف
یہ ہین کہ جیسے کہ اس کو زندہ کیا ایسے ہی اللہ تعالی زندہ کردیتا ہے مردون کو یعنی
اوس قادر قدیر کی حد قدرۃ سے زندہ کردینا مردون کا باہر نہین جسطرح پر اس مردہ کو
زندہ کردیا ایسے ہی وہ قادر قدیر اپنی قدرۃ کاملہ سے مردون کو زندہ کردیتا ہے جبکہ جملہ
(احیاہ اللہ) خود کلمات قران مجید سے بموجب قاعدہ عربیت کے بالیقین پیدا ہوتا ہے
پس یہہ کہنا سید الطائفہ کا کہ بغیر کسی یقین یا اشارہ صریح کے الخ اونکے کمال جہل کی دلیل
ہے اور یہ جو کہتے ہین کہ خارج از عقل اور خلاف عادۃ باری تعالی ہے" یہ اوس سے زیادہ
جہالت ہے ابتک تو کوئی دلیل عقلی سید الطائفہ نے امتناع احیاء اموات پر پیش نہین
کی کوئی صاحب عقل احیاء اموات کو اوسکی حد قدرۃ سے خارج ہونے کا قایل نہین
ہوا اور جو لوگ مثل سید الطائفہ کے ہین چونکہ اونکی عقل ہی ایک ناچیز چیز ہے کہ جہل مرکب
سے حمق کو عقل سمجھ رہے ہین ایسے لوگون کی عقل پر قران مجید مین بہت تہدیدات
مثل (الیس ذلک بقادر علی ان یحی الموتی) وارد ہین البتہ اس امر کو ہم بھی تسلیم
کرتے ہین کہ زندہ کردینا مردہ کا امور خارقہ عادت سے ہے مگر خرق عادت کچھہ ممتنع
نہین قران مجید اور توریۃ اور انجیل اور دیگر صحف انبیاء سے وقوع مین آنا ایسے ایسے
امور خارقہ عادت کا ایسا نہین کہ سید الطائفہ کی تلبیسات سے چھپ جاوے اس مقام
پر ایک امر مین ہم سید الطائفۃ المنیریہ کے شکر گذار ہین کہ بعد بہت زیادتیون کے نصوص
پر اور بہت سے اضافون کی کلام الہی پر کہ جنکا بیان مواقع متعدد پر گذر چکا ہے اور
آیندہ بھی آویگا اس مقام مین اسکے قایل ہوئے کہ زیادۃ علی النص اور اضافہ قران

کی عبارات پر جایز نہین ہے مگر بڑا افسوس ہے کہ یہان بھی عمل برخلاف اوسکے ہی
یہ جو لکھا ہے کہ خدائے تعالی نے موسی کے دل مین ڈالا کہ بے جرم مقتول کے احضا
سے مقتول کو مارینگے اور مجرم نہ مارینگے فرمائے کہ موسی عرم کے دل مین اسبات کی ڈالنے
کی یقینی ہونے پر کیا دلیل ہے اور کونسا اشارہ صریح اسپر قران مجید مین ہے ہم نے
پیشتر ہی سمجھا یا تہا کہ ذری سمجھ سمجھ کر نقصان ہماری تفسیرونکے بیان کیجے مگر آپ نہ سمجھے
اور جاہلانہ اعتراض پیش کرنے شروع کئے اور اپنے داؤ پیچ مین آپ ہی ایسے گرے کہ
سب تلبیسات آپ کی اس قاعدہ مسلمہ سے باطل اور بے اصل ہوگئین والحمد للہ رب العالمین
ہرچند کہ سید الطائفہ کی تحریف پر متوجہ ہونے کے وقت ہم سب عیوب اور نقصانات اونکی
تحریف کے ظاہر کرینگے مگر چونکہ اونہون نے حذف جملہ (احیاہ الدر) پر یہان کلام کیا
ہے اسلئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اونکی تحریف پر جو حذف لازم آتا ہے اوس مین
اسی مقام پر کلام کیا جاوے واضح ہو کہ مدعا سید الطائفہ کا بدون اسکے حاصل نہین
ہوتا کہ بعد (اضربوہ ببعضہا) کے یہ جملہ محذوف مانین کہ (ضرب البرئین ولم یضرب المجروح)
اور ایسے جملہ کا حذف بغیر موجود ہونے کسی یقین یا اشارہ صریح کے بموجب اقرار سید الطائفہ
کے بہی عبارت قران مین اضافہ کرنا ہے اور ہرگاہ کہ اس حذف پر کوئی دلیل موجب یقین
نہین پس یقین تو مفقود ہوا اب رہا اشارہ صریح سو یہہ بہی مفقود ہے بلکہ قرینہ قویہ اسکے
خلاف پر موجود ہے یعنی (اضربو) صیغہ امر کا ہے کہ اوپر ایجاب ضرب کے دلالت کرتا ہے
اور بسبب اسکے کہ صیغہ جمع کا ہے مخاطب اسکی جملہ حاضرین ہین یعنی سب حاضرین پر (ضرب)
کو واجب کیا ہے اور چونکہ آیۃ مین کوئی کلمہ ایسا نہین کہ جس سے یہ بات معلوم ہووے
کہ بعض لوگون نے اس حکم ایجابی کی امتثال مین تقاعد کیا ہوا سلئے ظاہر ہے کہ حکم کی تعمیل

پوری ہوئی پس محذوف ماننا اس جملہ منفیہ کا کہ (لم یضرب بعض) اور اون بعض کو مجرم ٹھہرانا اور فاعل (ضرب) کا فعل مثبت (بر بیون) کو ٹھہرانا کہ جسپر کوئی اشارہ صریح یا غیر صریح آیۃ مین نہین ہر آئینہ خلاف ظاہر آیۃ قرآن ہے اور بسبب مخالفت ظاہر آیۃ کے اصلا لایق تسلیم نہین **قال** تیسرے یہ کہ باوجود اس اضافہ کے مراد احیاء اموات بروز بعث و نشر ہے اور اس جگہہ بعث و نشر کے حال بیان کرنے کا کوئی محل موقع نہین اور نہ کوئی مباحثہ بعث و نشر کی بابت ہے **قلت** یہ بھی نافہمی سید الطایفہ کی ہے کہ اونہون نے قصص قرآن مجید کو صرف قصہ و کہانی سمجھا ہے حالانکہ قصص جو قرآن مین بیان کئے گئے ہین مقصود اونسے تعلیم عام تمام عالم کی ہے اور کافہ انام کو اون قصص کے واقعات سے عبرۃ دلانا اور تمام عالم پر اپنی قدرۃ کاملہ کا اظہار اور جو جو چیزین کہ اصول اسلام سے ہین اونکا اعلان اور اشتہار مقصود ہے چنانچہ سورۂ یوسف مین فرمایا ہے لقد کان فی قصصہم عبرۃ لاولی الالباب اسی سبب سے ہر ایک قوم کے قصہ مین زیادہ تر اہتمام توحید اور رسالت اور بعث و نشر کا کیا ہے پس گو کہ مخاطب اس قصہ کے یہود ہین لیکن ضمن ان مخاطبات کے بمصداق ع بدر سے گویم اے دیوار بشنو و نصیحت و عبرۃ عامہ خلایق کی اور تہدید و تنبیہ جملہ منکران قدرۃ کاملہ اور منکران بعث و نشر کے اور اتمام حجت اوپر ایسے فرقون کے جو مثل فرقۂ نیچریہ کے اللہ تعالی کو اوپر زندہ کرنے مردون کے قادر نہین سمجھتے مقصود ہے اور یہہ غلط فہمی سید الطائفہ کی ہے کہ یہ سمجھتے ہین کہ مقصود احیاء اموات روز بعث و نشر ہے درحقیقت مقصود اعلان اسکا ہے کہ ہر وقت اور ہر زمانہ مین ہم قادر ہین اسپر کہ جسوقت ارادہ زندہ کرنے مردہ کا کرین بمجرد ارادہ کے زندہ کر سکتے ہین زندہ کرنا مردہ کا کسی آن کسی زمان مین (علی زعم انف نیچریہ) ہماری حد قدرۃ سے باہر نہین پس بے محل اور بی موقع

سمجھنا اس جملہ کا علانیہ غلطی ہے اور سخت نادانی ہے چونکہ اب مثل آفتاب نیمروز کے روشن ہوگیا کہ ہمارے مفسرین نے جو تفسیر کی تمامتر مطابق کلمات قرآن مجید کے ہے کوئی بات خلاف کلمات کے نہین کسی کلمہ مین کچھہ تاویل نہین کی کوئی بات ایسی کہ جسپر کلمات قرآن مجید دلالت نکرتے ہون اپنے طرف سے نہین بڑہائے اور سید الطائفہ نے جو تین نقصان اوسمین ظاہر کئے ہین وہ سب کے سب مبنی اوپر نقصان فہم سید الطائفہ اور عدم واقفیت کے زبان عرب سے اور عدم رسائی فہم کے حقایق و دقایق و مقاصد قرآن نمک ہین اب ہم اونکی تفسیر و ترجمہ کی طرف توجہ کرتے ہین اور تمام عالم کو آگاہ کرتے ہین کہ اونہون نے تفسیر نہین کی بلکہ صاف صاف تحریف کی ہے واللہ الموفق الی الحق والصواب ✤

قال جو سید ہے سادے صاف صاف معنی آیتون کے ہمنے بیان کئے ہین اور جن مین نہ آیتون کی ترتیب اولٹنی پڑتی ہے اور نہ کسی جملہ خلاف عقل اور بغیر سند نقل کے اپنی طرف سے بڑہانے کی حاجت ہوتی ہے اور جو صاف طور پر قرآن مجید سے پایا جاتا ہے

قلت اسقدر تقریر مین کذب کو کام مین لائے ہین کہ جسکی کچھہ حد نہین یہ جو کہتے ہین کہ سید ہی سادے صاف صاف معنی آیتون کے بیان کئے ہین اسکی تکذیب خود اونہی کے ترجمہ سے عیان ہے اخیر آیۃ کا ترجمہ لکھتے ہین پھر ہمنے کہا کہ اسی مقتول کو اسی کی ٹکڑی یعنی اعضاے مارو اسطرح اللہ زندہ کردیتا ہے یعنی ظاہر کردیتا ہے مرے ہوئے یعنی نامعلوم قاتل کو" اہل ایمان اور اہل انصاف غور فرماوین کہ نصف آیۃ کا ترجمہ اور اوسمین تین یعنی آنا اسیکا نام ہے سید ہی سادے صاف معنی کہ بغیر لگانے تین یعنی طبغراو کے ترجمہ مین نصف آیۃ کے مدعا سید الطائفہ کا حاصل نہوا اگر اسی کا نام سید ہے سادے معنی ہین تو ہر ایک ملحد ایسے ایسے یعنی طبغراو لگا کر تمام قرآن مجید کو اپنے مدعا ادے ہوئے

نصافی کے موافق محرف کرکے کہہ سکتا ہے کہ میںنے سید ہے سادہے معنی بیان کئے ہین غرضکہ باوجود لگانے تین یعنی طبعزاد کے نصف آیۃ کے معنی مین اونکو سیدہا سادہا صاف کہنا وہی مثل ہے کہ ع چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد **قال** شاید اسکی نسبت بہی بعض لوگ شبہ کرینگے الخ تقریر اعتراض کو سید الطائفہ نے پورے طور پر نہین لکہا ہم اوسکو لکہتے ہین کہ (اضربوہ) مین ضمیر مذکر ہے اور (ببعضہا) مین ضمیر مونث ہے اور (اضربوہ ببعضہا) ایک جملہ ہے ایک جملہ مین دو ضمیرین جو تذکیر و تانیث مین باہم مختلف ہون دلیل صریح اسکی ہین کہ مرجع بہی دونون کے مختلف ہین اگر ایسا نہو تو کلام مین تعقید اور التباس پیدا ہوتا ہے اور یہ امر ہر آئینہ خلاف فصاحت و بلاغت قران کے ہے اور یہ ایسا کلام ہے جیسے کوئی اردو زبان مین کہے کہ زید کہڑا ہوا رو رہی ہے اور فلان نیچری کرسی پر بیٹہا ہوا گردن مروڑی مرغی کہا رہی ہے پس سید الطائفہ نے جو دونون ضمیرون کا مرجع ایک ٹہہرایا ہے یہ صریح غلطی ہے اسکے جواب مین سید الطائفہ یہ کہتے ہین کہ اس آیۃ سے پہلے واذ قتلتم نفسا واقع ہے اور (ببعضہا) کی ضمیر نفس کی جانب راجع ہے اور نفس مونث ہے اور اوسکے لئے مونث ہی ضمیر ہونی چاہئے **اقول** اس جواب سے تو اعتراض رفع نہوا چونکہ آپ کے نزدیک نفس اور متقول ایک ہی چیز ہے اور اعتراض بہی یہی ہے کہ ایک مرجع کی طرف دو ضمیرون مختلف کا ایک ہی جملہ مین راجع کرنا خلاف فصاحت و بلاغت ہے اور موجب التباس و تعقید ہے اسکا جواب آپ سے کچہہ بن نہ پڑا اس امر کا تو معترض بہی قایل ہے کہ نفس کا لفظ مونث ہے اور ضمیر جو اوسکی طرف راجع ہو ضمیر مونث ہونی چاہئے اوسکا اعتراض تو بربناے قبح اختلاف و تغایر ضمایر کے ہے جسکو آپ نے حیلہ حوالہ کرکے ٹال دیا علاوہ بران ایک دوسرا مقام یہہ ہے کہ جب مقصود یہ ہے

کہ ایک شئی کے بعض اجزا کو اوسکے دیگر بعض سے ملائی یا لگائی یا مارئی یا کچھ اور کام
کیجئے تو اوسکو اس عبارت سے تعبیر کرنا چاہئے کہ (اضربوا بعضہ ببعضہ) تاکہ یہ کلام اوسکے
ابعاض اور تبعیض اجزا پر دلالت کرے اسی سیاق پر حدیث مین آیا ہے انما ہلک من
کان قبلکم ضربوا کتاب اللہ بعضہ ببعض یون نہین فرمایا کہ ضربوا کتاب اللہ ببعضہ قرآن مین
ہے تلک الرسل فضلنا بعضہم علی بعض جماعہ رسل دو اجزا رکھتے جنمین سے ایک مفضل
دوسری مفضل علیہ ہے جسطرح پر بیان ایک جزء مضروب دوسرا مضروب بہ ہے تو یہ
کہا گیا بعضہم علی بعض یون نکہا کہ فضلنا ہم علی بعض ایسے ہی لا تتخذ بعضنا بعضا ارباباً
من دون اللہ (اور) طلاق بعضہا فوق بعض نہ یہہ کہ اسطور پر کہا جاوے کہ (اضربوہ
ببعضہ) کیونکہ جب ضمیر مفعول کی جو (اضربوہ) مین ہے وہ بھی بطرف مقتول ہی کے راجع ہوئی
اور ضمیر مجرور جو (ببعض) کے سایہ متصل ہے وہ بھی مقتول ہی طرف عائد ہوئی تو معنی یہ ہوئے
کہ اوس مقتول کو مقتول کے اجزا سے مارو اور چونکہ مقتول عبارت ہے کل اجزا سے پس
کل اجزا کا جزء سے مارنا صریح بے معنی اور بالبدیہہ غلط ہے البتہ جزء کا جزء سے مارنا
تو صحیح ہوسکتا ہے سو یہ بات صرف اسی عبارت سے حاصل ہوتی ہے کہ (اضربوا بعضہ
ببعضہ) نہ (اضربوہ ببعضہ) سے مگر چونکہ یہ امر زیادہ تر علم زبان عرب سے تعلق ہے اور حال
سید الطائفہ کا ظاہر ہے کہ علم عربیت سے محض جاہل ہین لہذا اس قسم کی غلطیون کا
وقوع اونسے کچھ مستبعد نہین **قال** اضربوہ کی ضمیر کو بھی تمام مفسرین نے نفس ہی
کی طرف راجع کیا ہے الخ **قلت** مرجع ضمیر (اضربوہ) اگرچہ فی الحقیقہ وہی نفس مقتول
ہے مگر چونکہ قتلتم نفساً انسان مقتول پر دلالت کرتا ہے اور رجوع ضمیر کے واسطے
اسقدر بھی کافی ہے لہذا ضمیر مذکر لائی گئی۔ ہمکو اس مقام مین مذہب ہے کہ شکر بذہ المنون

امام المحققین حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز قدس اللہ سرہ کا ادا کرینا اور اونپر ثنای جمیل کہین اور اونکے حق مین دعای خیر مانگین جزاہ اللہ عنی وعن سایر المسلمین خیرا اس ضمیر کی تذکیر کے باب مین بہ نسبت اعجاز قران کے اونکا فکر صایب اور ذہن ثاقب منتہای طاقت بشریہ تک پہونچا ہے جسقدر خوب ظاہر ہوتا ہے کہ (اضربوہ) مین جو ضمیر منصوب متصل ہے بلا شک وشبہ اوسکا مذکر لانا جایز ہے نہین بلکہ واجب تہا وہ فرماتے ہین ونکتہ در عدم اعتبار نفس برای مرجعیت ضمیر آنست کہ ضرب نفس مفارقہ از بدن بیت ممکن نیست پس اگر اضربوہا میفرمودند بظاہر تکلیف مالا یطاق مے نمود ومحتاج بتاویل میشد بخلاف قتل کہ مورد ذم وعقاب ہمان قتل است کہ بر نفس وارد شود وتعلق او از بدن زایل سازد بلکہ در حقیقت ہمان است وبس انتہی بالفاظہ الشریفہ فللہ درہ رحمہ اللہ تعالے دیکہو کس خوبی کے ساتھ وجہ تذکیر ضمیر (اضربوہ) کی بیان فرمائی ہے۔

آمدم بر سر مدعا اس کہنے سے تو کچہہ جواب اعتراض کا حاصل نہین ہونا عبث سید الطائفہ نے خامہ فرسائی کی ہے الغرض جس اعتراض کے دفع کا سید الطائفہ نے ارادہ کیا تہا وہ ہرگز اونکے جواب سے دفع نہو سکا اور ایک دوسرا اعتراض مزید برآن اونپر ایسا قایم ہوا کہ عقلا اور نقلا اونکی تحریف کو اونسی رد کردیا **قال** دوسرا مبہم شبہ کرتے کہ یحیی اور موتی کے لفظ کے وہ معنی نہین لئے جو صریح اون لفظون سے پائے جاتے ہین **قلت** اس اعتراض غیر ممکن الدفع کو بہی نہایت خفیف کرکے لکہا ہے پوری تقریر اعتراض کی یہ ہے کہ کچہ شک اسمین نہین کہ حقیقی اور مشہور معنی موت وحیوۃ کے مرنا جینا ہین اور انہین کے مشتقات مین سے (یحیی) اور موتی) ہین اور یہ قاعدہ فن اصول اور علم بیان مین مبرہن ہوچکا ہے کہ جہانتک حقیقی معنی ممکن ہونگے معنی مجازی

ساقط ہوجاوینگے ہان اگر کوئی قرینہ قوی اسپر قایم ہوگا کہ یہان معنی حقیقی مقصود نہین
اور یہی قرینہ تعین ایک معنی مجازی ہر منجملہ معانی مجازیہ کے قایم ہوگا تو وہ معنی مجازی مراد
لئے جاوینگے اور اس قاعدہ کا سید الطائفہ کو بھی اقرار ہے چنانچہ چند مواقع مین تصریح اسکی
ہوچکی ہے پس اس آیۃ مین جو سید الطائفہ نے برخلاف قاعدہ مسلمہ کے معنی حقیقی کو چھوڑکر
اپنے دل سے ایک معنی گھڑے ہین اصلا لایق تسلیم کے نہین اور صاف تحریف ہے اس کے
جواب مین سید الطائفہ لکھتے ہین کہ یہ اعتراض صحیح نہوگا اسلئے کہ ہمنے ان لفظون کے
وہی معنی لئے ہین جن معنون مین خود خدا نے ان لفظون کو استعمال کیا ہے جہان فرمایا ہے
وکنتم امواتا فاحیاکم یعنی تم مردہ یعنی معدوم یا غیر موجود یا نامعلوم تھے پھر ہمنے تم کو زندہ
یعنی مخلوق یا موجود یا ظاہر کیا پس اس دلیل سے ہمنے یہان بھی یحیی اور موتی کے یہی معنی
لئے ہین کہ نامعلوم قاتل معلوم ہوگیا اور ان مضمون کے صحیح ہونے پر خدا تعالی نے اشارہ
کیا ہے اوپر کی آیۃ مین لفظ واللہ مخرج آیا ہے اسکے مقابل مین اس آیۃ مین یحیی اللہ کا
لفظ ہے اوپر کی آیۃ مین تکمنون کا لفظ آیا ہے اوسکے مقابل مین اس آیۃ مین لفظ موتی
آیا ہے پس دلالۃ ثابت ہے کہ یحیی اللہ سے ظاہر ہونا قاتل کا اور مرنے سے نامعلوم یا
غیر ظاہر ہونا قاتل کا مراد ہے نہ مقتول کا زندہ ہونا انتہی مگر یہ جواب سراسر لغو اور قطعا
مردود ہے بچند وجہ اول یہ کہ خود سید الطائفہ نے آیۃ وکنتم امواتا کا ترجمہ لکھا ہے کہ
تم مردہ یعنی کچھ نہ تھے اسکا حاصل یہ ہے کہ تم معدوم محض تھے ہمنے بھی اوس مقام پر
اسکو قابل اعتراض نہ سمجھکر یہ امر تسلیم کرلیا ہے کہ محتمل ہے کہ یہی مراد ہو مگر نامعلوم کا لفظ
اوس آیۃ کے ترجمہ اور تفسیر کرنے کے وقت آپ کو نہ سوجھا تھا یہہ تو اسوقت کی نئی گھڑت
ہے اسکو تو ہم تسلیم نہین کرتے اور نہ یہہ صحیح ہو سکتا ہے اور جب کہ اوس آیۃ مین آپنے

معنی (اموات) کے (معدوم) ٹھیرائے ہین تو آپ کے جواب کے مطابق اس آیۃ مین
بہی معنی (موتی) کے معدوم ٹھیرانے چاہئین یعنی (اسطرح اللہ ظاہر کردیتا ہے مرے ہوے
یعنی معدوم قاتل کو) لیکن چونکہ وہ قاتل خود آپ ہی کے اقرار کے مطابق معدوم نہ تہا
بلکہ موجود تھا چنانچہ صفحہ ۲۰ پر آپ خود اقرار کرتے ہین کہ سب لوگ جو موجود ہین اونہین
مین وہ قاتل بہی ہے اب آپ ہی غور کیجئے کہ آپکا یہ جواب کسقدر لغو اور متناقض ہے کہ
جب اس واقعہ کا بیان آپ فرماتے ہین تو قاتل موجود قرار پاتا ہے اور جب ترجمہ آیۃ کا
مطابق آپ کے جواب کے کیا جاتا ہے تو وہ قاتل معدوم ہوجاتا ہے ثانیاً معترض کا
اعتراض تو ایک قاعدہ مسلمہ پر مبنی ہے یعنی جہان کہین حقیقۃ ممکن ہوگی مجاز ساقط ہوجاویگا
چونکہ اوس آیۃ مین بسبب غیر ممکن ہونے معنی حقیقی کے معنی مجازی مراد لئے گئے تو اس سے
یہہ لازم نہین آتا کہ جہان کہین معنی حقیقی ممکن ہون تو باوجود امکان معنی حقیقی کے بہی
اوس کلمہ کو معنی مجازی ہی پر محمول کیا جاوے بلکہ بموجب اوس قاعدہ مسلمہ کے ایسے
محل مین ہر آئینہ واجب ہے کہ مجاز کو ترک کرکے معنی حقیقی ہی مراد لئے جاوین ثالثاً
اگر آپ کو اسی پر اصرار ہے کہ جو معنی موت کے اوس آیۃ مین مقصود ہین وہی اس آیۃ
مین بہی لینے ضرور ہین تو ہم بطور معارضہ کے کہتے ہین کہ اوس آیۃ مین جو کلمہ (یمیتکم) ہے
تو آپ نے بہی اوسکے ترجمہ مین موت کو بمعنی حقیقی مار ڈالنے کے قرار دیا ہے پس آپ کو
چاہیے کہ یہان بہی موت کو معنی حقیقی پر محمول کیجئے اور جسطرح پر آپ یہ کہتے ہین کہ ہمنے
وہی معنی لئے ہین جن معنون مین خدا نے استعمال کیا ہے معترض یہ کہیگا کہ اللہ تعالے
کی آپ نے مخالفت کی ہے کہ جن معنی مین اللہ تعالی نے (ثم یمیتکم) کو استعمال فرمایا ہے
آپ نے برخلاف اوسکے معنی ٹھیرائے ہین اور بلحاظ تائید معنی حقیقی کے یہ معارضہ معترض کا

ہرآینہ لائق تسلیم اور ترجیح کے ہے اسکا آپ کیا جواب دیسکتے ہین رابعًا (کنتم امواتا)
مین جو کلمہ (امواتا) ہے اوسکے معنی اکثر مفسرین نے اجسام بے جان لکھے ہین اور یہی
معنی بلحاظ وجوہ مرقومہ مقام مذکور کے زیادہ تر مناسب ہین پس ہرگاہ کہ معنی (امواتا)
کے (معدوم) قرار دینا صرف ایک احتمال مرجوح پر ہین اور وہ بھی مجازی پس ایسے احتمال
مرجوح کی بناپر اس آیہ مین حقیقت کو ترک کرکے وہی مجازی معنی محتمل مرجوح مراد لینا تمامتر
غلطی ہے یہانتک کلام تہا کلمہ (موتی) مین اب کلمہ (یحیی) مین بہی ہم آپ کے
جواب کی بطلان کا اعلان کرتے ہین بچند وجہ اولًا اوس آیہ مین جو آپ نے کلمہ
(فاحیاکم) کے یہ معنی گھڑے ہین کہ پہر تم کو زندہ یعنی موجود و مشہور اور معروف کیا
اوسی مقام پر ہمنے آپ کے اس ترجمہ کو رد کردیا ہے اور نہایت قوی وجہ موجہ کے
ساتہہ آپ کی تہمیل کی ہے اوس مقام کو ملاحظہ فرمائے حاجت اعادہ کی نہین ثانیًا
وجہ دوم اور سوم مین بنسبت جواب کلمہ (اموتی) کے ہمنے جو کلام کیا ہے اوسی کلام سے
بطلان آپ کے جواب کا بنسبت کلمہ (یحیی) کے بہی واضح ہے ثالثًا جب حسب وجوہ
مرقومہ بالا یہ امر ثابت ہوگیا کہ کلمہ (اموتی) کا کسی معنی مجازی پر حمل کرنا صحیح نہین بلکہ معنی
حقیقی ہی مراد لینے واجب ہین تو آپ نے جو معنی (یحیی) کے یہ گھڑے ہین کہ ظاہر کردیتا
ہے خود بخود غلط ہوگئے کچہ حاجت کسی رد و قدح کی باقی نہین رہی تہی مگر ہمنے دو وجہ
اور بہی اوسکی تائید مین لکھدی ہین تاکہ ظاہر ہوجاوے کہ اگر انمین وجہ ثالث سے قطع
نظر بہی کیجاوے تب بہی معنی (یحیی) کے جو سید الطائفہ نے گھڑے ہین صحیح نہین ہوسکتے
اور سید الطائفہ نے جو اپنی تائید کے واسطے ذکر قرینہ (مخرج ما کنتم) کا کیا ہے یہ بہی اونکی
جہالت ہے علم بیان اور علم اصول سے قرینہ جو واسطے ترک معنی حقیقی اور ارادہ معنی

مجازی کے معتبر ہے وہ ایسا قرینہ ہے کہ منافی ارادہ معنی حقیقی کا ہو نہ یہہ کہ موید معنی
حقیقی کا ہو اور ظاہر ہے کہ زندہ کردینا اوس مردہ کا اصلا منافی ظاہر کردینے قاتل کا
جسکو وہ چھپاتے تھے نہین نہ ظاہر کردینا قاتل کا منافی زندہ کردینے اوس مردہ کا ہے بلکہ
زندہ کردینے مین اوس مردہ کے ایسا اظہار اور اعلان ہے کہ چھپانے والون کو کچھہ
گنجایش کسیطرح کے انکار کی باقی نہین رہتی برخلاف اسکے کہ اگر کوئی مجرم کسی حیلہ کے
عمل مین لانے سے انکار کرے تو عمل مین نہ لانا حیلہ کا نہ کسی شریعت مین نہ کسی قانون
مین نہ کسی عقلی قاعدہ مین موجب ثبوت جرم کا مجرم پر ہوسکتا ہے نہ اسپر یقین ہوسکتا ہو کہ
فی الواقع مجرم جو اپنے آپ کو چھپاتا ہے ظاہر ہوگیا اور جب ایسی حالت مین ظہور مجرم کا
جو اپنے آپ کو چھپاتا ہے یقینی نہین تو جملہ (مخرج ما کنتم) جسکا مضمون یقینی ہے ہرگز
منافی ہے اوس حیلہ کا جسکے سید الطایفہ قایل ہین اور موید ہے ہماری مفسرین کی تفسیر کا
سید الطایفہ نے کج فہمی سے اوسکو برعکس سمجھا ہے **قال** خدا اپنی قدرت اور اپنی حکمت
کو اونہین باتون مین جو انسان روزمرہ کرتے ہین اور دیکھتے ہین ظاہر کرتا ہے مگر انسان
کا خیال اوسپر قناعت نہین کرتا اور دور دراز کار باتون کو پسند کرتا ہے **قلت** یہہ بات
کہ جو کام انسان کرتا ہے وہ ظہور خدا کی قدرۃ اور حکمت کا ہے بیشک اہل تحقیق کا عقیدہ ہے
مگر جو لوگ کہ خالق افعال عباد اللہ تعالی کو نہین ٹھہراتے یا عالم کو قدیم یا جملہ واقعات
عالم کو مبنی بر اسباب ظاہری قرار دیتے ہین اور کہتے ہین کہ **نموت ونحیی وما یہلکنا الا**
الدہر اور نبوۃ انبیا کے قایل نہین اونپر ایسے امور سے جو روزانہ ظہور مین آتے ہین
کسیطرح پر حجت قایم نہین ہوسکتی البتہ جب کوئی ایسا امر وقوع مین آتا ہے کہ طاقت
بشری سے خارج ہو اور مبنی کسی سبب پر اسباب معہودہ سے بھی نہو تو اوسوقت قایل

ہوجاتے ہین اور اگر ظاہر مین زبان سے اقرار نہین کرتے تو دلمین تو یقین کر لیتے ہین
وجحدوا بہا واستیقنتہا انفسہم ظلما وعلوا اسلئے بعض اوقات انبیاء عرم اور صلحاء
امت کو ضرورت ایسے امر خارق عادت کی پڑتی ہے کہ اوسپر بجز خالق عالم کے کوئی بشر
قادر نہو سکے اور عادۃ کے موافق نہو خیر یہہ بحث تو عنقریب آنے والی ہے زیادہ اس
مقام مین اوسی تعرض کرنا اور سید الطائفہ کے اس قول کی غلطی ظاہر کرنا ضرور نہین
مگر سید الطائفہ نے جو یہان یہ تقریر کی ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ اونکے قول کے
مطابق جو کچھہ اس واقعہ مین عمل کیا گیا ایک دستور روزانہ تہا مگر یہ بات صریح غلط ہے
واسطے ظاہر ہو جانے قاتل کے نہ کسی زمانہ مین یہ عمل ہوا نہ اب ہوتا ہے اور یقین ہے
کہ آیندہ بہی کبہی نہوگا **قال** تیسرا شبہ یہ کرینگے کہ کذلک یحی اللہ الموتی کے قبل
ہمکو یہہ جملہ کہ فاظہرہ اللہ مقدر ماننا پڑیگا مگر یہ جملہ نہ خلاف عقل ہے نہ خلاف قران
نہ خلاف سیاق کلام خدا کیونکہ خود خدا نے فرمایا ہے واللہ مخرج بر خلاف اوس پہلے
جملہ کے کہ نہ زمین کا ہے نہ آسمان کا **قلت** ہمنے جو جملہ ضربہ فاحیاہ اللہ تعالی
مقدر مانا ہے فی الواقع اوسکی نسبت سید الطائفہ کا یہ کہنا کہ نہ آسمان کا ہے نہ زمین کا
بہت درست ہے کیونکہ زمین و آسمان سب حادث ہین اور تقدیر اوس جملہ کی مستفاد
کلام قدیم کے ہے کہ زمین و آسمان دونون سے برتر ہے مگر سید الطائفہ اپنے گہڑے
ہوے جملہ کی خبر لین کہ گہڑا نہ گہاٹ کا اور تفصیل اوسکی ہم سے سنئے کہ آپ نے یہان
بہی پوری تقریر اعتراض کی نہ کی آدہی بات کہی اور آدہی کو چہپا گئے پوری تقریر اعتراض
کی یہ ہے کہ صرف اسیقدر حذف کہ (فاظہرہ اللہ تعالی) آپ کی مدعا کے حاصل ہونے
کے واسطے کافی نہین جب تک کہ وہ جملہ اور بہی محذوف نہ مانے جاوین ایک (ضربہ البرہون

دوسرا (ولم یضربہ المجرمون) جب تک یہ دو جملہ مقدر نہ مانے جاوینگے تب تک تقدیر تیسرے جملہ (فاظہرہ اللہ) کی درست نہوگی اسقدر تو ہم تسلیم کرسکتے ہین کہ چونکہ فعل (اضربوہ) صیغہ جمع امر مخاطب کا ہے اور حقیقۃ بناء صیغہ امر کے واسطے واجب کرنے فعل کی اوپر مخاطبین کے ہے پس یہہ صیغہ البتہ استقدر تقدیر پر تو دلالت کرتا ہے کہ (اضربوہ) یعنے مخاطبین نے اوسکو مارا مگر یہ فرمائے کہ لفظ (برئوین) جسکو فاعل (اضربوہ) کا ٹہیرانا آپ کے قول کی تصحیح کی واسطے ضرور ہے کہان کا ہے زمین کا ہے یا آسمان کا درحقیقت نہ زمین کا ہے نہ آسمان کا صرف گہڑا ہوا آپ کی زبان کا ہے پہر دوسرا جملہ (لم یضربہ المجرمون) اسپر تو کوئی بہی کلمہ ماقبل وما بعد آیۃ کا دلالت نہین کرتا پس یہہ تو نہ ادہر کا ہے نہ ادہر کا تیسرا جملہ اون دونو جملون پر متفرع ہے جب وہی دونون جملہ جو اصل تیسرے جملہ کے ہین بے اصل ہوگئے تو وہ تیسرا جو اونکے فرع ہے خود بخود گہر کر رہا نہ گہاٹ کا الغرض معانی قرآن کہ جملہ عیوب لفظی و معنوی سے ہر طرح پر معصوم ہین اونکے قتل کی آپ نے تدبیر تو بہت فرمائی اور تقدیر کے حیلہ کو درمیان مین لاکر سعی باطل مین کچہ تقصیر نہ کی مگر تقدیر سے مجبور ہوگئے کہ کوئی تدبیر پیش نہ گئی ۵ قتل معصوم بشمشیر تو تقدیر نبود ۵ ورنہ ہیچ اندرل بیرحم تو تقصیر نبود ۵ سیاق آیۃ فقلنا اضربوہ ببعضہا کذلک یحیی اللہ الموتی کا بنظر کلمات اول و آخر آیۃ کے مقتضی اسکا ہے کہ کلمات جو مقدر مانے جاوین الفاظ (اضربوہ) اور (یحیی) سے ہون نہ کسی اور الفاظ سے چنانچہ اہل عربیہ کا اس امر پر اتفاق ہے مغنی لبیب مین باب حذف مین بتصریح لکہا ہے ینبغی ان یکون المحذوف من لفظ المذکور مہما امکن فیقدر فی ضربی زیدا قائما ضربہ قائما فانہ من لفظ المبتدء واقل تقدیرا دون اذکان و اذا کان یعنی لایق ہی ہونا محذوف کا جہانتک ممکن ہو اون الفاظ سے جو مذکور ہین پس

(ضربی زیدا قائما) مین مقدر کیا جاویگا (ضربہ قائما) اسلئے کہ یہہ لفظ مبتدء کا لفظ ہے اور اسمین مقدر قلیل ہے اور (اذکان) اور (اذا کان) مقدر نہ کیا جاویگا کہ وہ اون الفاظ مین نہین جو مذکور ہین اور بہ نسبت (ضربہ) کے طویل ہے اخفش اور ابو علی اور ابن مالک کا قول ہے کہ تا وقتیکہ حذف قلیل ہو سکے حذف طویل جایز نہین کیونکہ متکلم کا مقصود حذف سے اختصار ہے اور بحالت تطویل مقصود اوسکا فوت ہوتا ہے اسی بنا پر وہ مثال (الذی ضربت زید) مین جو ضمیر محذوف راجع بطرف موصول ہے اوسکی تاکید بلفظ (نفسہ) یا (عینہ) کے جایز نہین رکھتی اور یہہ امر یعنی اختصار اور ہونا محذوف کا منجملہ کلمات مذکورہ کے اونہین کلمات کی تقدیر سے حاصل ہوتا ہے کہ جنکو ہماری مفسرین رحمہا اللہ علیہم نے مقدر مانا ہے کہ محذوف قلیل یہی ہے اور آیۃ کے اول و آخر کے ہی الفاظ سے ہے کیونکہ مفسرین کی تفسیر کے مطابق تقدیر کلام یہ ہے (فقلنا اضربوہ ببعضہا فضربوہ فاحیاہ اللہ تعالی کذلک یحیی اللہ الموتی) انصاف سے دیکھئے کہ اس تقدیر پر کلمات مذکورہ اور محذوفہ کسقدر باہم مربوط اور ایک دوسرے کے ساتھ متناسق ہین اور کلمات مذکورہ کلمات محذوفہ پر کیسے واضح الدلالۃ ہین کہ بغیر کسی تامل و فکر کے زبان حال سے کلمات محذوفہ پر ناطق ہین برخلاف آپکے مقدرات کے کہ نہایت طول طویل جملہ ہین اور اکثر الفاظ اونکے مغایر الفاظ اوس آیۃ کے ہین جو محل حذف ہے کیونکہ آپکی تقدیر کی حالت مین تقدیر کلام یہ ہوتی ہے (فقلنا اضربوہ ببعضہا وضربہ البرئین ولم یضربہ المجرمون فاظہرہ اللہ کذلک یحیی اللہ الموتی) آپ ہی انصاف سے کہئے کہ ایسے مقدرات کو کہ نہ جنپر کلمات مذکورہ اصلا دلالت کرتے ہین نہ اونمین کچھہ اختصار ہے بلکہ کئی جملہ بہت طول طویل ہین کونسا واقف علم بلاغت ہے کہ مان سکتا ہے اور یہہ جو

آپ کہتے ہین کہ اوپر کی آیہ مین لفظ مخرج آیا ہے وہ اشارہ کرتا ہے چونکہ اوس آیہ
مین کچھہ حذف نہین محل حذف تو دوسری آیہ مین ہے پس آیہ محل حذف کی اول و آخر
کو دیکھیے کہ وہ آیہ اون کلمات پر دلالت کرتی ہے کہ جنکو مفسرین نے محذوف مانا ہے یا
آپ کے محذوفات پر پہلی آیہ مین جو یہ کلمات ہین اللہ مخرج ما کنتم تکتمون ایسے نہین کہ جن
محذوفات پر کلمات اوس آیہ کے جو محل حذف ہے دلالت کرتے ہین اونکے مزاحم ہوکر آپکے
محذوفات کے مقتضی ہون کیونکہ مخرج ما کنتم تکتمون نہ (لم یضربہ المجرمون) پر دلالت
کرتا ہے نہ (ضربہ البرئیون) پر نہ انتفار (احیاہ اللہ) پر دلالت کرتا ہے علاوہ برآن ظاہر
ہوجانا قائل کا ایسے ظہور کے ساتھہ کہ اوس پر یقین کامل ہوجاوے جیسا کہ مستفاد
مخرج ما کنتم تکتمون کا ہے مطابق بیان مصرحہ سابق کے صرف تقدیر (احیاہ اللہ تعالی)
مین ہے مقصور ہے پس بجائے (اظہرہ اللہ) بلحاظ مخرج ما کنتم بھی تقدیر (احیاہ اللہ) ہے
نہایت مناسب ہے سوا (اسکے جملہ (احیاہ اللہ) خود اظہار اور سبب اظہار دونو پر بہت
وضاحت کے ساتھہ دال ہے برخلاف (اظہرہ اللہ) کے بہرحال تقدیر اونہین کلمات کی جنکو
کاذب مفسرین نے مانا ہے لایق تسلیم ہے اور سید الطایفہ کی سب تقریرین محض بے بنیاد
و برخلاف قران مجید کے ہین **قال اللہ تعالی** (و آتینا عیسی بن مریم البینات) **قال**
(سید الطایفہ الیگزیتیر) بینات صفت ہے اور جہان صرف لفظ بینات ہے وہان اوسکا
موصوف مقدر قرار دینا چاہیئے خدا کے کلام مین ہمیشہ بینات کا موصوف آیات کا لفظ
آیا ہے جیسے کہ اسی صورت مین آنحضرت صلعم کی نسبت فرمایا ہے ولقد انزلنا الیک
آیات بینات اسلیئے جو معنی آیات بینات کے ہین وہی معنی صرف بینات کے بھی ہین
کیونکہ آیات کا موصوف وہان مقدر ہے اور جو مراد لفظ آیات سے ہے وہی مراد لفظ

بینات سے ہے مع اوس صفت کے جسپر لفظ بینات دلالت کرتا ہے **قلت** قولہ صفت ہے الخ اگر مراد وہ صفت ہے جسکو اصطلاح نحاۃ مین نعت کہتے ہین تو صاف غلط ہے کیونکہ (البینات) ایسا کلمہ ہے کہ معنی مستقل بنفسہ پر دلالت کرتا ہے اور اس آیۃ مین مفعول ثانی فعل (آتینا) کا واقع ہوا ہے اور بسبب مستقل المعنی ہونے کے محتاج کسی موصوف کا نہین بدون کسی تقدیر کے بھی اوسکے مفعول ثانی ہونے مین بموجب قواعد نحویہ کے کچھہ خلل واقع نہین ہوتا پس یہہ کہنا سید الطائفہ کا کہ اوسکا موصوف مقدر ہونا چاہئے اونکی ناواقفی ہے علم اعراب سے پیشتر بھی اونہون نے جو ایک رسالہ علت مین گردن مروڑی مرغی کے لکھا تھا اوسمین بھی یہی لکھا تہا کہ کلمات منخنقہ اور متردیہ اور موقوذہ جو آیۃ حرمت علیکم المیتۃ والدم ولحم الخنزیر وما اہل لغیر اللہ بہ والمنخنقۃ والموقوذۃ والمتردیۃ والنطیحۃ وما اکل السبع مین وارد ہین بموجب محاورہ زبان عرب کے ضرور ہے کہ یہہ چارون لفظ صفت ہون کسی موصوف کے سو ہمنے اوسکے رد مین جو رسالہ لکھا تہا اوسمین بھی سید الطائفہ کو تنبیہ اس ناواقفی پر کی تھی اور خوب سمجھا دیا تہا کہ یہہ آپ کی غلطی اور ناواقفی ہے ایسے کلمات مستقل المعنی اصلا محتاج کسی قید یا موصوف کے نہین اور مطلق کو مقید کرنا اپنی طرف سے قرآن مین اصلاح لگانا ہے مگر تسپر بھی باز نہ آئے اور اوسی مضمون مردود کا اس جگہہ پھر اعادہ کیا اور یہ جو کہتے ہین کہ خدا کے کلام مین ہمیشہ بینات کا موصوف آیات کا لفظ آتا ہے یہہ بھی غلط ہے اکثر جگہہ صرف بینات بغیر آیات کے بھی آیا ہے چنانچہ اسی آیۃ مین ہے سوا اس آیۃ کے اور بہت آیات مین کلمہ بینات بغیر کسی موصوف کے واقع ہے پس اگر مقصود موصوف سے موصوف مصطلح علم نحو یعنی منعوت ہے جسکا بیان علماء اعراب نے بحث توابع مین کیا ہے اور اوسکے واسطے

شرائط مطابقت کی تعریف و تنکیر و تذکیر و تانیث مین ضرور ہین تو یہہ بھی غلط ہے سورۂ قصص مین ہے ولما جاء موسی بآیاتنا بینات حالانکہ کلمہ (آیاتنا) (بینات) کا موصوف مصطلح نہین ہوسکتا کیونکہ صفت و موصوف مصطلح مین مطابقت تعریف و تنکیر مین ضروری ہے حالانکہ یہان (آیات) بسبب اضافۃ کے بطرف ضمیر متکلم کے معرفہ ہے اور (بینات) نکرہ ہے اسلئے (آیاتنا) موصوف اور (بینات) صفت نہین ہوسکتی علاوہ براین صفت حسب تصریح علماء اعراب کے دو قسم ہے ایک صفت بحال الموصوف جیسے رجل عالم دوسرے بحال متعلق الموصوف جیسے جاءنی رجل عالم اخوہ اور اس قسم اخیر کو صفت سببی بھی کہتے ہین سید الطائفہ کے اقوال آیندہ سے معلوم ہوجائیگا کہ وہ آیات کے لفظ سے احکام مراد لیتے ہین اور بعد اوسکے یہ لکھتے ہین کہ بعض احکام ایسے ہین کہ اونکی حکمت خفی ہے اور بعضے احکام ایسے ہین کہ اونکی حکمت جلی ہے اور بعضی ایسے ہین کہ اونکی حکمت زیادہ تر جلی ہے اسلئے اونکو صرف آیات سے اور کبھی آیات بینات سے اور کبھی زیادہ تر بھی ہونے کے سبب سے صرف بینات سے تعبیر کیا ہے" اس تقریر سے یہ امر ثابت ہے کہ (بینات) صفت سببی ہے یعنی صفت خود (آیات) کی نہین بلکہ متعلق (آیات) یعنی حکمت احکام کے صفت ہے مگر یہ امر خلاف قواعد عربیہ کے ہے اسلئے کہ بموجب قواعد اعرابیہ کے واجب ہے کہ متعلق صفت مذکور ہو حالانکہ کسی جگہہ متعلق (بینات) کا مذکور نہین پس متحقق ہوا کہ بینات صفت سببی نہین اور چونکہ صفت کی دو ہی قسمین ہین یا صفت بحال الموصوف یا صفت سببی صفت بحال الموصوف تو خود سید الطائفہ نہین ٹھیراتے اور صفت سببی بموجب قواعد عربیہ کے نہین ٹھیرتے اور جب دونون قسم کے صفت نہین تو یہہ دعوی سید الطائفہ کا کہ مراد آیات سے احکام ہین اور بینات اوسکی صفت ہے صاف غلط اور قطعًا باطل ہے الغرض

اگر الفاظ صفت و موصوف سے مراد سید الطایفہ کی تابع و متبوع مصطلح علم اعراب ہے
تو حسب وجوہ مذکور بخوبی واضح ہے کہ سید الطایفہ کی غلطی فاش ہے اور منشا غلطی کا بجز اسکے
اور کچھ نہین کہ علوم عربیہ مین نحو میر اور ہدایت النحو تک کی بھی استعداد نہین رکھتی اور
باینہمہ بے بضاعتی کلام معجز کی تفسیر کرنے بیٹھے ہین اور اگر مراد وہ صفت ہے جو بمقابلہ
اسم کے ہے تو یہ بھی غلطی صریح ہے اسلئے کہ (بینات) جمع (بینۃ) کی ہے اور تاء جو
آخر (بینۃ) مین ملحق ہے وہ تاء علامت نقل کی ہے وصفیت سے بطرف اسمیت کے اور
علامت ہے اسکی کہ یہہ کلمہ کسی موصوف کا مثل نطیحۃ اور اکیلۃ اور ذبیحۃ کے محتاج
نہین ایک شی بنفسہ بمعنی حجۃ اور برہان کے ہے احادیث مین وارد ہے البینۃ علی
المدعی والیمین علی من انکر یعنی شہادۃ مدعی پر ہے اور قسم منکر پر ہے" قرآن مجید مین ہے
لیھلک من ھلک عن بینۃ ویحی من حی عن بینۃ تاکہ ہلاک ہو جاوے جو شخص کہ ہلاک
ہوا بعد قایم ہونے حجۃ کے اور زندہ ہووے جو شخص کہ زندہ رہا بعد حجۃ کے" اور اسی
بناء پر فاضل طبرسی تفسیر مین لم یکن الذین کفروا من اہل الکتاب والمشرکین منفکین
حتی تاتیھم البینۃ کی لکھتے ہین البینۃ الحجۃ الظاہرۃ التی تمیز بہا الحق عن الباطل وصلہا
من البینونۃ وفصل الشی من غیرہ فالنبی صلعم حجۃ وبینۃ واقامۃ الشہادۃ العادلۃ بینۃ
وکل برہان ودلالۃ بینۃ یعنی بینۃ کے معنی ہین حجۃ ظاہرہ کہ جسکی سبب حق باطل سے
تمیز پاجاوے اور اصل اسکی (بینونۃ) اور جدا کردنی سے ایک شی کے اوسکی غیر سی ہے
پس خود پیغمبر صلعم بینہ اور حجۃ اللہ ہین اور قایم کرنا شہادۃ عدل کا بینۃ ہے اور
ہر ایک برہان اور دلالۃ بینہ ہے" اور اسی بنا پر حدیث مین وارد ہے البینۃ العادلۃ
احق من الیمین الفاجرۃ یعنی شہادۃ عدل بہتر ہے جھوٹی قسم سے" اور چونکہ معجزات

انبیا بہت بڑی حجت اور برہان ہین کہ اونسے زیادہ کوئی حجت اور برہان متصور نہین
پس وہ منجملہ افراد (بینہ) کے یعنی جن جن چیزون کو لفظ (بینہ) کا شامل ہے فرد کامل
ہین اسلئے جہان کہین قران مین یہ لفظ واقع ہوگا اور کوئی قرینہ ارادہ کسی اور حجۃ اور
برہان کا نہ ہوگا تو بلا شک وشبہ محمول کرنا اوسکا اسی فرد کامل یعنی معجزات پر ہی واجب
ہوگا پس اس آیۃ مین جو کلمہ (بینات) واقع ہے اوسکے یہی معنی ہین کہ عطا فرمائی
ہمنے عیسی بن مریم کو معجزات یا اگر سید الطائفہ معجزات کے لفظ سے ناراض ہین تو یون
کہین کہ عطا کین ہمنے عیسی بن مریم کو حجتین کاملہ یا براہین قاطعہ لفظون کا فرق ہے معنی ایک
ہی ہین اور سید الطائفہ نے جو اوسکا یہہ ترجمہ کیا ہے کہ ہمنے دین عیسی مریم کے بیٹے کو
نشانیان صریح غلط ہے اسلئے کہ جب یہ امر ثابت ہوچکا کہ کلمہ (بینات) کسی صنعۃ کو نہین
چاہتا اور یہہ بھی ظاہر ہے کہ معنی (بینات) کے علامۃ نہین پس ترجمہ (بینات) کا بلفظ
(نشانیان) صریح تحریف ہے علاوہ بران محرف ہونا اونکے اس ترجمہ کا خود اونہین کی
تقریر سے بخوبی روشن ہے اسلئے کہ خود لکھتے ہین کہ جو مراد لفظ آیات سے ہے وہی مراد
لفظ بینات سے ہے مع اوس صفت کے جسپر لفظ بینات دلالت کرتا ہے اور اس تقریر
سے ظاہر ہے کہ معنی (آیات) کے عام ہین اور معنی (بینات) کے خاص ہین کہ (بینات)
مین ایک ایسے معنی وصفی ملحوظ ہین کہ اگر اونکو معنی (آیات) پر اضافہ کیا جاوے تب معنی
(آیات) اور (بینات) ایک ہوجاتے ہین اور چونکہ اونہون نے اون معنی وصفی کو ترجمہ
(بینات) پر اضافہ نہین کیا صرف وہی معنی لکھے ہین جو معنی (آیات) کے بدون اضافہ
معنی وصفی کے ہین پس خود اونہین کی تقریر سے محرف ہونا اونکے ترجمہ کا عیان ہے
قال آیۃ کے معنی لغت مین علامت یعنی نشانی کے ہین **قلت** اور شرع مین اطلاق

قرآن کے جملون پر بھی ہوتا ہے چنانچہ صراح مین ہے (آیۃ) نشان و یک سخن و تمام از قرآن و جماعت حروف ازوی **قال** اور علامت ہمیشہ اوسپر جسکی وہ نشانی ہے دلالت کرتی ہے پس آیۃ کے معنی دلالت کرنے والے کے ہوے **اقول** مقدمات نتیجہ سید الطائفہ کے یہہ ہین کہ آیۃ کے معنی علامت ہین اور علامت ہمیشہ اوسپر جسکی وہ نشانی ہے دلالت کرتی ہے ان دونون مقدمون سے اگر نتیجہ نکلتا ہے تو یہہ نکلتا ہے کہ آیۃ ہمیشہ اوسپر جسکی وہ نشانی ہے دلالت کرتی ہے ان دونون مقدمون سے یہ نتیجہ نہین نکلتا کہ آیۃ کے معنی دلالت کرنے والے کے ہین **قال** جیسے کہ امام فخرالدین رازی نے مذکورہ بالا کی آیۃ کی تفسیر مین لکھا ہے الآیۃ ہی الدالۃ **قلت** پورا کلام امام فخرالدین رازی کا اوس آیۃ کی تفسیر مین یہہ ہے ان الآیۃ ہی الدالۃ واذا کانت البواقی القرآن دالۃ بفصاحتہا علی صدق المدعی کانت آیات یعنی آیۃ دلالت کرنے والی چیز کو کہتے ہین اور ہرگاہ کہ اجزاء قرآن کی بسبب اپنی فصاحت کے صدق مدعی پر دلالت کرتے ہین تو اسوجہ سے وہ آیات ہوئی" ہمکو اسمین کلام نہین کہ آیۃ دلالت کرنے والی چیز کو کہتے ہین صرف کلام اسمین ہے کہ جو مقدمات سید الطائفہ نے ترتیب دیکر نتیجہ نکالا ہے اون مقدمات سے وہ نتیجہ نہین نکلتا عبث اونہون نے یہہ طوالت کی اونکو لازم تہا کہ اپنا تشخص نہ جتاتے صرف امام فخرالدین رازی رح کی تقلید پر اکتفا فرماتے **قال** اور جو کہ قرآن مجید کے فقرہ بہی خدا کی وحدانیت اور انبیاء کی نبوۃ اور احکام شریعت پر دلالت کرتے ہین اسلئے اوسکے ہر فقرہ کو بہی آیۃ کہتے ہین جیسے کہ تفسیر معالم التنزیل مین ولقد انزلنا الیکم آیات بینات کی تفسیر مین لکھا ہے واضحات مفصلات بالحلال والحرام والحدود والاحکام **قلت** کلام کی دلالت کئی چیزون پر ہوتی ہے منجملہ اونکے ایک دلالت

الفاظ کے معنی پر دوسری دلالت اسپر کہ اس کلام کا کوئی کہنے والا ہے بلا تعین
کہنے والے کے تیسری دلالت بسبب بعض وجوہ کے اسپر کہ اس کلام کا کہنے والا متعین
ہے امام فخرالدین رازی نے اوس آیۃ کی تفسیر مین پیشتر یہہ لکھا کہ الاظہر ان المراد
بالآیات البینات القران الذی لا یاتی بمثلہ الجن والانس ولو کان بعضہم لبعض ظہیرا
یعنی ظاہر تر یہہ ہے کہ مراد آیات بینات سے قران ہے کہ اسکی مانند جن وانس نہین
کہہ سکتے ہین اگرچہ ایک دوسرے کا مددگار ہو" بعد اسکے وجہ نام کہنے اجزاء قران کی
بلفظ آیات کے یہ لکھتے ہین کہ جو کہ اجزاء قران بسبب فصاحت کے صدق مدعی پر دلالت
کرتے ہین اسلئے اوسکے اجزا کو آیۃ کہا گیا ہے مطلب اونکا یہہ ہے کہ بسبب اسکے کہ
یہہ کلام ایسا معجز ہے کہ اسکی مانند کہنا طاقت بشر اور جن سے باہر ہے گو کہ وہ مجتمع
ہوکر بھی تھے اسکی مانند کہنے کا کرین دلالت کرتا ہے اسپر کہ محمد صلعم جو دعوی کرتے
ہین کہ یہ کلام خدا کا ہے یہہ دعوی اونکا صحیح ہے غرضکہ سید الطائفہ نے جو وجہ آیت
کہنے کی لکھی وہ مبنی اوپر وجہ اول کے ہے اور امام فخرالدین رازی نے جو وجہ لکھی ہے
وہ مبنی اوپر وجہ سوم کے ہے اب یہ دیکھنا چاہئے کہ کسکا قول صحیح قابل تسلیم ہے اور
کسکا قول غلط قابل ردّ ہے ظاہر اور بدیہی ہے کہ کتب عقائد وفقہ کے بھی فقرات باعتبار
دلالت الفاظ کے اوپر معانی کے خدا کی وحدانیت اور انبیا کی نبوۃ اور احکام شریعت پر دلالت
کرتے ہین لیکن فقرات شرح مواقف وشرح عقائد وشرح تجرید اور ہدایہ اور شرح
وقایہ اور لمعہ اور شرح لمعہ اور فتاوی عالمگیری کی آیات بینات نہین کہلائی جاتے
اگر قول سید الطائفہ کا صحیح ہوتا تو فقرات ان کتابون کے بھی آیات بینات کہلائی جاتے
لیکن کہلایا جانا فقرات کتب مذکورہ کا آیات بینات باطل اور ہرآئینہ قابل رد ہے

پس قول سید الطائف کا باطل اور قول امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کا صحیح اور لائق تسلیم
کے ہے کیونکہ جب یہ امر متحقق ہوا کہ قرآن مجید ایسا کلام ہے کہ حد قدرۃ مخلوقات سے
ایسا کلام صادر ہونا باہر ہے تو ثابت ہوا کہ یہہ کلام بجز خالق مخلوقات کے اور کسیکا
کلام نہین اور جب یہ ثابت ہوا تو ثابت ہوئی دلالت اس کلام کی اوپر صدق محمد صلعم کے
پس اس اعتبار سے اوسکی آیات کو آیات بینات کہنا صحیح ہوا اور سید الطائفہ نے
جو معالم التنزیل سے استدلال کیا ہے یہہ اونکی فہم کا قصور ہے یہان بحث اسکی ہے
کہ آیات قرآن کو جو بلفظ آیات تعبیر کیا گیا ہے اسکی وجہ کیا ہے آیا وہ وجہ ہے جو امام
رازی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھی ہے یا وہ وجہ ہے جو سید الطائفہ نے بیان کی ہے چونکہ تفسیر
معالم التنزیل مین اس مقام پر اوس سے کچھ تعرض نہین کیا پس وہ عبارت معالم التنزیل
کی کچھ مفید سید الطائفہ کے نہین مگر کلمہ (بینات) جو چند آیۃ پیشتر آیۃ ولقد جاءکم موسی
بالبینات مین واقع ہے اوسکی تفسیر معالم التنزیل مین دیکھہ لیجئے اوسکی تفسیر مین وہ
لکھتے ہین الدلالات الواضحات والمعجزات الباہرۃ اور آتینا عیسی بن مریم البینات
کی تفسیر مین لکھتے ہین الدلالات الواضحات وہی ما ذکر اللہ فی سورۃ آل عمران والمائدۃ
اور یہہ اشارہ ہے طرف آیات سورۂ (آل عمران) انی قد جئتکم بآیۃ من ربکم انی اخلق
لکم من الطین کہیئۃ الطیر فانفخ فیہ فیکون طیرا باذن اللہ وابرء الاکمہ والابرص واحی الموتی
باذن اللہ وانبئکم بما تاکلون وما تدخرون فی بیوتکم اور طرف آیات سورۂ (مایدہ) کی
جن مین بیان ہے معجزات عیسی عم کا **قال** اور جبکہ فقرات قرآن پر اسلئے کہ وہ
احکام پر دلالت کرتے ہین آیات کا اطلاق ہوا تو آیات سے خود احکام بھی جو اوس
شخص کے وجود اور عظمت اور جلال اور قدرۃ وسطوت و اختیار پر دلالت کرتے ہین

جسنے وہ احکام صادر کئے ہین مراد لئے جا سکتے ہین **قلت** اول تو یہ کہنا سید الطائفہ کا کہ (اسلئے کہ وہ احکام پر دلالت کرتے ہین) باطل ہے چنانچہ بطلان اوسکا مبرہن ہو چکا پس اوسکی بنا پر جو آخر تک تقریر کی ہے بنا فاسد علی الفاسد ہے ثانیاً حاصل اس سب تقریر دا ہی کا یہہ ہوا کہ جو شے کہ کسی چیز پر دلالت کرے تو اوس شی دال سے مدلول مراد لیا جاوے مگر یہہ کیسی نادانی کی بات ہے اگر یہہ بات تسلیم کی جاوی تو لازم آوی کہ مثلاً آسمان و زمین جو وجود باری تعالے پر دلالت کرتے ہین تو آسمان بولین اور اوسے اللہ تعالی مراد لیا جاوے اور زمین بولین اور اوسے خدائی تعالی مراد لیا جاوے ؎

شہ برین عقل و گمانیش کہ تراست ؏ اور طرہ اسپر یہہ کہ لکھتے ہین کہ درحقیقت آیات کے لفظ سے قران مجید کی آیتین یا احکام جو خدا نے اون آیتون مین نازل کئے ہین مراد لینا ایک ہی بات ہے" اس سے ظاہر ہوا کہ دال اور مدلول دونون سید الطائفہ کے نزدیک ایک ہی چیز ہے علاوہ بران یہہ تو عیان ہے اور سید الطائفہ بہی اقرار کرتے ہین کہ ہر جملہ قران مجید کو آیت کہتے ہین اور یہہ بہی ظاہر ہے کہ ہر ایک آیۃ مین احکام نہین احکام کی آیات تو محدود اور معدود ہین جب کہ احکام اور آیات ایک ہی بات ٹہیری جیسا کہ زعم باطل سید الطائفہ کا ہے تو جہان احکام مفقود ہون وہان آیت بہی مفقود ہو پس لازم آیا کہ جن آیات مین احکام نہین وہ سید الطائفہ کے نزدیک آیات ہی نہین حالانکہ غالباً سید الطائفہ خود بہی اونکے آیات ہونے سے انکار نہ کرینگے علاوہ بران ہم پیشتر بعد الطال قول سید الطائفہ کے یہہ ثابت کر چکے ہین کہ آیات قران کو سبب اونکے اعجاز کے آیات کہا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ نفس احکام معجز نہین ہر کوئی شخص حکم دیتا ہے کہ یون کرو یون نہ کرو اور چونکہ بنا اطلاق لفظ (آیۃ) کے اعجاز پر

ہے پس نفس احکام پر اطلاق (آیۃ) کا ہرگز جائز نہین ہوسکتا علاوہ ان سب امور
کے اگر ہم اس قول کو سید الطائفہ کے تسلیم بھی کرلین کہ (جبکہ آیات کا اطلاق قران
کے فقرات پر ہوا تو آیات سے خود احکام بھی مراد لئے جا سکتے ہین) تو اس سے صرف
اسیقدر مستنبط ہوسکتا ہے کہ کلمہ آیات سے صرف وہ احکام جو آیات قران مین ہین
مراد لئے جا سکتے ہین نہ احکام کتب انبیاء سابقین نہ احکام انبیاء پیشین اور نہ احکام
وحی غیر متلو چنانچہ اس تخصیص پر خود سید الطائفہ بھی اپنے اس قول مین تصریح کرتے ہین
(کہ درحقیقت آیات کے لفظ سے قران مجید کی آیتین یا احکام جو خدا نے اون آیتون
مین نازل فرمائے ہین مراد لینا ایک ہی بات ہے) مگر اس مغالطہ کو دیکھنا چاہیئے
کہ قول آیندہ مین آپ ہی اس تخصیص کو باطل کرتے ہین یہان تک سید الطائفہ نے
تمہیدات باطلہ قایم کی ہین تاکہ انکی بنا پر آخر بحث تک جو کچھ از قسم اباطیل اور
اغلوطات کے لکھا ہے مبنی کرین چونکہ ہمنے اونکی تمہیدات کے بطلان کو برہین قطعیہ
اور دلائل عقلیہ سے ظاہر کردیا لہذا کچھ ضرورت اسکی نہ تھی کہ جو کچھ اونہون نے ان
فاسد بناؤن پر مبنی کیا ہے اوسکی طرف توجہ کرین لیکن چونکہ اونکے ابطال کے ضمن
مین کچھ اور مطالب بھی مقصود ہین لہذا مناسب متصور ہوا کہ اونکی طرف توجہ کی جاوے

قال قران مجید مین اس لفظ کا استعمال کبھی تو خدا کی طرف سے ہوا ہے جیسے کہ اس
آیۃ مین ولقد انزلنا الیک آیات بینات اور کبھی بطور قول کفار یا اہل کتاب کے ہوا ہے
جیسے کہ اس آیۃ مین ہے وقالوا لولا یاتینا بآیۃ من ربہ پس جہان قران مین اس لفظ
یعنی آیۃ یا آیات یا بینات کا یا آیات بینات کا استعمال خدا کی جانب سے ہوا ہے
اوسی ہمیشہ وہ احکام یا فضایح اور مواعظ مراد ہین جو خدا تعالی نے بذریعہ اپنے کلام

یا وحی کے انبیا پر نازل فرمائے ہین **قلت** جب خود سید الطائفہ بتصریح تمام قول سابق
مین یہہ لکھہ چکے ہین کہ لفظ آیات سے قران مجید کی آیتین یا احکام جو ان آیتون مین
نازل فرمائے ہین مراد لے سکتے ہین یعنی تخصیص احکام قران مجید کی کر چکے ہین اور جو دلیل
اسپر پیش کی ہے کہ لفظ آیات سے احکام مراد لئے جا سکتے ہین اوس سے بھی تخصیص
احکام قران کی ثابت ہے جیسا کہ اوپر لکھا گیا پس اس قول مین جو یہ لکھتے ہین کہ
(خدائی تعالی نے بذریعہ اپنے کلام یا وحی کے انبیا پر نازل فرمائے ہین) یہہ تعمیم کہ
جس مین احکام قران اور غیر قران اور احکام وحی متلوہ اور وحی غیر متلوہ سب داخل
ہو گئے برخلاف تخصیص قول سابق کے ہے اور خود انہین کی تصریح اور دلیل کے رو سے
باطل اور قابل رد کے ہے اور اصلا قابل تسلیم نہین اور اس صورت مین اللہ تعالی نے
جو بہ نسبت اور انبیا کے فرمایا ہے کہ ہمنے اونکو عطا فرمائین آیات یا بینات یا آیات
بینات اوسی احکام یا مواعیظ یا نصایح مراد لینا صریح غلطی ہے اور خود سید الطائفہ
کی تمہیدات کے خلاف ہے غایۃ الامر یہہ ہے (اگرچہ یہہ بھی حسب وجوہ مرقومہ بالا
کے قابل تسلیم کے نہین اور غلطی سید الطائفہ کی ہے) کہ بہ نسبت محمد صلعم کے جو یہہ
کلمات فرمائی ہین اونسے احکام و مواعیظ و نصایح قران مراد لے سکتے ہین مگر مراد
لے سکنا دوسری بات ہے اور واقع مین مراد ہونا دوسری بات ہے اسلئے کہ معنی
حقیقی آیات اور بینات کے احکام و مواعیظ نہین پس جب تک کہ قرینہ قوی اوپر
عدم ارادہ معنی حقیقی کے اور ارادہ معنی مجازی کے قایم نہو تب تک مجرد احتمال ارادہ
معنی مجازی کا واسطہ ارادہ معنی مجازی اور ترک معنی حقیقی کے اصلا کافی نہین
ہم کہہ سکتے ہین کہ لفظ بشارۃ سے بری خبر سنانی مراد لے سکتے ہین چنانچہ

فبشرہم بعذاب الیم مین یہی مقصود ہے بسبب قیام قرینہ عذاب الیم کے مگر جہان کہین
لفظ بشارۃ واقع ہوا وسے عموماً خبر بد سنانا مراد لینا بڑی غلطی اور کمال سفاہت
ہے الغرض اوپر بنا رتمہیدات سید الطائفہ کے بہی کلمات (آیات) یا (بینات)
یا آیات بینات) جو بنسبت محمد صلعم کے وارد ہین اونسے عموماً ارادہ احکام اور مواعظ
کا صحیح نہین ہوسکتا بلکہ محتاج قرینہ کا ہے اب ہم کہتے ہین کہ ولقد انزلنا الیک
آیات بینات مین کوئی قرینہ ایسا نہین کہ مراد اسے احکام و مواعظ و نصایح ہون
پس معنی اسکے یہ ہین کہ ہمنے اتارین تیری طرف آیتین ایسی آیتین کہ حجت قاطعہ
ہین یا واضح الدلالۃ ہین یا یون کہو کہ اوتارین ہمنے تیری طرف نشانیان کہ حجت
قاطعہ ہین یا واضح الدلالۃ ہین اور دوسری آیۃ سورۂ طہ کی جو سید الطائفہ نے لکھی
ہے اوس سے تو صاف ظاہر ہے کہ کلمہ آیۃ سے احکام اور مواعظ مراد نہین اسلئے
کہ پوری آیۃ یہہ ہے وقالوا لولا یاتینا بآیۃ من ربہ اولم تاتہم بینۃ فی الصحف الاولی
یعنی کہا کافرون نے کیون نہین لاتا ہمارے پاس کوئی نشانی اپنے رب کی طرف
سے کیا نہین آئی اونکی پاس وہ شہادۃ جو پہلے صحیفون مین تھی اس آیۃ مین
کفار کے مقولہ مین لفظ (آیۃ) کا ہے اور اوسکے جواب مین جو خدا نے فرمایا ہے
اوسمین کلمہ (بینۃ) ہے کفار کے مقولہ مین جو (آیۃ) ہے ظاہر ہے کہ اوسکے معنی
احکام یا مواعظ و نصایح نہین اسلئے کہ احکام و نصایح اور مواعظ تو برابر وہ سنتے
ہی تھے پہر اونکا طلب کرنا اس مضمون سے کہ کیون نہین لاتا کوئی ایک حکم بے معنی
محض ہے اسیطرح پر اللہ تعالی نے جو اونکو جواب دیا ہے اوسمین کلمہ (بینۃ) ہے
اوس سے بہی حکم یا وعظ مراد نہین ہوسکتا کیونکہ جب اونکے سوال مین ہی حکم یا وعظ

کی طلب نہ تہی تو جواب مین (بینۃ) سے حکم یا وعظ مراد لینا منافی سوال کے ہے
کہ سوال دیگر جواب دیگر علاوہ براین حکم اور مواعیظ تو خود قران ہی مین اونکو سنائی
جاتے تھے پھر حوالہ کتب سابقین کا دینا بیفایدہ اور لغوبات ٹہیرتی ہے کہ خدای پاک
کا کلام ایسی لغوبات سے بری ہے غرضکہ اس آیۃ کے نہ سوال مین کلمہ (آیۃ) بمعنی حکم
و وعظ کے ہے نہ جواب مین کلمہ (بینہ) حکم و وعظ کے معنی مین ہے بلکہ صاف مطلب
یہہ ہے کہ جب کفار نے کوئی نشانی صدق رسالت کی طلب کی تو جواب مین فرمایا کہ
کیا شہادت صدق رسالت محمد صلعم کی جو انبیا پیشین کی کتابون مین موجود ہے
کافی نہین جو تم اور نشانی طلب کرتے ہو علاوہ براین بہت جگہہ قران مین کلمہ (آیات)
اور (بینہ) اور (بینات) آیا ہے اور وہان ارادہ معنی احکام کا صحیح نہین ہوسکتا

ثم بعثنا من بعدہم موسی بآیاتنا الی فرعون و ملائہ فظلموا بہا فانظر کیف کان عاقبۃ
المفسدین وقال موسی یا فرعون انی رسول من رب العالمین حقیق علی ان لا اقول
علی اللہ الا الحق قد جئتکم ببینۃ من ربکم فارسل معی بنی اسرائیل قال ان کنت جئت
بآیۃ فات بہا ان کنت من الصادقین فالقی عصاہ فاذا ہی ثعبان مبین ونزع
یدہ فاذا ہی بیضاء للناظرین قال الملا من قوم فرعون ان ہذا لساحر علیم یعنی پھر
بھیجا ہمنے موسی کو اپنی نشانیون کے ساتھہ فرعون اور گروہ فرعون کی طرف
پس بے انصافی کی اونہون نے اونکے ساتھہ پس دیکھہ کیسا ہوا انجام مفسدونکا
اور کہا موسی نے اے فرعون بیشک مین بھیجا ہوا ہون پروردگار سب عالمون کی
طرف سے لایق ہون اسکی کہ نکہون خدا پر کچھہ سوای حق کے بتحقیق لایا ہون تمہارے
پاس دلیل کامل تمہارے پروردگار کی طرف سے پس چھوڑدی میرے ساتھہ بنی اسرائیل

کو کہا فرعون نے اگر لایا ہے تو کوئی نشانی تو پیش کر اوسکو اگر تو سچا ہے پس ڈالا موسی نے
اپنے عصا کو تو وہ یکایک ایک اژدہا تھا کھلا ہوا اور نکالا اپنے ہاتھہ کو تو وہ سفید تھا نظر
کرنے والون کے لئے کہا فرعون کی قوم کے گروہ نے کہ بیشک یہ جادوگر دانا ہے"
دیکھہ لیجے ان آیات مین کلمہ آیات اور آیۃ اور بینہ سب موجود ہین اور انکے معنی احکام
نہین آیۃ اور بینہ وہی عصا ہے جو اژدہا بن گیا اور وہی ید بیضا ہے جسکا کئی جگہہ قرآن
مین ذکر ہے نہ کوئی حکم ہے نہ احکام ہین اسیطرح سورۂ نمل مین ہے فی تسع آیات الی
فرعون و قومہ انہم کانوا قوما فاسقین فلما جاءتہم آیاتنا مبصرۃ قالوا ہذا سحر مبین یعنی (خطاب
ہوا موسی علیہ السلام کو کہ جاؤ) ساتھہ نو نشانیون کے بطرف فرعون اور اوسکے گروہ کے بیشک وہ
وہ تھے قوم فاسق پس جب آئین اونکو ہماری نشانیان واضحہ کہا اونہون نے یہ ہے
جادو ظاہر" اسیطرح ہے فاراہ الآیۃ الکبری (نازعات) یعنی پس دکھلایا فرعون
کو وہ معجزہ بزرگ" کیا کوئی حکم دکھایا جا سکتا ہے حکم تو سنایا جاتا ہے اور کیا کسی حکم پر
اطلاق آیۃ الکبری کا ہو سکتا ہے اسیطرح ہے ارنیاہ آیاتنا کلہا (طہ) یعنی دکھلائے
ہمنے فرعون کو آیات اپنی وہ سب" اسیطرح ہے ولقد ارسلنا موسی بآیاتنا الی فرعون و
ملائہ فقال انی رسول رب العالمین فلما جاءہم بآیاتنا اذا ہم منہا یضحکون وما نریہم من آیۃ
الا ہی اکبر من اختہا واخذناہم بالعذاب لعلہم یرجعون وقالوا یا ایہا الساحر ادع لنا ربک
بما عہد عندک اننا لمہتدون فلما کشفنا عنہم العذاب اذا ہم ینکثون (زخرف) یعنی ہر آینہ
بہیجا ہمنے موسی علیہ السلام کو ساتھہ آیات اپنے کے فرعون اور گروہ فرعون کی طرف پس کہا
(موسی) نے مین بہیجا ہوا ہون پروردگار سب عالمون کا پس جبکہ آئے (موسی) اونکے
پاس ساتھہ آیات ہماری کے ناگاہ وہ اون آیات سے ہنستے تھے اور نہین دکھاتے

تھے ہم اونکو کوئی آیت مگر یہ کہ وہ بڑا گرتے تھے اپنے ساتھی سے اور پکڑا ہمنے اونکو ساتھ
عذاب کے تاکہ وہ رجوع کرین اور کہا اونہون نے اے جادوگر پکار ہمارے لئے اپنے
رب کو ساتھ اوس چیز کے کہ عہد کیا ہے اوس نے نزدیک تیرے تحقیق ہم راہ پر آوینگے
پس جب دور کیا ہمنے اونسے عذاب کو تب ہی وہ عہد توڑتے تھے،، سورۂ بنی اسرائیل
مین ہے ولقد آتینا موسی تسع آیات بینات فسئل بنی اسرائیل اذ جاءہم فقال لہ فرعون
انی لاظنک یاموسی مسحورا اسکی بہ نسبت خود سید الطایفہ نیچریہ تہذیب نیچریہ مطبوعہ یکم
محرم ۱۳۱۲ ہجری مین لکہتے ہین کہ خدا تعالی نے اس سورہ مین فرمایا کہ جب حضرت موسیٰ
خدا تعالے کی قدرۃ کی نو نشانیان سمیت فرعون کے پاس آئے تو فرعون نے کہا
کہ اے موسیٰ مین تو سمجہتا ہون کہ تمپر جادو کردیا ہے پس ہرگاہ کہ خود سید الطائفہ کی تحریرات
سے ثابت ہوگیا کہ آیۃ اور آیات کا اطلاق احکام پر نہین ہوا بلکہ اعمال معجزانہ پر ہوا ہے
تو جسقدر اس تحریر مین خامہ فرسائی کی ہے اوسکے کذب وافترا مین کیا شک وشبہ باقی رہگیا
۶ آنچنین رسوا کند حق کیدرا + سورۂ روم مین ہے ومن آیاتہ ان خلقکم من تراب ثم اذا
انتم بشر تنتشرون ومن آیاتہ ان خلق لکم من انفسکم ازواجا لتسکنوا الیہا وجعل بینکم
مودۃ ورحمۃ ان فی ذلک لآیات لقوم یتفکرون ومن آیاتہ خلق السموات والارض
واختلاف السنتکم والوانکم ان فی ذلک لآیات للعالمین ومن آیاتہ منامکم باللیل والنہار
وابتغاءکم من فضلہ ان فی ذلک لآیات لقوم یسمعون ومن آیاتہ یریکم البرق خوفا
وطمعا وینزل من السماء ماء فیحیی بہ الارض بعد موتہا ان فی ذلک لآیات لقوم
یعقلون ومن آیاتہ ان تقوم السماء والارض بامرہ ثم اذا دعاکم دعوۃ من الارض اذا انتم تخرجون
یعنی خدا کی نشانیون مین سے یہ ہے کہ پیدا کیا تم کو خاک سے پس ناگاہ تم آدمی ہوئے

پہلے ہوئے اور اوسکی نشانیون مین سے یہ ہے کہ پیدا کیا واسطے تمہارے (جنس)
تمہارے سے عورتون کو تاکہ آرام لو تم اونکی طرف اور پیدا کیا درمیان تمہارے دوستی
اور مہربانی کو ہرآینہ اس (کام) مین نشانیان ہین واسطے اوس گروہ کے جو فکر کرتے
ہین اور اوسکی نشانیون مین سے پیدا کرنا آسمان اور زمین کا اور اختلاف زبانون تمہارے
اور رنگون تمہارے کا ہے ہرآینہ اس (کام) مین نشانیان ہین واسطے جاننے والونکے
اور اوسکی نشانیون مین سے ہے خواب کرنا تمہارا رات اور دن مین اور رزق طلب کرنا
تمہارا خدا کے فضل سے ہرآینہ اس (کام) مین نشانیان ہین واسطے اوس گروہ کے
جو سنتے ہین اور اوسکی نشانیون مین سے ہے کہ دکھلاتا ہے تم کو بجلی کو واسطے ڈرانے
اور رغبت دلانے کے اور اوتارتا ہے آسمان سے پانی پس زندہ کرتا ہے بسبب اوسکے
زمین کو بعد اوسکے مردہ ہوجانیکے ہرآینہ اس (کام) مین نشانیان ہین واسطے اوس
گروہ کے جو سمجھتے ہین اور اوسکی نشانیون مین سے ہے کہ قایم ہے آسمان و زمین اوسکی
حکم سے پھر جب بلاوے گا تم کو یکبارگی بلانا زمین سے ناگاہ تم نکل آؤگے" اسیطرح سورہ
مومنون مین ہے وجعلنا ابن مریم وامہ آیۃ یعنی بنایا ہمنے ابن مریم اور اوسکے (ابن
مریم کی) ماں کو آیت" اسیطرح پر سورہ انعام مین ہے وقسموا باللہ جہد ایمانہم لئن جاءتہم
آیۃ لیومنن بہا قل انما الآیات عند اللہ وما یشعرکم انہا اذا جاءت لا یومنون ونقلب افئدتہم
وابصارہم کما لم یومنوا بہ اول مرۃ ونذرہم فی طغیانہم یعمہون ولو اننا نزلنا الیہم الملائکۃ
وکلمہم الموتی وحشرنا علیہم کل شئی قبلا ما کانوا لیومنوا الا ان یشاء اللہ ولکن اکثرہم یجہلون
یعنی اور قسم کہائی اونہون نے (کافرون نے) سخت ترین قسمون اپنے کی کہ اگر آوے
اونپر معجزہ البتہ ایمان لاوینگے ساتھہ اوسکے کہو جز این نیست کہ معجزات خدا کے پاس ہین

اور کس چیز نے خبر کی ہے تمکو کہ وہ معجزہ اگر آویگا اونپر ایمان نہ لاوینگے اور پھیر دینگے ہم
اونکے دلون اور آنکھون کو جیسا کہ ایمان نہ لاے وہ ساتھہ اوس کے اول بار
اور چھوڑینگے ہم اونکو کہ اپنی گمراہی مین سرگردان ہونگے اور اگر ہم بھیجتے اونکی طرف فرشتون کو
اور کلام کرتے انسے مُردے اور اکٹھے کرتے ہم ان پر ہر چیز گروہ گروہ ہرگز ایمان نہ لاتے
مگر جب کہ چاہتا اللہ تعالے لیکن اکثر انمین سے نادانی کرتے ہین " ان سب آیات سے
خوب ظاہر ہے کہ یہ قول سید الطائفہ کا (کہ جہان قران مین آیۃ یا آیات یا بینات یا
آیات بینات کا استعمال خدا کی جانب سے ہوا اوسے ہمیشہ وہ احکام یا نصایح یا مواعظ
مراد ہین جو اللہ تعالی نے بذریعہ اپنے کلام یا وحی کے انبیا پر نازل فرمائے ہین) صریح غلط
اور افترا محض ہے اور بڑے شرم کی بات ہے کہ ایسا افترا صریح خدا پر کرین اور اسلام
کا دعوی کرین طرفہ یہہ کہ پیشتر تہذیب نیچر یہ مطبوعہ یکم محرم ۱۲۹۳ھ ہجری مین آپ ہی اسکے
برخلاف لکھہ چکے ہین الحق دروغ گو را حافظہ نباشد اب مین مناسب سمجھتا ہون کہ سید الطائفہ
کے جھوٹا کرنے کو اونہین کی تحریر تہذیب الاخلاق نیچر یہ مطبوعہ یکم محرم ۱۲۹۳ھ ہجری پیش کرون
اوسمین جو بہ نسبت (ان کنت جئت بآیۃ فات بہا ان کنت من الصادقین فالقی عصاہ
فاذا ہی ثعبان مبین) یہ تقریر کی ہے جب حضرت موسی فرعون کے پاس آئے اور خدا
کا پیغام پہونچایا تو فرعون نے اوسکی تصدیق کے لیے کوئی نشانی چاہی ہمارا قول ہے
کہ معجزہ دلیل صحت نبوۃ نہین ہے مگر بلاشبہ دلیل الزامی مسکت للخصم ہے نہ مفید یقین
پس حضرت موسی نے بطور حجت الزامی کے یہی نشانی دکھائی کہ لاٹھی ڈالی اور اژدہا کر دیا
چند سطر بعد اسکے لکھتے ہین کہ یاد رہے کہ ہم ایسے اعمال کو حجت الزامی قرار دیتے ہین نہ
برہان لمی انتہی بلفظہ خلاصہ اس تمام بحث کا یہ ہے کہ سید الطائفہ نے اس مقام مین

کئی مغالطہ دئے اور افترا اور کذب کو کام مین لائے اوّل تو یہ کہ قول سابق مین جو تخصیص
اسکی کی کہ آیات کے لفظ سے احکام قران مراد لے سکتے ہین دوم یہ کہ اس قول مین اوس
تخصیص سے بھی منحرف ہوگئے اور برخلاف تخصیص قول سابق کے دعوی تعمیم کا کیا جو احکام
جملہ کتب انبیاء سابق اور احکام وحی متلوہ اور غیر متلوہ کو بھی شامل ہے تیسری سب سے
بڑھکر ایسا جھوٹ فاش یہ بولا کہ جہان قران مین یہہ الفاظ خدا کی طرف سے مستعمل ہوئے
ہین اون سب سے احکام و نصائح مراد ہین حالانکہ تہذیب نیچر یہ مطبوعہ یکم محرم ۱۲۹۳ھ مین آپ
بھی برخلاف اسکے لکھہ چکے ہین ان اغلوطات اور اکذبہ بات کا کیا ٹھکانا ہے ۵

لکنہا خلۃ قد سیط من دمہا ؛ فجع ولیع واخلاف وتبدیل ؛ فما تدوم علی حال تکون بہا ؛
کما تلون فی اثوابہا الغول ؛ فلا تغرنک ما منت وما وعدت ؛ ان الامانی والاحلام تضلیل ؛

قال ان احکام و مواعظ مین سے بعضے خفی ہین جنکی حکمت بہ تامل و تدقیق نظر سمجھ مین
آتی ہے اور بعضے ایسے ہین جو نہایت صاف اور واضح بدیہی ہین اسلئے خدا نے کبھی
صرف آیات سے اور کبھی آیات بینات سے اور کبھی زیادہ تر بدیہی ہونے کے سبب سے
صرف بینات سے اونکو تعبیر کیا ہے **قلت** یہہ نیا ایک خبط در خبط ہے کیونکہ بنا
اسکی دو امر پر ہے ایک یہ کہ بینات بمعنی آیات قران ہے دوسرے یہ کہ آیات سے مراد
احکام ہین حالانکہ بطلان ان دونون امرون کا ہم ثابت کرچکے ہین علاوہ بران پیشتر
خود لکھہ چکے ہین کہ جہان صرف لفظ بینات کا آیا ہے وہان اوسکا موصوف مقدر ہے
اور یہ بھی لکھہ چکے ہین کہ جو معنی آیات بینات کے ہین وہی معنی صرف بینات کے بھی ہین
اور یہ بھی ظاہر ہے کہ المقدر کالملفوظ یعنی مقدر مانند ملفوظ کے ہے پس اس قول مین
جو درمیان آیات بینات اور صرف بینات کے تفرق کرتے ہین صریح غلطی ہے کیونکہ بقول

اونکے آیات بینات اور صرف بینات مین کچھہ فرق نہین اور جب کچھہ فرق نہین تو
یا تو اب جو تفرق کرتے ہین یہہ باطل ہے یا یہہ قول باطل ہے کہ معنی دونون کے ایک
ہی ہین اگر یہ کہین کہ اگرچہ معنی آیات بینات اور صرف بینات کے ایک ہی ہین مگر اتنا
فرق ہے کہ بنسبت آیات بینات کے صرف بینات احکام کی حکمت کی جلی اور بدیہی ہونے
پر زیادہ تر واضح الدلالہ ہے تو ہم کہین گے کہ یہ تو بڑی غلطی ہے کیونکہ واضح الدلالہ ہونا
تو صرف بینات کے لفظ سے مستنبط ہوتا ہے پس اسکے کیا معنی کہ جب آیات کے ساتھ
وہ لفظ لایا جاوے تو خفی الدلالہ ہوجاوے اور جب بغیر آیات کی لایا جاوے تو واضح الدلالہ
ہوجاوے علاوہ برآن علم اعراب مین یہ امر مفصلاً بیان ہوچکا ہے کہ صفۃ کی دو قسمین
ہین ایک بحال الموصوف جیسے جاءنی رجل عالم دوسرے بحال متعلق الموصوف مثل قام رجل
قاعداً غلامہ کے اور اس قول سے یہ بات ظاہر ہے کہ بینات صفت بحال متعلق الموصوف ہے اسلئے کہ اس
قول مین بینات کو صفت خود آیات کی نہین قرار دیتے بلکہ جو چیز کہ متعلق احکام کے ہے
یعنی حکمت یا علت احکام کی اوسکی صفت قرار دیتے ہین یعنی بیّن حکمتہا یا بیّن علتہا
یعنی آیات کہ واضح ہے حکمت اونکی یا علت اونکی حالانکہ از روے قواعد اعرابیہ کے
ایسی حالت مین مذکور ہونا اوس متعلق کا جسکے حال کی بینات صفت ہے ضرور تہا مگر کہین
اوسکا ذکر تک نہین چنانچہ پیشتر بھی اس مقام پر آگاہ کیا گیا ہے غرضکہ یہہ قول بھی اونکا
ہر طرح مردود ہے اور اس باب مین جو کچھہ لکھا ہے سب خلاف قاعدہ اور محض توہم
پرستی اور غلط کاری ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ علم معنی اور بیان تو یکطرف اونکو
علم نحو مین نحو میر تک بھی استعداد نہین اور باایںہمہ بے بضاعتی علمای مفسرین پر اعتراض
ہوتے ہین **قال** اس بیان سے ظاہر ہے کہ ہم آیات بینات سے جہان کہ وہ خدا کی

طرف سے بولا گیا ہے وہ چیز مراد نہین لیتے ہین جسکو لوگ معجزہ یا معجزات کہتے ہین گو مفسرین نے اکثر مقامات مین ان الفاظ سے معجزات ہی مراد لئے ہین **قلت** اسکو تو ہم ثابت کر چکے ہین کہ جو کچھ سید الطائفہ نے بیان سابق مین لکھا ہے سب غلط ہے اور خود اونکی تحریرات سابقہ کے برخلاف ہے اور مبنی اوپر ناواقفی کے ہے علوم عربیہ سے اور جسقدر تفریعات کی ہین سب بنائے فاسد علی الفاسد ہین پس ضرور تھا کہ وہ آیات بینات کے معنی خلاف علماء مفسرین محققین کے مراد لیتے اگر ایسا نہوتا تو سید الطائفہ غلط کار کسطرح ٹھیرتے پس اونکو اس کہنے کی کچھ ضرورت نہ تھی کہ ہم وہ معنی نہین لیتے جو مفسرین نے لئے ہین ناواقفی اونکی علوم عربیہ سے اور غلط کاری خود مخالفت مفسرین پر گواہ عدل ہے **قال** معجزہ پر آیۃ یا آیات کا اطلاق نہین ہوسکتا کیونکہ معجزہ امر مطلوب یعنی اثبات نبوۃ یا خدا کی طرف سے ہونے پر دلالت نہین کرتا اور نہ وہ بصفت بینات موصوف ہوسکتا ہے اسلئے کہ اگر وہ ہو بھی تو بھی کوئی ایسی وضاحت جسّی اوسکا حق اور واقعی ہونا اور خدا کی طرف سے ہونا پایا جاوے کبھی نہین ہوتے صرف احکام ہی ہین جو بینات کی صفت سے موصوف ہوسکتے ہین **قلت** اب تو سید الطائفہ نے کوئی دقیقہ خدائی تعالے کی مخالفت مین باقی نہین رکھا سورۂ قصص مین ہے فلما اتاہا نودی من شاطیٔ الوادی الایمن فی البقعۃ المبارکۃ من الشجرۃ ان یا موسی انی انا اللہ رب العالمین وان الق عصاک فلما رآہا تہتز کانہا جان ولی مدبرا ولم یعقب یا موسی اقبل ولا تخف انک من الآمنین اسلک یدک فی جیبک تخرج بیضاء من غیر سوء واضمم الیک جناحک من الرہب فذانک برہانان من ربک الی فرعون وملائہ انہم کانوا قوما فاسقین یعنی جب پہونچا موسی اوس آگ کے پاس تو پکارا گیا میدان کے

داہنے کنارہ برکت والی جگہہ کی طرف سے درخت کی جانب سے کہ اے موسی میں ہی
ہون اللہ پروردگار سب عالمون کا اور ڈال دے تو اپنی عصا کو پھر جب دیکھا موسی
نے عصا کو کہ جنبش کرتا ہے گویا کہ وہ سانپ ہے اولٹا پھرا اور پیچھے کو نہ دیکھا اے
موسی سامنے آ اور نہ ڈر تو امن پانے والون مین سے ہے داخل کر تو اپنے ہاتھ کو اپنے
گریبان مین نکل آویگا سفید بغیر کسی نقصان کے اور ملا اپنے بازو کو اپنی طرف سو یہہ دونو
دلیلین ہین تیرے رب کی طرف سے فرعون اور اوسکے گروہ پر بیشک وہ لوگ ہے فاسق
پھر جب حضرت موسی مطابق اس حکم کے فرعون کے پاس گئے ہین اوسکا بیان بھی قرآن مجید
مین ہے۔ وقال موسی یا فرعون انی رسول من رب العالمین حقیق علی ان لا اقول
علی اللہ الا الحق قد جئتکم ببینۃ من ربکم فارسل معی بنی اسرائیل قال ان کنت جئت بآیۃ
فات بہا ان کنت من الصادقین فالقی عصاہ فاذا ہی ثعبان مبین ونزع یدہ فاذا ہی
بیضاء للناظرین اسکا ترجمہ ہم اوپر لکھہ چکے ہین دیکھو معجزہ عصا اور ید بیضا کو خود اللہ تعالے
نے برہان نبوۃ قرار دیا ہے اور حضرت موسی نے جب دعوی رسالت کا فرعون کے روبرو
جاکر کیا تو اوس نے جو دلیل رسالت کی طلب کی تو اونہون نے اونہین دونون معجزون کو
واسطے اثبات نبوۃ کے پیش کیا پس ہرگاہ کہ خود خدای تعالے معجزات کو برہان اور
دلیل نبوۃ قرار دیتا ہے اور جس نبی کو معجزات دیے گئے وہ اونکو دلیل نبوۃ کی قرار دیکر واسطے
تصدیق رسالت کے پیش کرتے ہین تو سید الطائفہ کا یہ کہنا کہ معجزہ اثبات نبوۃ پر اور
خدا کی طرف سے ہونے پر دلالت نہین کرتا صریح مخالفت خدای تعالی اور اوسکے انبیا کی ہے
علاوہ بران خود سید الطائفہ اس بات کا تہذیب نیچریہ مطبوعہ یکم محرم ۱۲۹۵ ہجری مین اقرار
کرتے ہین کہ ایسے اعمال یعنی عمل ہاروت و ماروت جانے عصا کا حجت الزامی مسکت للخصم ہے

تو اونکا یہ کہنا کہ معجزات دلیل نبوۃ کے نہین ہو سکتے صریح غلط ہے اور اونہین کی تحریر سابقہ سے اونکے اس قول کی تکذیب ظاہر ہے اور ہرگاہ کہ سید الطائفہ کے اقرار کے مطابق وہ ایسے خصم کا مسکت ہے جیسا کہ فرعون تہا کہ نبوۃ کا قائل تہا نہ رسالت کا نہ معجزات کا بلکہ اپنے آپکو خدا کہتا تہا پس اب کونسا خصم رہ گیا کہ جسکا مسکت معجزہ نہین ہو سکتا اور جب کہ وہ حجت ایسی حجت ہے کہ فرعون سے خصم کے اوپر حجت ہے اور ایسے ایسے منکرین کا مسکت ہی تو اوسکو حجت قطعی اور دلیل ہونے مین کچہ کلام نہ رہا ہان اگر سید الطائفہ اوس مرتبہ سے بھی بڑہکر کسی اور مرتبہ کے مدعی ہین جس مرتبہ کا فرعون مدعی تہا تو کہہ سکتے ہین کہ یہہ حجت نہین اور ہمارا مسکت نہین اور یہہ جو کہتے ہین کہ نہ معجزہ بصفت بینات موصوف ہو سکتا ہے الخ یہ تو خاک اوڑاکر چاند کو چہپانا ہے (بینات) کے معنی کی ہم تحقیق اوپر کر چکے ہین کہ وہ جمع ہے (بینۃ) کی جسکے معنی ہین حجۃ قاہرہ یا حجۃ واضحہ اور ظاہر ہے کہ معجزات کی حجۃ واضحہ اور برہان قاطع ہونے کا کوئی صاحب عقل انکار نہین کر سکتا ہے اگر بے بصیرت کور باطن کور مغز لوگ اپنی جہالت اور قساوۃ قلبی اور فرط عناد سے اوسکو حجت واضحہ نہ سمجہین تو یہہ اونکا قصور ہے ۵ اذا لم تکن للمرء عین صحیحۃ ۔ فلا غرو ان یرتاب الصبح مبصرا ۔ اور یہہ جو کہتے ہین کہ صرف احکام ہی ہین الخ اسکا بطلان ہماری تحریر سابقہ سے واضح ہے **قال** معجزہ نبوۃ کی ثبوت کی کیونکر دلیل ہو سکتا ہے اثبات نبوۃ کے لئے اول خدا کا وجود اور اوسکا متکلم ہونا اور اوسمین اپنے ارادہ سے کام کرنے کی قدرۃ کا ہونا اور اوسکا تمام بندون کا مالک ہونا ثابت کرنا چاہئے **قلت** اگر قرآن مجید کو سید الطائفہ نے اچہی طرح پڑہا ہوتا تو ایسا نہ لکہتے اسلئے کہ سب سے زیادہ تر قرآن مجید مین انہین امور کے اثبات کا اہتمام ہے اور اسی پر بہت دلائل و براہین قایم کئے گئے ہین اور انہین دلائل مین سے معجزۂ انبیاء بھی ایک دلیل قدرۃ کاملہ کی ہے چونکہ ابہی تک

سید الطایفہ نے ان امور کا صاف انکار نہین کیا بلکہ اسی کتاب کے چند مقام سے اقرار پایا جاتا ہے پس ہمکو فی الحال اونکے اثبات مین مفصلا کلام کرنا ضروری نہین ہے ہان شبہ پڑتا ہے کہ اگر دوبارہ لندن کو تشریف لے گئے اور وہان کے ملاحدہ اور دہریہ سے گرم صحبت ہوئی تو بعید نہین کہ وجود خدای تعالیٰ اور اوسکے ارادہ اور قدرۃ کے بھی منکر ہوجاوین اور اس باب مین بھی کچھہ تحریر فرماوین حسطرح پر قبل از تشریف لیجانے لندن کے تبیین الکلام مین ملائکہ اور معجزات اور اکثر امور کا اقرار تھا بعد تشریف لیجانے کے اون اقرارات سے برسر انکار آگئے اسیطرح دوبارہ تشریف لیجانے کے بعد کچھہ مستبعد نہین کہ بعض امور کا جسکا اس کتاب مین اقرار ہے انکار کرنے لگین مگر اوسوقت مین اگر فی الواقع ایسا ہی ہوا جیسا کہ بظن غالب مظنون ہوتا ہے تو انشاء اللہ تعالے مفصلا ان امور مین بھی کلام کیا جائیگا **قال** پھر اسکا ثبوت چاہئے کہ وہ اپنی طرف سے رسول و پیغمبر بھیجا کرتا ہے **قلت** اس امر کو تو خود سید الطائفہ نے تبیین الکلام کے مقدمہ اولی مین مبرہن کیا ہے بہ نسبت روح کے لکھتے ہین کہ وہ کہانے پینے سونے جاگنے کے لئے نہین ہے بلکہ اور کسی کام کے لئے ہے اگر ہم صرف عقل کے زور سے اوس کام کو تلاش کرین تو اتنا تو جان سکتے ہین کہ جسنے ہمکو بنایا ہے اور جس نے ہمکو وہ چیز دی جو اوسکی مرضی ہے وہ کام اوسکے کرین مگر یہہ نہین جان سکتے کہ اوسکی مرضی کیا ہے جب تک کہ وہ خود نہ بتاوے پس یہہ دو چیزین ہین جنکے لئے نبیون کا آنا ضرور ہے تاکہ وہ الہام سے بتاوین کہ ہمارا مالک کون ہے اور کیا ہے اور تم کو کیونکر اپنے مالک کی مرضی پر چلنا چاہئے جس سے ہماری اصل حقیقت کو جو کبھی فنا ہونے والی نہین ہے حیوۃ ابدی حاصل رہے انتہے پس ہرگاہ کہ خود سید الطائفہ بھی رسولون کا بھیجا جانا از روی برہان عقلی کے ضروری جانتے ہین پھر معلوم نہین کہ یہان کس غرض سے اوس سے تجاہل

کرتے ہین **قال** پہر یہ بات ثابت ہونا چاہئے کہ جو شخص دعوی نبوۃ کا کرتا ہے وہ درحقیقت اوسکا بھیجا ہوا ہے
قلت اسکے اثبات کو واسطے معجزات برہان قاطع اور حجت ساطع ہین **قال** ہم پہلے دو باتون سے
قطع نظر کرتے ہین کیونکہ کہا جاسکتا ہی کہ قرآن مجید مین ایسے مقامات پر اکثر اہل کتاب مخاطب ہین جو
اون دونون باتون کو مانتے تھے اور اسلئے معجزات سے صرف تیسری بات کا ثابت کرنا مقصود ہی مگر وہ
تیسری بات بہی معجزہ سے ثابت نہین ہوسکتی **قلت** بڑے تعجب کی بات ہے کہ جب اس بنا پر کہ
اہل کتاب مخاطب ہین وجود باری تعالی اور بہیجے جانے انبیا سے قطع نظر کی پس اسی بنا پر اس تیسری
بات سے بہی قطع نظر کیون نہین کرتے اسلئے کہ جملہ اہل کتاب معجزات کو دلیل نبوۃ مانتے ہین چنانچہ خود
اسفار توریۃ اور دیگر کتب انبیا اور اناجیل اور سکا ثبات حوالہ ہین سے یہ بات اسی عیان ہی کہ کوئی شخص
اسکا انکار نہین کرسکتا اسکے بعد سید الطائفہ نے بنام نہاد ماحصل عبارت قاضی ابن رشد کے اوسکی عبارت
کا ترجمہ لکہا ہی ہمارے پاس وہ کتاب نہین کہ ہم اوسکا مقابلہ کرکے دریافت کرتے کہ ترجمہ سید الطائفہ کا
صحیح ہی یا غلط بہرحال ہم کو اون اقوال پر غور کرنا چاہئیے کہ کلام رشد ہے یا کلام غی خواہ اوسکا قایل ابن الرشد
ہو یا ابو الغی لہذا ہم اون مقولات پر نظر کرتے ہین اور چونکہ سید الطائفہ نے ابن رشد کی عبارت بالفاظہ
نقل نہین کی اسلئے ہم اون مقولات کو مقولات سید الطائفہ ابو الغنی ہی کی تصور کرتے ہین **قال**
ھذا کی طرف سے رسولون کے آنے مین دو چیزین غور طلب ہین اول رسول کے ہونے کا ثبوت دوسرے وہ چیز
جس سے ظاہر ہو کہ یہ شخص جو رسول ہونے کا دعوی کرتا ہے رسولون مین ایک رسول ہی اور اپنے دعوی مین
جہوٹا نہین ہی **قلت** امر اول سے ظاہر امر دوم یہی ہے جو سید الطائفہ نے امر دوم امور اثبات طلب مین لکہا ہی
اور امر دوم سے مراد امر ثالث ہی سو امر اول کا جواب ہم پیشتر لکہہ چکے کہ خود سید الطائفہ نے تبیین الکلام مین اردنے
برہان ثابت کیا ہی کہ بہیجا جانا رسولون کا ممکن ہی نہین بلکہ ضروری ہی پہر اوسی بات کا جو سید الطائفہ نے اعادہ کیا
بے فایدہ و مخبر ہے امر دوم کی نسبت ہم کہتے ہین کہ جب سلسلہ نبوۃ کا ختم ہوچکا ہی تو اب اس زمانہ مین اس امر پر بحث کرنا بیفایدہ ہے

سید الطائفہ نے بحوالہ ابن رشد کے جو اس امر پر بہت سی تقریر طویل لکھی ہے محض تضیع اوقات ہے
جس زمانہ مین انبیاء مبعوث ہوئے تھے اوس زمانہ کے کفار نے بھی اسی قسم کی عذرات
پیش کئے تھے مگر یہ سب عذرات اونکے منقطع ہوگئے ہین حضرت موسی جس زمانہ مین مبعوث
ہوئے تھے سحر اور شعبدہ بازی مین لوگون کو بہت کمال حاصل تھا اور تمام جماعۃ ساحرون
کی جمع ہوکر اور بہت بڑے جادو کے ساتھہ مقابلہ پیش آئے آخر کار سب معترف ہوئے
کہ عمل عصای موسی عم از قسم سحر نہین یہہ خداوند عالم کی قدرۃ کاملہ کا کام ہے کہ حد قدرۃ
جن و انس و ملک سے باہر ہے اسیطرح پر اور انبیا کے معجزات کا حال ہے کہ زمانہ ظہور
عیسی مسیح عم مین بڑا زور و شور علم طب کا تھا سو اونکو وہ معجزہ احیاء اموات اور ابراء اکمہ
اور ابرص کا عطا ہوا کہ سب طبیب اوسکے معارضہ سے عاجز ہوگئے زمان نبوۃ محمد عم مین
بڑا کمال فصاحت و بلاغت کا لوگون مین تھا سو اونکو وہ معجزہ باقیہ عنایت ہوا کہ سب
فصحا اور بلغا اوسکے معارضہ سے عاجز رہے اور قیامت تک عاجز رہینگے غرضکہ اس امر مین
اسوقت مین کلام کرنا کہ معجزہ دلیل نبوۃ ہوسکتا ہے یا نہین خارج از بحث ہے کیونکہ یہہ بحث
تو خوب دل کھولکر ایام ظہور نبوۃ مین منکرین نبوۃ نے کرلی ہے اور آخر کو پشیمان ہوئی
ہین ظاہر اسید الطائفہ کے دل مین یہ حسرت ہے کہ ابن رشد اور ابو العلی اوس عرصہ مین
کیون نہ ہوئے کہ انبیاء سے خوب جھگڑتے اور یہ حجتین جو اسوقت مین پیش کر رہے ہین
انبیاء کے سامنے پیش کرتے اور اونکو قایل کرتے خراب ہی کچھہ نہین گیا۔ آپ لوگون کے
ذہن مین یہہ بات متیقن ہے کہ بنسبت اون زمانون کے اب علم و ہنر کو بہت ترقی ہے
آپ لوگ ندی گنگا جمنا کے ہی اوس انداز پر ٹکر کے کردیجئے یا ایک مدقوق درجۂ ثالث
ہی کو چنگا کردیجے یا ایک سورۃ ہی کی قدر مثل قرآن کے فصیح و بلیغ تحریر کردیجئے وادعوا

شہدا کم من دون اللہ ان کنتم صادقین فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودہا الناس والحجارۃ اعدت للکافرین قل موتوا بغیظکم جب کہ ہم سید الطائفہ کے اقرار سے یہہ بات ثابت کر چکے کہ بھیجنا انبیا کا ضروری ہے تو اب یہہ بات دیکھنی چاہئے کہ جس شخص نے دعوی نبوۃ کا کیا ہے اوسکے دعوی کے رد کے کوئی دلیل عقلی یا نقلی قطعی ہے یا نہین اگر ہے تو اوسکے دعوی کو رد کرنا واجب ہوگا مثلاً اگر نبوۃ کے ساتھہ الوہیت کا بھی دعوی کرتا ہو یا ہدایت پرستش غیر خدا کے کرتا ہو یا مثلا بعد ختم سلسلہ نبوۃ کے دعوی نبوۃ کا کرے تو ایسی صورتون مین دعوی اوسکا مردود ہے اور اگر کوئی دلیل اوسکے نبوۃ کے دعوی کی رد کی نہین اور ایسے معجزہ اوسکے ہاتھہ سے ظاہر ہوتے ہین کہ حد قدرۃ مخلوقات سے باہر ہین اور جس اندازہ پر وہ معجزہ کہا ہے بجز خالق کائنات کے کوئی نہین دکھا سکتا تو ایسا معجزہ البتہ دلیل اوسکی نبوۃ کی ہے مثلاً عصا کا اژدہا بن جانا اور جب ساحر لوگ اوسکے مقابلہ مین جادو کی رسیون اور لاٹھیون کو سانپون کی صورت مین ظاہر کرین تو اوس اژدہا کا اون صدہا جادو کی رسیون اور لاٹھیون کو نگل جانا اور پھر جب وہ نبی اوسکو ہاتھہ مین اوٹھالے تو بدستور لاٹھی ہوجانا اور سمندر کا پھاڑ دینا اور سنگ خارا سے ریگستان مین پانی کے بارہ چشمے ایسے جاری ہوجانے کہ لاکھون آدمیون کی تسیرابی کو مع اونکے دواب اور مواشی کے کافی ہوجاوین اور پہاڑ کا مثل سایبان کے معلق ہوجانا یا مردہ کا زندہ ہوجانا یا کور مادرزاد اور ابرص کا بمجرد ہاتھہ پھیرنے کے چنگا ہوجانا یا انگلیون سے اسقدر پانی جاری ہوجانا کہ ایک لشکر کے لشکر کی طہارت اور سیرابی کو کافی ہوجاوے یا چاند کے دو ٹکرے ہوجانا یا عین زمانہ کمال فصاحت و بلاغت مین ایک کتاب ایسی فصیح و بلیغ پیش کرنا اور یہ دعوی کرنا کہ اگر تمام انس و جان باہم متفق ہوکر ایسی کتاب فصیح و بلیغ بنانا چاہین تو بقدر ایک سورۃ کے بھی نہ بنا سکینگے اور مطابق دعوی کے ظہور مین آنا اور امثال

اس کی ایسے امور مین کہ بجز خالق کاینات کے کوئی شخص اسپر قادر نہین اور دلیل ہین اسپر کہ جسکے ہاتھہ پر یہہ امور ظاہر ہوے ہین خدا کا بھیجا ہوا نبی ہے اور حجت ہے اللہ تعالی کی اوسکے بندون پر سید الطائفہ نے اول تو ایک بڑی لمبی چوڑی واہیات تقریر تمثیل سلاطین دنیا کی لکھی کہ ہم کو اوسکی طرف توجہ ضرور نہین بعد اوسکے معجزون کی نسبت لکھتے ہین کہ کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہہ بات کہان سے معلوم ہوئی کہ بعض انسان کے ہاتھ سے معجزون کا ہونا رسول ہونے کی خاص نشانی ہے کیونکہ وہ حال سے خالی نہین یا یہ بات شرع سے جانی گئی ہوگی یا عقل سے شرع سے تو جاننا غیر ممکن ہے کیونکہ شرع تو رسول ہونے کے بعد ٹھہرے گی اور ابتک رسول ہونا ثابت نہین ہوا ہے **قلت** سید الطائفہ کے اس اقرار مرقومہ صفحہ ۲۰۸ کی رو سے کہ نبی خود اپنے نبوۃ کی دلیل ہے آفتاب آمد دلیل آفتاب سید الطایفہ فی حقیقت اثبات نبوۃ مین کلام کیا ہے اپنی ہی زبان سے اپنے آپ کو دروغگو اور یاوہ سرا قرار دیا ہے کبھی دعوی بدیہہ کا کبھی ایسا محال ہونے کا دعوی کہ کسی دلیل سے بھی ثبوت اوسکا ممکن نہین اب ہم کہتے ہین کہ شرع سے بھی جانی گئی ہے اور عقل سے بھی جو لوگ کہ کتب الہیہ پر ایمان رکھتے ہین اور رسالت کو تسلیم کرتے ہین اونکے مقابلہ مین تو اسقدر دیکھنا لازم ہے کہ کتب الہیہ مین معجزہ کو دلیل رسالت قرار دیا ہے یا نہین چنانچہ بمقابلہ سید الطائفہ کے کہ بظاہر مدعی اسلام ہین اور قرآن مجید اور توریۃ اور انجیل اور دیگر کتب سماویہ پر اپنا یقین ظاہر کرتے ہین یہی بات ہم کو تحقیق کرنی لازم ہے کہ اون کتابون مین معجزات کو دلیل رسالت ٹھہرایا ہے یا نہین توریت کے سفر خروج کے چوتھے باب مین ہے کہ موسی نے خدا سے کہا کہ دے مجھہ پر ایمان نہ لاوینگے وہ کہینگے خدا تجھے دکھائی نہین دیا تب خدا نے موسی سے کہا کہ یہ تیرے ہاتھہ مین کیا ہے وہ بولا عصا پھر اوس نے کہا اسے زمین پر پھینک دے اوس نے زمین پر پھینک دیا اور وہ سانپ بنگیا اور موسی اوسکے آگے سے بھاگا تب خداوند نے موسی

سے کہا کہ اپنا ہات ٹہرہا اور اوسکی دم پکڑلے اوسنے ہات ٹہرہایا اور وہ اوسکے ہاتہہ
مین عصا ہوگیا تاکہ وہی اعتقاد کرین کہ خداوند تجھکو دکہائی دیا پہر خداوند نے اوسی کہا کہ تو
اپنا ہاتہہ اپنی چہاتی پر چہپاکے رکہہ چنانچہ اوس نے اپنا ہات اپنی چہاتی پر چہپاکے رکہا
اور جب اوس نے اوسے نکالا تو دیکہا کہ اوسکا ہاتہہ برف کی مانند سفید تہا پہر اوس نے کہا
کہ تو اپنا ہاتہہ پہر اپنی چہاتی پر چہپاکے رکہہ اوس نے پہر رکہا جب باہر نکالا تو دیکہا کہ وہ پہر
ویسا ہے جیسا اوسکا سارا بدن تہا ہوگیا اور یون ہوگا کہ اگر وہ تجہہ پر ایمان نہ لاوینگے اور نہ
پہلے معجزے کے سُننے والے ہونگے تو دوسرے معجزے کے معتقد ہونگے اگر وہ دونون
معجزون پر بہی ایمان نہ لاوین اور تیری بات کے سُننے والے نہ ہون تو تو دریا کا پانی لیکے
خشک زمین پر چہڑکیو اور وہ پانی جو دریا سے لیگا خشکی پر لہو ہو جائیگا اس مضمون سے
صاف ظاہر ہے کہ معجزات مذکورہ کو خود خدائے تعالیٰ برہان نبوۃ موسیٰ علیہ السلام کا ٹہہراتا ہے اور
اسی کی تائید قرآن مجید سے واضح ہے فلما اتاہا نودی من شاطیٔ الواد الایمن فی البقعۃ المبارکۃ
من الشجرۃ ان یا موسیٰ انی انا اللہ رب العالمین وان الق عصاک فلما رآہا تہتز کانہا جان ولی
مدبرا ولم یعقب یا موسیٰ اقبل ولا تخف انک من الآمنین اسلک یدک فی جیبک تخرج بیضاء من
غیر سوء واضمم الیک جناحک من الرہب فذانک برہانان من ربک الی فرعون وملائہ
انہم کانوا قوما فاسقین یعنی جب پہونچا موسیٰ اوس آگ کے پاس تو پکارا گیا میدان کے داہنے
کنارے برکت والی جگہہ سے درخت کی جانب سے کہ ای موسیٰ مین ہی ہون اللہ پروردگار
سب عالمون کا اور ڈال دے تو اپنے عصا کو پہر جب دیکہا موسیٰ نے عصا کو کہ جنبش کرتا ہے گویا
کہ وہ سانپ ہے اولٹا پہرا اور پیچہا پہر کر نہ دیکہا اے موسیٰ سامنے آ اور نہ خوف کر تو امن
پانے والون مین سے ہے داخل کر اپنے ہات کو اپنے گریبان مین نکل آویگا وہ سفید بغیر

نقص کے اور ملا اپنے بازو کو اپنی طرف خوف سے پس یہ دونون دلیلین مین تیرے رب کیطرف سے
طرف فرعون اور درسکے گروہ کی بیشک وہ لوگ تھے فاسق" پھر جب حضرت موسی مطابق
اس حکم کے ان دونون دلیلون کے ساتھ فرعون کے پاس گئے اوسکا بیان بھی قرآن مین ہے

وقال موسی یا فرعون انی رسول من رب العالمین حقیق علی ان لا اقول علی اللہ الا الحق قد جئتکم
ببینۃ من ربکم فارسل معی بنی اسرائیل قال ان کنت جئت بآیۃ فات بہا ان کنت من الصادقین
فالقی عصاہ فاذا ہی ثعبان مبین ونزع یدہ فاذا ہی بیضاء للناظرین یعنی کہا موسی نے اے فرعون
بیشک مین رسول ہون رب العالمین کی طرف سے لایق ہون اسکے کہ نکہون خدا پر مگر سچ تحقیق
لایا ہون مین تمکو حجۃ تمہارے رب کی طرف سے پس چھوڑدے تو میرے ساتھ بنی اسرائیل کو
کہا فرعون نے اگر لایا ہے تو کوئی نشانی تو لا اگر تو سچا ہے پس ڈالا موسی نے اپنے عصا کو
پس یکایک وہ اژدہا تھا کھلا ہوا اور نکالا اپنے ہات کو تو ناگاہ وہ سفید تھا دیکھنے والون کو"
دیکھو توریۃ اور قرآن کی ان آیات سے صاف وصریح واضح ہے کہ خود اللہ تعالی نے موسی کی عصا
اور ید بیضاء کو جو دونون معجزے تھے برہان نبوۃ قرار دیا اور جب فرعون نے حضرت موسی علیہ السلام
سے اونکی رسالت کی دلیل طلب کی تو اونہون نے اون دونون معجزون کو اپنی رسالت پر دلیل
قرار دیکر پیش کیا گیا رہوان باب یوحنا کی انجیل کا دیکھو جب یہودیون نے حضرت عیسی علیہ السلام سے
کہا کہ اگر تو مسیح ہے تو صاف لکھدے اسپر جناب مسیح نے اونسے فرمایا کہ مین نے تو تمسے کہا پر
تمنے یقین نہ کیا جو کام مین اپنے باپ کے نام سے کرتا ہون یہی میرے گواہ ہین اسسے خوب
ظاہر ہے کہ جناب عیسی علیہ السلام نے اپنے معجزات کو اپنی نبوۃ کی دلیل وحجۃ قرار دیا پس کچھ شک وشبہ
اسمین نہین رہا کہ بموجب شرع یعنی قرآن مجید اور توریۃ اور انجیل مقدس کے معجزات انبیاء اونکی
نبوۃ کے برہان قاطع اور حجت ساطع ہین قولہ شرع سے جاننا تو غیر ممکن ہے کیونکہ شرع تو رسول

ثابت ہونے کے بعد ٹھیریگی اور ابتک رسول ہونا ثابت نہین ہوا **اقول** یہ تو ایسی جاہلانہ حجت سید الطائفہ نے پیش کی کہ واقفان فن مناظرہ اسپر نہایت تعجب کرتے ہین اسلئے کہ سید الطائفہ نے جو یہہ مقدمہ مانعۃ الخلو قایم کیا کہ دو حال سے خالی نہین یا یہ بات شرع سے جانی گئی ہوگی یا عقل سے اس مقدمہ کا جو خبر اول ہے یعنی شرع سے جانی گئی ہوگی اوسکی بنا پر تو اس امر مین مناظرہ باہم اونہین لوگون کے قایم ہوسکتا ہے جنہون نے شرع کو تسلیم کرلیا ہے اور بعد تسلیم شرع کے نظر کرتے ہین کہ یہہ بات شرع سے جانی گئی ہے یا نہین پس ایسے لوگون کا باوجود تسلیم ثبوت شرع کے یہ کہنا کہ شیع تو رسول ثابت ہونے کے بعد ٹھیریگی اور ابتک رسول ہونا ثابت نہین ہوا کیسی جہالت صریح ہے کہ شرع کو تسلیم بھی کیے جاتے ہین اور غیر مسلم بھی ٹھیراتے ہین وما ہوالا الجہل المبین البتہ ہمنے جو ثبوت شرعی آیات قرآن مجید اور توریۃ مقدس سے پیش کیا ہے بمقابلہ اون لوگون کے جو شرع کو تسلیم نہین کرتے اور جنسے برہنا خبر دوم مقدمہ مانعۃ الخلو کے قول آیندہ مین کلام کیا جاویگا کافی نہین سو ہم خود اون لوگون سے برہنا شرع کلام نہین کرتے بلکہ اونسے برہنا ادلہ عقلیہ کلام کرینگے مگر سید الطائفہ پر کہ مدعی اسلام ہین اور شرایع کو مانتے ہین ہر آئنہ حجت ہماری تمام ہوگئی اونکو گنجایش اب کسی حیلہ اور عذر کے باقی نہین رہی واللہ الموفق الی الحق والصواب **قال** اور عقلاً بھی اس بات کا قرار دینا کہ یہ نشانیان مخصوص رسولون کی ہین غیر ممکن ہے **قلت** معلوم ہوتا ہے کہ ہنوز سید الطائفہ کو یہ بھی معلوم نہین کہ اہل ملت کے نزدیک معجزہ کسکو کہتے ہین اور کسکا فعل ہے سو ہم اونکو سمجھاتے ہین کہ معجزہ احداث ایک ایسے امر خرق عادت کا ہے کہ بحز اللہ تعالے کے کوئی اوسکے احداث پر اوس طریق پر کہ جس طریق پر اللہ تعالے نے اوسکو واسطے تصدیق دعوی نبوۃ اپنے نبی کے ظاہر کیا ہے قدرت نہین رکھتا پس ایسا امر جو بمقارن

دعوی نبوۃ کے وقوع مین آیا اوسکا نام معجزہ ہے واقع مین وہ فعل نبی کا نہین بلکہ فعل ہی اوس قادر قدیر کا کہ جس نے اوس نبی کو بھیجا تہا اور ہرگاہ کہ وہ ایسا فعل ہے کہ اوسپر کوئی شخص قادر نہین تو وہ خاص نشانی ہے خدای تعالے کی جو اوس نے اپنے نبی کو واسطے تصدیق رسالت کے عطا فرمائی ہے

قال اگر وہ نشانیان بہت سی دفعہ اونہین لوگون سے ظاہر ہوتین جو رسول ہونے کا دعوی کرتے ہین اور اونکے سوا اور کسی سے نہوئی ہوتین تو جو لوگ رسولون کے ہونے کو مانتے ہین اونکے لئے دلیل ہوسکتی

قلت ایسے امور جو معجزے کہلاتے ہین سوائے رسولون کے اور کسی سے نہین ہوسکتے گو کہ بعض امور خارق عادۃ سوائے رسولون کے اورون سے بہی ہوئے ہین گمراونمین اور معجزات مین اور وجوہ سے تمیز حاصل ہوتی ہے جنکا ذکر آیندہ آویگا اور رسولون کا ماننا تو امر برہانی ہے اور کتب کلامیہ مین از روی براہین عقلیہ کے اوسکو ثابت کیا ہے قرآن مجید مین بہت مقامات پر دلائل بہیجنے پیغمبرونکے مذکور ہین رسلا مبشرین ومنذرین لئلا یکون للناس علی اللہ حجۃ بعد الرسل ان تقولوا ما جاءنا من بشیر ولا نذیر فلاسفہ بہی دلائل عقلیہ سے اوسکو ثابت کرتے ہین چونکہ خود سید الطائفہ نے بہی تبیین الکلام کے مقدمہ اولی مین بعبارت بڑی تمہید عقلی کے نتیجہ عقلی مستفرع کیا ہے کہ آمنا بانبیا کا ضروری ہے پس ہم کو ضرور نہین کہ مستدلالات عقلیہ کے بیان مین جو فلاسفہ اور متکلمین اور خود سید الطائفہ نے قایم کی ہین کلام کی تطویل کرین اور چونکہ دلائل مذکورہ نقلی نہین بلکہ عقلی ہین تو ہر ائمہ کا نہ انام پر حجت ہین کچہ خصوصیت اونہین لوگون کی نہین جو رسولون کو مانتے ہین اور نہ جو لکہتے ہین کہ اگر وہ نشانیان بہت سی دفعہ الی قولہ دعوی کرتے ہین" یہ تو ایک لغو کلام ہے یہ ضرور نہین کہ جو معجزے ایک نبی سے ظاہر ہوے ہون وہی معجزات اور انبیا سے بہی ظاہر ہوئے ہون البتہ قدر مشترک یعنی خارج ہونا اونکا حد قدرۃ مخلوقات سے اور ظہور اونکا محض قدرۃ کاملہ قادر قدیر سے سب مین پائی جاتی ہے **قال** اور اوسوقت یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس شخص نے

جو رسول ہونے کا دعوی کرتا ہے معجزے دکھائے ہین اور جو شخص کہ معجزے دکھاتا ہے وہ رسول ہوتا ہے اور اسلئے یہ شخص بھی رسول ہے **قلت** ہرگاہ کہ آثار رسولون کا از روی دلایل عقلیہ کے ضروری ہے اور معارض دعوی نبوۃ کے اپنے دعوی کے اثبات پر وہ نشانی اپنے بھیجنے والے کی پیش کرتا ہے کہ جسکا احداث بجز اوسی بھیجنے والے کے کسی مخلوق کی حد قدرۃ مین نہین تو مقدمات دلیل کے سب برہانی ہین کسیکے تسلیم اور عدم تسلیم اور ماننے نہ ماننے پر موقوف نہین **قال** مگر یہ ماننا کہ اوس شخص نے جو رسول ہونے کا دعوی کرتا ہے معجزے دکھائی ہین اوسیوقت ہوسکتا ہے جبکہ اول تسلیم کرلیا جائے کہ ایسی باتین انسان سے ہوسکتی ہین **قلت** یہہ تو سید الطایفہ کی سراسر کج فہمی اور نقصان عقل ہے معاملہ اسکے برعکس ہے کیونکہ ہمارا اعجاز کی تو اسپر ہے کہ یہ باتین بجز قادر مطلق کے کہ جس نے اوس رسول کو بھیجا ہے اور کسی کے حد قدرۃ مین نہین پس ہم نہین سمجھتے کہ سید الطایفہ نے یہ فقرہ جو محض لغو ہے کسطرح پر تحریر فرمایا **قال** اور درحقیقت اوسکا ہونا بخوبی محسوس ہوا ہو **قلت** البتہ یہ امر ضروری ہے چنانچہ انبیا کے معجزات کے محسوس ہونے مین کچھہ شک وشبہ نہین چنانچہ بیان اوسکا بہ نسبت چند معجزات جناب موسیٰ ع م کے مفصلاً ہوچکا ہے اور معجزہ فصاحت قران مجید کا جسکا مفصلاً ذکر اوپر مذکور ہوچکا ہے تیرہ سو برس سے ابتک ہر شخص کی آنکھون کے سامنے موجود ہے اسیطرح پر اکثر معجزات کا حال ہے **قال** اور یقین ہوگیا ہو کہ وہ کسی لاگ سے اور کسی حکمت سے اور خواص اشیا سے نہین **قلت** یہ سب امور اوسوقت مظنون ہوسکتے ہین کہ جن اشخاص کے ہاتون پر معجزات ظاہر ہوئی ہین اونہون نے اون امور کے سیکھنے مین مزاولت کی ہو اور ایک مدۃ تک اسکی تعلیم مین اپنی عمر صرف کی ہو اور ان فنون کے ماہرون کے ساتھہ مصاحبت کی ہو اور اثبات اسکا بذمہ منکر کے ہے حالانکہ اثبات تو ایک طرف آجتک کسی مخالف و موافق کی زبان

تک بہی یہ بات نہین آئی کہ اون لوگون نے جنکی نبوۃ کو ہم تسلیم کرتے ہین ان امور کے حاصل کرنے
مین کچھ زمانہ اپنی عمر کا صرف کیا ہو یا ایسے لوگون سے صحبت رکہی ہو علاوہ براین اگر حدوث امور
معجزہ کا کسی لاگ یا حکمت یا خواص اشیا سے ہوا ہوتا تو سوای انبیاء عرم کے اور لوگون مین سے
بہی بعض لوگ اونکی مانند کر دکہاتے اور جو باتین کہ لاگ اور حکمت اور خواص اشیا سے حاصل
ہوتی ہین وہ مخصوص کسی ایک آدمی کے ساتہہ نہین ہوتین اگر ہزارون نہین تو دس پندرہ آدمی تو
کر سکتے ہین اور جب کہ بڑے بڑے حکمۃ والے اور واقفان خواص اشیاء اور شعبدہ بازاد اسکی
مانند نہ کر سکے تو صاف ظاہر ہے کہ اونکی نسبت یہ عذرات کرنے صریح خلاف عقل ہے اور آفتاب
کو خاک اوڑا کر چہپانا ہے علاوہ براین سید لطایفہ فرماوین کہ یہ امر کہ سمندر کا پانی بمجرد عصا کے
مارنے کے ٹکڑے ہوجاوے اور ہر ایک ٹکڑا دائین بائین بڑے بڑے پہاڑونکی مانند کہڑا ہوجاوے
اور بنی اسرائیل کی عورت مرد بچے اور اونکی بہیڑ بکریان اور دواب بیچ مین دریا کے ہوکر ایسی
چلی جاوین کہ کسی کے پانوں بہی نہ بہیگین اور جب فرعون اونکے پیچہے ہی پیچہے اوسمین داخل
ہو تو معہ ہزارون گاڑیون اور لشکر جرار کے تہ آب ہوجاوی ایک پتہر کی چٹان سے بمجرد مارنے
عصا کے بارہ چشمہ پانی کے ایسے جاری ہوجاوین کہ لاکہون آدمی معہ مواشی اور دواب کے سیراب
ہوجاوین ایک پہاڑ ہوا مین معلق ہوجاوے یا مردون کا زندہ ہوجانا اور کوران مادرزاد
اور مجذومون مفلوجون اور مبروصون کا بمجرد ہاتہہ پہیرنے کے چنگا ہوجانا انگلیون سے اسقدر
پانی جاری ہونا کہ کئی سو آدمی وضو بہی کرین اور سیر ہوکر پی لین چاند کا دو ٹکڑے ہوجانا
ایک کلام ایسا فصیح و بلیغ پیش کرنا اور اوسکی نسبت یہ فرمانا کہ اگر تم اسکے منکر ہو تو ایک سورۃ
کی مانند ہی بنا لاؤ اور یہ دعوی کرنا کہ اگر تمام جن و انس جمع ہوکر بہی اوسکی مانند بنانے کا قصد
کرینگے تو ہرگز نہ بنا سکینگے کس لاگ یا کس حکمت اور کن اشیا کے خواص سے ہوسکتی ہین

جس جس زمانہ مین کہ یہہ امور واقع ہوئے ہین سید الطایفہ اون زمانون کو زمانہ جاہلیت قرار دیتے ہین اور بہت اصرار سے مدعی اسکے ہین کہ اب علم و حکمت نے بہت ترقی کی ہے اور ہر قسم کے فنون کمال کو پہونچے ہین باوجود اسقدر ترقی علم و کمال فنون کی عاجز ہونا ہر ایک منکر کا پیش کرنے سے امور مذکورہ کے عین دلیل اسکی ہے کہ بنا معجزات کے اوپر لاگ اور حکمت اور خواص اشیاء کی نہی اور باوجود عجز تام کے ایسے ایسے نامعقول عذرات کا تو جواب یہی ہے کہ شعر باچنین بیہودہ گوئی میتوان گفتن اگر ۔ قوتے داری بگو و قدرتے داری بیار **قال** اور وہ دہت بندی نہ تہی بلکہ حقیقت مین واقع ہوا ہے **قلت** دہٹ بندی منجملہ اقسام سحر کے ہے اور اوسکے واسطے تعلیم و تعلم ضرور ہے پس جو لوگ کہ ایسے ہون کہ اونکی نسبت یقین کامل ہو کہ ساحرون کے پاس نہین بیٹھے نہ ساحرون سے تعلیم پائی اونکی نسبت کسیطرح گمان دہٹ بندی کا نہین ہوسکتا علاوہ بران جب یہ امر ظاہر ہے کہ جو امور کہ بطریق اعجاز کے انبیاء عرم سے ظہور مین آئی ہین وہ واقعی ہین مثلاً دریا کا پہٹ جانا اور بڑے بڑے پہاڑون کی مانند دائین بائین کہڑ ہوجانا اور ایک گروہ کا اوسمین سے ایسا نکل جانا کہ اونکی پانون کو نمی بہی نہ پہونچی اور دوسرا گروہ جب اوسمین اونکے پیچھے پیچھے داخل ہو تو اوسکا غرق ہوجانا اس قسم کے امور واقعیہ موجودہ کو دہٹ بندی پر محمول کرنا محض سفسطہ ہے پھر دہٹ بندی کے ماہر تو ہزارون آدمی تھے اور اب بہی ہین اور باوجود اسکے کہ اکثر اونمین سے درپے ابطال معجزات انبیاء تھے اور اب بہی ہین تسپر بہی ایسے ایسے امور خارق عادت سے باوجود کمال فن دہٹ بندی کے قاصر و عاجز ہین ساحران فرعون نے کونسا دقیقہ اپنے ہنر اور کمال کے دکہلانے مین رکہہ چہوڑا تہا آخر کار بمقابلہ اوس عصا کے ایک کی بہی نہ چلی اور سب نے سمجہ لیا اور یقین کرلیا کہ یہہ جو موسیٰ عرم کے ہاتہہ سے ظاہر ہوا کسی قسم کی لاگ یا حکمت یا خواص اشیاء یا دہٹ بندی سے

نہین اور یہ یقین کرکے ایمان لائی اور یقین بھی ایسا کہ اپنے مارے جانے کا بھی خوف نکیا
اور باعلان تمام پکار اوٹھے کہ آمنا برب العالمین رب موسی و ہارون ہرگاہ فن سحر و دہٹ
بندی کے ماہرین کا یہ حال ہو کہ معجزات انبیا کو از قسم سحر و دہٹ بندی کے نہ سمجھ اوین اور
دل سے اوسکے من اللہ ہونے پر یقین و اثق کرین تو اور لوگون کا جو اصول دہٹ بندی اور سحر
سے مطلقاً واقف نہین سحر و دہٹ بندی کی حیلے پیش کرنا محض قساوۃ قلبی اور سوفسطائیہ ہے
قال اور یہ کہنا کہ جو شخص معجزے دکہاتا ہے وہ رسول ہوتا ہے جب صحیح ہوگا کہ پہلے
رسولون کا وجود اور یہ بات کہ وہ معجزے بجز رسولون کے اور کسی نے نہین دکہائی مان لیا
جاوے کیونکہ اس قسم کی منطقی دلیل کا جسمین دو مقدمہ ملاکر نتیجہ نکالا جاتا ہے یہ خاصہ ہے
کہ دونون مقدمہ مان لئے گئے ہون **قلت** یہ کہنا سید الطائفہ کا کہ (یہ خاصہ ہے) اونکی
نادانی ہے مقدمات کا کچہ خاصہ نہین ہوسکتا بجای اسکے یہ کہنا چاہئیے تہا کہ ضرور ہے
کہ دو مقدمات مان لئے گئے ہون سو ہم کہتے ہین کہ ضرور نہین کہ دونون مقدمہ مانا یک
مقدمہ اون دونون مین سے خصم نے مان لیا ہو اگر برہان عقلی سے یا (اگر خصم معتقد نقل ہو)
برہان نقلی سے دونون مقدمہ ثابت ہوگئے ہون تو گو خصم تسلیم نکرے اور ہٹ دہرمی سے
انکار پر اصرار کرتا ہے ہر آینہ وہ دونون مقدمات منتج نتیجہ کے ہونگے چنانچہ وجود رسولون کو
خود سید الطائفہ نے مقدمہ تبیین الکلام مین برہان عقلی سے ثابت کیا ہے اور متکلمین اور
اکثر فلاسفہ بہی از روی براہین عقلیہ وجود رسولون کا ضروری ثابت کرتے ہین اور یہ امر کہ سوای
رسولون کے اور کسی نے معجزات اون شرائط کے ساتہہ کہ جن شرائط کے ساتہہ رسولون نے
دکہائے ہین نہین دکہائے خود بدیہی ہے اگر سید الطائفہ اسکے منکر ہین اور مدعی اسکے ہین
کہ اورون نے بہی دکہائی ہین تو اسکا اثبات سید الطائفہ کے ذمہ ہے یہ ایسی بات ہے کہ

کہ مثلاً ہم یہ کہین کہ زمین و آسمان اور چاند و سورج اللہ تعالی نے بنائے ہین اور کسی نے نہ یہہ چیزین بنائین نہ انکی مانند کے بنانے پر قادر ہے پس اگر کوئی اسکا منکر ہو اور یہہ کہے کہ اور کسی نے بھی بنائے ہین تو اسکا اثبات اوسکے ذمہ ہے **قال** مثلاً جس شخص کے سامنے یہ دلیل کیجاوے کہ العالم محدث تو ضرور ہے کہ اوسکو یہ بات معلوم ہو کہ عالم موجود ہے اور محدث بھی ہے **قلت** منطقیت بگھارنے تو بیٹھ گئے مگر خوب ظاہر ہو گیا کہ اس فن کی بو بھی اونکے دماغ تک نہین پہونچی العالم محدث کہ نتیجہ مقدمات دلیل کا ہے اوسکو دلیل سمجھتے ہین پھر پیشتر تو یہ تمہید اوٹھائی کہ دونون مقدمہ مان لئے گئے ہون یہان ایک ہی مقدمہ کی دونون جزؤن مین کلام کرتے ہین سوا اسکے اور بھی بہت سے نقصان اونکی اس تقریر مین از روی قواعد منطقیہ کے ہین مگر ہم کو کچھ ضرورت اونکی تفصیل کی نہین **قال** پس ایک معترض کہہ سکتا ہے کہ یہ بات کہ جو شخص معجزہ دکھاتا ہے وہ رسول ہوتا ہے کہان سے ثابت ہوئی **قلت** جب وہ دعوی رسالت کا کرتا ہے اور اپنی رسالت پر ایسے امر کو دلیل لاتا ہے کہ حد اختیار مخلوقات سے باہر ہے اور مخلوقات سے اوپر کوئی قادر نہین اور وہ امر عرف اوسی قادر مطلق کا فعل ہے جسنے اوسے رسالت پر بھیجا ہے تو اوسکی رسالت کے ثبوت مین کیا شک و شبہ ہو سکتا ہے اوسکا معجزہ دکھانا ہی عین دلیل ثبوت رسالت کی ہے **قال** کیونکہ ابتک رسالت کا وجود ثابت نہین ہوا ہے اور دو مقدمہ کو ملاکر نتیجہ نکالنے کے لئے اون دونون کا ثابت ہو جانا ضرور تھا **قلت** مقدمہ اول یعنی ثبوت رسالت خود برہان عقلی مسلمہ و پیش کردہ سید الطائفہ سے جسکا ذکر کر آچکا ہے ثابت ہے اور معجزہ دکھانا اوسکا بھی از قسم محسوسات کے ہے کہ بدیہیات اولیات مین ہے پس ثبوت مین دونون جزؤن مقدمہ کے کیا شک و شبہ ہے **قال** اور یہ بات نہین کہی جا سکتی کہ جب رسولون کا

ہونا عقلاً ممکن ہے تو اونکے ہونے پر عقل دلالت کرتی ہے کیونکہ وہ امکان اس قسم کا امکان نہین جو موجودات کی طبیعت مین پایا جاتا ہے جسطرح کہ ہم کہتے ہین کہ ممکن ہے کہ مینہہ برسے اور نہ برسے اسلئے کہ جو امکان موجودات کی طبیعت مین مانا جاتا ہے وہ اسلئے مانا جاتا ہے کہ وہ شئے کبھی موجود ہوتی ہے اور کبھی نہین ہوتی جیسے مینہہ کا حال ہے کہ کبھی برستا ہے اور کبھی نہین برستا اور اسلئے عقل بطور قاعدہ کلیہ کے یہ بات کہتی ہے کہ مینہہ برسنا ممکن ہے اور رات کا حال اسکے برخلاف ہے اور وہ وہی ہے جو ہمیشہ موجود اور محسوس ہوا اور اسلئے اوسکی نسبت عقل بطور قاعدہ کلیہ کے یہ بات کہتی ہے کہ اوسکا متغیر ہونا اور بدلا جانا ممکن نہین

قلت عجیب و غریب بے سروپا تقریر ہے کہ شروع مین کچھ کہہ رہے ہین آخر مین اوسکے خلاف کہنے لگے **قولہ** وہ امکان اس قسم کا امکان نہین جو موجودات کی طبیعت مین پایا جاتا ہے **اقول** یہ قول سید الطائفہ کا مناقض ہے اونکے اقوال کا جو صفحہ ۲۰ اور صفحہ ۲۱ پر بہ نسبت نور قلب اور نور فطرت کے بہت وثوق کے ساتھ لکھا ہے لکھتے ہین کہ یہ قوہ تمام انسانون مین فطری ہے اور بمقتضائی اونکی خلقت کے قوی اور ضعیف ہے مگر معدوم نہین اور کبھی وہ قوہ فطری ایسی قوی ہوتی ہے کہ خود بخود اوسمین سے روشنی اوٹھتی ہے یہی وہ لوگ ہین جو شرع کی زبان مین پیغمبر کہلاتے ہین پھر صفحہ ۲۸ پر لکھتے ہین کہ نبوۃ درحقیقت ایک فطری چیز ہے جو انبیا مین بمقتضای اونکی فطرۃ کے مثل و دیگر قوای انسانی کے ہوتی ہے جس انسان مین وہ قوہ ہوئی ہے وہ نبی ہوتا ہے اور جونہی ہوتا ہے اوسمین وہ قوۃ ہوتی ہے جسطرح تمام ملکات انسانی اوسکی ترکیب اعضا دل و دماغ و خلقت کو مناسبت سے علاقہ رکھتی ہین اوسیطرح ملکۂ نبوۃ بھی اوسے علاقہ رکھتا ہے ہزارون قسم کے جو ملکات انسانی ہین بعض دفعہ کوئی خاص ملکہ کسی خاص انسان مین از روی خلقت و فطرت کے ایسا ہوتا ہے کہ وہ اوسی کا امام یا پیغمبر کہلاتا ہے لو یا رہی

شاعر بھی طبیب بھی اپنے اپنے فن کے امام یا پیغمبر ہو سکتے ہین مگر جو شخص روحانی امراض کا طبیب ہوتا ہے اور جسمین اخلاق انسانی کی تربیت و تعلیم کا ملکہ بمقتضائی اوسکی فطرۃ کے خدا سے عنایت ہوتا ہے وہ پیغمبر کہلاتا ہے انتہی مختصرا الغرض ان سب تمہیدات مین سید الطائفہ معترف ہین کہ امکان رسالت انسان کی طبیعت و خلقت و فطرت مین محقق و موجود پایا جاتا ہے جسطرح پر امکان نجاری اور شاعری اور طب محقق و موجود پایا جاتا ہے پس خود انہین کے اعتراف کی مطابق وجود امکان نجاری اور شاعری اور طب اور رسالت مین کچھ فرق نہین اور جسطرح پر یہہ کہہ سکتے ہین کہ طبیب اور بڑہئی اور شاعر کا ہونا ممکن ہے اسیطرح پر کہہ سکتے ہین کہ رسول کا ہونا ممکن ہے پس ظاہر ہوا کہ یہ قول سید الطائفہ کا کہ وہ امکان اس قسم کا نہین جو موجودات کی طبیعت مین پایا جاتا ہے محض غلط اور مناقض اونکے اقوال سابقہ کے ہے قولہ اور دلیل کا حال اسکے برخلاف ہے اور وہ وہی جو ہمیشہ موجود اور محسوس ہے (الی قولہ) اوسکا متغیر اور بدلا جانا ممکن نہین اقول اس فقرہ کو اوپر کے کلام سے کیا نسبت ہے کلام تو امکان رسالت مین ہے یہ تو کسیکا قول نہین کہ جملہ رسل و یا اونمین سے کوئی واجب الوجود ہے پھر یہہ جو لکھتے ہین جو ہمیشہ موجود اور محسوس ہو ہم دریافت کرتے ہین کہ واجب تعالی اونکے نزدیک موجود ہے یا نہین اگر موجود ہے تو فرماوین کہ وہ حواس عشرہ ظاہری اور باطنی مین سے کس حاسہ کے ساتھہ محسوس ہے اور اگر موجود نہین تو عبث مدعی اسلام ہوکر تفسیر قرآن کرنے بیٹھے ہین قطع نظر ان سب امور کے متکلمین اور فلاسفہ نے دلایل عقلیہ جو واسطے اثبات نبوت کے پیش کی ہین وہ صرف منتج امکان نبوات ہی کے نہین بلکہ منتج ضرورۃ نبوات کی ہین خود سید الطائفہ نے بھی تبیین الکلام کے مقدمہ اولی کے عنوان مین یہ دعوی کیا ہے کہ انسان کی نجات کو نبیون کا آنا ضرور ہے اور اس قضیہ کو بدلیل عقلی ہی ثابت کیا ہے چونکہ اونکو

اس قضیہ مین کہ انسان کی نجات کو نبیون کو آنا ضرور ہے حکم امکان نہین بلکہ حکم ضرورۃ ہے
پس جسقدر اونہون نے اس جگہہ بربنائی امکان خامہ فرسائی کی ہے محض مشاغبہ اور تناقض
کلامی ہے کہ ایک جگہہ تو رسالت کا ضروری ہونا ثابت کرتے ہین دوسری جگہہ اوسکے امکان
کے تسلیم مین یہی کلام کرتے ہین وما ہذا الا خبط العشواء **قال** پس جو شخص کسی ایک رسول
کے ہونے کا یہی قائل ہوگیا ہو تو اوسکے مقابل مین کہا جا سکتا ہے کہ رسولون کا ہونا ممکن ہے،
مگر جو شخص رسول ہونے کا قائل ہی نہو تو اوسکے مقابل مین اوسکا امکان کہنا جہالت ہے۔
قلت اول تو یہ فرمائی کہ آپ کن لوگون مین ہین کیونکہ اس تحریر مین ہم کو اورون سے
چندان بحث نہین اسوقت صرف آپ ہی ہمارے مخاطب ہین اور اسوقت مین بمقابلہ آپ ہی کے
ہمکو اس امر کا ثابت کرنا مقصود ہے کہ معجزہ دلیل نبوۃ ہے اور مبعوث ہونا رسولون کا ضروری ہے
اگر آپ اون لوگون مین ہین کہ مبعوث ہونے انبیا کے قایل ہین تو خود آپ ہی کے اس قول کے
اقرار سے ہماری حجت آپ پر تمام ہوچکی اور آپ کو گنجایش کسی عذر اور حیلہ کی باقی نہین رہی
اور اگر آپ جملہ انبیا کے حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر محمد صلعم تک منکر ہین تو عنایت فرماکر صاف صاف
لکھیے بجے ہم اسیکی منتظر ہین اور اسی سبب سے ہمنے دلائل اثبات نبوۃ کو اس تحریر مین مفصلاً
نہین لکھا صرف حوالہ کتب کلامیہ و فلاسفہ اور آپکے تبیین الکلام پر اکتفا کیا ہے ثانیاً مدعی
امکان کے مقابلہ مین مخالف کو امتناع کا ثابت کرنا لازم ہے اور بدون اثبات امتناع کے
امکان کا انکار کرنا ایسے جاہلون کا کام ہے جیسے سید الطایفہ ہین **قال** اگر یہ کہا جاوے
کہ لوگون کی طرف سے ایلچیون کا وجود کا ہونا اسبات کی دلیل ہے کہ خدا کی طرف سے بھی
رسولون کا ہونا ممکن ہو جیسے کہ عمرو کے ایلچی کا ہونا اسبات کی دلیل ہے کہ زید کی طرف سے
بھی ایلچی کا ہونا ممکن ہے تو یہہ بھی ٹھیک نہین ہوگا اسلیے کہ ایسی صورت مین زید عمرو دونون

کی طبیعتون کا مساوی ہونا ضرور ہے اور یہ مساوات خدا اور بندون مین نہین ہے
قلت جب ہم خود سید الطائفہ کے اقرار سے ثابت کر چکے ہین کہ رسولون کا بھیجنا ضروری ہے
تو اوسکے امکان مین سید الطائفہ کا کلام کرنا محض جہالت ہی یہ بات عقلی ہی اور بدیہی ہے اور
فن میزان مین بحث قضایا مین مصرح ہو چکی ہے کہ ضرورۃ اور امکان مین نسبت عموم
وخصوص مطلق کے ہے یعنی ضرورۃ خاص اور امکان عام ہے پس جب ضرورۃ متحقق ہوگے تو
امکان بھی متحقق ہوگا یہ ممکن نہین کہ ضرورۃ تو متحقق ہو اور امکان متحقق نہو مثلاً حیوان اور
جسم مین عموم مطلق کی نسبت ہے جب حیوان پایا جاویگا ضرور ہے کہ جسم بھی پایا جاوے
اسیطرح جب کہ مطابق اقرار سید الطائفہ کے وجود رسالت ضرور ہے تو اوسکا امکان بھی
ضرور ہے ہر چند کہ ایسے ایسے لغوبات سید الطائفہ کی طرف ہمکو توجہ ضرور نہ تھی اور نہ ہماری
طرف سے ایسے ضعیف دلائل پیش ہوئی ہین لیکن ہمنے ایسے ایسے امور کی طرف صرف اس
نظر سے توجہ کی ہے کہ ہم سید الطائفہ کے مقلدون پر اونکی جہالت اور ناواقفی کا علم مناظرہ
اور میزان سے اعلان کردین تاکہ وہ بھی اپنے دلمین سمجھ لین کہ ہم کیسے اجہل الناس کی تقلید
کے سبب بڑی گمراہی مین پھنس رہے ہین دیکھو ابھی دلیل ضعیف طبعزاد کو جو ہماری طرف سے
پیش کرکے اوسکا جواب یہ دیتے ہین کہ ایسی صورت مین زید وعمرو کی طبیعتون کا مساوی
ہونا ضرور ہے کیسا نامعقول جواب ہے یہ کیا ضرور ہے کہ ہر ایک امر کے صدور کے واسطے
مساوات طبیعت صادر کرنے والون کی ضرور ہے اسپر کیا دلیل ہے رحم وغضب کا صدور
زید وعمرو سے بھی ممکن ہے اور خدای تعالی سے بھی ممکن ہے حالانکہ خدای تعالی اور بندون
مین مساوات نہین پس ایسا جواب کہ محض بے دلیل بلکہ بدیہی البطلان ہے عین دلیل
سفاہت اور نادانی کی ہے **قال** اور اگر آیندہ کے لئے رسول ہونے کا امکان فی نفسہ

مان لیا جائے تو یہ تسلیم ایک امکانی امر کی تسلیم ہوگی نہ اوسکے وقوع کی **قلت** ہرگاہ کہ سید الطائفہ معترف ہین کہ رسولون کا بھیجا جانا ضرور ہے پس یہ تسلیم مجرد امکان عام ہی کی نہین کہ جسکی دونون جانبین ایجاب وسلب کے ایک ہی درجہ مین ہون بلکہ بموجب اوسکے اعتراف کے جانب ایجاب کی فعلیت اور متحقق ہونا نفس الامر اور خارج مین بخوبی ثابت ہے اور جب خود اونہین کے اقرار سے فعلیت تحقق رسالت کا نفس الامر اور خارج مین ثابت ہی تو اونکی جہالت صریح ہے کہ اوسکے امکان مین کلام کر رہے ہین **قال** جیسے کہ اس بات مین شک ہوتا ہے کہ عمرو نے کسی زمانہ گذشتہ مین ایلچی بھیجا ہے یا نہین اور آیندہ زمانہ مین بھیجنے مین شک کرنا کہ آیندہ بھی وہ بھیجے گا یا نہین گذشتہ زمانہ کے شک کرنے سے بالکل مختلف نہین ہے **قلت** ایک بات کا بار بار تکرار کئے جانا بجز شاعیہ کے اور کچھ نہین جب تم خود اقرار کرتے ہو کہ انبیا کا بھیجنا تا اختتام سلسلہ نبوۃ کے ضرور ہے اور برہان عقلی سے اوسکو خود ثابت کرتے ہو تو یہ تمہاری فضول باتین محض بیکار ہین **قال** پھر جب ہم کو یہ بات معلوم نہین ہے کہ زید نے گذشتہ زمانہ مین کوئی ایلچی بھیجا ہے یا نہین تو ہم کو یہہ کہنا صحیح نہوگا کہ جسکے پاس زید کی نشانیان ہین وہ زید کا ایلچی ہے جب تک کہ ہم یہہ نہ جان لین کہ یہ نشانیان اوسکے ایلچی ہونے کی ہین اور یہ بات جب ہوگی جب ہم جان چکے ہون کہ اوس نے اپنا ایلچی بھیجا ہے **قلت** جب ایک شخص جامع شرائط صحت رسالت دعوی رسالت کا کرتا ہے اور جس نے اوسکو بھیجا ہے اوسکی طرف دعوت کرتا ہے اور اس دعوی پر وہ نشانیان بطور شہادت کے پیش کرتا ہے کہ مخصوص ہین اوسی کی ذات سے جس نے اوسکو بھیجا ہے اور وہ نشانیان ایسی نہین کہ کسی نے ازراہ سرقہ یا دغا اور دہوکے کے اونکو حاصل کیا ہو تو اوس بھیجنے والے کی نسبت ایسا گمان ہوسکتا ہے کہ اوسکی نشانیون خاص کو کوئی شخص چوری و فریب سے حاصل کرسکے پس ایسی

حالت مین اوسکی رسالت اور نیابت پر یقین نکرنا صریح قساوۃ اور محض ہٹ دہرمی ہے اگر وہ نشانیان اوسکی نیابت اور رسالت کی نشانیان نہین تو اور کیا چیز ہے جسکے واسطے وہ نشانیان عطا فرمائی گئی ہین اور چونکہ یہ نشانیان مثبت اور موجب علم رسالت اور نیابت اوس مدعی رسالت و نیابت کے ہین پس یہہ کہنا سدید لطائفہ کا کہ یہ بات جب ہوگی جب ہم جان چکے ہون کہ اوس نے اپنا ایلچی بھیجا ہے صریح اونکی نادانی اور نافہمی ہے اور ایسی بات ہے کہ ایک شخص دعوی طلوع آفتاب کا کرے اور اوسپر دن کی روشنی سے استدلال کرے اوسکے ساتھہ یہ مجادلہ اسطور پر پیش آیا جاوے کہ روشنی صبح کی دلیل طلوع آفتاب کی جب ہوگی کہ جب ہم جان چکے ہون کہ آفتاب طلوع ہوا ہے دیکھو ایسے مجادلہ کرنے والے کو کون عاقل ہے کہ اجہل الناس نہ کہیگا۔

قال پس جبکہ ہمنے یہ تسلیم بھی کرلیا کہ رسالت ہوتی ہے اور معجزے بھی ہوتے ہین تو کسطرح یہہ بات معلوم ہوگی کہ جس نے وہ معجزے دکہائے ہین وہ رسول ہے کیونکہ اوسکے رسول ہونے کا خدا کی طرف سے تو اوسوقت تک ثبوت نہین ہوسکتا جب تک کہ اوسکا رسول ہونا ثابت نہوے ورنہ تصحیح الشی نفسہ لازم آتی ہے **قلت** چونکہ معجزات ایسے شخص کے اوسکی رسالت کے دلیل قطعی ہین جیسا کہ اوپر بیان ہوچکا پس تصحیح رسالت جو شہادۃ معجزات سے ہوئی ہے اوسکی نسبت یہ کہنا کہ تصحیح الشی نفسہ ہے کیسی حماقت کی بات ہے کہ اطفال دبستان بھی اوسپر ہنستے ہین **قال** اور تجربہ اور عادۃ سے بھی اوسکے رسول ہونے کا ثبوت نہین ہوسکیگا بجز اسکے کہ معجزہ رسول ہی دکہایا کرین اور کوئی نہ دکہاسکے حالانکہ خرق عادۃ جسکا ایک نام معجزہ بھی ہے رسول اور غیر رسول دونون دکہا سکتے ہین **قلت** یہ جو کہتے ہین کہ خرق عادۃ جسکا ایک نام معجزہ بھی ہے" اونکی ناواقفی ہے اور اسی ناواقفی پر اونکے اس کلام کی بناء ہے حالانکہ مطلق خرق عادۃ کا نام معجزہ نہین بلکہ معجزہ اوس خرق عادۃ کو کہتے ہین

کہ مقارن دعوی نبوۃ ایسے مدعی نبوۃ کے ہو کہ اوسکے امکان نبوۃ کی سلب پر کوئی دلیل عقلی یا نقلی قطعی موجود نہو چنانچہ بحث اسکی عنقریب آویگی پس اس قسم کی خرق عادۃ جسکو معجزہ کہتے ہین سوائے رسول برحق کے کوئی نہین دکھا سکتا **قال** ان تمام مشکلات کے سبب متکلمین نے ان سب باتون کو چھوڑکر صرف یہ بات کہی ہے کہ جس شخص کے پاس معجز یعنی عاجز کرنے والی چیز ہو وہ رسول ہے مگر یہہ بھی صحیح نہوگا بجز اسکے کہ وہ شئے معجز فی نفسہ رسالت اور رسول پر دلالت نہ کرے **قلت** جسقدر باتین سید الطائفہ نے یہانتک لکھی ہین وہ سب توہمات باطلہ اور مغالطات جاہلانہ ہین اونمین ایک بات بھی ایسی نہین کہ اوسکو از قسم اشکالات سمجھا جاوے اور متکلمین نے ان توہمات کے جوابات ایسے دئے ہین کہ سید الطائفہ نے صرف اس نظر سے کہ اونکے جوابات کا رد ہو نہین سکتا اونکے جوابات سے تعرض نہین کیا اور اونہین شبہات واہیہ کو بلا تعرض کے جوابات سے نقل کر دیا ہے اور یہ جو لکھتے ہین کہ یہ بھی صحیح نہوگا بجز اسکے کہ وہ شئے معجز فی نفسہ رسول و رسالت پر دلالت نکرے" یہ بھی ایک بیفائدہ تکرار ہے کہ ہم پیشتر اوسکو رد کر چکے ہین **قال** عقل مین یہ قوۃ نہین کہ جب کوئی عجیب خرق عادۃ دیکھے تو یہ جان لے کہ وہ ربانی ہے اور رسالت پر دلیل قاطع **قلت** یہ ہمنے تسلیم کیا کہ فرقہ نجریہ کی عقل پر بسبب سخافت اور بھی بسبب اونکی بیدینی کے خدا کا قہر نازل ہے اور غیبی پردہ پڑا ہے اس امر مین تمیز نہین کر سکتے کہ یہ امر توحد اختیار مخلوقات سے باہر ہے اور یہ امر حد اختیار مخلوقات سے باہر نہین اور شاید اس بنا پر اونکی عقل ناقص زمین و آسمان اور چاند سورج اور کواکب اور دیگر عجائبات عالم کو بھی ربانی تجویز کرتے ہوگی مگر اونکو اسقدر تو سمجھنا چاہئے تھا کہ منکران نبوۃ زمانۂ انبیا مین تھے اور اونکے بعد بھی بہت گذرے ہین اور اب بھی موجود ہین اور اکثر اونمین سے وہی لوگ ہین کہ سحر اور خواص اشیا اور صناعت اور ہنرمندی مین اعلی درجہ کی

دستگاہ رکھتے تھے اور رکھتے ہین اور باوجود ان سب باتون کے سب کے سب ایک معجزہ
کی مانند بھی پیش نکر سکے نکر سکتے ہین اور معترف عجز کے ہین پس اگر معجزات محض قدرۃ ربانی
اور دلیل قاطع رسالت پر نہین تو دلیل قاطع اس سے زیادہ اور کیا ہو سکتے ہی فان لم
تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودہا الناس والحجارۃ اعدت للکافرین **قال** مان
یہ ہو سکتا ہو کہ دیکھنے والا یہ اعتقاد کرے کہ جس شخص سے یہ خرق عادۃ ہوئی ہے وہ ایک
بڑا شخص ہے اور بڑا شخص جھوٹ نہین بولتا **قلت** ہرگاہ کہ وہ دعوی رسالت کا کرتا ہو
اور اوسپر ایسی دلیل پیش کرتا ہے کہ اوسکی رسالت پر حجت قاطع ہے جیسا کہ اوپر مصرح ہو چکا
پس اوسکی بزرگی دیکھنے والون کو کسی اور حیثیت سے مسلم نہوگی بلکہ ہر ایک دیکھنے والا البتہ طلکیہ
مثل فرعون مصر اور فراعنہ زمانہ کے قاسی القلب ہٹ دہرم نہو بیشک اوسکی بزرگی پر من
حیث الرسالۃ یقین کریگا جسطرح پر ساحران فرعون نے یقین کیا اور ایمان لای پہر ہم
یہ دریافت کرتے ہین کہ دیکھنے والا جو بقول سید الطایفہ کے یہ اعتقاد کریگا کہ یہہ ایک بڑا شخص
ہے دیکھنے والا کس اعتبار سے اوسکو بڑا شخص اعتقاد کریگا آیا اس اعتبار سے کہ خدای تعالے
کا بھیجا ہوا ہے یا اس اعتبار سے کہ بڑا جادوگر یا بڑا شعبدہ باز یا بڑا واقف خواص اشیاء
کا ہے اگر پہلے اعتبار سے اعتقاد کریگا تو مدعا ہمارا حاصل ہے ماسواء اعتبار اول کے
اور اعتبارات بہ نسبت معجزات کے صریح البطلان ہین چنانچہ ہم پیشتر اونکا بطلان ثابت
کر چکے ہین پس کوئی صاحب عقل معجزات کو اون اعتبارات پر محمول نہین کر سکتا
قال بلکہ اوسکے رسول ماننے کو یہ بھی کافی نہوگا جب تک کہ یہہ بھی نہ مان لیا جاوے
کہ رسالت درحقیقت ایک چیز ہے اور ایسی خرق عادت بجز رسول کے اور کسی بڑے شخص
سے نہین ہوتی **قلت** وہی ایک بات ہے کہ بار بار اوسکا تکرار کرتے چلے جاتے ہین

رسالت کے ضروری ہونے کو خود بدلیل عقلی ثابت کر چکے ہین اور ہم پیشتر ثابت کر چکے ہین کہ ایسی خرق عادۃ جسکو معجزہ کہتے ہین بجز رسولون کے کسی اور سے نہین ہو سکتی **قال** شئے معجز ہی رسالت پر دلالت نہین کرتی کیونکہ عقل نہین جان سکتی کہ رسالت اور شئے معجز مین کیا علاقہ ہے جب تک کہ یہ نہ مان لیا جائی کہ اعجاز رسالت کے افعال مین سے ایک فعل ہی جیسے بیمار کا اچھا کرنا طب کے افعال مین سے ایک فعل ہے اور جو شخص کہ بیمار کو اچھا کر دیتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ طب کا وجود ہے اور یہ شخص طبیب ہے **قلت** ہرگاہ کہ ہم ثابت کر چکے ہین کہ اعجاز خصائص رسالت سے ہی پس اگر نیچریون کی عقل پر ایسا پردہ پڑ گیا ہے کہ وہ اتنا ہی نہین سمجھ سکتے کہ خصائص کو مخصوص بہم سے کچھ علاقہ ہوتا ہی تو اونکو اون فرعونیون مین شمار کرنا چاہئے کہ جنکی نسبت وارد ہے وجحدوا بہا واستیقنتہا انفسہم ظلما وعلوا اور یہ جو لکھتے ہین کہ بیمار کا اچھا کرنا طب کے افعال مین سے ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اونکو اصول طب پر بھی اطلاع نہین ہر فن مین اپنا تشخص جتانے کو دخل کرتے ہین مگر ساتھ ہی اوسکے جہالت بھی ظاہر ہو جاتی ہے اول تو طب کے افعال ہی کیا ہو سکتے ہین ہان طبیب کے افعال ہو سکتے ہین سو اوسکے افعال مین سے اچھا کرنا بیمار کا نہین بلکہ تدبیر ازالۂ مرض کی کرنا اوسکا فعل ہے بیمار اچھا ہو یا نہو اگر اوسکے افعال مین اچھا کرنا ہوتا تو خود طبیب ہی کیون مر جایا کرتے یا ایسے بیمارون کو جنکے چنگا کرنے پر ازبس حریص ہوتے ہین کیون مرنے دیتے ثانیا جسطرح پر بہ نسبت طبیب کے سید الطائفہ نے تقریر کی بہ نسبت رسول کے ہم اوسیطرح پر کہہ سکتے ہین کہ معجزہ دکھانا خاصہ رسولون کا ہے اور جو شخص معجزہ دکھاتا ہے تو معلوم ہوتا ہی کہ رسالت کا وجود ہے اور یہ شخص رسول ہے **قال** یہ تمام دلیلین بودی ہین **قلت**

بیشک جسقدر دلیلین سید الطائفہ نے انکار معجزات پر پیش کی ہین سب بودی اور پوچ ولچر اور صریح البطلان ہین اور بمقابلہ دلائل اثبات کے کچھہ بھی وقعت نہین رکھتین عبث سید الطائفہ نے حق کے چھپانے کی غرض سے مشاغبہ طولانی کیا ہے ع مغز ما خورد و حلق خود بدرید **قال** اگر ہم بطور تنزل کے رسالت کے امکان امری کو امکان وقوعی فرض کرلین اور معجزہ کو بھی اوس شخص کے سچا ہونے کی دلیل مان لین جو رسالت کا دعوی کرتا ہے تو بھی اون لوگون کے نزدیک جو کہتے ہین کہ رسول کے سوا اور کسی بھی شئی معجز ظاہر ہوتی ہے رسالت پر معجزے کی دلالت لازمی نہین ہوگی اور متکلمین اس بات کے قایل ہین کہ شئی معجز کبھی جادوگر سے اور ولی سے بھی ظاہر ہوتی ہے اور اس مقام پر جو اونہون نے یہ شرط لگائی ہے کہ شئی معجز اوسی وقت رسالت پر دلالت کرتی ہے جبکہ وہ رسالت کے دعوی کے مقارن ہو اور جو شخص رسول نہین اور وہ یہ دعوی کرکے کہ مین رسول ہون شئے معجز کو دکھانا چاہے تو نہ دکھا سکیگا یہ ایک ایسی بات ہے جسپر کوئی دلیل نہین نہ تو امکان شان منقولات مین پایا جاتا ہے نہ عقل سے معلوم ہوسکتا ہے **قلت** امکان امری ایک مہمل لفظ بولے کہ جسکے معنی کچھہ نہین سمجھے جاتے ایسے ہی امکان وقوعی نئے نئے الفاظ گھڑکر پیش کرتے ہین غرض اس سے یہ ہے کہ جہلا کو تردد مین ڈال دین اور مشاغبہ کرکے اصل حال اونپر منکشف نہ ہونے دین ظاہرا مراد یہ ہے کہ رسالت جو مرتبہ امکان عام مین ہے اوسکے وقوع کی جانب کو تسلیم کرین لیکن ہرگاہ کہ وہ خود وقوع رسالت کو ضروری ثابت کرچکے ہین پس یہ کہنا اونکا کہ بطور تنزل کے رسالت کو وقوعی فرض کرلین صریح مغالطہ ہے جو شی کہ وقوع اوسکا ضروری ہے اوسکے وقوع کو بطور تنزل کے فرض کرنا صاف دلیل جہالت کی ہے ہم اس امر کو تسلیم کرتے ہین کہ خرق عادۃ اولیاء اللہ سے بھی ظہور مین آتا ہے مگر وہ خرق عادۃ مقارن دعوی نبوۃ نہین ہوسکتا کیونکہ مرتبہ ولایت کا عموما مانع ارتکاب گناہ کبیرہ کا ہے چہ جائے

کہ ایسا گناہ کبیرہ اونسے ظہور مین آوے کہ اللہ تعالی پر افترا برپا کرین اور کرامت دکہا سکین
اور یہ امر کہ کوئی شخص ساحر اور غیر ساحر جہوٹا دعوی نبوۃ کا کرکے معجزہ نہین دکہا سکتا دلائل نقلیہ
اور عقلیہ سے ثابت ہی توریۃ کے سفر استثنا کے ۱۸ باب کے آخر مین ہے کہ اگر تو کہے کہ مین کیونکر
جانون کہ یہ بات خداوند کی کہی ہوئی نہین تو جان رکہہ کہ جب نبی خداوند کے نام سے کچہہ کہے
اور وہ جو اوس نے کہا پورا نہ ہو تو وہ بات خداوند نے نہین کی یرمیا نبی کی کتاب کے ۲۸ باب
مین یرمیا کا بیان خداوند تعالی کی حضور اور اوسکا جواب اسطور پر ہی اے خداوند یہوواہ دیکہہ
انبیا اونسے (یعنی بنی اسرائیل سے) کہتے ہین تم تلوار نہ دیکہوگے اور تمپر کال نہ آویگا بلکہ مین
اس مکان مین تم کو ایسی سلامتی دونگا جو قایم رہیگی تب خداوند نے مجہے کہا کہ انبیا میرا نام لیکر
جہوٹی نبوت کرتے ہین مین نے اونہین نہین بہیجا اور حکم نہین دیا نہ اونہین کہا وہ جہوٹی رویا
اور جہوٹا علم غیب اور بے اصل باتین اور اپنے دل کی مکاریان نبوۃ کی طرح تمپر ظاہر کرتے ہین
اسلئے خداوند یون کہتا ہی کہ اون نبیون کی بابت جو میرا نام لیکر نبوۃ کرتے ہین جنہین مین نے
نہین بہیجا اور جو کہتے ہین کہ کال اور تلوار اس سرزمین پر نہ ہوگا یہی تلوار اور کال سے ہلاک کئے
جاوینگے اور جن لوگون سے وہ نبوۃ کرتے ہین سو وہ تلوار اور کال کے سبب سے یروسلم کے
کوچون مین پہینک دیے جاوینگے ،، ان سب تصریحات سے ظاہر ہے کہ جو شخص جہوٹا دعوی نبوۃ
کا کرکے کوئی بات بطور معجزہ کے ظاہر کریگا اوسکا وقوع کبہی نہوگا بلکہ کتاب یرمیاہ سے تو یہہ
بات ظاہر ہے کہ اوسکے خلاف وقوع مین آویگا اور قرآن مجید سے بہی تائید اسکی ظاہر ہے حضرت
موسی ع کے قصہ مین ہے ثم بعثنا من بعدہم موسی و ہارون الی فرعون وملائہ بآیاتنا فاستکبروا
وکانوا قوما مجرمین فلما جاءہم الحق قالوا ان ہذا لسحر مبین قال موسی اتقولون للحق لما جاءکم
اسحر ہذا ولا یفلح الساحرون چونکہ فرعون اور اوسکے گروہ نے مدعیان نبوۃ صادقہ کے

معجزات کو سحر کہا تہا اونکے رد مین اونسے یہ کہا گیا کہ تم جو ان معجزات حق کو سحر کہتے ہو کیا یہ
سحر ہو سکتا ہے حالانکہ فلاح نہین پاتے ساحر اس سے صاف ظاہر ہے کہ کوئی ساحر رسالت کا
دعوی کرکے معجزات دکہانے مین ہرگز کامیاب نہین ہو سکتا یعنی افترا اوسکا عیان اور ظاہر
ہو جاتا ہے اور معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ معجزہ نہین بلکہ سحر ہے چنانچہ ایسا ہی وقوع مین آیا فلما
القوا قال موسی ما جئتم بہ السحر ان اللہ سیبطلہ ان اللہ لا یصلح عمل المفسدین یعنی جب
اونہون نے اپنی رسیان اور لاٹہیان ڈالین تو حضرت موسی نے کہا کہ جو تم بنا لائی ہو یہی ہے
سحر بیشک خدا اوسکو جہوٹا کریگا کہ بیشک اللہ تعالے مفسدون کے عمل کو درست نہین کرتا
اللہ تعالی قرآن مین فرماتا ہے ولو تقول علینا بعض الاقاویل لاخذنا منہ بالیمین ثم لقطعنا
منہ الوتین یعنی اگر نبی ہمپر جہوٹی باتون کا افترا کرتا تو ہم پکڑتے اوسکے داہنی جانب اور
کاٹ ڈالتے گردن کی رگ اور بموجب تفسیر زجاج اور فراء اور سمرو کے یہ معنی ہین کہ اگر جہوٹی
باتین ہمپر افترا کرتا تو ہم اوسکی قدرۃ اور قوت سلب کر لیتے اور اوسکو ہلاک کر دیتے امام رازی
رحمۃ اللہ علیہ لکہتے ہین کہ اعلم ان حاصل ہذہ الوجوہ انہ لو نسب الینا قولا لم نقدر لمنعناہ
عن ذلک اما بواسطۃ اقامۃ الحجۃ فانا کنا نقیض لہ من یعارضہ فیہ حینئذ فیظہر للناس کذبہ
فیکون ذلک ابطالا لدعواہ وہدما لکلامہ واما بان نسلب عنہ القدرۃ علی التکلم بذلک القول
وہذا ہو الواجب فی حکمۃ اللہ تعالی لئلا یشتبہ الصادق بالکاذب یعنی جان تو کہ حاصل ان
وجوہ کا یہ ہے کہ اگر وہ نسبت کرے ہماری طرف وہ قول جسکو ہمنے نہین کہا ہو تو ہم اوس کو
باز رکہین گے اس نسبت کرنے سے یا تو بواسطہ اقامۃ حجۃ کے پس ہم متعین کرینگے اوسکے لئے
اوس شخص کو کہ وہ معارضہ کریگا اوسکا اوسمین اور اوسوقت مین ظاہر ہوگا لوگون کو کذب اوسکا پس
ہوگا یہ ابطال اوسکے دعوی کا اور یا ہم اوسسے اوسکی قدرۃ کو جو اوس قول پر کلام کرنے کی ہے

سلب کرینگے اور یہ ضرور ہے حکمۃ اللہ تعالیٰ مین تاکہ نہ شتبہ ہو سچا ساتھ جھوٹے کے ۔
اور متکلمین نے اس دلیل نقلی کی تائید مین دلیل عقلی بھی پیش کی ہے وہ کہتے ہین کہ ہم اس
بات کو ثابت کر چکے ہین کہ کوئی چیز وجود مین بجز خدا کے موثر نہین پس اعجاز بجز خدا کے اور کسیکا فعل
نہوگا اور سحر اور مانند اسکے اگر عدا اعجاز کو نہین پہونچتا جیسا کہ مذہب جملہ عقلا کا ہے مثل پھٹ جانے
سمندر اور چنگے ہو جانے اندہون اور مبروصون کے اور جاری ہو جانے پانی کے بہت کثرت سے
انگشت مبارک سے اور انشقاق قمر اور فصاحت قرآن کی تو فرق درمیان معجزات اور سحر کے
صاف واضح ہے اور اگر کوئی سحر عدا عجاز کو پہونچتا ہے تو اسصورت مین اگر بدون دعوی نبوۃ اور معارضہ
کے ہے تو بھی فرق درمیان سحر اور معجزات کے ظاہر ہے اور اگر مقارن دعوی نبوۃ اور معارضہ کے ہی
تو بیشک یا تو اللہ تعالے اوس فعل کو پیدا نہ کریگا یا کسی دوسرے کو اوسکے معارضہ پر قادر کریگا ورنہ
تصدیق کاذب کی خدای تعالی پر لازم آویگی اور یہ امر محال ہے اور صحت اس دلیل پر وقوع
واقعہ کا مطابق اس دلیل کے شاہد عدل ہے کہ جب مدعیان نبوۃ نے جھوٹا دعوی نبوۃ کا پیش
کرکے اپنی تصدیق کے واسطے بطور اعجاز کے یہ بات کہی کہ ہر دسلیم پر نہ تلوار چلے گی نہ اونپر کال
پڑیگا تو اللہ تعالی نے اونکی تکذیب کے لئے ہر دسلیم پر تلوار بھی چلوائی اور کال بھی ڈالا اور باوجودیکہ
ہر میاہ نے بہت عاجزی کے ساتھ اس آفت کے دفع کیلئے دعا بھی کی مگر بہین مصلحت کہ دفع مین
اوس آفت کے تصدیق کاذب لازم آتی ہے جو امر محال اور ناجایز ہے وہ دعا اونکی مقبول نہوئی
دیکھو باب ۲۸ کتاب یرمیاہ نبی عم **قال** اور یہ کہنا کہ شئے معجز ایک بڑے شخص سے ظاہر
ہوتی ہے اور جو شخص جھوٹا دعوی کرے وہ بڑا شخص نہین ہے اور اسلئے اوسے ظاہر نہوگی اسلئے
غلط ہو جاتا ہے کہ متکلمین جادوگر سے شئے معجز کا ظاہر ہونا تسلیم کرتے ہین اور جادوگر بڑا شخص
تسلیم نہین کیا جا سکتا **قلت** یہ سب مغالطہ اور دہوکے سید الطائفہ کے ہین کہ اپنے اتباع

سفہا کے بہکانے کے واسطے اون دلائل نقلیہ اور عقلیہ سے جو متکلمین نے اوپر امتناع صدور معجزات کے ساحرون اور کذابون سے پیش کی ہین کچھ تعرض نہین کرتے اور اپنی طرف سے لغو اور لاطائل باتین بنا کر ازراہ کذب وافترا کے متکلمین کی طرف منسوب کرتے ہین اونکو لازم تہا کہ اون دلائل نقلیہ اور عقلیہ مین جو متکلمین نے پیش کی ہین گفتگو کرتے نہ یہہ کہ اپنے دل سے ایک اور ہی بات بنا کر اوسمین بحث کرنے لگے۔ ہم پیشتہ اس امر کو ثابت کر چکے ہین کہ ساحر ہو یا اور کوئی شخص ہو دعوی نبوۃ کا کر کے معجزہ دکہلانے مین کامیاب نہوگا اور ہم اس قسم کے واقعات مین سے ایک واقعہ کا ذکر بھی کتاب ہر سیاہ نبی سے لکہہ چکے ہین سید الطائفہ کو لازم تہا کہ ہمارے مقابلہ مین کوئی ایسا واقعہ ثابت کرتے کہ کسی زمانہ مین کسی کذاب نے جہوٹا دعوی نبوۃ کا کر کے کوئی معجزہ دکہایا ہے اور بغیر اسکے تو یہ سب خرافات اونکی کسیطرح قابل توجہ کے بہی نہین بقول آنکہ ؎ باچنین بیہودہ گوئے توان گفتن اگر ۔ قولتے داری بگو ورقدرتے داری بیار

قال ان سب خرابیون پر خیال کر کے بعض لوگون نے یہ کہا ہے کہ خرق عادۃ بجز انبیا کے اور کسی سے نہین ہوتا **قلت** سید الطائفہ اپنے مزخرفات بیہودہ پر خیال کرین کہ بلحاظ اون بیہودہ خیالات کے امور محکمہ واقعیہ اور اصلیہ کو خراب تصور کرتے ہین اور جن لوگون نے کرامات اولیا کا انکار کیا ہے اونہون نے بڑی غلطی کی ہے امام فخر الدین رازی نے تفسیر آیات قصۂ اصحاب کہف مین اس باب مین بہت بسوط کلام کیا ہے اور دلائل نقلی اور عقلی سے جواز وصدور کرامات اولیا ثابت کیا ہے چونکہ یہ مقام بحث کرامات اولیا نہین ہے اسلئے ہم اون دلائل کا یہان نقل کرنا ضروری نہین سمجہتے **قال** اسی خیال پر شاہ ولی اللہ صاحب نے بہی حجۃ اللہ البالغہ مین کرامات اولیا سے انکار کیا ہے **قلت** دیکہو تو کیا بڑا افترا کیا ہے شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ پر سبحانک ہذا بہتان عظیم حجۃ اللہ البالغہ کے صدہا

نسخہ مطبوعہ اور قلمی موجود ہین اول سے آخر تک دیکھہ لو کہین بھی انکار کرامات اولیا کا نہین بلکہ برخلاف اوسکے اوسکے ثبوت پر اصرار ہے دیکھو صفحہ ۸ مطبوعہ دہلی لکھتے ہین من ہذا القسم سوال القبر و وزن الاعمال و المرور علی الصراط و الرویۃ و کرامات الاولیاء فہذا کلہ ظہر بہ الکتاب و السنۃ وجری علیہ السلف ولکن ضاق نطاق المعقول عنہا بزعم قوم فانکروہا او اولوہا وقال قوم آمنا بذلک وان لم ندر حقیقتہ ولم یشہد بہ المعقول عندنا ونحن نقول آمنا بذلک کلہ علی بینۃ من ربنا ویشہد لہ المعقول عندنا یعنی اس قسم سے ہے (یعنی اس قسم سے کہ جو قرآن و حدیث سے ثابت ہے اور صحابہ اور تابعین اوسپر ہین) سوال قبر اور گذرنا صراط پر اور دیکھنا اللہ تعالی کا اور کرامات اولیا کی پس یہ سب چیزین ظاہر ہے انکے ثبوت پر قران اور حدیث اور اسی پر ہین سلف لیکن ایک گروہ کے زعم پر ٹیکا معقول کا اسمین تنگ ہوا تو اونہون نے انکا انکار کیا یا اونکی تاویلین کین اور ایک گروہ نے کہا کہ ہم ایمان لائی انپر اگرچہ ہم انکے حقیقت کو نہین جانتے اور اگرچہ معقول اسکی شاہد ہمارے نزدیک نہین (اسکے بعد شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین) اور ہم ان سب پر ایمان لائے برنبای حجۃ کے جو ہمارے رب کی طرف سے ہے اور ہمارے نزدیک معقول اسکی شاہد ہے" دیکھئے بہت صاف اقرار ہے کرامات اولیا کا اقرار ہی نہین بلکہ اصرار ہے کہ خدا کی طرف سے ہمارے پاس اسکی بصیرۃ و حجت ہے اور معقول بہی ہمارے نزدیک اسکی شاہد ہے پہر صفحہ ۳۸۰ دیکھو اوسمین لکھتے ہین ذکر معراج پیغمبر صلعم مین واسری بہ الی المسجد الاقصی ثم الی السدرۃ المنتہی والی ما شاء اللہ وکل ذلک لجسدہ صلعم فی الیقظۃ وقد ظہر لخزقیل و موسی و غیرہم علیہم السلام نحو من تلک الوقایع وکذلک لاولیاء الامۃ لیکون علو درجاتہم عند اللہ کما لہم فی الرویا یعنی رات مین لیگیا پیغمبر صلعم کو مسجد اقصی تک پہر سدرۃ المنتہی اور جہانتک کہ چاہا اللہ تعالی نے اور یہ سب پیغمبر صلعم کے بدن مبارک کے ساتہہ بیداری مین

تہین اور قریب اسکے واقعات ہوئی ہین حضرت حزقیل اور موسی اور اونکے سوا ر
اور اور پیغمبرون علیہم السلام کو اور بسیط چرہوا ہے اولیا رامتہ کو تاکہ ہووی بلندی اونکے
مرتبہ کی اللہ تعالی کے نزدیک حالت بیداری مین مثل حال خواب کے" جب یہ حال ہے سید الطائفہ
کا کہ ایسی مشہور کتاب کی نسبت ایسا صریح افترا کرتے ہین تو غیر مشہور کتابون کی نسبت جسقدر
افترا کرین تہوڑا ہے **قال** رسول خدا صلعم کے حال سے ظاہر ہوگا کہ آنحضرت نے نہ کسی ایک
شخص کی نہ کسی ایک گروہ کی دعوت کرتے وقت یہ نہین کیا کہ اوس سے پہلے اوسکے سامنے خرق عادۃ
کی ہو اور ایک چیز کو دوسری چیز مین بدل دیا ہو یعنی لکڑی کا سانپ اور سانپ کی لکڑی اور
سونے کو مٹی اور مٹی کو سونا بنا دیا ہو اور اسلام لانے کی دعوت کے وقت کوئی کرامات اور
کوئی خوارق عادۃ آنحضرت صلعم سے ظاہر نہین ہوئی **قلت** تم لوگون کی آنکہون اور کانون
اور دلون پر پردے پڑے ہوئے ہین تمہارا طابق النعل بالنعل فرعون و فرعونیون کا سا حال
ہے جحدوا بہا واستیقنتہا انفسہم ظلما وعلوا صریح قران مین موجود ہے وان کنتم فی
ریب مما نزلنا علی عبدنا فاتوا بسورۃ من مثلہ وادعوا شہداءکم من دون اللہ ان کنتم صادقین
چنانچہ یہ مضمون مکی سورتون مین بھی اور مدنی سورتون مین بھی موجود ہے اور ظاہر ہے کہ یہی
زمانہ دعوۃ اسلام کا ہے علاوہ ہران اخبار صحاح سے ثابت ہے کہ اہل مکہ نے حضرت صلعم سے
سوال کیا کہ کوئی نشانی اپنی رسالت کی دکہاؤ اوسوقت اونکو انشقاق قمر کا معجزہ دکہایا
چنانچہ قران مین بھی اسکی خبر موجود ہے اقترب الساعۃ وانشق القمر وان یروا آیۃ یعرضوا
ویقولوا سحر مستمر یعنی نزدیک آئی قیامت اور شق ہوا چاند اور اگر دیکہین وہ (کافرین)
کوئی نشانی اعراض کرین وہ اور کہین جادو ہے قوی" پس یہ کہنا سید الطائفہ کا کہ اسلام
کی دعوت کے وقت کوئی کرامات اور کوئی خوارق عادۃ آنحضرت صلعم سے ظاہر نہین ہوئی کیا

کذب عظیم ہے اگر اسپر بھی اپنی ہٹ دھرمی سے باز نہ آوین تو اونکی کمال قساوۃ ہی ثم قست قلوبھم فھی کالحجارۃ او اشد قسوۃ ۵ گر نہ بیند بروز شپرہ چشم ۵ چشمۂ آفتاب راچہ گناہ رہت خواہی ہزار چشم چنان ۵ کور بہتر نہ آفتاب سیاہ ۵ اور یہ جو کہتے ہین کہ یہہ نہین کیا کہ ایک چیز کو دوسری چیز مین بدل دیا ہو یعنی لکڑی کا سانپ اور سانپ کی لکڑی اور سونے کو مٹی اور مٹی کو سونا بنا دیا ہو" یہ بھی ایک حماقت کی بات ہی کیا اونکے نزدیک خرق عادت اور عجائب انہین دو باتون مین منحصر ہے ان دونون سے بڑھکر تو انشقاق قمر اور وہ معجزہ باقیہ ہے کہ تیرہ سو برس سے زیادہ سے منکرین کے سر پڑ رہا ہے لئین اجتمعت الانس والجن علی ان یاتوا بمثل ہذا القران لا یاتون بمثلہ ولو کان بعضھم لبعض ظہیرا مگر مست سرنگون ہین قال اور اسکا ثبوت خود قران مجید سے پایا جاتا ہے جہان خدا نے آنحضرت صلعم سے فرمایا قالوا لن نومن لک حتی تفجر لنا من الارض ینبوعا او تکون لک جنۃ من نخیل وعنب فتفجر الانہار خلالہا تفجیرا او تسقط السماء کما زعمت علینا کسفا او تاتی باللہ والملائکۃ قبیلا او یکون لک بیت من زخرف او ترقی فی السماء ولن نومن لرقیک حتی تنزل علینا کتابا نقرءہ قل سبحان ربی ہل کنت الا بشرا رسولا (اور خدا نے فرمایا) وما منعنا ان نرسل بالآیات الا ان کذب بہا الاولون (سید الطائفہ نے ان آیات کو نقل کرکے ترجمہ اونکا اسطور پر کیا ہے کہ) کافر کہتے ہین کہ ہم تجھپر ایمان نہین لائینگے جب تک کہ تو زمین پہاڑ کر ہمارے لئے چشمے نہ نکالے یا تیرے پاس کھجور اور انگور کا باغ نہو جسکے بیچ مین تو بہتی ہوئی نہرین نہ نکالے زور سے بہتی یا تو ہمپر آسمان کے ٹکڑے نہ ڈالے یا خدا اور فرشتون کو اپنے ساتھہ نہ لاوے یا تیرے لئے کوئی زرین گھر نہو یا تو آسمان پر چڑھ نجاوے اور ہم تو تیرے منتر پر ہرگز ایمان نہ لائینگے جب تک کہ ہمپر ایسی کتاب نہ اوترے جو ہم پڑھ لین تو اونسے کہدے کہ پاک ہی میرا پروردگار مین تو کچھ

نہین ہون مگر رسول (اور دوسری آیۃ کا ترجمہ لکھتے ہین) کہ نہین روکا ہمکو آیات کے بھیجنے سے مگر یہ کہ جھٹلایا اونکو اگلون نے (اور ان آیات سے یہ استنباط کرتے ہین کہ کوئی معجزہ پیغمبر خدا صلعم سے نہین ہوا **قلت** اول تو سید الطائفہ نے بسبب ناواقفی کے لغات عرب سے ترجمہ مین کئی غلطیان کی ہین ایک یہ کہ (ینبوع) جو واحد (ینابیع) ہے اور (الفعول) ہے مادہ (ن ب ع) سے اوسکا ترجمہ (چشمے) بلفظ جمع کردیا دوسری (رقی) بالضم وتشدید الیا کو جو مصدر ہے بمعنی چڑھنے کے اوسکا ترجمہ منتر کردیا صراح مین ہے رقی برآمدن بر نردبان بکسر العین فی الماضی وفتحہا فی الغابر یقال رقیت فی السلم رقیا ورقیا ارتقا مثلہ اور منتر کے معنی مین (رقیۃ) بالضم وتخفیف الیا رہے حالانکہ اس آیۃ مین تشدید الیا بغیر الحاق تاء کے واقع ہے تیسری ترجمہ (کما زعمت) کا بالکل چھوڑ دیا یعنے تو آسمان کے ٹکڑے نہ ڈالے جیسا کہ تو کہتا ہے، چونکہ (کما زعمت) دلالت کرتا ہے اسپر کہ صاحب دعی علیہ السلام کے نزدیک بھی مثل سایر انبیا کے آسمان ایک ایسی مجسم چیز ہے کہ جسکے ٹکڑے گر سکتے ہین اور سید الطایفہ وجود آسمان سے منکر ہین لہذا اونہون نے یہی بہتر سمجھا کہ اس کلمہ کا ترجمہ چھوڑ دیا جائے چوتھی (تنزل علینا) جو (نزلہ تنزیلا) سے ستعدی ہے اور جسکے معنی ہین (اوتاری) اوسکو بلفظ لازمی یعنی (اتری) ترجمہ کردیا بسبب ناواقفی کے علم تصریف سے یہ بھی نہ سمجھے کہ اس مادہ مین باب (تفعیل) کا خاصہ تعدیہ کا ہے اور بباعث جہالت کے علم نحو سے یہ بھی نہ سمجھے کہ (کتابا) جو منصوب واقع ہوا ہے مفعول بہ ہے اور فعل متعدی کو چاہتا ہے ثمانیا پہلی آیۃ سے جو استدلال عموما اوپر نفی معجزات کے کرتے ہین یہ بھی غلط ہے کیونکہ اس آیۃ سے صرف اسقدر ظاہر ہے کہ جو معجزات خاص کہ جنکا ذکر اس آیۃ مین ہے کفار طلب کرتے تھے وہ نہین دکھائے گئے اور چونکہ یہ بات ضرور نہین کہ کفار جو معجزہ طلب کرین بالضرور اونکو دکھایا جاوے پس اس سے عموما نفی ظہور معجزات کی

لازم نہین آتی کیونکہ نفی خاص کی مستلزم نفی عام کی نہین ہوسکتی اخیر آیۃ سے ابتداء پادریون اور لالہ اندرمن نے استدلال اور نفی صدور معجزات کے آنحضرت صلعم سے کیا تہا مگر یہ دونون فریق جواب شافی پاکر ساکت تھے سید الطائفہ ذاونہین کی کاسہ لیسی کی کہ حسب عادۃ بدون تعرض کے جواب سے اعادہ سوال کا کیا ہرچند کہ ہم کو ازالۃ الاوہام اور استفسار اور دیگر کتب کا جو پادریون کے مباحثہ مین اور سوط الجبار کا جو لالہ اندرمن کے جواب مین لکہی گئی ہے حوالہ کافی تھا مگر مناسب معلوم ہوا کہ مختصراً سید الطائفہ کے مقابلہ مین بہی کچہ لکہا جائے اور نیچریون کے کان بہی کہولدئے جائین واضح ہو کہ اس آیۃ سے پیشتر یہ آیات ہین

قل لئن اجتمعت الانس والجن علی ان یاتوا بمثل ہذا القران لا یاتون بمثلہ ولو کان بعضہم لبعض ظہیرا ولقد صرفنا فی ہذا القران من کل مثل فابی اکثر الناس الا کفورا یعنی کہہ قسم ہے کہ اگر اکٹہے ہوویں انس اور جن اسپر کہ بنالاوین اس قران کی مانند نہ بنا سکینگے اسکی مانند اگرچہ ایک دوسرے کے مددگار ہون اور تحقیق بیان کیا ہمنے اس قران مین ہر مثل سے

پس نہ راضی ہوئی اکثر آدمی مگر ناسپاسی پر اسکے بعد یہ ہے وقالوا لن نومن لک الی آخر الآیہ پس صاف ظاہر ہے کہ جب اعجاز قران کا خوب ظاہر ہوگیا اور حجۃ منکرین پر بالکل الوجوہ تمام ہوچکی اور وہ صاف صاف مغلوب ہوگئے تو اون سے کچہہ اور تو بن نہ آئی مگر حیلہ و حوالہ کرنے شروع کئے کہ یہ معجزہ دکہلاؤ وہ معجزہ دکہلاؤ جیسا کہ عادۃ مغلوب کو گونگی ہوتی ہے کہ جب حجۃ قاطعہ کو اوٹہا نہین سکتے تو اوس حجۃ سے قطع نظر کرکے اور حجتین طلب کرنے لگتے ہین اگر دل اونکے رستی کی طرف مائل ہوتے اور ضد و عناد اونکے دلون مین راسخ نہوتا تو کیا وہی معجزہ باقیہ قران مصرحہ آیۃ سابقہ جسکا پیشتر ظہور ہوچکا تہا اور اوسکی نسبت دعوی اعجاز کا کرکے حجت تمام کی گئی تھی کافی نہ تہا کیا وہ معجزہ باقیہ ان معجزات مقترحہ سے

کم تہا بلکہ اور چیزون کی نسبت گمان سحر اور نظر بندی کا بہی کر سکتے تہے اسکی نسبت تو یہ
گمان بہی نہین ہو سکتا پس جب اسی پر ایمان نہ لائے تو اگر اونکے معجزات مطلوبہ مین سے
کوئی معجزہ دکہایا جاتا تو بہی اصلا امید نہ تہی کہ اوسکے بعد بہی وہ ایمان لاتے چنانچہ آیۃ سورۂ
انعام مین اونکی اس قساوۃ قلبی سے بالتصریح خبر دیگئی وقسموا باللہ جہد ایمانہم لئن جاءتہم آیۃ
لیومنن بہا قل انما الآیات عند اللہ وما یشعرکم انہا اذا جاءت لا یومنون ونقلب افئدتہم
وابصارہم کما لم یومنوا بہ اول مرۃ ونذرہم فی طغیانہم یعمہون ولو اننا نزلنا الیہم الملائکۃ
وکلمہم الموتی وحشرنا علیہم کل شی قبلا ما کانوا لیومنوا الا ان یشاء اللہ ولکن اکثرہم یجہلون
ان آیات سے خوب ثابت ہی کہ اگر کوئی معجزہ اون معجزات مین سے بہی اونکو دکہلایا جاتا تو
جسطرح پر معجزہ سابقہ پر ایمان نہ لائے اوسپر بہی ایمان نہ لاتے اور کلمہ (اول مرۃ) جو
ان آیات مین ہے علی رغم انف سید الطائفہ کے دلیل جلی اور نص صریح ہے اور ابطال
اس قول سید الطائفہ کے کہ آنحضرت صلعم نے کوئی معجزہ نہین دکہلایا فانہا لا تعمی الابصار
ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور الغرض ہرگاہ کہ یہ دلیل قاطع قران کا معجز ہونا بیان
فرمایا اور ظہور اس معجزہ کا موافق دعوی نبوۃ آنحضرت صلعم کے واقع ہوا تو حجۃ اللہ تعالی کی نسبت
صدق آنحضرت صلعم کے منکرین پر تمام ہو چکی اور شرط نبوۃ سے یہ بات اصلا نہین کہ جیسا
کوئی منکر کہا کرے اوسی کے کہنے کے مطابق معجزہ دکہایا جایا کرے اگر ایسا ہو تو سلسلہ طلب کا
کبہی منقطع ہی نہو گا آج ایک منکر نے ایک معجزہ مانگا کل کو دوسرا آیا اوس نے دوسرا مانگا
پرسون کو تیسرا آکہڑا ہوا اوس نے تیسرا معجزہ طلب کیا تو یہ سلسلہ تو کبہی اختتام کو
نہ پہونچے گا اور انبیاء عم صرف معجزہی دکہانے کے ہو رہے اس سبب سے ان آیات
مین اونکو ایسا جواب دیا گیا جسمین اونکی جہالت پر بہی اشارہ ہی چنانچہ تقریر اوسکی الم

فخرالدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے بہت عمدگی کے ساتھ لکھی ہے وہ لکھتے ہیں تقریر ہذا الجواب
ان یقال اما ان یکون مرادکم من ہذا الاقتراح انکم طلبتم الاتیان من عندنفسی بہذہ الاشیاء او
طلبتم منی ان اطلب من اللہ تعالیٰ اظہارہا علی یدی لتدل علی کونی رسولا حقا من عند اللہ الاول
باطل لانی بشر والبشر لا قدرۃ لہ علی ہذہ الاشیاء والثانی ایضا باطل لانی قد اتیتکم بمعجزۃ دالۃ علی
کونہا معجزۃ فطلب ہذہ المعجزات طلب لما لا حاجۃ الیہ ولا ضرورۃ فکان طلبہا یجری مجری التعنت
والتحکم وانا عبد مامور لیس لی ان اتحکم علی اللہ فسقط ہذا السوال فثبت ان قولہ تعالیٰ قل سبحان
ربی ہل کنت الا بشرا رسولا جواب کاف فی ہذا الباب وحاصل الکلام انہ سبحانہ بین بقولہ
سبحان ربی ہل کنت الا بشرا رسولا کونہم علی الضلال فی الالٰہیات وفی النبوات امافی الالٰہیات
فیدل علی ضلالہم قولہ سبحان ربی ای سبحانہ ان یکون لہ اتیان ومجئ وذہاب وامافی النبوات
فیدل علی ضلالہم قولہ ہل کنت الا بشرا رسولا وتقریرہ ماذکرناہ یعنی تقریر اس جواب کی یہ ہے
کہ کہا جاوے کہ یا تو مراد تمہاری اس اقتراح یعنی تحکم چاہنے سے یہ ہے کہ تم طلب کرتے ہو لانا
اون امور کا میری ذات سے یا طلب کرتے ہو تم مجھ سے یہ بات کہ مین اللہ تعالیٰ سے طلب
کروں اوسکا یعنی معجزہ کا اظہار اپنے ہاتھ پر تاکہ وہ دلالت کرے اوسپر ہونے میرے کو
سچا رسول اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور اول باطل ہے اسلئے کہ مین بشر ہون اور بشر کو قدرت
نہین ان اشیا پر اور دوسری شق بھی باطل ہی اسلئے کہ تحقیق مین لایا تمہارے پاس ایک
بڑا معجزہ اور وہ قرآن ہے جو خود دلالت کرتا ہے اوپر اپنے معجزہ ہونے کے پس طلب ان
معجزات کی طلب اوس چیز کے ہے جسکی طرف حاجت اور ضرورۃ نہین پس ہی طلب اوسکی قایم مقام
تعنت کے اور تحکم کے اور مین مامور بندہ ہون مجھکو اللہ تعالیٰ پر تحکم کرنا نہین پہونچا پس ساقط ہوا
یہ سوال پس ثابت ہوا یہ کہ قول اللہ تعالیٰ کا (قل سبحان ربی ہل کنت الا بشرا رسولا)

جواب کافی ہے اس باب مین اور حاصل کلام یہ ہے کہ اللہ سبحانہ نے بیان کیا اپنے قول (سبحان ربی ہل کنت الا بشرا رسولا) مین اون لوگون کا گمراہی پر ہونا الٰہیات اور نبوات مین الٰہیات مین تو دلالت کرتا ہے اونکی گمراہی پر قول اللہ تعالی کا (قل سبحان ربی) یعنی پاک ہے وہ اس سے کہ اوسکے لیے ہو لانا اور آنا اور جانا اور اونکی گمراہی پر نبوات مین دلالت کرتا ہے قول اللہ تعالی کا (ہل کنت الا بشرا رسولا) اور تقریر اوسکی وہ ہے جو ہم نے ذکر کی ہے" مخفی نہ رہے کہ خود اسی آیت سے یہ بات ظاہر ہے کہ جو کچھ کفار طلب کرتے تھے محض از راہ تعنت و عناد تہا اونکا ارادہ ہرگز یہہ نہ تہا کہ درحالت ظہور ان اشیاء کے بھی ہم ایمان لاوینگے کیونکہ اول تو یہ کہا کہ اوترقی فی السماء یعنی چڑہ جاؤ تو آسمان پر پہر اوسکے ساتہہ ہی اپنی قساوۃ کا اظہار بہی کر دیا کہ لن نؤمن لرقیک حتی تنزل علینا کتابا نقرءہ یعنی اس تیرے چڑہ جانے پر بہی ہم ایمان نہ لاوینگے جب تک ہمارے اوپر کوئی کتاب نہ اوتار لاویگا اور ظاہر ہے کہ خود چڑہ جانا آسمان کا بہی ایک بڑا معجزہ ہے پس جب ایسے معجزہ پر بہی اونکا ارادہ ایمان کا نہ تہا اور اوسکے ساتہہ ایک امر متنع کے طالب ہوئی یعنی خواستگار اسکے ہوے کہ ہمپر بہی کوئی کتاب اتار لا حالانکہ نزول کتاب کا مخصوص انبیاء عرم کے ساتہہ ہے پس صاف ظاہر ہوا کہ اونکا ارادہ کسیطرح پر ایمان لانے کا نہ تہا اور یہ اقتراحات اونکے محض از راہ تعنت اور اپنی ندامت مٹانے اور مشاغبہ کے تھے اور اونکا حال بہی اس باب مین ایسا ہی تہا جیسا کہ یہود کا حال تہا عیسی عرم کے ساتہہ کہ باوجود دیکہنے معجزات باہرہ کے بار بار اوسنے معجزات طلب کرتے تھے چنانچہ اونہون نے بہی اکثر اوقات اونکو کبہی اسی قسم کے جواب دیدیے ہین اور کبہی اونکو لایق جواب کے نہ سمجہکر سکوت فرمایا ہے یہانتک کلام تہا آیۃ اولی مین اور ہمارے بیان سے خوب ثابت ہو گیا کہ استدلال سید الطائفہ

کا اس آیۃ سے اور پر نفی صدور معجزات کے آنحضرت صلعم سے محض مغالطہ اور صریح دھوکا ہے
اور نہ دکھانا چند معجزات خاص مقترحہ کا کہ مبنی بر وجوہ مصرحہ بالا کے ہے مستلزم اسکا نہین
کہ عموماً کوئی معجزہ دکھایا ہی نہین گیا اب رہی آیۃ دوسری اوسمین بھی جو لفظ (الآیات) کا
واقع ہوا وسسے وہی معجزات مقترحہ مراد ہین چنانچہ اس بحث مین سید الطائفہ نے آگے چلکر اعادہ
اوسکا کیا ہے مفصل بیان اوسکا عنقریب آویگا **قال** غرض کہ قاضی ابن رشد نے معجزات کو
مثبت نبوۃ قرار نہین دیا اور اوسکو بعد صرف قرآن کو مثبت نبوۃ قرار دیا ہے اور قریباً قریباً وہی لکھا ہے
جو اوس بحث مین ہم لکھ چکے ہین (دیکھو صفحہ ۱۳۱ لغایت ۱۳۴) مگر وہ بحث اسمقام سے متعلق
نہین ہی **قلت** ہمارے پاس کتاب قاضی ابن رشد کی نہین کہ ہمکو معلوم ہوتا کہ قاضی ابن
رشد نے کیا لکھا ہے اور ہم کو سید الطائفہ کے لکھنے کا اصلا اعتبار نہین ہم بہت مقامات مین
دیکھ چکے ہین کہ سید الطائفہ نے بعض اکابر پر بھی افترا کیا ہے چنانچہ اسی بحث مین بحوالہ
حجۃ اللہ البالغہ کے شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ پر یہ افترا کیا ہے کہ اونہون نے کرامات
اولیا سے انکار کیا ہے حالانکہ حجۃ اللہ البالغہ نہایت مشہور کتاب ہے اور صدہا نسخہ اوسکے
قلمی اور مطبوعہ موجود ہین اونمین سے کسی ایک نسخہ مین بھی یہ مضمون مخترعہ سید الطائفہ کا
نہین بلکہ صاف اقرار ہے جب ایسی مشہور کتابون کی نسبت اونکے افترا کا یہ حال ہے تو
ہم ہرگز یقین نہین کرسکتے کہ قاضی ابن رشد کی کتاب غیر مشہور کا مضمون اونہون نے صحیح لکھا
ہوگا اور زیادہ تر باعث یقین نہونے کا یہ ہے کہ الفاظ قاضی ابن رشد کا ایک حرف بھی
نقل نہین کیا صرف اپنی طرف سے بطور ترجمہ کے کچھ عبارت لکھدی ہے اور ہم بالیقین یہ
سمجھتے ہین کہ گو کہ قاضی ابن رشد نے معجزات کو مثبت نبوۃ نہ سمجھا ہو مگر نفس معجزات سے
انکار نہین کیا برخلاف سید الطائفہ کے کہ اونکو نفس معجزات ہی سے انکار ہے اور ہم یہ بھی

یقینا کہتے ہین کہ قاضی ابن رشد نے ہرگز بہ نسبت اعجاز قران کے ایسا نلکہا ہوگا جیساکہ
سید الطائفہ نے صفحہ ۳۱ لغایت ۳۴ پر لکہا ہے اور یہ کہنا سید الطائفہ کا کہ ابن رشد نے قریبًا
قریبًا وہی لکہا ہے جو ہم صفحات مذکورہ پر لکہہ چکے ہین افترا ہے ابن رشد پر کیونکہ سید الطائفہ کی
تحریر سے پایا جاتا ہے کہ ابن رشد نے قران کو مثبت نبوۃ قرار دیا ہی اور سید الطائفہ نے جسقدر
خامہ فرسائی صفحہ ۳۱ سے لغایت ۳۴ پر کی ہے اوس مین ایک بات بہی ایسی نہین کہ ثبوت
نبوت کے دلیل ہو سکے اور اگر اس قسم کے توہمات کو جس قسم کے سید الطائفہ نے اس بحث مین
بہ نسبت معجزات کے پیش کئے ہین بنسبت اوس تحریر سید الطائفہ کے جو انہون نے صفحہ ۳۱ سے
لغایت ۳۴ لکہی ہے دخل دیا جاوے تو وہ تحریر اونکی کسیطرح پر لایق التفات کے نہین رہتی قاضی
ابن رشد اگر معجزہ کو دلیل نبوۃ نہین قرار دیتے اور صرف قران ہی کو مثبت نبوۃ قرار دیتے
ہین تو نہایت تعجب ہی اسلئے کہ جب مطابق اونکی تقریر سابق کے اونسے کہا جاویگا کہ قران تو دلیل
نقلی ہے اور اوسکا دلیل ہونا موقوف ہی اوپر ثبوت نبوت کے اگر ثبوت نبوۃ کا موقوف ہی اوپر
قران کے تو توقف الشی علی نفسہ لازم آیا معجزات کے دلیل ہونے پر تو الزام ثبوت الشی علی نفسہ
کا قایم کرتے ہین یہان اوسکو کیون بہول گئے ؎ زیرکی بارودت راخواب برد ٭ دان
توہمات راسیلاب برد ٭ اسکا کیا جواب قاضی جی اور سید الطائفہ دیسکتے ہین مگر ایسا معلوم
ہوتا ہی کہ پیشتر سید الطائفہ نے جسقدر عبارت بنام ترجمہ عبارت قاضی ابن رشد کے لکہی ہے
اوسمین بلاشک تحریف کی ہے اسی لئے ہمنے اوس عبارت کو سید الطائفہ ابو الغی کی عبارت
قرار دی ہے نہ ابن رشد کی **قال** قاضی ابن رشد کی بحث کا حاصل یہ ہی کہ اگر خدا کو موجود
و مرید و متکلم و مالک جہان تسلیم بہی کر لیا جاوے اور یہ بہی مان لیا جاوے کہ وہ رسول بہیجا کرتا
ہے اور معجزات کا بہی وقوع قبول کر لیا جاوے تب بہی معجزات کے وقوع سے یہ بات ثابت نہین

ہوئی کہ یہ شخص خدا کا رسول ہے **قلت** بالیقین ہم یہ کہتے ہین کہ قاضی ابن رشد کی تقریر کا یہ حاصل نہین اسلئے کہ قاضی ابن رشد گو کہ اس عقیدہ مین کہ معجزات دلیل ثبوت نبوۃ کے نہین خطای عظیم پر ہون مگر پھر بھی اہل اسلام مین سے تھے اور کوئی مسلمان ایسی تقریر نہین کرسکتا کہ جس سے خدائے تعالی کے وجود ذات وصفات مین کچھ بھی شک وشبہ مترشح ہوتا ہو پس صاف ظاہر ہے کہ یہ افترا ہے ابوالعلی کا ابن رشد پر **قال** مختصر طور پر اسکی یہ دلیلین ہین (۱) جو امر کہ واقع ہوا اوسکی نسبت اس امر کے لزوم کا ثبوت نہین ہوتا کہ جس شخص سے وہ واقع ہو وہ رسول ہوتا ہے (۲) کوئی خرق عادۃ ایسی معلوم نہین ہے جو بطور خاصہ رسولون سے مخصوص ہو (۳) کچھ ثبوت نہین کہ خرق عادۃ سے رسالت کو کیا تعلق ہے **قلت** ان سب توہمات جاہلانہ کی ہم جواب دے چکے ہین ضرورت اعادہ کی نہین یہ تینون امر وہی ہین کہ پیشتر ہی سید الطائفہ نے لکھی ہین پھر اونہین کو لکھکر عبث خامہ فرسائی کی **قال** (۴) اسکا کچھ ثبوت نہین ہوتا کہ اوسکا وقوع قانون قدرۃ کے مطابق نہین ہوا کیونکہ بہت سے عجائبات اب بھی ایسے ظاہر ہوتے ہین جو فی الحقیقت اونکا وقوع قانون قدرۃ کے مطابق ہوتا ہے مگر وہ قانون ابھی لامعلوم ہے **قلت** یہ تو بڑی حماقت اور جہالت ہے کہ جو شئے وقوع مین آوے اوسکی نسبت یہ کہا جاوے کہ وقوع اسکا موافق قدرۃ کے نہین ہوا اول تو قدرۃ کاملہ کو جو بے انتہا اور غیر محصور ہے اوسکو کسی قانون مین محصور سمجھنا بھی ایک بڑی حماقت نیچریون کی ہے کہ غیر محصور کو محصور سمجھتے ہین اور صریح ایک امر محال یعنی اجتماع النقیضین کے قائل ہوتے ہین ثانیا اگر مراد یہ ہے کہ وقوع اوسکا موافق عادۃ کے ہوا ہے تو یہ اوس سے زیادہ جہالت ہے مثلاً جب یہ بات وقوع مین آئی کہ سمندر کا پانی ایک لاٹھی کے مارنے سے دائین بائین مثل بڑے بڑے پہاڑون کے کھڑا ہوگیا اور درمیان مین ایک گروہ کے آدمیون اور مویشی اور بچون کے لئے ایسی خشک سڑک بنگئی

کہ وہ اوس مین ہوکر ایسے نکلگئے کہ کسی کا پانون بہی نہ بہیگا یا کوئی مردہ بجز قم باذن اللہ کہنے کی زندہ ہوگیا الی غیر ذلک پس وہ کونسا اجہل الناس ہے کہ اوسکو مطابق عادۃ کے کہہ سکتا ہے اور اسیطرح پر اوسکو مخالف قدرۃ بہی کہنا جہالت محض ہی اور یہ جو کہتے ہین کہ بہت عجائبات ایسے ظاہر ہوتے ہین الخ یہ بات تو اونکو اوسوقت کہنی زیبا تہی کہ کسی ایسی ایک خرق عادۃ کا بہی نشان دیتے کہ مقارن دعوی نبوۃ کے کسی غیر نبی کی وساطت سے بہی واقع ہوئے ہوتے علاوہ برآن جب وہ اقرار کرتے ہین کہ بہت سے عجائبات ایسے ظاہر ہوتے ہین جو فی الحقیقت اونکا وقوع قانون قدرۃ کے مطابق ہوتا ہے مگر وہ قانون معلوم نہین" پہر سمندر کی بہٹ جانے اور پہاڑ کے معلق ہوجانے اور دیگر معجزات انبیا کو جو خلاف قانون قدرۃ کہتے ہین اور اس بنا پر حد سے زیادہ اونکے انکار پر اصرار کرتے ہین یہ سب سے زیادہ جہالت بالائی جہالت ہے صاف صاف کیون نہین کہتے کہ موافق قانون قدرۃ کے وقوع مین آئے مگر ہم کو وہ قانون معلوم نہین یہہ تو سخت جہالت کی بات ہی کہ اپنے جہل کی بنا پر ایک ایسے امر کا انکار کرین کہ جسکی وقوع کے اسباب سے جاہل ہون **قال** (ہ) گچہ ثبوت اسکا نہین ہوتا کہ جو امر واقع ہوا وہ خواص نفس انسانی سے جو ہر ایک انسان مین ہی گچہہ تعلق نہین رکہتا **قلت** عجب مہمل اور پریشان تقریر ہے اگر مطلب یہ ہے کہ وہ خاصہ ہر ایک نفس انسانی مین ہی تو وہ خاصہ نہوا اور اگر مطلب یہ ہے کہ نفس انسانی جو ہر ایک انسان مین ہی بعض نفوس مین یہ خاصہ ہے کہ وہ خرق عادات پر قدرت رکہتے ہین تو یہہ بات سید الطائفہ کے حق مین نہایت مضر ہے کیونکہ یہ دلیل ہے فلاسفہ کے اوپر اثبات نبوات کی وہ کہتے ہین کہ بعض نفوس قدسیہ کو بسبب تصفیہ کے کدورات عنصریہ سے ایک ربط حاصل ہوجاتا ہی نفوس عقلیہ اور نفوس سماویہ سے جو مدبر عالم ہین اور اوس ارتباط کے سبب وہ احداث خوارق عادت پر عالم عنصری مین قادر ہوتے ہین

اور غیب کی باتون پر (بسبب اسکے کہ مبادی حادثات عالم عناصر کے تکون کے نفوس عقلیہ اور سماویہ ہی ہین اور نفوس عقلیہ اور سماویہ مین جو امور کہ منتقش ہوتے ہین وہ بسبب کمال ارتباط کے ان نفوس ناطقہ انسانیہ مین بھی منعکس ہو جاتے ہین) آگاہ ہوتے ہین پس ایسے نفوس ناطقہ کو انبیا اور رسل کہتے ہین اور اونکی نبوۃ اور رسالت پر اونہین خوارق عادات اور اخبار غیبی کو دلیل قرار دیتے ہین ہرچند کہ ہم اونکی ان باتون کو تمامہا تسلیم نہین کرتے اور اونکے بعض مقدمات پر بہت ایسے اعتراضات کرتے ہین کہ جنکی تشریح کا یہ محل نہین لیکن اگر سید الطائفہ اسکو تسلیم کرتے ہین تو اونکو ثبوت نبوۃ اور وقوع خرق عادات مین اور بھی اس امر مین کہ خوارق عادات جو ایسے نفوس مقدسہ سے ظہور مین آتے ہین دلیل ہین اوپر اونکی نبوۃ کے کوئی محل عذر کا باقی نہین رہتا ایسے ایسے امور سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ سید الطائفہ کو اتنی تمیز بھی نہین اور یہہ بھی نہین سمجھتے کہ جو شبہ وہ پیش کرتے ہین اونکے حق مین مفید ہے یا مضر یہان ایک امر قابل بیان ہے کہ سید الطائفہ نے اپنی تہذیب نچریہ مطبوعہ یکم محرم ۱۳۱۳ ہجری مین الفاظ قوۃ نفس انسانی کے مستعمل کیے ہین مگر اوس مقام سے معلوم ہوتا ہے کہ مراد اونکی عمل ایہام ہے کہ عامل معمول علیہ کو ایسا مغلوب الوہم کر دیتا ہے کہ معمول علیہ کو اشیاء خلاف واقع متوہم ہوتی ہین چنانچہ حضرت موسی علیہ السلام کے معجزے عصا کو اسی پر محمول کیا ہے اور ساحران مصر کے عمل کو بھی اسی پر محمول کیا ہے اگر یہان بھی وہی مراد ہے تو تمیز درمیان معجزہ اور اوس عمل کی صاف ظاہر ہے کیونکہ اوس عمل سے صرف وہی ایک یا چند شخص جو معمول علیہم ہین ایسا وہم کر سکتے ہین نہ تمام جماعت حاضرین کی اور چونکہ وہ امر واقعی نہین ہوتا اسلئے اوسپر وہ امور مترتب نہین ہوتے جو معجزات پر مترتب ہوتے ہین مثلاً دریا کا شق ہونا اگرچہ معمول علیہ کو متوہم ہوگا لیکن جب اوس مین داخل ہوگا بیشک ڈوب جاویگا یہہ نہوگا کہ بنی اسرائیل کیطرح جماعۃ کثیرہ اوسمین داخل ہوکر ایسی نکلجاوے کہ

یا نون بھی نہ بھیگے **قال** (۶) غیر انبیاء سے جو امور خرق عادت کے واقع ہوتے ہین اور جو انبیاء سے واقع ہوتے ہین اون دونون مین ما بہ الامتیاز کیا ہے **قلت** ہم تفصیل کے ساتھ ما بہ الامتیاز کو بیان کر چکے ہین ضرورت اعادہ کی نہین **قال** (۷) یہانتک کہ اہل ہنر سے جو امور واقع ہوتے ہین اونمین اور خرق عادت مین امتیاز نہایت مشکل ہے **قلت** یہہ نیچریون کی قوۃ ممیزہ کا نقصان ہے کہ جس چیز کا بذریعہ آلات اور خواص اشیاء کے وقوع عیان ہوا وسمین اور خرق عادت مین تمیز نہین کر سکتے اگرچہ سید الطائفہ نے یہانتک اس بحث مین بہت خامہ فرسائی کی اور بہت سے توہمات نیچریانہ پیش کئے اور ایک ایک بات کو مکرر بطور شاعنہ کے پیش کیا اور اس ضمن مین بعض اکابر پر افترا بھی کیا مگر بحمد اللہ وقوتہ ہمنے بھی اونکے ہر ایک مغالطہ اور وہم کا رد کیا اگر انصاف کرینگے تو اپنے دل مین شرما کر پھر اس باب مین کوئی حرف زبان پر نہ لاوینگے فللہ الحجۃ البالغۃ وبوشار لہدکم اجمعین اب پھر اصل مطلب یعنی معنی آیات بینات کی طرف رجوع کرتے ہین **قال** کوئی معترض غلطی سے یہ کہہ سکتا ہے کہ قران مجید مین جسطرح آیات بینات کا اطلاق قران کی آیتون یا احکام ونصایح وموعظ قرانی پر ہوا ہے اوسیطرح معجزات پر ہوا ہے **قلت** اسکی بحث مفصلاً ہو چکی ہے اور ہمنے خوب ثابت کر دیا ہے کہ آیۃ کے معنی نشانی ہین اور معجزات خود علامت صدق نبوات کے ہین اور چونکہ آیات قران بسبب اعجاز کے خدا کی طرف سے اور پر صدق نبوۃ محمد صلعم کی حجۃ قاطعہ اور علامۃ واضحہ ہین لہذا اونکو بلفظ آیات تعبیر کیا گیا ہے سید الطائفہ کا یہ قول ہے کہ آیات کے لفظ سے احکام وموعظ ونصایح ہی مراد ہین ہمنے اونکے اس قول کو بہت دلایل قطعیہ سے باطل کر دیا ہے چونکہ سید الطائفہ نے ابتک ایک دلیل بھی اسپر پیش نہین کی کہ جس سے یہ بات پائی جاوے کہ اطلاق آیات بینات کا احکام ونصایح وموعظ پر کہین ہوا ہے بس کوئی غلطی کا

غلط فہم یہ کہہ سکتا ہے کہ قران مجید مین جسطرح آیات بینات کا اطلاق قران کی آیتون اور انبیاکے
معجزات پر ہوا ہے اسیطرح احکام و مواعیظ و نصایح پر بھی ہوا ہے **قال** اور دو آیتین قران کی
اوسکی دلیل مین پیش کر سکتا ہے پس مناسب ہی کہ ہم اس مقام پر بتا دین کہ ان آیتون مین سے
آیات بینات سے معجزے مراد نہین **قلت** بہت سی آیات ہمنے اوپر نقل کی ہین جنسے ثابت ہی
کہ آیات سے احکام مراد نہین بلکہ صرف نشانیان اور معجزات ہی مراد ہین اور ہم دعوی کرتے ہین کہ
ان دونون آیتون مین بھی آیات اور بینات سے معجزات ہی مقصود ہین اور سید الطائفہ کو بتاتے ہین
کہ وہ غلطی فاش مین ہین **قال** پہلی آیۃ سورہ مائدہ کی جہان خدا تعالی نے حضرت عیسی کی نسبت
فرمایا ہے کہ اذ ایدتک بروح القدس تکلم الناس فی المہد وکہلا واذ علمتک الکتاب
والحکمۃ والتوریۃ والانجیل واذ تخلق من الطین کہیئۃ الطیر باذنی فتنفخ فیہا فتکون طیرا باذنی
وتبرء الاکمہ والابرص باذنی واذ تخرج الموتی باذنی واذ کففت بنی اسرائیل عنک اذ جئتہم
بالبینات فقال الذین کفروا منہم ان ہذا الا سحر مبین اس آیۃ مین مفسرین کے نزدیک حضرت
عیسی کے معجزات کا بیان ہے اور یہہ کہا گیا ہے کہ کافرون نے کہا کہ یہ تو کہلا ہوا جادو ہے
اس سے صاف ثابت ہوتا ہی کہ بینات سے جو اس آیۃ مین ہی معجزات مراد ہین جنکو کافرون نے
جادو کہا صاحب تفسیر بیضاوی کے نزدیک بھی اس جگہہ بینات سے معجزہ ہی مراد ہین مگر یہ استدلال
صحیح نہین اول تو ان ہذا کا مشار الیہ الذی جئت بہ ہو نہین سکتا کیونکہ وہ ظرف واقع ہوا ہے کففت
کا جیسے کہ خود صاحب تفسیر بیضاوی نے بھی اسکو تسلیم کیا ہے پس ان ہذا کا مشار الیہ ما کففت
ہے نہ الذی جئت بہ کیونکہ اذ جئتہم ظرف اور خبر زاید ہے جو کلام مین مقصود بالذات نہین
ہوتا اور کففت خود فعل مسند ہی جو مقصود بالذات ہے اور اسلیے ہذا کا اشارہ اوسکی طرف
اولی ہے غرض کہ حضرت عیسی کا بنی اسرائیل کے حملہ سے بچ جانے کو جو انہون نے اونکے

قتل کے ارادہ سے اوسوقت کیا تہا جبکہ وہ احکام خدا اونکو سنا رہے تھے کافرون نے کہلا
ہوا جادو بتایا بینات کے لفظ سے اوسکو کچہ تعلق نہین ہی **قلت** امر اہم قابل بحث کے اس
آیہ مین یہ تہا کہ جن جن چیزون کا ذکر اس آیہ مین ہے آیا از قسم معجزات باہرہ کے ہین یا نہین
چونکہ کچہ شک اسمین نہین ہوسکتا کہ فی الحقیقت یہ سب امور معجزات باہرہ ہین لہذا سید الطائفہ نے
اوسمین کلام کرنے سے گریز کیا اور ایک خفیف بات پر بحث شروع کی اس مقام مین سید الطائفہ نے
کچہ عربیت جتائی ہے مگر ہم بہت مقامات پر یہ لکہہ چکے ہین کہ سید الطائفہ جملہ علوم و فنون سے
بے بہرہ ہین جہان کہین از راہ بوالفضولی کے کسی فن مین دخل دیتے ہین جہالت ہی اونکی
اوسی کے ساتہ عیان ہوجاتی ہے چنانچہ یہی حال ہے اس مقام مین بھی **قولہ** ہذا کما شارالیہ الذی جئت بہ
نہین ہوسکتا **اقول** یہان تو یہ دعوی کیا کہ نہین ہوسکتا دو سطر بھی ختم نہ ہونے پائی تہین
کہ اپنی ہی زبان و قلم سے اس دعوی کی تکذیب کردی اور خود برخلاف اوسکے بول اوٹھے کہ کشف
کی طرف اشارہ اولی ہے حالانکہ منشاء یہہ ہے کہ اشارہ الذی جئت بہ کی طرف بھی ہوسکتا ہے
مگر کشف کی طرف اولی ہے **قولہ** اذ جئتہم ظرف اور جزء زائد ہی جو کلام مین مقصود بالذات نہین
ہوسکتا **اقول** (اولاً) جزء زائد یعنی ظرف یا حال یا قید ہونے سے لازم نہین آتا کہ اشارہ
بطرف اوس قید یا حال یا ظرف کے نہو سکے یا اوسکی طرف اولی نہو اگر اس قاعدہ پر کوئی سند
رکہتے تھے اور ایسا عربیہ کی کہین اسپر تصریح اونکی نظر سے گذری تہی تو اوسکو پیش کیون نہین کیا
اور بے سند بات تو کسیطرح پر مقبول نہین ہوسکتی (ثانیاً) اذ کشفت بھی باعتبار کلمہ اذ معطوف
ہونے کے اوپر (ابدیتک) کی ظرف ہے پس برنباے توہم سید الطائفہ کے لازم آیا کہ اوسکی
طرف بھی اشارہ صحیح نہو اور جسطرح پر کشف کو کہتے ہین کہ فعل مسند ہے جو مقصود بالذات ہی
اسیطرح جئت بھی فعل مسند ہے جو مقصود بالذات ہوتا ہے (ثالثاً) مابہ الکشف کیا چیز عجیب و غریب

تہی جسکی طرف اشارہ ہے آیا کوئی غیبی فوج اونکے بچانے کو آسمان سے اوتری تہی یا قتل کے
ارادہ کرنے والون کے ہاتھہ پانون پر کوئی آفت یکایک پڑی تھی کہ اوسکی طرف اونہون نے
اشارہ کرکے یہ کہا کہ ان ہذا الا سحر مبین اور چونکہ اس قسم کے امورمین سے ایک امر بھی واقع
نہین ہوا تو ما بہ الکف کوئی چیز مشارالیہ بھی نہ قرار پائی اور جب کہ ما بہ الکف کوئی چیز مشارالیہ
ہی نہین تھی تو ہذا کا اشارہ بھی ما بہ الکف کی طرف صحیح نہین ہوسکتا (رابعًا) بموجب عقیدہ
باطلہ یہودانہ سید الطائفہ اور اونکی اتباع بیدینون کے تو یہ بات ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام کو بہت
بے ادبی کے ساتھہ یہودیون نے پکڑواکر صلیب پر کھنچوایا پس اس عقیدہ خبیثہ کے اعتبار سے
تو کف ہی غلط ٹھہرتا ہے اور جب کف ہی غلط ہو تو ما بہ الکف بھی کچھہ نہین اور جب ما بہ الکف ہی
معدوم ہے تو ہذا کا اشارہ بھی اوسکی طرف ممنوع ہے (خامسًا) بعید نہین کہ اسکے جواب مین
سید الطائفہ یہ کہین کہ اس آیۃ مین اشارہ اوس بچ جانے کی طرف ہے جسکا ذکر یوحنا کے باب
کے درس ۱۵ مین ہے جسکی عبارت یہ ہے تب یہودیون نے پتھر اوٹھائے کہ اوسے ماریں پر یسوع
نے اپنے تئین پوشیدہ کیا اور اونکے بیچ سے گذر کر ہیکل سے نکلا اور یون چلا گیا" تو ہم کہین گے کہ
اس بچ جانے کو یہودیون نے سحر نہین کہا تہا بلکہ اوسی باب کے ۳۰ درس کو دیکھو اس پتھر اوٹھانے
سے پیشتر یہودی اونکو جادوگر کہہ چکے تھے کہ تو سامری ہے یعنی جادوگر ہے اور تیرے ساتھہ ایک
دیو ہے اسکے بعد بہت قیل وقال ہوئی اور بہت سی گفتگو کے بعد یہودیون نے اوپر پتھر مارنے کا
ارادہ کیا تہا پس وہ درس مؤید ہمارے مدعا کا اور مبطل عذر سید الطائفہ کا ہے علاوہ بران
خود درس ۱۵ سے ظاہر ہے کہ وہ بچ جانا حضرت عیسی علیہ السلام کا اور اپنے آپ کو پوشیدہ کرکے مجمع یہودیون
کے بیچ مین سے نکلجانا ایک معجزانہ طریق پر تہا پس بالفرض اگر اوس بچ جانے ہی کی طرف اشارہ
ہے تب بہی خلاف مدعای سید الطائفہ اور مؤید ہمارے مدعا کے ہے (سادسًا) یہ قول اونکا

کہ ظرف مقصود بالذات نہین ہوتا" کلیۃً غلط ہے بہت جگہہ ظرف ہی اہم المقاصد ہوتا ہے
دیکھو آیۃ اذا نودی للصلوۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللہ و ذروا البیع کوئی کہہ سکتا
ہے کہ وقت ندا روز جمعہ مقصود بالذات نہین اور یہ بات تو عموماً ہے کہ جو کلام کہ مقید ظروف
سے ہوتا ہے اوسمین صرف مضمون جملہ کا ہے بلا لحاظ ظروف کے مقصود بالذات نہین ہوتا
بلکہ مضمون جملہ کا مع قید ظروف کے مقصود بالذات ہوتا ہے مثلاً آیۃ ینبأ الانسان یومئذ
بما قدم و اخر مجرد خبردار کیا جانا انسان کا ہی مقصود بالذات نہین بلکہ مقصود بالذات
کلام کا یہ ہے کہ اوس روز خبردار کیا جاویگا سید الطائفہ نے نحویون کی کسی کتاب مین یہ دیکھہ پایا
کہ ظروف وغیرہ عمدہ کلام نہین بلکہ فضلۂ کلام مین اوسکا مطلب یہ سمجھے کہ ظروف مقصود بالذات
نہین ہوتے حالانکہ اوسکا مطلب یہ نہین ہے (سابعاً) سب انجیلون مین دیکھہ لو انہین
چیزون یعنی ابراء اکمہ وغیرہ امور مصرحہ آیت کی بابت جو عین معجزات ہین یہودی جناب عیسیٰ
پر طرح طرح کے تہمتین لگاتے تھے اور انہین امور کے سبب سے اونکو ساحر اور سامری بتاتے
تھے اونکو قتل سے باز رہنے کا ایک لفظ بہی زبان پر نہین لاتے تھے پس جس چیز کی بابت الزام
لگاتے تھے وہی مشار الیہ ہذا کا ہو سکتی ہے نہ وہ چیز کہ نہ اونکے ذہن مین تہی نہ زبان پر
(ثامناً) علماء عربیہ کا اسپر اتفاق ہے کہ وضع اسماء اشارہ کے واسطے اشارہ کی طرف
مشار الیہ محسوس کے ہے اور یہی فرق ہے درمیان اسماء اشارہ اور مضمرات کے پس فرض
کیا جاوے کہ کوئی شئے مابہ الکف بہی ہو تب بہی ظاہر ہے کہ کوئی شئے محسوس تھی اور معجزات
جناب عیسیٰ مسیح عموم کے از قسم محسوسات کے تھے پس باوجود موجود ہونے مشار الیہ محسوس کے
غیر محسوس شئی کو مشار الیہ اسماء اشارہ کا کہ جنکی اصل وضع واسطے اشارہ حسیہ کے ہے
جایز نہین اور استعمال کرنا لفظ کا غیر ما وضع لہ مین ہے قولہ حضرت عیسیٰ کے بنی اسرائیل کے

حملہ سے بچ جائے کو جو اونہون نے اونکے قتل کے ارادہ سے اوسوقت کیا تہا جبکہ وہ احکام
سنا رہے تہے کافرون نے کہلا ہوا جادو بتایا **اقول** اسپر کیا دلیل ہے ہماری دلیلون قاطعہ
کے مقابلہ مین ایک بات بے اصل بے دلیل کہدینی میش بر ہذیان نہین اور ہرگز اس قابل نہین
کہ اوسپر کچہ بہی توجہ کی جائے **قال** دوسرے یہ کہ جب سارے طور سے تمام اس آیۃ پر نظر ڈالی
جاوے تو معلوم ہوتا ہے کہ خدای تعالی نے حضرت عیسی پر جو انعام کئے تہے اونکو اذ اذکر کر بیان
کیا ہے اور اخیر کو جو قول کافرون کا تہا اوسکا ذکر کیا ہے پس وہ قول اونہین چیزون سے
متعلق ہے جن سے کہ وہ متعلق ہوسکتا ہے نہ یہہ کہ اوس سے کوئی خاص معنی بینات کے ثابت
ہوسکتے ہین **قلت** دعوی سید الطائفہ کا یہ ہے کہ اس آیت مین جو کلمہ بینات ہے اوس سے
مراد وہ معجزات نہین جنکا ذکر اس آیۃ مین ہے اور ہذا کا مشار الیہ صرف ابہ الکف ہے اسپر ایک
دلیل تو اوں بیان کی جو متعلق اشارہ کلمہ ہذا کے ہے اوس دلیل کا حال تو خوب واضح ہوگیا کہ فی اصل
محض اور توہم فاسد ہے اب دوسری دلیل اس دعوی پر پیش کرتے ہین اگرچہ پریشان بیان
مثل ہذیان کے ہے لیکن ظاہرا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کلمہ (بینات) مین کلام کرنا مقصود ہے اس
بات کے توہم خود مدعی ہین کہ اللہ تعالی نے جو بڑے بڑے انعام حضرت عیسی عرم پر کئے ہین اونکا
بیان ان آیات مین ہے اور خود خدای تعالی ہی فرماتا ہے کہ یا عیسی بن مریم اذکر نعمتی علیک وعلی
والدتک یعنی اے عیسی یاد کر میرے انعام کو اپنے اور اپنی مان پر چنانچہ اونہین انعامات کی
یہ تفصیل فرمائی کہ روح القدس کی تائید اور کلام کرنا آدمیون سے بچپن اور کہولت کی حال مین
اور تعلیم کتاب وحکمۃ اور توریۃ وانجیل اور مٹی کا پرند بنا کر اوسمین دم ڈال کر پرند جانور بنا دینا
اور چنگا کرنا مادر زاد اور ابرص کا اور زندہ کر دینا مردون کا اور بنی اسرائیل کے ہاتہون
سے محفوظ رہنا جبکہ وہ معجزات اونکے سامنے لائے الغرض ان امور مین تو کچہ کلام اور کچہہ بحث نہین

کلام تو اسمین ہے کہ (البینات) معرف باللام جو (اذجئتہم بالبینات) مین واقع ہے اوس سے
مراد احکام ہین یا وہی معجزات مراد ہین جنکا اوپر مذکور ہوا ہے علوم عربیہ اور علم اصول مین یہ
امر منقح ہوچکا ہے کہ جمع معرف باللام مین اصل یہ ہے کہ لام تعریف کو اوپر عہد خارجی کے
حمل کیا جاوے اگر عہد خارجی پر حمل نہو سکتا ہو تو اوپر استغراق کے حمل کیا جاوے اب ہم
کہتے ہین کہ کلمہ (البینات) جمع معرف باللام ہے پس بموجب اوس قاعدہ کے واجب ہے
کہ اوس لام کو اوپر عہد خارجی کے حمل کیا جاوے یعنی جب کہ لایا تو اونکے پاس ادلی (البینات)
کو جنکا اوپر ذکر ہوا اور چونکہ وہ (بینات) جنکا ذکر اوپر ہوا عین معجزات ہین پس یہ کہنا سید الطائفہ
کا کہ (بینات) سے معجزات مراد نہین صریح غلط ہے اور جو مدعا ہمارا ہے اسی آیۃ سے حاصل
ہے اور بطلان اس دعوی سید الطائفہ کا کہ (بینات) سے احکام مراد ہین بخوبی ظاہر ہوگیا علاوہ
بران ارادہ احکام کا (بینات) سے غلط محض ہے کیونکہ دو حال سے خالی نہین کہ لام جو (البینات)
پر ہے یا عہد خارجی کا ہے یا استغراق کا ہے استغراق کا تو ہو ہی نہین سکتا کیونکہ جملہ احکام
خدائے تعالی کے حضرت عیسی نہین لائی تھے اور عہد خارجی پر بھی محمول نہین ہو سکتا کیونکہ
کسی حکم کا ذکر پیشتر نہین ہوا جسکی طرف اشارہ ہوا اور جب دونون حالتین متصور نہین تو صاف
ظاہر ہے کہ وہی معجزات جو اوپر مذکور ہین مقصود ہین اور صاف ظاہر ہوگیا کہ سید الطائفہ جو
(بینات) سے احکام مراد لیتے ہین یہ اونکی نہایت درجہ کی غلطی ہے اور تمامتر خلاف قواعد عربیہ
کے ہے اور خود اسی آیۃ مین جو لام تعریف کلمہ (بینات) پر داخل ہے مانع ارادہ احکام کا کلمہ
(بینات) سے ہی اور منشا اس غلطی کا جہالت ہے زبان عربی اور طرق استعمال کلمات
عربیہ سے اور چونکہ (بینات) کے معنی احکام نہین چنانچہ تحقیق اسکی شروع بحث معجزات مین
ہوچکی ہے پس ہم اونکے اس قول کو تسلیم کرتے ہین کہ (بینات) سے کوئی خاص معنی لفظ

(بینات) کے ثابت نہیں ہو سکتے یعنی بخر حجج اور براہین کے جو معنی (بینات) کے لغت عرب میں ہیں کوئی اور معنی مثل احکام و مواعظ و نصائح کے مراد نہیں ہو سکتے اور یہی ہے مدعا ہمارا کہ بحکم الحق یعلو ولا یعلی اللہ تعالیٰ نے خود سید الطائفہ کی تقریر سے ثابت کرا دیا اور اونکو خود اونہیں کی زبان و قلم سے جھوٹا بنا دیا اور ہمارے مدعا کی تائید آیات سورۂ آل عمران سے بھی ظاہر ہے انی قد جئتکم بآیۃ من ربکم انی اخلق لکم من الطین کہیئۃ الطیر فانفخ فیہ فیکون طیرا باذن اللہ وابری الاکمہ والابرص واحیی الموتی باذن اللہ وانبئکم بما تاکلون وما تدخرون فی بیوتکم ان فی ذلک لآیۃ لکم ان کنتم مؤمنین ومصدقا لما بین یدی من التوریۃ ولاحل لکم بعض الذی حرم علیکم اس آیۃ میں جو جو چیزیں کلمہ (فی ذلک) سے پیشتر مذکور ہیں احکام نہیں بلکہ وہی معجزات ہیں جنکا ذکر آیۃ مانحن فیہ میں ہے اور اونہیں کی طرف اشارہ ہے کلمہ (ذلک) میں اور اونہیں کو (آیۃ) قرار دیا ہے پس ہرگاہ کہ وہ سب چیزیں احکام نہیں تو بحکم ضرورۃ واجب ہوا کہ کلمۂ (بینات) اور (آیۃ) کے معنی معجزات ہی ٹھہرائی جاویں نہ احکام

قال دوسری آیۃ سورۂ بنی اسرائیل کی ہے جہاں خدا نے فرمایا وما منعنا ان نرسل بالآیات الا ان کذب بہا الاولون وآتینا ثمود الناقۃ مبصرۃ فظلموا بہا وما نرسل بالآیات الا تخویفا قاضی ابن رشد نے اس آیۃ سے استدلال کیا ہے کہ آنحضرت صلعم نے ادعای نبوۃ کے ساتھ کوئی معجزہ کسیکو نہیں دکھلایا اور اس سے پایا جاتا ہے کہ قاضی ابن رشد نے اس آیۃ میں جو لفظ آیات ہے اوس سے معجزات مراد لئے ہیں صاحب تفسیر بیضاوی نے بھی یہی سمجھا ہے کہ جو معجزات قریش نے طلب کئے تھے اس آیۃ میں لفظ بینات سے وہی معجزے مراد ہیں

قلت (آیات) کی معنی جیسے کہ صاحب تفسیر بیضاوی اور جملہ مفسرین نے سمجھے ہیں نہایت صحیح ہیں اور تمامتر مطابق قواعد لغت عرب کے ہیں اسلئے کہ اس آیۃ میں بھی کلمہ (آیات)

معرف باللام ہے اور اس لام کو لام استغراق نہین کہہ سکتے کیونکہ جمیع معجزات جو ممکن الوقوع ہین کسی ایک نبی بلکہ جملہ انبیاء کی وساطت سے اونکا ظہور ممکن نہین پس یہی بات متعین ہوئی کہ مراد اسے معجزات مقترحہ ہین جنکا ذکر بہت جگہہ قران مجید مین ہو چکا ہے اگر قاضی ابن رشد نے واقع مین لام تعریف کو لام استغراق سمجھکر عموماً معجزات کا انکار کیا ہے تو نہایت درجہ کی غلطی کی ہے اور طریق رشد سے انحراف کیا ہے اللہ تعالی اوسپر رحم کرے وارجع الی اللہ حیثیت بحث اسکی مفصلاً اوپر ہو چکی ہے ؎ وعنی وصفی آیات لہ ظہرت ٭ ظہور نار القری لیلا علی علم لا یعجبن الحسود براح ینکرہا ٭ تجاہلا وہو عین الحاذق الفہم ٭ قد ینکر العین ضوء الشمس من رمد وینکر الفم طعم الماء من سقم ٭ ابن رشد کی بات کا جواب تو ہم مناظرہ عیسائیون مین اور اس رسالہ مین دیچکے ہین اب ابوالمعانی کی تقریر کو بھی دیکھتے ہین **قال** مگر اس تقریر مین چند نقصان ہین اول تو یہ سمجھ مین نہین آسکتا کہ خدا نے لوگون کے مانگنے اور جھٹلانے سے کیون معجزون کا بھیجنا بند کردیا **قلت** سید الطائفہ کی اوندہی سمجھ کا ہمارے پاس کچھ علاج نہین جس تفسیر پر اعتراض کرنے بیٹھے ہین اوسمین صاف یہ ہے کہ معجزات مقترحہ کا بھیجنا بند کردیا چنانچہ خود ترجمہ تفسیر بیضاوی کا اوسی کے مطابق کر چکے ہین اوسمین یہ کہان ہے کہ عموماً معجزات کا بھیجنا بند کردیا **قال** دوسرے یہ کہ آدم سے عیسی تک ہر زمانہ مین بھیجتا رہا اور کیونکر ایسی بیرحمی سے اگلون کو غارت کرتا تھا **قلت** تکذیب رسول اور تکذیب آیات اور بغاوت پر سزا دینا اور ایسے جرم فہیم پر کہ (ایک شئی کے حصول پر عہد و پیمان کرین کہ اگر یہ بات حاصل ہوگی تو ہم ایمان لاوینگے اور جب اونکے مونہہ مانگی بات حاصل ہو تو اسپر بھی بغاوت کرین) تعذیب کرنا اسیکا نام آپ کے نزدیک بیرحمی ہے ؎ شہ بریں عقل و گزینش کہ تراست ٭ کان جہلی عاقلت گفتن خطاست اگر یہ کہین کہ اس امت پر کیون ایسا رحم کیا

تو اس اعتراض ابلیسانہ وحاسدانہ کا جواب اپنی تبیین الکلام مین دیکھہ لین صفحہ ۲۳۱
کتاب پیدایش پر بابت ہلاک کرنے تمام حیوانات ونباتات روے زمین کی بسبب جرایم
قوم نوح کے لکھتے ہین کہ تمام دنیا اوسیکا مال ہے اور اوسیکا حق ہے اگر وہ سب کو برباد کرے
تو اور اگر سب کو نہال کردے تو وہ اپنے مال کا مالک ہی جو چاہے سو کرے اور جو کرے
وہ اوسکو سزاوار ہے اور اوسکا عین انصاف ہے اوسکے کسی فعل سے ظلم کا ہونا ممکن ہی
نہین کیونکہ وہان کسی دوسرے حق کا وجود ہی نہین جسمین تصرف ہونے سے ظلم کا اطلاق ہوسکے
تمام حیوانات اور نباتات کے برباد کرنے مین جو اصلی حکمت اوس حکیم مطلق نے رکھی ہو وہ
ہماری ناچیز عقل مین نہین آسکتی مگر ظاہرا جو معلوم ہوتی ہے وہ یہی ہے کہ اوس قہار نے اپنی
شان قہاری دکھانے کو حیوانات بھی انسان کے ساتھہ برباد کردے تاکہ لوگ جان لین کہ جب
اوس قہار کی قہاری کا ظہور ہوتا ہے تو اوسی بجز اون لوگون کے جنپر خاص رحم کرے اور کوئی مین
کے رینگنے والون سے ہوا کے اوڑنے والون تک بچ نہین سکتا ۵ بہ تہدید گر برکشد تیغ حکم
بمانند کروبیان صم وبکم ۵ وگر در دہد یک صلای کرم ۵ غزالی گوید نصیبے برم ۵ انتہی بالفاظہ
ہرچند کہ مطابق تبیین الکلام کے ہم بھی کہتے ہین کہ اوس حکیم مطلق نے جو اس امت مرحومہ پر
ایسا رحم فرمایا کہ جو کچھہ کہ وہ طلب کرتے تھے اور اوسکے ظہور مین اونکی ہلاکت تھی اوسکا اظہار
نہ فرمایا اسمین جو اصلی حکمت تھی ہماری ناچیز عقل مین نہین آسکتی مگر بظاہر حال جسقدر ہماری
سمجھہ نے رسائی کی ہے اوسکا بیان ہم پیشتر اوس مقام پر کرچکے ہین ۵ جہان سید الطایفہ
نے عرب کی نسبت مین زبان درازی کی ہے اور جھوٹی تہمتین اونپر لگائی ہین اور ہنسے اونکی
باتون کو رد کیا ہے **قال** اسلئے میری سمجھہ مین اسمقام پر بھی آیات کے معنی معجزات
کے لینا صحیح نہین ہی یہان بھی احکام ہی کے معنی ہین (پھر چند سطور بعد لکھتے ہین)

۵ دیکھو صفحہ ۲۵۱ جلد اول کا

کہ تمام قران مین کوئی حکم خاص نسبت کسی شخص کے یا کسی خاص قوم کے منصوص نہین کیا بلکہ
تمام انسانون کے لئے یکسان حکم ہین اور نہ کسی حکم مین کوئی خاص بات یا کسی امر کی نشانی کا ہونا بتایا
ہے برخلاف اسکے بعضی اگلی امتون پر بعض بعض احکام خاص بطور نشانی کے تھے پس خدا
فرماتا ہے کہ ہمنے وہ احکام اسلئے نہین بھیجے کہ اگلی قومین جنپر وہ احکام بھی وہ اوسکو بجا نہین لاسکین
اور اسیکے ساتھہ بطور تمثیل کے قوم ثمود کا ذکر کیا ہے جنکو حکم تھا کہ اونٹنی کو کھاتا پیتا پڑا پھرنے
دین اور کسیطرح ستاوین نہین اور پھر آخر کو بتا دیا کہ وہ خاص احکام صرف دُور قایم رکھنے کے لئے
تھے نہ مقصود بالذات **قلت قوله** قران مین کوئی حکم **اقول** غلط ہے کیونکہ بعض احکام
منصوص واسطے پیغمبر صلعم کے ہین جسطرح چند حکم سورۂ احزاب مین در باب ازواج کے ہین کہ فرمایا
خالصة لک من دون المومنین **قوله** نہ کسی حکم مین نشانی کا ہونا بتایا ہے **اقول** حکم مین تو کسی امر
مین کسی نشانی کا ہونا نہین بتایا نشانی تو صرف معجزات ہی مین نہین ہوسکتی ہے احکام مین نشانی
کچھہ نہین ہوسکتی مگر یہ قول سید الطایفہ کا فی الجملہ خلاف اونکے اس قول کے ہے جو صفحہ ۱۲۸ پر
لکھتے ہین کہ احکام اور پر وجود حکم دینے والے کے دلالت کرتے ہین اس قول سے ظاہر ہے کہ احکام
قران کے خود نشانی ہین **قوله** بعض امتون پر بعض احکام خاص خاص بطور نشانی کے تھے **اقول**
قوم ثمود پر جو ناقہ کی نسبت یہ حکم تہا کہ اوسکو آزار نہ پہونچایئو یہہ حکم کس چیز کی نشانی تھی اگر یہ
کہین کہ نشانی اسکی تھی کہ اگر نہ مانینگے تو اون پر عذاب نازل ہوگا تو ہم کہینگے کہ اوس حکم مین
تو کسی نشانی کا بیان نہین ایسا تو قران مین کفار کے حق مین بھی فرمایا ہے قل للذین کفروا
ستغلبون وتحشرون الی جہنم وبئس المہاد (آل عمران) اور جیسا کہا گیا تہا ایسا ہی وقوع مین
بھی آیا پس اس حکم مین اور قوم ثمود کے حکم مین کیا فرق ہے کہ ایک کو تو کہتے ہو کہ بطور نشانی کے
ہے اور دوسرے کو کہتے ہو کہ نہین **قوله** پس خدا فرماتا ہے کہ ہمنے وہ احکام اسلئے

نہین بہیجے کہ اگلی قومین اوسکو بجا نہین لاسکین اقول دیکھو تو کسقدر تحریف جلی قران کے معنی
مین کررہے ہین صفحہ ۱۳۶ پر آپ ہی ترجمہ اس آیۃ کا یہ لکہا ہے کہ نہین روکا ہم کو آیات کے
بہیجنے سے مگر یہ کہ جہٹلایا اونکو اگلون نے یہان یہ لکہتے ہین کہ اسلئے نہین بہیجے کہ پہلی قومین اونکو
بجا نہ لاسکین ہر ایک صاحب عقل یہ جانتا ہے کہ جہٹلانا اور بات ہے اور بجا نہ لاسکنا اور بات
ہے تکذیب کے معنی جہٹلانا ہے بجالانا یا بجا نہ لاسکنا ہرگز نہین احکام الٰہی کا بجا نہ لانے والا
فاسق ہے اور جہٹلانے والا کافر ہے دونون مین زمین و آسمان کا فرق ہے قوم ثمود پر جو عذاب
نازل ہوا وہ محض اسی سبب سے نہ تہا کہ اونہون نے حکم کی تصدیق کرکے حکم پر عمل نہ کیا بلکہ اس
سبب سے تہا کہ پیغمبر اور حکم کی تکذیب کرکے برخلاف حکم کے عمل کیا فکذبوہ فعقروہا فدمدم
علیہم ربہم بذنبہم فسواہا قولہ پہر اخیر کو بتلا دیا کہ وہ خاص احکام صرف ڈر قایم رکہنے کے لئے
تہے نہ مقصود بالذات اقول یہان بہی تحریف سے نہ چوکے تخویف کے معنی مین ڈرانا نہ
ڈر قایم رکہنا اور یہ کیسی جہالت کا اعتقاد ہے کہ خداوند تعالی ایسے حکم بہی بہیجتا ہے کہ جو مقصود
نہین ہوتے ناقہ ثمودی کی نسبت فرمائے کہ اگر وہ لوگ اوس حکم کا امتثال کرتے تو کیا اوپر اوس
حالت مین بہی وہی عذاب نازل ہوتا جو بحالت تکذیب و عدم امتثال کے نازل ہوا پہر ایک اور
ناواقفی اور جہالت پر غور کرنا چاہیئے کہ آیۃ مین کلمہ ارسل فعل مضارع ہے جو متضمن معنی حال و
استقبال کے ہے اوسکو معنی کو متعلق بزمانہ ماضی کے سمجہا کہ وہ احکام ڈر قایم کرنے کے لئے تہے
جب یہ حال ہے سید الطائفہ کا کہ ماضی اور مضارع کے صیغون مین بہی اونکو تمیز نہین حالانکہ میزان
منشعب کے پڑہنے والے بہی اونمین بخوبی تمیز کرسکتے ہین پس سمجہہ لینا چاہئے کہ اونکی سب
نامہ فرسائی بغرض تفسیر نہین بلکہ مطلب صرف الحاد پہیلانا ہے ؎ وکنت اری زیدا
کما قیل سیدا ؎ اذا ہو عبد القفا واللہازم ؎ پہر اگر وہ احکام مقصود بالذات نہ تہے

تو اوسکے بجا نہ لا سکنے پر بجا نہ لانے والون کو اسقدر تعذیب کیون ہوئی کہ دفعتًا ہلاک کردئے گئے اور اسکی کوئی وجہ نہین معلوم ہوتی کہ احکام عام کا بجا نہ لانا تو موجب ہلاکت نہو حکم خاص کا عدم امتثال موجب ہلاکت ہوجاوے اگر یہ کہین کہ وہ حکم خاص منجملہ ارکان ایمان ہا تو یہ ہوگا کہ توحید اور تصدیق رسالت سے زیادہ تو کوئی حکم رکن ایمان نہین ہوسکتا اور ناقہ صالح عرفی نسبت جو احکام تھے اونمین تو کوئی حکم ایسا نہتا کہ ارکان ایمان مین سمجھا جاوے الغرض جو کچھہ لکھا ہے سب غلط ہے اور تحریف جلی ہے اور اصلا قرآن مجید کی آیہ کا یہ مطلب نہین بلکہ آیہ (وما نرسل بالآیات) کا مطلب یہ ہے کہ معجزات جو ہم بھیجتے ہین اوس سے ڈرانا مقصود ہوتا ہے کہ مخلوق اوسکو دیکھہ کر خوف کرے اور خوف کرکے اوس نبی کی تکذیب سے باز رہے اب یہان ایک اور بات قابل بیان کے ہے یعنی اس آیہ مین جو ارسال معجزات کا قصر تخویف پر کیا گیا یہہ کس قسم کا قصر ہے پس جاننا چاہیے کہ یہ قصر الموصوف علی الصفۃ ہے اور اس قسم کا قصر قصر حقیقی نہین ہوتا چنانچہ یہ امر کتب علم معانی مین مصرح بیان ہوا ہے اسلئے یہ قصر اضافی ہے چونکہ منکرین اصرار دکھانے معجزات پر کرکے یہ کہا کرتے تھے کہ اگر ہم کوئی معجزہ دیکھین تو ایمان لاوینگے اور ظہور معجزہ ہمارے ایمان کا موجب ہوگا اسلئے یہ فرمایا کہ معجزات کے ارسال سے غرض تخویف ہے نہ ایمان پر مجبور کردینا جس نے خوف کیا ایمان لایا اور جس نے قساوۃ قلبی سے خوف نہ کیا وہ ایمان نہ لایا چنانچہ سورہ (انعام) مین ہے وما نرسل المرسلین الا مبشرین ومنذرین فمن آمن واصلح فلا خوف علیہم ولا ہم یحزنون والذین کذبوا بآیاتنا یمسہم العذاب بما کانوا یفسقون یعنی اور نہین بھیجتے ہین ہم پیغمبرون کو مگر بشارت دینی والی اور ڈرانے والی پس جو کوئی ایمان لایا اور نیک کام کئے اوس پر نہین ہے کچھہ خوف اون پر اور نہ وہ اندوہگین ہونگے اور جن لوگون نے تکذیب کی آیات ہماری کی پہونچیگا اونکو عذاب بسبب فسق اونکے کرکے"

اسی قسم سے ہے ماالمسیح الا رسول یعنی محمد صلعم رسول ہی ہین خدا نہین کہ اونکو موت نہ عارض ہو ایسے ہی یہان بھی ہے کہ ما نرسل بالآیات الا تخویفا یعنی (لا موجبا للایمان) ہرچند کہ ہمارے اس بیان کو سید الطائفہ کے مباحثہ سے کچھ علاقہ نہین وہ غالبًا بسبب ناواقفی کے علوم فصاحت و بلاغت سے اس بیان کو سمجھنے کے بھی نہین مگر طردًا للباب مناسب معلوم ہوا کہ مختصر انسبت قصر کے بھی کچھ لکھا جاے آمدم بر سر مطلب ہرچند کہ سید الطائفہ نے جو کچھ لکھا ہے غلطی اوسکی واضح ہے کچھ زیادہ لکھنا اس باب مین ضرور نہ تھا لیکن پھر بھی ہم اونکے اعتراضات کا اونکی تقریر پر اعادہ کرتے ہین اول تو یہ سمجھ مین نہین آتا کہ خداے تعالی نے لوگون کے بجا نہ لانے سے احکام خاص کا بھیجنا کیون بند کر دیا دوسرے یہ کہ آدم عرم سے جیسی عرم تک برابر کیون بھیجتا رہا اور کیون ایسی بیرحمی سے اگلون کو غارت کرتا رہا اسلئے سید الطائفہ کے بیان کی مطابق بھی آیات کے معنی احکام خاص کے لینا صحیح نہین فرمائیے جناب سید الطائفہ یہ کیسے لینے کے دینے پڑے اپنے ہی اعتراضات کی آپ کو جوابدہی مشکل ہوگئی مثل مشہور عرب کی آپ پر صادق آئی من حفر لغیرہ جبًا وقع فیہ منکبًا گفتار تو خود قطع زبان تو شد آخر ؛ وہ وہ کہ زبان تو زیان تو شد آخر ؛ قال قوم ثمود کو جو احکام حضرت صالح نے نسبت ناقہ کے بتائے اونکے سبب سے اوسپر بھی آیۃ کا اطلاق ہوا جہان خدا نے فرمایا ہے ہذہ ناقۃ اللہ لکم آیۃ کیونکہ وہ اونٹنی فی نفسہ معجزہ نہ تھی قلت قوم ثمود کو جب حضرت صالح عرم نے احکام خداے تعالی کے بتائے جیسا کہ سورہ (شعراء) اور اعراف مین مذکور ہے تب اونہون نے کہا کہ تو تو جادو زدہ ہے جز این نیست کہ تو ایک آدمی ہے ہماری مانند اگر تو سچا ہے تو کوئی نشانی اپنے سچے ہونے کی پیش کر (فات بآیۃ ان کنت من الصادقین) اس سے صاف ظاہر ہے کہ آیۃ کے معنی حکم کے نہین

کیونکہ احکام خدا کے تو حضرت صالح برابر اونکو سناتے ہی تھے پھر طلب احکام بے معنی محض ہے اور اونہون نے کسی اونٹنی کی بابت کوئی حکم بھی نہین مانگا تھا پس کلمہ (آیۃ) جو اس قصے مین واقع ہوا ہے کسیطرح پر بمعنی حکم نہین ہو سکتا الا بطریق تحریف اور یہ جو کہتے ہین وہ اونٹنی فی نفسہ معجزہ نہ تھی یہہ بھی ناواقفی ہے فی الواقع وہ اونٹنی بنفسہا معجزہ تھی کہ ظہور اوسکا عجیب قدرت کاملہ سے ہوا تھا چنانچہ جملہ موٴرخین اور مفسرین کی کتب تواریخ و تفاسیر سے ظاہر ہے اور قرآن مین اوسکو کسی جگہ (ناقۃ) بلفظ تنکیر جو تعظیم پر دلالت کرتا ہے اور کہین بصفۃ (مبصرہ) کہین بصفۃ (آیۃ) اور کہین اوس کو اپنی ذات پاک کی طرف مضاف کرکے بلفظ (ناقۃ اللہ) فرمانا عین دلیل اس کی ہے کہ ظہور اوسکا عجیب طور پر قدرت کاملہ سے ہوا ہے اور بنفسہا وہ ایک عجیب و غریب معجزہ تھی اور بعض آیات مین جو کلمہ (مبصرۃ) وارد ہے اسی مدعا پر دال ہے علاوہ بران ہرگاہ کہ خداے تعالےٰ اوس اونٹنی کو (آیۃ) فرماتا ہے اور ظاہر ہے کہ اونٹنی کوئی حکم نہین ہو سکتی بلکہ احکام تو اوہی تھے جنکا کئی جگہہ قرآن مین ذکر ہے پس (آیۃ) کو اوسکے اصلی معنی سے پھیر کر بمعنی حکم کے ٹھیرانا صرف مخالفت لغت ہی نہین بلکہ مخالفت کلام الہی بھی ہے کہ کلام الہی کو ایسے معنی پر محمول کرنا ہے کہ وہ معنی صحیح نہین ہو سکتے اور اون سے غلطی کلام کی لازم آتی ہے پھر صفحہ ۱۲۸ پر جو تقریر کی ہے اوس سے واضح ہے کہ لفظ (آیۃ) سے صرف احکام قرآن ہی مراد ہو سکتے ہین چنانچہ بحث اسکی پیشتر ہی ہو چکی ہے اور ظاہر ہے کہ احکام جو قوم ثمود کو بہ نسبت اوس ناقہ کے سنائے گئے تھے وہ احکام قرآن کے نہ تھے اسلئے بہ نسبت اوس ناقہ کے جو لفظ (آیۃ) وارد ہوا ہے خود سید الطائفہ کی تمہید صفحہ ۱۲۸ کے بموجب اوس سے حکم یا احکام مراد نہین ہو سکتے **قال** جو حکم خاص کسیکو یا کسی قوم کو دیا گیا ہے وہ بھی آیۃ کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے **قلت** یہہ بھی غلط ہے بنی اسرائیل کو حکم تعظیم سبت کا دیا گیا تھا لیکن

اوسکو بلفظ (آیۃ) تعبیر نہین کیا گیا علاوہ براین شروع بحث مین لکھہ چکے ہین کہ احکام قران کو بلفظ (آیات) تعبیر کیا گیا ہے اوس مقام پر جو تقریر کی ہے اوس سے ظاہر ہے کہ تعبیر کرنا احکام کا بلفظ (آیات) مخصوص احکام قران سے ہے یہان آپ ہی اوس تخصیص مسلمہ اپنے کو غلط کئے دیتے ہین **قال** جیسکیہ سورۂ آل عمران سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ذکریا سے جب خدا نے کہا کہ تیرے بیٹا ہوگا تو اونہون نے عرض کیا کہ میرے لئے خاص (آیۃ) یعنی حکم مقرر کر خدا نے کہا کہ آیتک ان لاتکلم الناس ثلثۃ ایام الا رمزا یعنی تیرے لئے یہ حکم ہے کہ تین دن تک بجز اشارہ کے کسی آدمی سے بات نکر **قلت** اس آیۃ کو اپنے قول سابقہ پر کہ حکم خاص کو بلفظ (آیۃ) تعبیر کیا گیا ہے دلیل لائے ہین مگر یہ استدلال تو اوسی صورت مین صحیح ہو سکتا ہے کہ جب یہ بات تسلیم کر لیجاوے کہ سید الطائفہ کو یہ منصب حاصل ہے کہ اپنی طرف سے ایک آیۃ مین دو یعنی لگا کر قران کے معنی مین تحریف کر سکتے ہین اور فعل مضارع کو بمعنی نہی کے یعنی خبر کو انشاء قرار دے سکتے ہین چونکہ ایسی اصلاح اور تحریف کو کوئی مسلمان منظور نہین کر سکتا بس یہہ استدلال اونکا صریح غلط ہے ہم کہتے ہین کہ کلمہ (آیۃ) سے یہان بہی نشانی ہی مراد ہے جو اوسکے حقیقی معنی ہین جب ملائکہ نے حضرت ذکریا عم کو حضرت یحیی کے پیدا ہونے کی بشارت سنائی تو اونہون نے تعجب کیا اور کہا کہ اے میرے رب مین تو بہت بوڑہا ہون اور میری عورت بانجہ ہے میرے لڑکا کیسے ہوگا اللہ تعالی نے فرمایا کہ ایسے ہی ہوگا اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے تب حضرت ذکریا نے عرض کیا کہ کوئی نشانی اسکی مجھکو بتا اللہ تعالی نے فرمایا نشانی تیرے لئے یہہ ہے کہ تو کلام کسی سے تین دن تک نہ کر سکیگا بجز اشارہ کے سید الطائفہ نے آیۃ کے معنی مین تو تحریف کی ہی تھی اوس سے زیادہ (لاتکلم) کے معنی مین تحریف کی کہ ترجمہ (لاتکلم) کا اس طور پر کیا کہ کلام نکر (لاتکلم) جو فعل مضارع ہے اوسکا ترجمہ بمعنی نہی کے کر دیا تاکہ اونکے اتباع جو

جاہل لوگ ہین یہ سمجھین کہ حضرت ذکریا کی زبان تو بند نہین ہوئی تھی مگر یا اس امتثال حکم کے
اونہون نے کلام نہین کیا تھا لیکن یہ اونکی عین جہالت ہے صرف ونحو کے مبتدی بھی اس
بات کو سمجھتے ہین کہ یہان (لا تکلم) بسبب داخل ہونے (ان) ناصبہ کے منصوب ہے
اور نہی ہمیشہ مجزوم اللام ہوتی ہے مگر جہان کہین بسبب اجتماع ساکنین کے ضرورت اوس کے
متحرک کرنے کی واقع ہوتی ہے تو اوسکے حرف اخیر کو کسرہ کی حرکت دیجاتی ہے جیسے (یا ابت
لا تعبد الشیطان) (لا تقطع المکذبین) پس سید الطائفہ نے جو (لا تکلم) فعل مضارع کو بمعنی
نہی کے ترجمہ کیا ہے اور جملہ خبریہ کو بمعنی جملہ انشائیہ کے ترجمہ کر دیا ہے صریح غلطی کی ہے
اور تحریف جلی کو کام مین لائے ہین صحیح ترجمہ اوسکا یہ ہے کہ تو کلام نہ کریگا چنانچہ اسی کے
موافق پہلے باب انجیل لوقا مین ہے فرشتے نے ذکریا سے کہا کہ تیری دعا سنی گئی اور تیری جورو
بیٹا جنے گی تب ذکریا نے فرشتے سے کہا مین اسکو کیونکر سچ جانون فرشتے نے اوسے جواب مین
کہا مین جبرئیل ہون جو خدا کے حضور مین کھڑا رہتا ہون اور بھیجا گیا ہون کہ تجھ سے کہون اور
یہہ خوشخبری تجھے دون اور دیکھہ تو گونگا ہو جاویگا اور جس دن تک یہ چیزین واقع نہون بول نہ سکیگا
اور لوگ ذکریا کی راہ دیکھتے تھے جب وہ باہر آکر اون سے بول نہ سکا اونہون نے دریافت
کیا کہ اوس نے ہیکل مین کوئی رویا دیکھی تھی اور وہ اون سے اشارہ کرتا تھا اور گونگا رہ گیا
انتہی مختصرًا اب تو سید الطائفہ کو اپنی تحریف کے کھل جانے پر یقین ہو گیا یا اب بھی کچھ شبہ
اسمین باقی رہ گیا کہ نہ بول سکنا حضرت ذکریا کا علامت تھی حکم نہ تھا حصہ دوم تنقیح البیان
جو جناب امام فن مناظرہ اہل کتاب سیدنا ناصر الدین محمد ابو المنصور نے رد حصہ دوم تحریف سید الطائفہ
مین لکھی ہے اوسکے صفحہ ۲۵ مین سید الطائفہ کا قول نقل کیا ہے کہ تفسیر کبیر مین ابو مسلم کا
قول لکھا ہے کہ لا تکلم الناس کا مطلب یہ ہے کہ تو مامور ہوا ہے کہ تین دن تک بات نہ کرے

اسلئے ہمنے اوسکا ترجمہ بمعنی نہی کے کیا ہے **قلت** مطلب اسکا یہہ ہوا کہ سید الطایفہ اپنی غلطی پر متنبہ ہوئے اور اوسکا عذر اسطور پر کرتے ہین کہ ابو مسلم اصفہانی معتزلی کی تقلید سے ہمنے یہ غلطی کی ہے مگر اسوقت اوس لاف گزاف کو کیون بہول گئے کہ ہم قران کے وہی معنی مراد لینگے جو معنی عرب قدیم اپنے محاورے کے موافق مراد لیتے تھے کسی ملا مجتہد کی تقلید سے گمراہی مین نہ پڑینگے یا تو یہہ شور اشوری یا یہہ بے نمکی کہ ایک معتزلی کی تقلید سے ایسے گمراہ ہوئے کہ قران اور انجیل دونون کو پس پشت پھینک دیا علاوہ براین نہ پوری عبارت ابو مسلم کی لکھی نہ صحیح ترجمہ ابو مسلم کی عبارت کا کیا ابو مسلم کی عبارت کے تحریف کرنے مین بھی نہ چوکے ہم اونکی عبارت نقل کرتے ہین ان المعنی ان ذکریا علیہ السلام لما طلب من اللہ تعالے آیۃ تدلہ علی حصول العلوق قال آیتک ان لا تکلم تصیر مامورا بان لا تکلم ثلاثۃ ایام ولیالیہا مع الخلق اے تکون مشتغلا بالذکر والتسبیح والتہلیل معرضا عن الخلق والدنیا شاکرا للہ تعالے علی عطایہ مثل ہذہ الموہبۃ فان کانت لک حاجۃ تدل علیہا بالرمز فاذا امرت بہذہ الطاعۃ فاعلم انہ قد حصل المطلوب یعنی غرض یہ ہے کہ جب ذکریا علیہ السلام نے اللہ تعالے سے ایک ایسی نشانی طلب کی جو دلالت کرے اونکو اوپر ٹھہر جانے نطفہ کے رحم مین زوجہ ذکریا عرم کے تو فرمایا کہ نشانی تیرے لئے یہہ ہے کہ کلام نہ کرے گا تو ہوویگا تو مامور اسپر کہ کلام نکرے تین رات دن آدمیون سے مطلب یہ ہے کہ ہووے گا تو مشغول خدا کی یاد اور تسبیح اور تہلیل مین کنارہ کش مخلوق اور تمام دنیا سے شکر گذار اللہ تعالی کا اوپر عطا فرمانے اس بخشش کے پھر اگر ہوگی تجھکو کچھ حاجت تو آگاہ کرے گا تو اوس پر رمز سے پس جب مامور ہوگا اس طاعت پر تو جان لیجیو کہ حاصل ہو گیا مطلب " سید الطایفہ نے جو قول ابو مسلم کے اس جملہ کا (تصیر مامورا بان لا تکلم) یہہ ترجمہ کیا کہ تو مامور ہوا ہے غلط

ترجمہ کیا (تصیر ما مؤاخذان لاتتکلم) بسبب اسکے کہ (تصیر) فعل مضارع اور (لاتتکلم) سے فعل مضارع ہے اور بھی بسبب دخول (ان ناصبہ) کے اوپر (لاتتکلم) کے کہ جسکے خواص سے یہہ ہے کہ مثل (سوف) اور (سین) کے مضارع کو خاص استقبال کے معنی مین کردیتا ہے جملہ استقبالیہ ہے یعنی زمان آیندہ مین تو مامور ہوگا اسپر کہ نہ کلام کرے گا سید الطائفہ نے جو یہہ ترجمہ کیا کہ مامور ہوا ہے تو صاف غلط ہے کہ مضمون جملہ کو جس کا حصول زمانہ آیندہ مین ہوگا اوسکے حصول کو زمانہ ماضی مین بتہرا دیا علاوہ بران کلام تو اسمین ہے کہ (آیۃ) کا کلمہ اس (آیۃ) مین بمعنی (علم) ہے یا بمعنی (نشانی) کے ابو مسلم کی تفسیر سے خوب واضح ہے کہ بمعنی (نشانی) کے ہے اسلئے کہ اونکی عبارت مین جو یہہ الفاظ ہین (طلب من اللہ آیۃ تدلہ علے حصول العلوق) یعنی طلب کی ایک (نشانی) کہ دلالت کرے اوپر حصول علوق کے اس سے صاف ظاہر ہے کہ (آیۃ) کے معنی ابو مسلم کے نزدیک بھی علامت دالہ علی المطلوب ہین پس اگر ہم تفسیر ابو مسلم کو بھی صحیح مان لین تب بھی مدعا ہمارا ہی حاصل ہے اور اس سبب سے ہم کو زیادہ تر کلام کرنا ضرور نہین ہے گو کہ تفسیر ابو مسلم مین کئی نقصان ہین چونکہ اس مقام مین بحث اس امر کی تھی کہ سید الطائفہ نے دعوی کیا ہے کہ قرآن مین ہمان لفظ (بینات) یا (آیات) یا (آیات بینات) کا آیا ہے اوس سے ہمیشہ احکام و مواعظ و نصایح مراد ہین اور ہم کہتے ہین کہ نہین سید الطائفہ نے اپنے دعوی کے اثبات کے لئے تمام قرآن مین سے یہہ دو آیتین پیش کین مگر ہم نے بہت دلائل قویہ سے ثابت کردیا کہ ان آیات مین بھی مراد (آیۃ) اور (آیات) سے (نشانی) اور (نشانیان) ہی ہین (احکام) اصلا مقصود نہین چونکہ بنا انکار سید الطائفہ کی معجزات انبیاء علیہم السلام سے اسی دعوی پر تھی اور ہم نے بحمد اللہ و قوتہ اس دعوے کے بطلان کو بخوبی ظاہر کردیا علاوہ بران اور فضول باتین

جو اس بحث مین سید الطائفہ نے لکھی نہین اونکو بھی ہمنے بدلائل قطعیہ رد کردیا اور ہمنے بہت آیات ایسی لکھین کہ جن سے بخبر معجزات اور عجائبات قدرت کے اور کچھ مراد نہین ہو سکتا غالب ہے کہ سید الطائفہ بھی اب اس باب مین کچھ عذر نہ کر سکین بس اب ہم اوس آیہ کی تفسیر پر رجوع کرتے ہین کہ جسپر یہ بحث شروع ہوئی تھی اور وہ یہ ہے (وآتینا عیسی بن مریم البینات) (بینات) کی صاحب معالم التنزیل اور جملہ مفسرین نے معجزات ہی تفسیر کی ہے اور اشارہ کیا ہے اون معجزات کی طرف جو سورۂ (آل عمران) اور (مائدہ) مین مذکور ہین اور یہہ تفسیر اونکی تمامتر مطابق قواعد زبان عرب کی ہین جسمین قران نازل ہوا ہے کیونکہ لام تعریف جو (البینات) مین ہے لام استغراق تو ہو ہی نہین سکتا اسلئے کہ جملہ (بینات) جو ممکن ہین حضرت عیسی علیہ السلام کو نہین دئے گئے تھے پس متعین ہوئی یہی بات کہ لام عہد ہے اور معہود وہی چیزین ہین کہ جنکا بیان سورۂ (مائدہ) اور (آل عمران) مین ہے اور اہل کتاب کو معلوم ہین اور اون مین حد سے زیادہ مشہور و معروف ہین اگر کوئی یہ کہے کہ ممکن ہے کہ لام عہد جنس کا ہو تو جواب اوسکا یہ ہے کہ کتب فن اصول وعربیہ مین یہ بات مبرہن ہو چکی ہے کہ جب تک استغراق اور عہد خارجی ممکن ہو گا حمل ایسے لام کا جو جمع پر داخل ہوتا ہے عہد جنس پر جایز نہین ہے کیونکہ اسمین ابطال معنی جمعیت کا لازم آتا ہے الغرض سید الطائفہ نے اس بحث معجزات مین مشاغبہ تو بہت کیا اور فضول باتین بہت لکھین قران کی آیات مین تحریف بھی کی بعض اکابر پر افترا بھی کیا مگر بعنایت الہی ایک بھی نہ چل سکی اور جو بات حق تھی آخر کو وہی منقح ہو گئی جاء الحق وزہق الباطل ان الباطل کان زہوقا والحمد للہ رب العالمین

قال اللہ تعالی ولما جاءہم رسول من عند اللہ مصدق لما معہم نبذ فریق من الذین اوتوا الکتب

کتاب اللہ وراء ظہورہم کانہم لا یعلمون واتبعوا ما تتلوا الشیاطین علی ملک سلیمان وما کفر

بحث حضرت سلیمان علیہ السلام

سلیمان ولکن الشیاطین کفروا یعلمون الناس السحر وما انزل علی الملکین ببابل
ہاروت وماروت وما یعلمان من احد حتی یقولا انما نحن فتنۃ فلا تکفر فیتعلمون منہما
ما یفرقون بہ بین المرء وزوجہ وما ہم بضارین بہ من احد الا باذن اللہ ویتعلمون ما یضرہم
ولا ینفعہم ولقد علموا لمن اشتراہ ما لہ فی الآخرۃ من خلاق ولبئس ما شروا بہ انفسہم لو
کانوا یعلمون ترجمہ آیتون کا بہت صاف ہے اور اوسپر کوئی اعتراض وارد نہین ہوسکتا
یعنی جب آیا اونکے پاس کوئی پیغمبر خدا کی طرف سے تصدیق کرتا ہوا اوس چیز کی جو اونکے
پاس ہے تو ایک فریق نے اون لوگون مین سے جنکو کتاب دی گئی تھی خدا کی کتاب کو اپنی
پیٹھون کے پیچھے پھینک دیا گویا کہ وہ اوسکو جانتے ہی نہین اور پیروی کی اوسکی جو پڑھتے
تھے شیاطین سلیمان کے عہد مین اور سلیمان کافر نہین تہا بلکہ شیاطین ہی کافر تھے
سکہاتے تھے آدمیون کو جادو اور پیروی کی اوس چیز کی جو اتاری گئی تھی ہاروت اور
ماروت دو فرشتون پر بابل مین (یہ اوس تقدیر پر ہے کہ ما انزل کو اوپر ماتلوا کے معطوف
کیا جاوے اور اگر کلمۂ سحر پر ما انزل کو معطوف کیا جاوے تو معنی یہ ہین کہ سکہاتے تھے
شیاطین آدمیون کو جادو اور سکہاتے تھے اوس چیز کو جو اتاری گئی تھی ہاروت اور
ماروت دو فرشتون پر بابل مین) اور وہ فرشتے نہین سکہاتے تھے تاآنکہ کہتے
تھے کہ جز ین نیست کہ ہم آزمایش ہین تو کافر نہ بنیو پھر سیکہتے تھے وہ اون سے
وہ بات جسسے جدائی ڈال دین مرد اور اوسکی عورت مین اور وہ اس سے کچھ ضرر کسیکو
نہین پہونچاتے تھے مگر بحکم خدا اور سیکہتے تھے وہ لوگ ایسی باتین جو ضرر پہونچاوین اونکو
اور نفع نہ بخشین اور بتحقیق جان لیا تہا اونہون نے کہ جو کوئی خریدیگا اوسکو اوسکے لئے
آخرۃ مین کچھ حصہ نہین کیا بری چیز ہے جسکے عوض مین اونہون نے اپنی جانون کو بیچا

اگر وہ جانتے ہوتے" ترجمہ سید الطایفہ کا بھی یہی ہے کچھ الفاظ کا فرق ہے مگر اونہون نے
اپنے ترجمہ مین کئی جگہہ خط ہلالی لیکر قران مین اصلاح کی ہے یہی بات اونہیر موجب انزا
تحریف ہے چنانچہ بیان اوسکا اونکی تقریر کے ضمن مین آویگا پیشتر یہی سید الطایفہ نے
پرچہ تہذیب پنجم یہ مرقوم یکم محرم ۱۳۱۱ ہجری مین ان آیات مین بہ نسبت تیرے کلام لیا تہا
اوسکے جواب مین مین نے جو کچھہ لکھا ہے وہ پرچہ نور الآفاق مطبوعہ ۱۰ صفر ۱۳۱۱ ہجری
مین منطبع ہوا ہے اوس بحث کا اعادہ کچھہ ضرور نہین مگر بقدر ضرورت محل مناسب مین لکھا جاویگا

قال خدا نے جو یہ فرمایا کہ ماکفر سلیمان اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جو کچھہ وہ لوگ پڑہتے
تہے اوسکی نسبت سمجھتے تہے کہ سلیمان نے اوسکو کیا یا کہا یا لکھا ہے **قلت** یہہ
بات تو اس سے کسیطرح پر بہی ثابت نہین ہوتی کہ جو کچھہ وہ لوگ پڑہتے تہے اوس کی
نسبت یہہ سمجھتے تہے کہ سلیمان نے کیا بلکہ ظاہر یہہ ہے کہ جیسا سب مفسرین لکہتے ہین کہ
شیاطین لوگون کو بہکاتے تہے کہ سلیمان بسبب انہین اعمال سحر کے جن وانس وہوا پر حکومت
کرتا تہا اوسکے رد مین اللہ تعالی نے یہ فرمایا کہ ماکفر سلیمان ولکن الشیاطین کفروا
یعنی یہہ امر کہ سلیمان ان اعمال کی وجہہ سے ایسے زور کی سلطنت کرتا تہا افترا ہے شیاطین
کے یہہ اعمال سحر ایسے ہین کہ انکا عامل کافر ہے حالانکہ سلیمان کافر نہ تہا بلکہ جو
شیاطین اوسپر یہہ افترا کرتے ہین وہی کافر ہین سلیمان ان اعمال کا مرتکب ہوکر کافر نہین
ہوا **قال** پس تقدیر آیۃ کی یون ہوئی واتبعوا ما تتلوا الشیاطین علی ملک سلیمان لطنهم
انہ من سلیمان وما کفر سلیمان ولکن الشیاطین کفروا یعنی پیروی کی اوس چیز کی جو شیاطین
ملک سلیمان کی نسبت پڑہتے تہے یہہ سمجھکر کہ سلیمان نے اوس کو کیا ہے حالانکہ
سلیمان نے کفر نہین کیا بلکہ شیاطین نے کفر کیا **قلت** یہہ جو لکہتے ہین

ملک سلیمان کی نسبت پڑہتے تھے اگرچہ اونکے ترجمہ کے خلاف ہے کیونکہ ترجمہ اس
طور پر لکھتے ہین کہ سلطنت مین سلیمان کے پڑہتے تھے اور (علی) کو بمعنی (فی) کے قرار دیکر
بحوالہ بیضاوی وعصام کے لکھتے ہین کہ علی التقدیرین علی بمعنی فی لیکن تفسیر اوسکی
خلاف جو لکھتے ہین اوسے پایا جاتا ہے کہ تتلوا کو متضمن معنی تتقول کے ٹہیراکر یہ معنی ٹہیراتے
ہین کہ نسبت ملک سلیمان کے پڑہتے تھے چنانچہ ابن ہشام بھی مغنی لبیب مین یہ احتمال لکھتے ہین

الساوس الظرفیۃ کفی نحو دخل المدینۃ علی حین غفلۃ من اہلہا ونحو وما تتلوا الشیاطین
علی ملک سلیمان ای فی زمن ملکہ ویحتمل ان تتلوا ضمن معنی تتقول فیکون بمنزلۃ وتتقول علینا
یعنی احتمال رکہتی ہے یہ بات کہ تتلوا جو اس آیۃ مین ہے معنی تتقول کا متضمن کیا گیا ہو تو اس
صورت مین بمنزلہ تتقول علینا کے ہوگا یعنی جب متضمن معنی متقول کا ہوا تو اوس وقت مین
(علی) کو بمعنی (فی) قرار دینا ضرر نہوگا بلکہ جسطرح پر کہ تتقول کے صلہ مین (علی) آتا ہے اوسیطرح پر
یہان بھی ہے اس صورت مین معنی آیۃ کے یہ ہونگے کہ تابع ہوئے وہ لوگ اوس خبر کے کہ
جو افترا کرتے تھے شیاطین نسبت مملکت سلیمان کے چنانچہ تفسیر کبیر مین تفسیر ابو مسلم اصفہانی
کی بہی اسیطور پر نقل کی ہے قال ابو مسلم تتلوا ای تکذب علی ملک سلیمان یقال تلا
علیہ اذا کذب اس تفسیر مین تو کچہہ بھی شک نہین کہ وما کفر سلیمان رد ہے اغوائی شیاطین کا
اور الزام کفر کا ہے بہ نسبت شیاطین کے اور بمنزلہ دلیل کے ہے اوپر براءۃ سلیمان کے یعنی شیاطین
جو بہ نسبت مملکت سلیمان کے افترا کرتے تہے کہ انہین اعمال سحر سے سلیمان کا تسلط ہوا ہے
یہ اونکا افترا تہا کیونکہ یہ اعمال موجب کفر ہین اور سلیمان کافر نہ تہا بلکہ شیاطین ہی کافر
تھے کہ سکہاتے تھے آدمیون کو سحر جو موجب کفر ہے الغرض دونون تفسیرون پر رد ہے
افترا شیاطین کا اور یہود کی سمجہ سے کچہ بحث آیۃ مین نہین اگر یہود کی سمجہ سے کچہ بحث ہوتی

اور اونکی سمجھ کا رد کیا جاتا تو بجائے ولکن الشیاطین کفروا کے یہ کہا جاتا کہ (لکن الیہود کفروا بتعلیمہم السحر بسلیمان) چونکہ کلمہ استدراک یعنی (لکن) کے بعد صاف تصریح بلفظ شیاطین کی موجود ہے پس صاف ظاہر ہے کہ وما کفر سلیمان رد ہے افترا شیاطین کا اوظن یہود سے کچھ تعرض نہین پس ظاہر ہوا کہ سید الطایفہ نے جو الفاظ (بتعلیمہم انہ من سلیمان) اس آیۃ مین بڑہائی ہین صاف تحریف جلی ہے نہ کوئی قاعدہ عربیہ اس تحریف کا مقتضی ہے نہ کوئی قرینہ قویہ عقلی ہے محض طبع زاد توہم فاسد کی بناء پر مرتکب تحریف قرآن کے ہوئے ہین **قال** آگے اسکے لفظ ہے (وما انزل علی الملکین) مگر بسیاق اوس کلام کے جو اوسکے اوپر ہے اسکا صاف یہ مطلب پایا جاتا ہے (واتبعوا ما انزل بتعلیمہم علی الملکین) یعنی پیروی کی اوس چیز کی جسکی نسبت وہ گمان کرتے تھے کہ وہ فرشتون پر اوتاری گئی ہے **قلت** مین نہین سمجھتا کہ سیاق سید الطائفہ کے نزدیک کس چیز کا نام ہے ظاہر اوہ سیاق اسکو سمجھے ہین کہ جو الفاظ و کلمات جملہ سابقہ مین بسبب قیام کسی قرینہ موجودہ یا متوہمہ کے محذوف ٹہہرائی گئے ہون وہی جملہ مابعد مین بھی محذوف ماننے چاہئین خواہ جملہ مابعد مین قرینہ موجودہ یا متوہمہ موجود ہو یا نہو مگر یہ تو نہایت نادانی ہے اگر ایسا ہو تو بیشک رجلہ واتبعوا ما تتلوا الشیاطین علی ملک سلیمان کے بعد واقع ہین سب مین (بتعلیمہم انہ من سلیمان) محذوف کیا جاوے پس تقدیر آیات کی اس سیاق قرار دادہ سید الطائفہ کے مطابق یہ ہوئی کہ وما کفر سلیمان (بتعلیمہم) ولکن الشیاطین کفروا (بتعلیمہم) یعلمون الناس السحر (بتعلیمہم) وما انزل (بتعلیمہم) علی الملکین ببابل ماروت وماروت وما یعلمان (بتعلیمہم) من احد حتی یقولا انما نحن فتنۃ فلا تکفر فیتعلمون (بتعلیمہم) منہما ما یفرقون بہ بین المرء وزوجہ وما ہم بضارین بہ (بتعلیمہم) من احد الا باذن اللہ ویتعلمون (بتعلیمہم) ما یضرہم ولا ینفعہم

ولقد علموا (لنظنهم) لمن اشتراہ مالہ فی الآخرۃ من خلاق ولبئس ماشروا بہ انفسہم (لنظنہم) لوکانوا یعلمون (لنظنہم) حالانکہ کوئی عاقل اس امرکو کہ جسپر الہی خرابیان مترتب ہون سیاق کلام نہین کہہ سکتا یہ بات علوم عربیہ مین قرار پاچکی ہے کہ جب تک کہ کوئی قرینہ قویہ اعرابیہ یا لغویہ یا عقلیہ مقتضی حذف کا نہوگا ایک حرف بھی محذوف نہ مانا جاویگا بھلا پہلے جملہ مین تو ایک قرینہ سید الطائفہ نے اپنے وہم سے قایم کیا تہا گو کہ وہ بھی محض توہم باطل تہا اس جملہ مین تو کوئی قرینہ وہمیہ بھی نہین پس یہان جو (لنظنہم) کو محذوف قرار دیتے ہین یہ تو صریح تحریف جلی ہے اور اصلا قابل تسلیم کے نہین قال پس اس سے یہ ثابت نہین ہوتا کہ درحقیقت خدا کی جانب سے کوئی چیز اون فرشتون پر اوتاری گئی تہی بلکہ صرف یہ پایا جاتا ہے کہ جسطرح وہ لوگ اون چیزون کو سمجہتے تھے کہ سلیمان سے ہین حالانکہ سلیمان سے نہین تہین اسیطرح دونون فرشتون کی نسبت بہی سمجہتے تھے کہ خدا کی طرف سے وہ علم اونکو دیا گیا ہے حالانکہ خدا کی طرف سے کچہ نہین دیا گیا تہا قلت وجود سے دونون فرشتون کے تو سید الطائفہ کو بہی انکار نہین بلکہ صاف اقرار ہے اور (ماانزل) کے کلمہ سے یہہ بھی ثابت ہے کہ خدا کی طرف سے کوئی علم اونپر نازل ہوا تہا اور آیت (ومایعلمان من احد حتی یقولا انما نحن فتنۃ فلاتکفر) سے ثابت ہے کہ وہ دونون فرشتے کوئی علم تعلیم بہی کرتے تھے اور اسکے بعد کی آیۃ (فیتعلمون منہما مایفرقون بہ بین المرء وزوجہ وماہم بضارین بہ من احد الا باذن اللہ) سے ظاہر ہے کہ لوگ اون دونون فرشتون سے کوئی علم سیکہتے بہی تھے اور یہہ بہی ان آیات سے ثابت ہے کہ وہ علم ایسا خطرناک بہی تہا کہ اگر بے محل اوسکو کام مین لایا جاوے تو موجب کفر ہوجاوے اور اوسکے اوپر اس اثر کا مترتب ہونا بہی محتمل تہا کہ زن وشوہر مین مفارقت اور باذن اللہ موجب ضرر بہی

ہوجاوے اور ان امور مین سید الطائفہ بہی اصلاح قران کے لفظ (نظنہم) سے نہین
کرتے اور اگر کرین بہی تو مقبول نہین ہوسکتی پس اب ہم دریافت کرتے ہین کہ اگر وہ علم
خدا کی طرف سے اون فرشتون کو نہین دیا گیا تہا تو کیا اونہون نے اپنی طبیعت سے گہڑ
لیا تہا اور کیا ابتدا رپیدائش آدم عرم مین جب ملائک خدائے تعالی کی حضور مین اسکے
معترف ہوئے تھے کہ سبحانک لا علم لنا الا ما علمتنا یہہ اقرار اونکا جہوٹا اقرار تہا اور
کیا وہ دونون فرشتے اس آیۃ سے سید الطائفہ کے نزدیک مستثنی ہین (لا یعصون اللہ
ما امرہم ویفعلون ما یؤمرون) کہ بدون حکم خدای تعالی کے اپنے دل سے کچہہ علوم وفنون
گہڑ کر لوگون کو سکہاتے تھے پس اب کچہ اسمین شک وشبہہ نہ رہا کہ کوئی علم خدا ہی کی
طرف سے اون دونون فرشتون کو دیا گیا تہا اور اوسکو تعلیم کرتے تھے اور سیکہنے والے
کو اول یہہ سمجہا دیتے تھے کہ ہم ایک امتحان عظیم مین دیکہہ تو کافر نہ ہوجیو اور سید الطائفہ
کا یہ قول کہ خدا کی طرف سے اونکو کچہہ نہین دیا گیا صاف وصریح باطل اور خلاف آیات
قران مجید ہے **قال** یہہ معنی جو ہمنے بیان کئے ہین ایسے صاف وصریح ہین کہ کوئی شخص
انکے صاف وصریح اور سیدہے ہونے مین کلام نہین کرسکتا۔ **قلت** بیشک آپ کی
عبارت والفاظ کے معنی بہت صاف وصریح ہین مگر قران مجید کی آیات کے معنی یہہ نہین
بلکہ صاف وصریح ایسے ہین کہ اونکی قران کی تحریف صریح ہونے مین کوئی شخص کلام نہین کرسکتا
ایک عادت سید الطائفہ کی یہہ بہی ہے کہ جہان کہین حد سے زیادہ قران مین تحریف کرتے
ہین تو اپنے اتباع جہال کو دہوکا دینے کی غرض سے وہان یہ بہی بالضرور کہدیا کرتے
ہین کہ یہہ معنی ایسے صاف وصریح ہین الخ **قال** اور کسی قسم کی تاویل بہی اسمین نہین
قلت بیشک تاویل نہین کیونکہ تاویل اسکا نام ہے کہ کلام کے ایسے معنی غیر ظاہر مراد

لئے جاوین کہ باحتمال بعید محتمل ہوسکتے ہون اور تاویل بھی اوسوقت مقبول ہوسکتی ہے کہ ظاہری معنی کا کوئی امر مانع نہو اسکا نام تاویل نہین کہ اپنی خواہش کے موافق اصل کلام پر کلمات بڑہا کر اپنی مرضی کے موافق معنی گھڑ لئے جاوین اسکو تحریف کہتے ہین پس بیشک سید الطائفہ نے تاویل نہین کی مگر اسمین کچھ شک وشبہ نہین کہ تحریف مین کچھہ دریغ نہین کیا **قال** پس مخالفین قران نے جو یہ اعتراض کیا ہے کہ قران سے ثابت ہوتا ہے کہ خدا لوگون کو جادو بھی سکھاتا ہے اور ایسا ناپاک کام خدا نازل کرتا ہے وہ ایک لغو وبیہودہ نابجا کا اعتراض ہے **قلت** سید الطائفہ کے ترجمہ اور تفسیر سے تو اعتراض کا جواب حاصل نہین ہوتا کیونکہ اعتراض معترض کا مبنی اسپر ہے کہ وہ دونون فرشتے سحر سکھاتے تھے اور وہ سحر اونپر خدا نے نازل کیا تہا سید الطائفہ نے اسکو تو تسلیم کرلیا کہ وہ سحر سکھاتے تھے مگر اسکو تسلیم نہین کیا کہ خدا کی طرف سے نازل ہوا تہا اسپر وہ معترض یہ کہہ سکتا ہو کہ اولاً تو اس امر کا تسلیم نہ کرنا کہ خدا کی طرف سے نازل ہوا تہا مبنی ہے آپ کی تحریف پر اور ہر بنا بر تحریف قران آپ کا یہ جواب اسی قسم سے ہے کہ ہر ثبت عن المطر وقفت تحت المیزاب ثانیاً یہ کہ مسلمانون کے عقیدہ مین یہ بات ہے کہ فرشتے معصوم ہین اور بغیر حکم خدا کے کوئی کام نہین کرتے جب اونہون نے ایسا ناپاک کام کیا تو اگر بحکم خدا کیا تو اعتراض بدستور وارد رہا اور آپ کی تحریف بھی بیکار ہوگئی اور اگر بدون حکم کے کیا تو وہ دونون عاصی ہوئی اور معصوم نہ رہے پس مسئلہ عصمت ملائکہ کا غلط ہوگیا یہہ ایک دوسری خرابی عاید ہوئی الغرض آپ کی تفسیر اور تحریف پر وہ اعتراض اوٹہہ نہین سکتا تاوقتیکہ (ملکین) کے معنی مین اور (ما انزل) مین کچھہ تحریف نہ کی جائے سو (ما انزل) کی نسبت تو آپ نے ایک حرف بھی نہین لکہا (اور (ملکین) کے معنی مین جو تحریف کی ہے اوسکا بیان آگے آویگا ہم نے آپکی تحریر مرقوم تہذیب بنیچہ یہ مطبوعہ یکم محرم ۱۲۹۳ ہجری کے رو مین اسکا

جواب آپکو بہت معقول دیا ہے اور وہ پرچہ نور الآفاق مطبوعہ ۱۰ صفر ۱۲۹۴ ہجری مین چھپ بھی گیا ہے اور آپ کی نظر سے بھی گذرا ہوگا خلاصہ اوسکا ہم یہان بھی لکھتے ہین کہ دو حال سے خالی نہین کہ یا تو (ما انزل علی الملکین) معطوف ہے کلمہ (السحر) پر اس صورت مین معنی آیات کے یہہ ہوئی کہ اتباع کی اون لوگون نے اوس چیز کی جو پڑہتے تھے شیاطین زمانہ سلیمان مین اور سلیمان کافر نہین ہوا تھا بلکہ شیاطین ہی کافر تھے سکہاتے تھے آدمیون کو جادو اور سکہاتے تھے اوس چیز کو جو ہاروت اور ماروت دو فرشتون پر اوتاری گئی تھی" پس چونکہ (سحر) معطوف علیہ ہے اور (ما انزل) معطوف اور باعتبار اصل وضع عطف کے تغایر معطوف و معطوف علیہ مین واجب ہے پس اس تقدیر پر تو صاف ثابت ہے کہ جو چیز فرشتے تعلیم کرتے تھے سحر نہا ممکن ہے کہ منجملہ اون فنون کے ہو کہ جنکا بیان ہم آگے چلکر کرین گے یا اونکی مانند کوئی اور فن خطرناک ہو چونکہ فرشتے اوسکی تعلیم مین بہت احتیاط کرتے تھے اور سمجہا دیتے تہے کہ اوسکو سیکہہ کر کافر نہ ہو جاؤ اور ظاہر ہے کہ شیاطین سے بسبب خبث جبلی اور شرارت اور کفر کے یہ احتیاط متصور نہین بلکہ برخلاف اوسکے اغوا اور کتاب اللہ سے روگردان کر دینا ہی متیقن ہے اس سبب سے سیکہنا اونکا شیاطین سے اور کتاب اللہ کو بمقابلہ اونکے ایسا حقیر سمجہنا کہ مطلقاً اوسکی طرف توجہ بھی نہ کرنا اور کتاب اللہ کہ جسکے سیکہنے کے مامور تھے اوسکو چہوڑ کر ایسی چیزون کا سیکہنا کہ جسکے سیکہنے کے مامور نہ تھے ہر آئینہ نہایت مذموم اور معیوب تہا اسی جہت سے یہود پر اشد ملامت کی گئی پس اس قصہ کی بنا پر اس تقدیر پر کوئی اعتراض وارد نہین ہو سکتا یا (ما انزل) عطف ہے (ما تتلوا الشیاطین) پر یعنی کتاب اللہ کو پیٹ پیچھے پہینک کر اتباع کیا اونہون نے اوس چیز کا جو شیاطین پڑہتے تھے اور اتباع کیا اوس چیز کا جو اون دو فرشتون پر اتاری گئی تھی اس صورت مین بھی یہہ بات لازم نہین آتی کہ وہ سحری ہو کیا بعید ہے کہ علم نجوم اور معرفت خواص نباتات وغیرہ

اشیاء اور خواص کواکب واجرام فلکیہ اور علم طبعیات ہو اور چونکہ مجرد تعلیم وتعلم ان امور کا کفر وفسق نہین پس اونکا جاننا اونکا اون دونون فرشتون پر اور تعلیم کرنا اونکا اون علوم کو کچھہ موجب اعتراض نہین ہوسکتا ہان یہ بات بیشک ہے کہ بعض ضعیف الایمان کم عقل لوگ جنکی عقلین محسوسات سے آگے نہین بڑہتین اون علوم کے پڑہنے سے خالق کائنات اور خالق افعال وخواص سے غافل ہوکر اور خالق کائنات کو معطل سمجھکر کواکب واجرام فلکیہ اور ادویہ ہی کو موثر حقیقی سمجھنے لگتے ہین اور اکثر اسی بناء پر دہریہ اور نیچریہ ہوجاتے ہین اور خدا کی کتاب کو پس پشت ڈال دیتے ہین اور اوسمین تاویلات رکیکہ دور از کار اور تحریفات کرنے لگتے ہین اور عذرات قانون قدرۃ پیش کرتے ہین لہذا فی الحقیقت یہ ایک امتحان ہے خدای عزوجل کی طرف سے کہ عقلا جنکو خدا نے توفیق عطا فرمائی ہے حقیقت معلوم کرلیتے ہین اور کم عقل ظاہر بین جہل مرکب مین پہنچکر غافل ہوکر فاسد الاعتقادات دہری اور نیچری ہوجاتے ہین لہذا اون علوم وفنون کی تعلیم مین بہت احتیاط ضرور ہے چنانچہ اہل اسلام کے مدارس مین بمقتضائی اسی احتیاط کے عمل کیا جاتا ہے کہ قبل از تعلیم علوم مذکورہ یا اوسکے ساتھہ ہی دینیات بھی پڑہائے اور سمجھائے جاتے ہین پس بہ رعایت اوسی احتیاط کے وہ دونون فرشتے خوب سمجھا دیتے تھے چنانچہ فرمایا وما یعلمان من احد حتی یقولا انما نحن فتنۃ فلا تکفر اور اگر ہم یہہ بھی فرض کرلین کہ وہ سحر ہی تہا تب بھی یہ ضرور نہین کہ اس قسم کا سحر ہو کہ جس سے فسق وکفر لازم آتا ہو خود سید الطائفہ نے تہذیب نیچریہ کے پرچہ مطبوعہ یکم محرم ۱۲۹۳ھ مین آٹھہ قسمین سحر کی لکھی ہین اونمین سے کئی قسمین ایسی ہین کہ نہ وہ فی نفسہ کفر وفسق ہین نہ اونکا تعلیم وتعلم فسق وکفر ہے ہان اونکو غیر محل مین کام مین لانا اور اونکے ذریعہ سے دہوکا دیکر لوگون کو گمراہ کرنا البتہ نہایت مذموم ہے ہم نے یہ سب باتین کہ جنکا خلاصہ یہان لکھا ہے مفصلا سید الطائفہ کے پرچہ

تہذیب نیچریہ مرقومہ یکم محرم ۱۳۱۰ھ ہجری کے رد مین لکھدی تہین اور ہماری تحریر پرچہ نوالاخلاق مطبوعہ ۱۰ صفر ۱۳۱۰ھ ہجری مین چھپ کر مشتہر ہوگئی تھی لیکن ازبسکہ فرقہ نیچریہ خصوصًا سید الطائفہ کے دماغ مین پندار (ناخیر) اور خود پسندی کا یہانتک رسخ ہے کہ کسی کے سمجھائے بھی نہین سمجھتے جو کوئی اونکے زعم باطل کو بدلائل رد کرتا ہے اوسکے دلائل پر اصلا توجہ نہین کرتے اور باوجودیکہ مخالف کی دلائل کے جواب سے عاجز ہوتے ہین مگر جب اپنے اقوال مردودہ کا اعادہ کرتے ہین تو انہین توہمات مردودہ سے کہ جو بدلائل قطعیہ رد کئے گئے ہوتے ہین بلا تعرض کر دلائل مخالف سے استدلال کرتے ہین اس سے صاف ظاہر ہے کہ اونکو تحقیق حق منظور نہین ہے بلکہ صرف جہلا کا بہکانا اور جاہل لوگون مین اپنا تشخص جتانا اور دین اسلام سے پیرایہ ادعائے منافقانہ اسلام مین لوگون کو مرتد کر دینا مقصود ہے وبس مگر یہ اعتراض جو معترض کرتا ہے سید الطائفہ پر بربناے اونکی تحریر مطبوعہ یکم محرم ۱۳۱۰ھ کی البتہ وارد ہوتا ہے اور غیر ممکن الدفع ہے کیونکہ وہ لکھتے ہین کہ درحقیقت وہ امور جو فرعون کے ساحرون نے کئے اور جو امر کہ حضرت موسی نے کیا وہ ظہور قوۃ نفس انسانی کا تہا مگر چونکہ انبیا رمین از روی خلقت کے وہ قوۃ اقوی ہوتے ہے اسلیے حضرت موسی سحرہ فرعون پر غالب آے گو فرعون نے بھی کہا کہ انہ لکبیرکم الذی علمکم السحر یعنی موسی تمہارا گرو ہے جس نے تم کو جادو سکہایا ہے" اور اس تمام تحریر مین اسپر اصرار ہے کہ حضرت موسی کا عصا درحقیقت سانپ نہین ہوگیا تہا بلکہ جسطرح پر ساحرون کے سانپ دہشت بندی کے سبب سے لوگون کے واہمہ مین سانپ معلوم ہوتے تھے ایسے ہی حضرت موسی کا عصا بہی دہشت بندی سے سانپ معلوم ہوتا تہا عمل ساحرون اور حضرت موسی دونون کا ایک ہی قسم کا تہا صرف قوۃ وضعف کا فرق تھا اور چونکہ قران شریف مین بہت تصریح کے ساتھ ساحرون کے عمل کو مکر اور کید اور سحر

اور باطل فرمایا ہے تو چونکہ سید الطائفہ کے نزدیک دونون کا عمل ایک ہی قسم کا تھا تو عمل
حضرت موسی کا بھی مکر اور کید اور سحر اور باطل ٹھہرا اور جسطرح پر ساحرون نے دھوکا اور
فریب کیا تھا حضرت موسی نے بھی دھوکا اور فریب کیا تھا پس اگر یہہ دھوکا اور کید اور
مکر اور سحر موسی کا بحکم خدائے تعالی کے تھا جیسا کہ تمام قران اور توریۃ سے معلوم ہوتا ہے
پس معلوم ہوا کہ خدای تعالی اپنے پیغمبرون کو مکر و فریب اور جادو کی ہدایت کرتا ہے اور ایسے
ناپاک کام کو اپنی رسالت کی نشانی قرار دیتا ہے اور لوگون کو دھوکا دیتا ہے اور اگر یہ بحکم
خدا کے نہ تھا تو معلوم ہوا کہ موسی سا شخص کہ جسکو تم نہایت مقدس پیغمبر اولوالعزم کلیم اللہ کہتے
ہو خدا پر افترا برپا کرتا تھا اور اوس دغابازی اور مکر اور جادو کے بنسبت یہ کہتا تھا کہ
جئتکم ببینۃ من ربکم کہ لایا ہون مین تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے
دلیل روشن" ان حضرت موسی سے تو جادوگری ہزار درجہ بہتر تھے کہ اپنی جادوگری ہی کے قائل
تھے اللہ تعالے پر تو افترا نہین کرتے تھے کہ یہ عمل ہم خدا کی طرف سے لائے ہین فرمائیے جناب
سید الطائفہ اسکا کیا جواب اوس معترض کو دیجیے گا **قال** ہمارے مفسرین نے بہت سی لغو باتین
اور جھوٹی روایتین اور یہودیون اور مجوسیون کی حکایتین اپنی تفسیرون مین بھردی ہین جسکا الزام
خود اون مفسرون پر ہے: قران پر **قلت** مفسرین نے جسقدر لغو اور بے اصل باتین یہودیون
اور مجوسیون نے بنا رکھی ہین اونکو لکھکر رد کردیا ہے چنانچہ ہاروت و ماروت کے قصہ مین جو
بے اصل اور لغو باتین تھین اونکو تفسیر کبیر مین اور تفسیر بیضاوی مین رد کردیا ہے اور لکھدیا ہے کہ
یہود کے افسانہ ہین مگر تعجب ہے کہ سید الطائفہ اونہین کتابون کے بہتناد سے جو یہود نے
بیبل مین داخل کی ہین اور بہت سے اکاذیب باطلہ اونمین موجود ہین اکثر مقامات مین اسی بحث
مین سند لیتے ہین اور زیادہ تر تعجب یہ ہے کہ نسبت ایسے امور کے بھی جو قران سے بھی ثابت

ہوتی ہین اکثر جگہ یہہ کہدیتے ہین کہ مسلمانون نے یہود کی بیروی سے یہ کہا ہے چنانچہ ملایک کے باب مین اس قسم کی باتین بہت لکھی ہین لیکن اپنے آپ کو ایسا صاحب اختیار ٹہیرا رکہا ہے کہ مقربات یہود سے بہی استدلال کرنے مین کچہہ تامل نہین کرتے چنانچہ قول آیندہ سے یہ بات ثابت ہے **قال** حضرت سلیمان کا زمانہ ایک ابتر حالت مین ہوگیا تہا کافرون کو موافق اپنے مذہب اور عقاید کے بوجا پاٹ اور بت پرستی کرنے سے کچہہ ممانعت نہ تہی خود حضرت سلیمان نے نہایت کثرت سے بیویان کرلی تہین اور بت پرست عورتون کو بہی اپنی بیویان بنا یا تہا **قلت** بالکل کذب و افترا ہے اور کوئی سند اسکی نہین بجز بیروی اباطیل یہود کے حضرت سلیمان کی سلطنت ایسی تہی کہ نہ کسی کی ہوئی نہ ہووے چنانچہ قرآن مجید مین سورہ (ص) مین ہے قال رب اغفرلی وہب لی ملکا لا ینبغی لاحد من بعدی فسخرنا لہ الریح تجری بامرہ رخاء حیث اصاب والشیاطین کل بناء وغواص وآخرین مقرنین فی الاصفاد ہذا عطاءنا فامنن او امسک بغیر حساب یعنی کہا سلیمان عم نے اے رب میرے بخش مجکو وہ بادشاہی کہ لایق نہو کسیکو سوائے میرے تحقیق تو ہی ہے بخشاینده پس مسخر کیا ہمنے اوسکے لئے ہوا کو چلتی تہی اوسکے حکم سے نرم جہان چاہتا اور مسخر اوسکا کیا ہمنے دیوون کو ہر عمارت بنانے والے اور دریا مین غوطہ مارنے والے اور مسخر اوسکا کیا دوسرے دیوون کو بندہی ہوئی قیود مین یہ عطا ہے ہماری پس منت کر یا روک کر بے حساب" جن کتب غیر معتمدہ کے بہروسہ پر سید الطائفہ نے یہ افترا برپا کیا ہے اونمین ہی سے کتاب دوسری تواریخ کے باب نوین کو دیکہہ لین اوسمین لکہا ہے کہ سلیمان بادشاہ دولت اور حکمت مین سب بادشاہون سے سبقت لے گیا اور زمین کے سارے بادشاہ سلیمان کی ملاقات کے مشتاق تہے کہ وے اوسکی حکمت کو جو خدا نے اوسکے دل مین ڈالی تہی سنین اور اونمین سے ہر ایک سال بہ سال ہدیہ چاندی سونا وغیرہ جتنے ہر ایک سال کے لئے ٹہیرائے ہوئی تہے اوسکے

آگے گذرانتے تھے اور اوس نے فرات کی نہر سے لیکر فلسطین کے ملک تک اور مصر کی حد تک بادشاہون پر بادشاہی کی پھر کتاب اول سفر الملوک ۴ باب مین ہے خدا تعالے نے سلیمان سے کہا کہ مین نے تجھکو دولت اور عزت ایسی بخشی کہ بادشاہون کے بیچ تمام عمر کوئی تیری مانند نہو گا اور ایسا عاقل اور سمجھ دار دل تجکو بخشا کہ تیری مانند تجھہ سے آگے نہوا اور نہ تیرے بعد تجھا برپا ہو گا" پھر چوتھے باب مین لکھا ہے کہ سلیمان ساری مملکت پر سلطنت کرتا تہا نہر فرات سے فلسطین کی زمین اور مصر کی سرحد تک وے اوسے ہدیہ دیتے تھے اور سلیمان کی زندگی بھر اوسکی خدمت گذاری کرتے رہے" پس جن نامعتمد کتابون کے بھروسہ پر سید الطائفہ نے یہ افترا برپا کیا ہے خود اونہین کتابون نے اونکو جھوٹا کر دیا غرضکہ فقرۂ اول کا تو یہ حال ہوا جن کے بھروسہ پر اونہون نے یہ افترا برپا کیا تہا اونہون نے ہی اونہین جواب دیدیا ؎ دل و دیدہ اپنی جو یار تھے سو وہ بحر غم مین ڈبا گئے ؎ ہمین جنسے چشم امید تھی وہی ہم سے آنکہین چرا گئے ؎ اب سنئے حال فقرۂ ثانیہ کا جسمین بت پرستی کا افترا برپا کیا ہے اوسکو اللہ تعالی جھوٹا کرتا ہے اللہ تعالی قرآن مجید مین کئی جگہہ حضرت سلیمان عم کی تعریف کرتا ہے اور اونکو ایسی تہمتون سے بری کرتا ہے اسی آیۃ مین ہے

(ماکفر سلیمان) سورۂ انعام مین ہے ووہبنا لہ اسحاق ویعقوب کلا ہدینا من قبل ومن ذریتہ داؤد وسلیمان وایوب ویوسف وموسی وہارون وکذلک نجزی المحسنین یعنی نوح کو ہدایت دی ہمنے پہلے اور اوسکی ذریۃ مین سے ہدایت دی ہمنے (داؤد) اور (سلیمان) اور (ایوب) اور (یوسف) اور (موسی) اور (ہارون) کو اور ایسے ہی جزا دیتے ہین ہم نیک کام کرنے والون کو"

سورۂ (نساء) مین ہے انا اوحینا الیک کما اوحینا الی نوح والنبیئین من بعدہ واوحینا الی ابراہیم واسمعیل واسحق ویعقوب والاسباط وعیسی وایوب ویونس وہارون وسلیمان

(الی قولہ تعالیٰ) رسلا مبشرین و منذرین لئلا یکون للناس علی اللہ حجۃ بعد الرسل ہر آئینہ ہمنے وحی بھیجی ہمنے تیری طرف جیسے وحی بھیجی ہمنے طرف (نوح) اور انبیون کے جو بعد اوسکے ہوئے اور وحی بھیجی ہمنے طرف (ابراہیم) اور (اسمعیل) اور (اسحق) اور (یعقوب) اور (پیغمبر گان اسکے) اور (عیسی) اور (ایوب) اور (یونس) اور (ہارون) اور (سلیمان) کی (قول اللہ تعالیٰ تک) رسلا مبشرین و منذرین لئلا یکون للناس علی اللہ حجۃ بعد الرسل یعنی پیغامبران بشارت دینے والے اور ڈرانے والے تاکہ نہووے آدمیونکو کوئی حجۃ اللہ پر بعد بھیجنے پیغمبرون کے،، سورہ (انبیاء) مین ہے وداود وسلیمان اذ یحکمان فی الحرث اذ نفشت فیہ غنم القوم وکنا لحکمہم شاہدین ففہمناہا سلیمن وکلا آتینا حکما وعلما یعنی یاد کر (داود) اور (سلیمان) کو جبکہ وہ حکم کرتے تھے کھیت کے باب مین جبکہ رات مین پہل پڑی تہین اوسمین ایک گروہ کی بکریان اور تہے ہم اونکے حکم کے گواہ پس سمجہا دیا ہمنے سلیمان کو اور ہر ایک کو دی ہمنے بادشاہی و دانش،، سورہ (نمل) مین ہے ولقد آتینا داود وسلیمان علما وقالا الحمد للہ الذی فضلنا علی کثیر من عبادہ المومنین ہر آئینہ دیا ہمنے (داود) اور (سلیمان) کو علم اور کہا اون دونون نے سب تعریف خدا کے واسطے ہے جس نے فضیلت دی ہم کو اوپر بہت کے اپنے بندگان مومنین سے،، اور اسی سورہ مین ہے کہ جب حضرت سلیمان عم کو یہ بات معلوم ہوئی کہ ملک سبا کی ملکہ اور قوم آفتاب پرستی کرتی ہین تو اونہون نے اوپر جہاد کا قصد کیا اور اول ملکہ سبا کو بذریعہ اپنے نامہ کے دعوت اسلام کی فرمائی کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم ان لا تعلوا علی واتونی مسلمین یعنی ہر آئینہ یہ نامہ بنام خدائے بخشائندہ مہربان کے ہے باینمضمون کہ تکبر مت کرو مجہپر اور آؤ میرے پاس مسلمان ہوکر،، پہر جب اوس نے کچہ چیزین بطور ہدیہ کے بہیجین اور اظہار اسلام نہ کیا تو اوسکی ہدیہ کو واپس فرمایا اور کہلا بہیجا فلنا تینہم بجنود لا قبل لہم بہا ولنخرجنہم منہا اذلۃ وہم صاغرون

یعنی پس برآئینہ لاونگا مین اونپر لشکرون کو کہ نہ طاقت ہوگی اونکو اونکے مقابلہ کی اور ہرآئینہ نکالونگا مین اونکو اوس شہر سے رسوا اور وہ خوار ہونگی" پھر جب وہ خود آئی اور توبہ کرکے اسلام لائی قالت رب انی ظلمت نفسی واسلمت مع سلیمان للہ رب العالمین یعنی کہا بلقیس نے اے رب میرے مین نے ظلم کیا اپنے نفس پر اور اسلام لائی مین ساتھ سلیمان کے واسطے اللہ پروردگار عالمون کے" تو اوسکی مملکت سے کچھ تعرض نفرمایا سورۂ اسباہین چند انعامات کا بیان ہے جو بطور معجزات کے حضرت سلیمان کو عطا ہوے تھے سورۂ ص مین بھی معجزۂ تسخیر ہوا اور جن و شیاطین کا جو حضرت سلیمان کو عطا ہوئے تھے بیان فرمایا اور بہت بڑی تعریف اونکی کی ہے نعم العبد انہ اواب یعنی سلیمان اچھا بندہ تھا وہ بہت رجوع کرنے والا تھا خدا کی طرف" ان لہ عندنا لزلفی وحسن مآب یعنی تحقیق سلیمان کے لئے ہمارے نزدیک قرب ہے اور نیک بازگشت" جب یہ بات خوب متحقق ہوگئی کہ حضرت سلیمان عم کی اللہ تعالے کے حضور مین بڑی قدر و منزلت ہے اور بڑے مقربین بارگاہ الٰہی مین سے ہین اور بڑے رسول صاحب عزم ہین اور یہ بھی ظاہر ہے کہ یہ بات بدون اسکے حاصل نہین ہوسکتی کہ ہر دو جہان ظاہر و باطن تابع حکم الٰہی ہون اور جو شخص کہ کچھ بھی مخالفت احکام کی کرے اوسکو اسقدر قرب و منزلت اور یہ مرتبہ نہین ملسکتا علاوہ براین یہ امر بھی مسلم ہے کہ انبیاء ارتکاب جرائم سے معصوم ہین پس صاف ظاہر ہوا کہ جو کچھ سید الطائفہ نے لکھا ہے سب غلط ہے توریۃ مقدس مین بہت مقامات مین نہایت تاکید شدید قلع و قمع بت پرستی کی ہے یہانتک کہ سفر استثنا کے ۱۳ باب مین یہ حکم ہے کہ اگر تو اون شہرون مین سے کسی کی بابت جو خداوند تیرے خدا نے تجکو سکونت کے لئے بخشی ہین یہ افواہ سنی کہ بعضے لوگ بنی بلیعال تمہارے درمیان مین سے نکل گئے اور اپنے شہر کے لوگون کو یون کہکر گمراہ کیا کہ آؤ ہم چلین اور غیر معبودون کی جنہین

تمنے نہین جانا بندگی کرین تب تجھے پونہچنا اور تلاش کرنا اور خوب تحقیق کرنا ہوگا اور دیکھہ
اگر یہ بات سچ ہو اور یقین کو پونہچے کہ ایسا نفرتی کام تمہارے درمیان کیا گیا تو تو اوس شہر
کے باشندون کو تلوار کی دہار سے ضرور قتل کریگا اور اوسے اور سب کچھ جو اوس شہر مین ہے
اور وہانکے مواشی کو تلوار کی دہار ہی سے نیست و نابود کریگا اور اوسکی ساری لوٹ کو وہانکے
کوچہ کے بیچون بیچ اکہٹا کریگا اور اوس شہر کو اور وہین کی لوٹ کو خداوند اپنے خدا کے لئے
آگ سے جلاویگا اور ہمیشہ کو وہ ایک ٹیلا ہوگا پھر بنایا نہ جاویگا" اور اوسی باب مین ہے اگر تیرا
بھائی یا تیرا سہی بیٹا یا بیٹی یا تیری ہمکنار جورو یا تیرا دوست جو تجھے جان کی برابر عزیز ہو تجھے
پوشیدہ مین پہسلاوے کہ آؤ ہم غیر معبودون کی بندگی کرین تو اوسپر رحم کی نگاہ نہ کرنا اور اوسے
پوشیدہ نہ رکھنا بلکہ تو اوسکو ضرور قتل کرنا اوسکے قتل پر پہلے تیرا ہات پڑے اور بعد کو سب
قوم کے ہاتھہ اور تو اوسے سنگسار کرنا کہ وہ مر جائے کیونکہ اوس نے چاہا کہ تجھے خداوند سے برگشتہ
کرے تب سارے بنی اسرائیل ڈرینگے اور تمہارے درمیان مین پھر ویسی شرارت نہ کرینگے پس
صاف ثابت ہوا کہ کتاب اول سلاطین کے گیارہوین باب مین جو یہ لکھا ہے کہ سلیمان بہت
سی اجنبی عورتون کو فرعون کی بیٹی کے سوا (موآبی) اور (عمونی) اور (ادومی)
اور (صیدانی) اور (حتی) عورتون کو اون قومون کی جن کی بابت خداوند نے بنی اسرائیل کو
حکم کیا کہ تم اونکے پاس اندر نہ جاؤ اور وے تم پاس اندر نہ آوین کہ وے یقیناً تمہارے دلون کو
اپنے معبودون کی طرف مائل کرینگی سو سلیمان اونہین سے عاشق ہو کر لپٹا اور اوسکے سات سو
جورو بیگمات تہین اور تین سو حرمین اور اوسکی جورؤن نے اوسکے دل کو پھیرا کیونکہ ایسا
ہوا کہ جب سلیمان بوڑہا ہوا تو اوسکی جورؤن نے اوسکے دل کو غیر معبودون کی طرف
مائل کیا اور اوسکا دل خداوند اپنے خدا کی طرف کامل نہ تہا جیسا اوسکے باپ داؤد کا

دل تہا سو سلیمان نے صیدانیون کی دیبی عستارات اور بنی عمون کی نفرتی مولک
کی پیروی کی اور سلیمان نے خداوند کی نظر مین بدی کی اور اوس نے خداوند کی پوری
پیروی اپنے باپ داؤد کی مانند نہ کی چنانچہ سلیمان نے موآبیون کی نفرتی
کموس کے لئے اوس پہاڑ پر جو یروسلم کے سامنے اور بنی عمون کی نفرتی مولک
کے لئے ایک بلند مکان بنایا یون ہی اوس نے اپنی ساری اجنبی جورؤن کی
خاطر کیا جو اپنے معبودون کے حضور بخور جلایا کرتی تہین اور قربانیان گذرانا کرتی تہین"
اور اسی کے اعتماد پر سید الطائفہ نے حضرت سلیمان علیہ السلام پر افترا برپا کیا ہے صریح
بہتان ہے کہ کسی بے ایمان ملعون نے ایسے پیغمبر صاحب عزم اور مقرب بارگاہ
الٰہی پر بہتان کیا ہے جب کہ اس قدر تاکید شدید توریۃ مین موجود ہے
کہ بت پرستون کے شہر کو جلا دینا چاہیئے اور وہان کے آدمیون کو
مع مواشی کے تلوار کی دھار سے قتل کر دینا چاہئے اور وہانکا سب مال و متاع پہونک دینا چاہیئے
اسیطرح پر سفر استثنا کے ۱۳ باب مین ہے کہ تم اونکے مذبحون کو ڈھا دو اونکے بتون کو توڑ دو اونکے
گہنے باغون کو کاٹ ڈالو اور اونکی تراشی ہوئی مورتین آگ مین جلا دو" پس بجز کسی بے ایمان کے
کون شخص یہ بات کہہ سکتا ہے کہ سلیمان علیہ السلام کے حضور مین کافرون کو ممانعت بت پرستی کی نتہی
اور اونکی بیبیان اونکے محلون مین بت پرستی کرتی تہین اور نبوۃ کے گہر مین بت پرستی
ہونے لگی تہی اگر ایسے اکبر الکبائر حضرت سلیمان کے گہر مین اور علانیہ اونکے عین دار الخلافت
مین واقع ہوتے اور وہ اوسکا انسداد و ممانعت نہ کرتے اور برخلاف حکم توریۃ کے عمل مین لاتے
تو وہ نبی کاہیکو ہوتے عیاذاً باللہ وہ تو بدترین فساق شہوت پرست ٹہہرتے قال اور اس
سبب سے گویا شاہی محل مین بت پرستی ہونے لگی تہی قلت مین اس گویا کا مطلب سمجہا

صاف لکھتے ہین کہ اونکی بیبیان اپنے اپنے گھرون مین بت پرستی کرتی تہین پھر اس کو یا کی کیا معنی کیا اونکی بیبیون کے محل شاہی محل نہ تھے **قال** مگر خود حضرت سلیمان خدا کا نہایت ادب کرتے تھے **قلت** یہ خوب ادب ہے کہ توریت کے حکم کے برخلاف بھی عمل کرتے تھے اور کتاب اللہ کے احکام کو بھی نہ مانتے تھے اور بت پرستی جو سب سے بڑھکر گناہ ہے اوسکی کچھ ممانعت نہ کرتے تھے اور بت پرست عورتون کو نکاح مین لاتے تھے جسکی اشد ممانعت خدای تعالی کی طرف سے سب شریعتون مین بہت تاکید کے ساتھ ہے تسپر بھی سید الطائفہ کے نزدیک نہایت ادب کرتے تھے بڑے بڑے جرایم کبیرہ کا تو اونپر الزام لگا چکے تسپر یہہ کہتے ہین کہ خدا کا نہایت ادب کرتے تھے خیر اتنا کہنا بھی سید الطائفہ سے غنیمت سمجھنا چاہیے ؎ آفرین بردل نرم تو کہ از ہیچ ثواب ۵ کشتہ غمزۂ خود را بنماز آمدۂ ۵ اگر سید الطائفہ یہہ فرماتے کہ اگرچہ کتب تواریخ و سلاطین بسبب نامعتبری کے لایق استناد کے نہین مگر ان مضامین کی جنکو ہمنے سلیمان عم کی نسبت لکھا ہے کتاب نحمیاہ سے صداقت پائی جاتی ہے کہ اوسکے ۱۳ باب مین ہے کہ کیا شاہ اسرائیل سلیمان نے انہین باتون مین گناہ نہین کیا حالانکہ اکثر قومون مین ایسا بادشاہ نہ تہا کہ وہ اپنے خدا کا پیارا تہا اور خدا نے اوسے تمام اسرائیل کا بادشاہ کیا تہا تو بھی اجنبی عورتون نے اوسے گنہگار کیا کیا ہم تمہاری سنکے ایسی بڑی خیانت کرین کہ اجنبی عورتون کو بیاہ لاکر خدا کے گنہگار ٹہہرین تو جواب اسکا یہ ہے کہ خود سید الطائفہ مقدمہ سادسہ دیباچہ تبیین الکلام مین نسبت اعتبار و عدم اعتبار کتابون عہد جدید و قدیم کے لکھتے ہین کہ اول تو یہ بات دیکھنی چاہیئے کہ اوسکا لکھنے والا معتبر شخص ہے یا نہین اگر معتبر نہین تو وہ کتاب بھی معتبر نہین ہے اور اگر وہ کتاب معتبر شخص کی طرف منسوب کی جاتی ہے تو اس بات کی سند درکار ہوتی ہے کہ درحقیقت یہہ کتاب اوسی شخص کی لکھی ہوئی ہے اور یہ بات ثابت نہین ہوتی جب تک ہمارے زمانہ تک

اوس کتاب کے لکھنے والے تک سند متصل ہمارے پاس نہو مگران کتابونکی نسبت ایسی سند متصل
ہمارے پاس نہین ہے پہر صفحہ ۶۲ پر اوسی کتاب کے لکھتے ہین کہ ہم مسلمان اور عیسائیون مین اختلاف
صرف اسقدر ہے کہ جن کتابون کو علماے عیسائی معتبر نہین جانتے اون کتابون کے کسی قول پر اعتبار
نہین کرتے مگر ہم مسلمان اوسکے اصل مضامین پر خیال کرتے ہین اور جسقدر مضامین اوسمین مندرج ہوتے ہین
اونکی تین قسمین کرتے ہین اول یہ کہ اوسکی صحت وصداقت اور کسی دلیل معتبر یا معتبر کتاب سے پائی جاتی ہے
تو اوس مضمون کو صحیح اور واقعی مانتے ہین دوسرے یہ کہ اوس مضمون کا غلط اور جھوٹ ہونا اور کسی معتبر
دلیل یا معتبر کتاب سے ثابت ہوتا ہے تو اوسقدر مضمون کو صحیح نہین مانتے تیسرے یہ کہ جس مضمون کی
نہ معتبری ثابت ہو اور نہ غلط ہونا ثابت ہے اور نہ کوئی ایسی قوی دلیل ہے جس سے اوسکے غلط ہونیکا
یقین ہو تو اوس مضمون کی نہ صحت کا اقرار کرتے ہین نہ اوسکی صحت سے انکار کرتے ہین" جب یہ امر
متحقق ہوے تو ہم کہتے ہین کہ یہ فقرہ کتاب نحمیاہ مین الحاقی ہے کیونکہ قران مجید سے نبوۃ حضرت سلیمان
کی ثابت ہے اور بڑی فضیلت اونکی قران مجید سے پائی جاتی ہے چنانچہ بیان اوسکا اوپر ہوچکا اور
چونکہ انبیا، عزم گناہ صغیرہ وکبیرہ سے معصوم ہین چنانچہ سید الطائفہ بھی صفحہ ۶ مقدمہ مبین الکلام مین
لکھتے ہین کہ تمام نبی صغیرہ اور کبیرہ گناہ سے پاک ہین" پس اگر ہم اس فقرہ کتاب نحمیاہ کو صحیح مان لین
تو صاف مخالفت قران کی لازم آتی ہے اس سبب سے بموجب وجہ دوم مصرحہ سید الطائفہ کے یہہ
فقرہ کتاب نحمیاہ کا صحیح نہین علاوہ بران خود وہی فقرہ اپنی عدم صحت پر دلیل ہے کیونکہ اوسمین لکھا ہے
کہ سلیمان اپنے خدا کا پیارا تھا اور یہ بات ظاہر ہے کہ اگر وہ ایسے گناہ کبیرہ کے مرتکب ہوتے تو کسیطرح پر
خدا کے پیارے نہین ہوسکتے اسلئے کہ خدا ایسے گناہ گارون کو پیار نہین کرتا ان اللہ لایحب المعتدین

قال یہانتک کہ اوس محل مین جسمین حضرت داؤد رہتے تھے ایک دفعہ تابوت سکینہ آیا تھا تو
اوسکے ادب سے اونہون نے اپنی ایک بت پرست بیوی کو وہان رہنا پسند نکیا **قلت** اسکا

کیا ثبوت ہے علاوہ بران اس سے یہ امر ثابت ہوا کہ حضرت سلیمان کو اپنی بیبیون کی بت پرستی کا علم تھا پس اس سے یہ بات لازم آئی کہ اونہون نے دیدہ و دانستہ برخلاف حکم توریۃ کے عمل کیا اور چونکہ ایسی عورت کے ساتھہ نکاح کیا کہ بموجب حکم خدای تعالے کے وہ نکاح باطل ہے پس سید الطائفہ نے حضرت سلیمان کو زناکار بھی ٹھیرای دیا تابوت سکینہ کا بت پرست عورت کے گھر مین نہ لانا تو محض اداب ہی ہے اور محرمات شرعیہ کا ارتکاب کبائر مین سے ہے اگر باوجود ارتکاب محرمات شرعیہ کے یہ آداب بجالائے تو کوئی مدح وثنا کی بات نہین بموجب حکم شریعت کے تو اونپر واجب تہا کہ اون بت پرست ہی کو گہر سے نکال دیتے اور جو سزا بت پرستون کی نئی شریعت مین ہے وہ سزا دیتے یہ سب خرافاتین یہود و نصاری کی ہین کہ جنکا اتباع سید الطائفہ کرتے ہین اور ان اباطیل اور خرافاتون پر تفسیر قرآن کی بنا قایم کی ہے اور اپنے اس فعل پر تو نادم نہین ہوتے مفسرین پر اوسکا الزام لگاتے ہین **قال** سلیمان کی سلطنت اگرچہ بہت بڑی اور قوی تھی لیکن دشمن بھی خرابیان ہوگئی تہین **قلت** یہ سراسر افترا ہے اور بالکل کذب و دروغ ہے اونکی سلطنت مین کسی زمانہ مین خرابی اور ضعف نہین آیا چنانچہ بیان اوسکا پیشتر ہوچکا **قال** حضرت داؤد جب نہایت ضعیف ہوگئے تو اودنیا اونکے بڑے بیٹے نے یواب اور ابیاتار کی سازش سے تخت پر بیٹہنا چاہا مگر حضرت سلیمان کی مان نے جاکر حضرت داؤد کو خبر کی اور سلیمان کو تخت پر بیٹہانے کی درخواست کی حضرت داؤد نے سلیمان کو تخت پر بیٹہنے کی اجازت دیدی اور بنایاہ اور صادوق اور ناتان نبی نے حضرت سلیمان کو تخت پر بیٹہادیا مگر اودنیاہ اور یواب اور ابیاتار لوگون مین مخالف تھے اور گویا دو گروہ خدا پرستون کے ایک دوسرے کے مقابلہ مین قایم ہوگئے تھے اور تیسرا گروہ بت پرستون کا موجود تہا اور گویا حضرت سلیمان کے شریکون یا ساتہیون مین شمار ہوتا تہا **قلت** کسقدر جہوٹ تہوڑے سے سچ مین ملاکر تودہ طوفان بہتان برپا کیا ہے اپنے نہم باطل مین دیدہ و دانستہ چند جہوٹی باتون کو تہوپی

سے سچ مین ملا کر وجوہ خرابی اوس سلطنت قوی کے بیان کرتے ہین یہ بات تو مسلم ہے کہ حضرت
داؤد عرم کے بعد حضرت سلیمان بجائے اونکے سلطنت پر بیٹھے مگر یہہ جو کہتے ہین کہ گویا دو گروہ خدا
پرستون کے قایم ہوگئے اور تیسرا گروہ بت پرستون کا گویا سلیمان کے شرکون یا ساتھیون مین شمار
ہوتا تھا بالکل افترا ہے جس کتاب کے اعتماد سے یہ مفتریات لکھتے ہین خود اوسی کتاب سے ثابت ہے
کہ حضرت سلیمان نے شروع سلطنت مین اودنیاہ اور یواب کو اونکے جرایم کے سبب قتل کرادیا اور
ابیاثار کو خارج کردیا اور منصب کہانت سے اوسکو معزول کردیا اور ایک اور شخص سمعی کو جو شریر تھا
اوسکو بھی قتل کرادیا اور سلطنت سلیمان کے بات مین ثابت ہوگئی دیکھو باب ۲ سفر الملوک اول کو اور
پھر بات کہ خدا پرستون کے دو گروہ قایم ہوگئے بالکل غلط ہے سلیمان عرم کے تخت پر بیٹھتے ہی سب بنی اسرائیل
اونہین کے ساتھ ہوگئے تھے صرف اودنیاہ اور یواب تنہا اپنی جان بچانے کو منبج کی سینگون سے
لپٹے پھرتے تھے اور یہ جو کہتے ہین کہ تیسرا گروہ بت پرستون کا موجود تھا گویا سلیمان کے ساتھیون
اور شرکون مین شمار ہوتا تھا یہ تو بالکل افترا ہے کہ حضرت داؤد پر بھی اسکا الزام وارد ہوتا ہے اس سے
پایا جاتا ہے کہ وہ بت پرستون کا گروہ ابتداے سلطنت سلیمان عرم مین موجود تھا تو معلوم ہوا کہ سید الطائفہ
کے نزدیک حضرت داؤد عرم کے عہد سے موجود تھا اور اونہون نے اونپر حکم توریہ کا جاری نکلیا اور
یہہ بات تو اوس جھوٹی نامعتمد کتاب کے بھی برخلاف ہے کیونکہ اوس نامعتمد کتاب مین بھی جسقدر
افترا حضرت سلیمان پر برپا کیا ہے وہ اونکی اخیر عمر کا ہے اوس کتاب کے گیارھوین باب مین صاف
لکھا ہے کہ جب سلیمان بوڑھا ہوا تب اوسکی بیبیون نے اوسکا دل پھیرا اور اوسسے یہ باتین کین
الغرض ان امورین سے ایک امر بھی اون نامعتبر کتابون سے بھی ثابت نہین ہوتا صرف افترا سید الطائفہ
کا ہے اور خود اونکی تقریر ہی سے ظاہر ہوتا ہے کہ اپنی طبیعت سے جھوٹی باتین بنا رہے ہین کیونکہ
لکھتے ہین کہ گویا دو گروہ خدا پرستون کے قایم ہوگئے اور تیسرا گروہ بت پرستون کا گویا نہ یک یا ساتھی

سلیمان کا شمار رہتا تہا ہر مقام مین ایک گویا یہی جوگا یا ہے یہہ گویا صاف گویا ہے کہ ان باتون کو سید الطایفہ بہی اپنے دلمین غلط سمجہتے ہین ۵ زبان سے ایک بہی نکلی نہ سچ بات ۵ معاذ اللہ من تلک الخرافات آگے اسکے جناب سید الطائفہ انہین مفتریات کی بنا پر کہ جنکو گویا گو یا کر کے بیان کیا ہے کچہ توہم پرستی بلفظ ہوگا ہوگا کرتے ہین **قال** یہہ سب واقعات تاریخی ہین اور ایسے واقعات کا مقتضی یہ ہے کہ ہر ایک گروہ کے مجمع جدے جدے قایم ہوگئے ہونگے اور ایک گروہ دوسرے گروہ سے اپنے رازون کو مخفی رکہتا ہوگا **قلت** وہ واقعات بہی تو تاریخی ہی ہین جنکو بعض لوگون نے بنسبت ہاروت و ماروت اور زہرہ کے لکہا ہے جنکو ہمارے محققین مفسرین نے اباطیل یہود مین قرار دیکر رد کر دیا ہے پہر کیا وجہ ہے کہ ہم اونکے واقعات تاریخی کو تو رد کردین اور سید الطایفہ کے واقعات کو رد نکرین ہمارے نزدیک تو دونون ایک ہی حکم مین ہین کالی بہلی نسیت دونون مارو ایک ہی کہیت اور ہرگاہ کہ متفرق ہونا لوگون کا دو گروہ یا تین گروہ پر ثابت نہین بلکہ غلط محض ہے تو سب توہم پرستی سید الطایفہ کی کہ یون ہوگئے ہونگے اور یہ ہوگا محض لغو ہے فلا اصلا لایق التفات کے نہین **قال** یہی بنا معلوم ہوتی ہے جسکے سبب حضرت سلیمان کے وقت مین وہ مجمع قایم ہوگیا تہا جسکو اس زمانہ مین فریمسن کہتے ہین اور ہمارے ملک کے لوگون نے جاودگہر اوسکا نام رکہا ہے **قلت** اسکا کیا ثبوت ہے کہ حضرت سلیمان کے عہد مین ایسا مجمع قایم ہوگیا تہا یہ تو محض افترا ہے کہ جسکی اصلیت اون نامعتبر کتابون سے بہی نہین پائی جاتی **قال** اس قسم کا مجمع راز حیرام بادشاہ صور کے ہان بہی تہا یہ بادشاہ حضرت داؤد کا بہت دوست تہا اور کچہ عجب نہین کہ وہین سے اس مجمع راز کے قایم کرنے کو اخذ کیا ہو **قلت** اولاً اسکا کیا ثبوت ہے کہ حیرام کے یہان ایسا مجمع تہا ثانیاً اگر وہ حضرت داؤد کا بڑا دوست تہا تو کیا اس سے یہ بات لازم آتی ہے کہ جو کچہ حیرام کے ملک مین ہوتا تہا وہی حضرت داؤد کی مملکت مین ہوتا ہو اور ہرگاہ کہ خود وجود ہی ایسے مجمع کا مملکت داؤد

وسلیمان علیہما السلام مین اور ملک حیرام مین ثابت نہین تو یہ توہم پرستی سید الطائفہ کے محض باطل
اور بناء فاسد علی الفاسد ہے بعد اسکے سید الطائفہ نے اونہین پچھلے اقوال باطلہ کا اعادہ کرکے
اور کمی ہوگا ہوگا اور ہونگے ہونگے کہکر اون سب اوہام باطلہ پر یہہ نتیجہ متفرع کیا کہ اسی امر
کی نسبت خدا نے فرمایا کہ سلیمان کی تحریرین نہین تہین بلکہ شیطانون یعنی کافرون کی تحریرین
تہین اور اونہون نے ہی کفر کی باتین لکہی تہین پس یہ ایک تاریخی واقعہ ہے جسکا اشارہ قرآن مین
ہے **قلت** بحث معجزات مین تو بڑی دھوم مچائی تھی کہ ترتیب نتیجہ کے واسطے اون مقدمات کا
جنپر نتیجہ متفرع ہو یقینی ہونا چاہیئے اور امکان عام بھی کافی نہین یہان تو سب منطقیت اور فلسفیت
خاک مین ملگئی کہ محض جہوٹے مقدمات اور بے اصل توہمات پر یہ نتیجہ یقینی متفرع کرتے ہین کہ اسی
امر کی نسبت خدا نے فرمایا الخ اسیطرح پر بڑی شوراشوری بہ نسبت کتب احادیث صحیحہ اور تفاسیر کی کی تھی
کہ ثابت نہین عنعنہ بناوٹ ہے اتباع یہود ہے یہان یہ بے نمکی کہ اف انہاء باطلہ یہود
ونصاریٰ کو کہ خود اونکی تبیین الکلام کے اصول کے موجب غلطی اور بے اصلی اونکی واضح ہے بلا
عذر وحجت تسلیم کرلیا اور اباطیل یہود اور اپنے مفتریات کی بناء پر تفسیر قرآن مجید کی کرنی شروع
کی ع شہ برین عقل وگرنہ ش کہ تراست ۔ مجکو ایک حکایت مثنوی شریف کی اس موقع پر یاد آئی
کہ حسب حال سید الطائفہ کے ہے ؎ گفت موسی باکے مست خیال ٭ کای بداندیش از شقاوت
در ضلال ٭ صد گمانت بود در تعمیر یم ٭ باچنین برہان واین خلق کریم ٭ صد ہزاران معجزہ دیدی زمن ٭
صد خیالت بیفزود وہ شک وظن ٭ بانگ زد گو سالہ را دہ دوی ٭ سجدہ کردی کہ خدای من توئی ٭
چون نبودی بدگمان در حق او ٭ چون نہادی سر چنان ای زشت رو ٭ چون خیالت نامدار
ترو زیراو ٭ در فنا دو سحر احمق گیراو ٭ آن توہمات را سیلاب برد ٭ زیرکی یارت را خواب برد ٭
پیش گاوی سجدہ کردی از خری ٭ گشت عقلت صید سحر سامری ٭ چشم در دیدی ز نور ذوالجلال ٭

اینیت جہل و افروغین ضلال ؟ علاوہ بران قران مجید مین تو ذکر ہی تحریرون کا نہین پہر کلام مجید
مین تو شیاطین کے بعد (یعنی کافرین نہین) کہ سید الطایفہ نے خدا کے قول مین اوسکو لاحق کردیا ہے
قال شیاطین کے معنی ہمنے کافرون کے لئے ہین بیضاوی مین لکہا ہے الشیاطین من الجن
والانس اومنہما یعنی شیاطین کے لفظ سے یا تو شیاطین جن مراد ہین یا شیاطین انس یعنی
شریر آدمی یا دونون تفسیر کبیر مین بہی لکہا ہے کہ اکثر مفسرین شیاطین جن مراد لیتے ہین اور
معتزلی شیاطین انس اور بعضے دونون کو قرار دیتے ہین **قلت** ایک بات پر قایم رہیئے یا تو
اقرار کیجیے کہ ہم مقلدانہ تفسیر کرتے ہین اور اوس لاف وگذاف سے دست بردار ہو جئی کہ ہم کسی مجتہد
یا مفسر کی تقلید نہ کرینگے یا کسی مقام پر کسیکی تقلید نہ کیجئے یہہ تو نہایت مذموم بات ہے کہ
باوجود ایسے لاف وگذاف کے کہین تو ابو مسلم اصفہانی کے قدمون پر گر پڑی کہین اور کسی مفسر کے
پانون پکڑیئے جب تک کہ آپ صاف صاف اوس لاف وگذاف سے دست بردار نہونگے ہم آپکے
مقلدانہ استدلال کی طرف ہرگز توجہ نہ کرینگے اب سنئے کہ قران مجید مین جہان کہین کلمہ (شیطان)
و (شیاطین) مطلق یعنی بدون اضافہ کے کسی مضاف الیہ کی طرف وارد ہوا ہے اوسی ابلیس
اور اوسکی ذریات شیاطین جن ہی مراد ہے ہان اگر انس کی طرف مضاف ہے تو البتہ
بہ قرینہ اضافت مجازاً اوسے کافر آدمی مراد ہو سکتا ہے اور اصطلاح شرع مین یہ لفظ شیاطین
جن مین حقیقۃ ہے اور شیاطین انس مین مجاز ہے پس جب تک کہ کوئی قرینہ قوی ارادہ کافرون
اور عدم ارادہ شیاطین جن کا قایم نہو گا بموجب قاعدہ حقیقۃ اور مجاز کے اوس لفظ سے کفار
انس کا مراد لینا جایز نہین ہمارے مفسرین رحمۃ اللہ علیہم تفسیر قران مین نہایت احتیاط
کرتے ہین اور اونکا یہ دستور نہین کہ اپنے مذہب ہی کی موافق بالتعیین یہہ بات کہدین کہ اس
کلمہ سے یہی معنی مراد ہین بلکہ ہر ایک فرقہ کی مذہب کی طرف اشارہ کر دیتے ہین پس صاحبان

بصیرۃ کو دیکھنا چاہیے کہ جسقدر احتمالات اونہون نے لکھے ہین اونمین سے کونسا احتمال قوی اور مطابق قواعد علم معانی وبیان اور اصول فقہ کے ہے اور کونسا احتمال ضعیف اور قابل رد ہے کہ ہاوسکو ترک اور رد کردیا جاوے چونکہ اس مقام مین ظاہر ہے کہ کوئی قرینہ ارادۂ کفار کا اور عدم ارادہ معنی حقیقی شمعی کا موجود نہین تو جو قول اکثر مفسرین کا ہے کہ مراد شیاطین جن ہین وہی صحیح ہے اور بعض معتزلہ کا قول کہ مراد کفار ہین بے دلیل محض ہے اور قابل قبول نہین **قال** لیکن ہر ایک سمجھدار آدمی سمجھ سکتا ہے کہ شیاطین سے شیاطین الجن مراد لینا مذہب کو ایک اعجوبہ بنانا ہے **قلت** کس مذہب کو اعجوبہ بنانا ہے آیا مذہب اسلامی کو جو آدم علیہ السلام سے محمد صلعم تک ہے اوسکو اعجوبہ بنانا ہے یا مذہب نیچریہ کو مذہب اسلامی مین تو برابر وجود جن وشیاطین کا اقرار ہے اور اغوا کرنا بھی اونکا ثابت ہے یہانتک کہ عوام لوگ تو یک طرف انبیاء علیہم السلام کے بہکانے کا بھی قصد کرتے تھے دیکھو باب ۴ انجیل متی اور باب ۴ لوقا خود جناب عیسیٰ علیہ السلام کے بہکانے کا خیال خارج نہ تھا پس مذہب اسلام مین تو شیاطین الجن کے مراد لینے سے کوئی خلل واقع نہین ہوتا ہان مذہب نیچریہ مین جو تمام ملتون برحق کے برخلاف ہے اور جن وشیاطین کے وجود سے انکار کرتے ہین خلل عظیم واقع ہوتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ سید الطائفہ شیاطین سے انسان مراد لیتے ہین **قال** اور شیاطین سے شیاطین الجن مراد لینے پر نہ کوئی تاریخی دلیل ہے نہ کوئی عقلی دلیل ہے اور نہ اس آیۃ مین کوئی اس قسم کا اشارہ ہے بلکہ جو تاریخی واقعہ ہمنے اوپر بیان کیا اوس سے صاف پایا جاتا ہے کہ وہی کافر مراد ہین جنہون نے کفر کی جھوٹی تحریرین یا جھوٹی باتین بنائی تھین **قلت** آپ نے جو کچھ بیان کیا اول تو وہ اون جھوٹی تاریخون سے بھی ثابت نہین ہوتا اپنے دل سے آپ نے بہت سی غلط باتین بناکر اونکو تاریخی واقعات قرار دیا ہے چنانچہ مفصلاً حال اوسکا ہماری تحریر دس ۱۰ جو ہمنے اوپر لکھی ہین ظاہر ہے ثانیاً کسی نامعتمد تاریخ سے بھی اصلا یہہ

بات نہین پائی جاتی کہ کافرون نے کوئی تحریر کی تھی یا کوئی جھوٹی بات بنائی تھی پس آپکے پاس شیطان سے کافر مراد لینے پر نہ کوئی دلیل تاریخی ہے نہ کوئی دلیل عقلی اور ہمارے پاس تو نہایت قوی دلیل شرعی وجود ہے یعنی لفظ شیطان سے کہ جسکی جمع شیاطین ہے شرع مین ہمیشہ جن ہی مراد لئے جاتے ہین ہان اگر کوئی قرینہ قوی پایا گیا ہے تو مجازاً کفار انس بھی مراد لئے گئے ہین سو یہان کوئی قرینہ ارادہ کافرون کا موجود نہین اور جب کوئی قرینہ ارادہ کفار کا موجود نہین تو اشارہ کیا معنی خود یہ آیۃ صریح دلیل ارادہ جنون کی ہے **قال** ہاروت ماروت دونون تاریخی شخص ہین اونکا وجود تاریخی کتابون سے پایا جاتا ہے یہ دونون شخص شام کے رہنے والے تھے **قلت** کلام تو اسمین ہے کہ یہہ دونون شخص انسان تھے یا فرشتے وجود مین تو اونکے کچھ کلام نہین دوسری بات یہ ہے کہ بابل مین تھے یا شام مین تھے قرآن مجید کے کلمات سے ظاہر ہے کہ فرشتے تھے بابل مین سید الطائفہ برخلاف قرآن مجید کے کہتے ہین کہ دو شخص شام کے رہنے والے تھے اور بمقابلہ ظاہر قرآن کے تاریخ کی کتابون سے استدلال کرتے ہین جو کسیطرح پر عقلاً اور نقلاً معارض ظاہر قرآن نہین ہوسکتین اور طرہ اوسپر یہہ کہ نام و نشان کسی تاریخ کی کتاب کا نہین لکھتے نہ اوسکے مولف کا نام نہ مولف کے زمانہ کا نہ اون دو شخصون کے زمانہ کا تعین کرتے ہین اور چونکہ سید الطائفہ کی عادت سب کو معلوم ہے کہ بحوالہ مشہور کتابون کے غلط باتین لکھا کرتے ہین چنانچہ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ پر بحوالہ حجۃ اللہ البالغہ کے بڑا ہنگامہ کیا ہے اسلئے غیر مشہور کتابون کے حوالے سے تو بدرجۂ اولی غلط بات لکھنے مین کب تامل کرینگے **قال** تمام قصے جو مفسرین نے اونکی نسبت اپنی تفسیرون مین بھر لئے ہین اونکی کچھ اصل مذہب اسلام مین نہین جتنی روایتین اونکی نسبت مذکور ہین وہ سب مصنوعی اور جھوٹی ہین **قلت** ہمنے مانا کہ تمام قصہ اور روایتین موضوعات سے ہین مگر یہہ تو فرمائے کہ آپنے جو ایک تودہ طوفان کا اپنی تفسیر مین بنا کر ٹھہرا کیا ہے اسکی کیا اصل ہے یہ تو اون سب قصون اور روایتون سے زیادہ تر جھوٹا اور خلاف

قرآن اور تمامتر بہتان سلیمان عرم پر ہے اپنے گریبان مین تو مونہہ ڈالکر دیکھا ہوتا ع تن ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہی تب اور دن پر آمادہ طعن و تشنیع کے ہوئے ہوتے مفسرین نے جہان یہہ قصے لکھے ہین اونکو رد بھی کر دیا ہے واسے جہال سید الطائفہ کے کہ جھوٹی باتین بھی لکھین اور اوسپر نہایت درجہ کا اصرار کرین اور دل مین ذرا بھی نہ شرماوین پھر ہم تو خود یہ بات کہتے ہین کہ سب قصے اور سب روائتین خواہ مفسرین اسلام نے لکھی ہین خواہ سید الطائفہ نے قابل اعتماد نہین ان سب کو چھوڑ دو اور جو معنی آیتون کے مین صرف اونہین پر اکتفا کرو قرآن مین تو تحریفات نہ کرو فقرہ کے فقرہ اپنے دل سے گھڑکر قرآن مین شامل نہ کرو شیاطین کے معنی کفار اور ملک کے معنی آدمی برخلاف عرف شرع اور لغت کے نہ گھڑو بعد اسکے اپنی تفسیر پر عقل و انصاف سے نظر کرو اور دیکھو کہ فی الحقیقت تحریف ہے یا نہین مگر یہ عقل و انصاف کہان ہے ؎ امارۃ العقل مکسوف بطوع ہوی ؎ وعقل عاصی الہوی یزداد تنویرا ؎ **قال** مسٹر ہائیڈ کی کتاب سے معلوم ہوتا ہے کہ مجوسیون مین اونکی نسبت بہت سے قصے بعوشہور تھے (صفحہ ۱۵۹) اور ہائیڈ صاحب کی کتاب سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ مجوسی اونکو فرشتہ کہتے تھے (صفحہ ۱۶۰) **قلت** فرمائے کہ یہ مسٹر ہائیڈ کوئی آپ کے پیرو مرشد تھے یا ہین جنپر آپ کو ایسا اعتماد ہے کہ قرآن کی تفسیر مین اونکی تحریر کو سند کیا جاتا ہے آرے خوش گفتہ ؎ باطلان را کہ رہاند باطلی ؎ عاطلان را چہ خوش آید عاطلی ؎ زانکہ ہر جنسے رہاند جنس خود کاوسوی شیر نر کی روند ؎ **قال** یہہ دونون فرشتے نہ تھے بلکہ آدمی تھے **قلت** یعنی اسوجہ سے کہ قرآن مجید مین خدا نے اونکو فرشتہ کہا ہے اور سید الطائفہ ہمیشہ مخالفت پر قرآن اور خدا کے کلام کے سرگرم ہین جناب کوئی دلیل اسپر ایسی لائے ہوتے کہ خدا کے کلام کے معارض ہوسکتی اور بلا دلیل زمین کو آسمان کہدینا تو فرقہ نیچریہ ہی کا کام ہے نہ کسی مسلمان کا **قال** ہمارے بیان کے بعض مفسرین نے بھی اونکو آدمی قرار دیا ہے چنانچہ حسن نے ملکین کے لفظ کو لام

کے زیر سے پڑھا ہے جسکے معنی دو بادشاہون کے ہین اور ضحاک اور ابن عباس سے لام کے زیر سے پڑھنا روایت کیا گیا ہے پھر اونمین اس بات پر اختلاف ہوا کہ وہ کون تھے حسن کا قول ہے کہ وہ دونون بابل مین عجم کے کافرون مین سے تھے بغیر فتنہ کئے ہوئے کہ لوگون کو جادو سکھاتے تھے اور یہہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ دونون بادشاہون مین سے صالح آدمی تھے۔ قرا الحسن ملکین بکسر اللام وہو مروی ایضا عن الضحاک و ابن عباس ثم اختلفوا فقال الحسن کانا علجین اقلفین ببابل یعلمان الناس السحر وقیل کانا رجلین صالحین من الملوک تفسیر کبیر **قلت** سید الطائفہ کی وہ مثل ہے کہ العروق تشتبث بکل حشیش۔ اول ہم ترجمہ مین سید الطائفہ کے دیکھتے ہین کہ کچھ تحریف تو نہین کی اور اگر کی ہے تو کس غرض سے واضح ہو کہ یہ لفظ (عجم کے کافرون مین سے) اپنی طرف سے بڑہا دے ہین اور غرض اس تحریف سے یہ ہے کہ پیشتر یہ لکھہ چکے ہین کہ یہ دونون شخص شام کے رہنے والے تھے اگر یہ الفاظ نہ بڑہاتے تو یہ دلیل اونکی مدعا کے خلاف ہوئی جاتی تھی چونکہ شام بھی عجم مین داخل ہے اسلئے فی الجملہ یہ بات کہنے کی گنجایش باقی رہی کہ عجم شام کے تہی بابل مین سحر تعلیم کرتے تھے اب ہم قرارت شاذہ کا بھی مختصر بیان کرتے ہین اس پر تمام امۃ کا اتفاق ہے کہ مالیس بمتواتر لیس من القران یعنی جو قراۃ متواتر نہین وہ قران نہین امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ تو قراۃ شاذہ کو کچھہ بھی حجت نہین ٹھہراتے وہ فرماتے ہین کہ چونکہ قران نہین اور اخبار کے طور پر منقول بھی نہین پس قران ہے نہ خبر ہے اسلئے اوسپر عمل صحیح نہین امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اسکو ایک ظنی حجۃ قرار دیتے ہین بشرط احتمال سماع کے پیغمبر صلعم سے امام رازیؒ کی تفسیر سے جو سید الطائفہ نے عبارت نقل کی ہے اوس سے یہ امر ظاہر ہے کہ بکسر لام حسنؒ کی قراۃ ہے اور ابن عباس اور ضحاک سے روایت ہے اس سے ظاہر ہے کہ ابن عباس اور ضحاک کی بکسر اللام قراۃ نہین بلکہ اون سے ایک روایت ہے جسطرح پر کہ فتح لام کی روایات ہین چنانکہ تفسیر مولانا شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ سے معلوم ہوتا ہے

کہ ابن جریر اور ابن ابی حاتم اور حاکم اور اور چند مفسرون نے جو ابن عباسؓ سے یہ قصہ نقل کیا ہے
اوسمین ملکین بفتح لام معنی دو فرشتون کے ہی منقول ہے اور تفسیر جو بروایت عبد الرزاق کے
منسوب بطرف ابن عباسؓ ہے اوس سے بھی روایت ملکین بفتح لام ظاہر ہے اور چونکہ روایات اس
باب مین خود بقول سید الطائفہ کے بھی قابل اعتبار کے نہین پس وہ روایات کسیطرح پر معارض
قرات مشہورہ متواترہ کے نہین ہوسکتین اور ہر آئینہ درجہ اعتبار سے ساقط ہین اور اصلا کسی مسئلہ
شرعیہ کے استنباط کے واسطے حجت نہین علی الخصوص ایسی حالت مین کہ باہم متعارض ہین باقی
رہی قراءۃ حسنؒ کی سو وہ امام شافعیؒ کے قول کے مطابق بسبب شذوذ کے کچھ بھی حجت نہین
اسیطرح پر امام ابو حنیفہؒ کے قول پر بھی اس سبب سے حجت نہین کہ قراءۃ شاذہ اونکی نزدیک
اوسی صورت مین حجت ظنیہ ہوسکتی ہے کہ احتمال سماع کا بیغمبر صلعم سے رکھتے ہو اور چونکہ حسنؒ تابعی
تھے صحابی نہ تھے پس یہ احتمال بھی مفقود ہے پس اونکے مذہب پر بھی یہ قراءۃ کچھ حجت نہین ہوسکتی
علاوہ برآن ہرگاہ کہ یہ قراءۃ قراءۃ متواترہ کے معارض ہے اس صورت مین اگر اوسکو حجت
ظنیہ بھی فرض کیا جاوے تب بھی بمقابلہ قراءۃ متواترہ کے کہ حجت قطعیہ ہے ہر آئینہ ساقط ہے
اس بکھیڑے سے قطع نظر کرکے مسلمات پر سید الطائفہ ہی کے رجوع کرو صفحہ ۶ و ۷ پر بڑی لمبی
چوڑی تقریر کی ہے جسکا خلاصہ یہ ہے کہ بسبب ضعف حافظہ حافظون کی ابتداء مین اختلاف
زیر و زبر کا واقع ہوگیا تھا مگر جب اعراب و نقاط لگائے گئے تو بالکل اختلاف معدوم ہوگیا
گو کہ کتابون مین پہلے اختلافون کا ذکر ہوتا ہے غرضکہ اس تقریر کی بنا پر لازم ہے کہ قراءۃ
حسن کو کالعدم سمجھا جاوے پس لام کے زیر کی بناء پر جو سید الطائفہ نے جو کچھ لکھا ہے یا
اور کسی شخص نے کچھ کہا ہے اوسکو کالعدم سمجھنا چاہیئے مزید بران اسقدر اختلاف کہ کوئی تو
اونکو کافر کہتا ہے کوئی نیک مرد ٹھہراتا ہے دلیل اسکی ہے کہ اونکا آدمی ہونا بھی ثابت نہین

قال ہم ملکین کو مطابق قرارۂ مشہورہ لام کے زبر سے پڑہتے ہین مگر فرشتے مراد نہین لیتے بلکہ آدمی مراد لیتے ہین **قلت** حاصل اسکا یہ ہے کہ پڑہتے تو بفتح لام ہین جسکے معنی لغوی و شرعی فرشتون کے ہین مگر تحریف معنوی کرتے ہین کہ برخلاف معنی کلمہ کے آدمی مراد لیتے ہین **قال** جسکو لوگ نیک سمجھتے ہین اوسپر فرشتہ کا اطلاق کرتے ہین **قلت** یہ امر تو دو چیزون کے ثبوت پر موقوف ہے اول یہہ کہ جسکو نیک سمجھتے ہین وہ درحقیقت آدمی ہی ہو اور آدمی ہونا اوسکا متحقق ہو دوسرے یہ کہ نیک ہونا اوسکا متحقق ہو فرمائے کہ ان دونون مین سے کونسا امر آپ کو ثابت ہوگیا اور کس دلیل سے ثابت ہوا اور جبکہ ان دونون امرون مین سے ایک بھی ثابت نہین تو یہ قول آپکا محض مغالطہ ہے پھر ہم دریافت کرتے ہین کہ معنی ملک کے نیک آدمی نہین غایۃ الامر یہ کہ مجازاً ایسے شخص کو ملک کہتے ہین اور چونکہ مجاز اور غلط دونون مین استعمال کلمہ کا اوسکے معنی غیر حقیقی مین ہوتا ہے پس غلط اور مجاز جو باہم متمایز ہوتے ہین تو صرف بسبب وجود ایسے قراین قویہ ظاہر الدلالت کے ہوتے ہین کہ مانع ارادہ معنی حقیقی اور مستلزم ارادہ معنی مجازی کے ہون اگر بلا قرینہ کے کسی لفظ کو اوسکے معنی غیر حقیقی مین بولا جاویگا تو بلاشک وشبہ وہ کلام جھوٹ سمجھا جاویگا مثلاً (اسد) کا لفظ ایک حیوان معروف کے واسطے موضوع ہے کبھی مرد شجاع کے لئے بھی مستعمل ہوتا ہے مگر اوسی صورت مین کہ قرینہ قویہ اوپر عدم ارادہ حیوان معروف اور ارادہ مرد شجاع کے قایم ہو یہی وجہ ہے کہ علماء اصول اور علماء

بیان بہت تاکید سے اسطرف توجہ دلاتے ہین کہ لا بد للمجاز من علاقۃ علی وجہ البصیر مع قرینۃ عدم ارادۃ الموضوع لہ اور یہ قاعدہ عقلی ہے کوئی عاقل اسمین عذر نہین کرسکتا سید الطائفہ بھی تبیین الکلام مین اسکے قایل ہین صفحہ ۳۰ و ۳۱ دیباچہ کتاب پیدائش مین لکھتے ہین ہمیشہ جانتک ہوسکتا ہے لفظ سے اوسکے حقیقی اور اصلی معنی مراد لئے جاتے ہین مگر جہان کہین کہ سیاق کلام سے یا کسی اور دلیل سے معلوم ہوتا ہے کہ یہان حقیقی معنی مراد نہین ہین بلکہ تمثیلی معنی مراد ہین جسکو ہم مجاز

یا استعارہ کہتے ہین و ہان اوسکے تمثیلی معنی قرار دیتے ہین مگر دلیل سے خواہ وہ دلیل اسی مقام مین موجود ہو یا دوسرے مقام مین" اب ہم سید الطائفہ سے دریافت کرتے ہین کہ یہہ بات تو مسلم ہے کہ ملک کے معنی نیک آدمی نہین فرماوین کہ یہان کون قرینہ کونسی دلیل اسپر قایم ہے کہ حقیقی معنی مراد نہین بلکہ معنی تمثیلی مجازی مراد ہین اور ہرگاہ کہ کوئی دلیل کوئی قرینہ عدم ارادہ معنی حقیقی اور ارادہ معنی مجازی کا نہین تو (ملکین) کے کلمہ سے آدمی مراد لینی خود انہین کے قاعدہ مسلمہ کی رو سے غلط ہین اور ہرگاہ کہ خود اونکی تقریر سے جو عنقریب ذکر اوسکا آویگا ظاہر ہے کہ وہ دونو کافر تھے پس اوپر تو خود سید الطائفہ کی تقریر کے مطابق اطلاق (الملک) کا مجازاً بھی صحیح نہین قال جسطرح کہ زلیخا کی سہیلیون نے حضرت یوسف کو دیکھکر کہا تھا ما ہذا البشرا ان ہذا الا ملک کریم قلت یہہ تو سید الطائفہ نے اپنے مدعا کے اثبات پر ایسی نظیر پیش کی کہ تلخیص المفتاح کے پڑھنے والے بھی اونکی عقل پر قہقہہ اوڑاتے ہین ظاہر ہے کہ یہ کلام تشبیہی ہے جیسے کوئی شخص زید کی طرف اشارہ کرکے کہے کہ ہذا اسد ظاہر ہے کہ زید شاراالیہ اوس قایل کے ذہن مین آدمی بہادر ہے شیر نہین پس اوسکا آدمی متحقق ہونا ہی دلیل اسکی ہے کہ لفظ (اسد) سے معنی حقیقی اوسکے مراد نہین اسیطرح پر مصر کی عورتون کا یہ قول ہے کہ ان ہذا الا ملک کریم یعنے باوجودیکہ وہ عورتین یوسف علیہ السلام کو آدمی جانتی تھین تسپر بھی جو اونہون نے اونکو فرشتہ کہا تو اوسکا یوسف کو آدمی جاننا قرینہ قویہ اسکا ہے کہ (ملک) کے لفظ کا استعمال اونہون نے معنی مجازی مین کیا ہے مگر یہان تو اون دونو فرشتون کا آدمی ہونا ہی ثابت نہین پس (ملک) کے کلمہ کو بمعنی مرد صالح کے ٹھہرانا صریح غلط ہے سید الطائفہ کو لازم تھا کہ اول اونکا آدمی ہونا ثابت کردیتے بعد اوسکے اونکا نیک مرد ہونا ثابت کرتے جب یہ دونون باتین ثابت کرچکتے تب واسطے صحت اطلاق لفظ (ملک) کی اون دونون پر یہ نظیر پیش کرتے ہرگاہ کہ اون دونون امرون مین سے ایک امر بھی ثابت نہین کرسکتے ہین بلکہ اونکے نیک ہونے کے تو خود بھی قایل نہین خود اونکو کافر ٹھہراتے ہین اور

جادوگر بتاتے ہین پس سب خامہ فرسائی اونکی محض بے سود ہے **قال** اور بایدصاحب کی
کتاب سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ مجوسی ہاروت وماروت کو فرشتہ کہتے تھے **قلت** یہ تو یہہ مثل ہوئی
کہ استغاث بما یمیتہ اسسے تو ہمارے قول کی تائید ہوئی کہ وہ دونون فرشتہ تھے **قال** پس اس
آیۃ مین جسطرح کہ لوگون کے اس گمان کو کہ جو علم اونکے پاس تہا وہ خدا کی طرف سے اوتارا گیا تہا بیان
کیا گیا ہے اسیطرح جس خیال سے کہ وہ اونکو فرشتہ کہتے تھے ملکین کا لفظ لام کے زیر سے لایا گیا ہے
قلت کہانتک قران مین تحریف کیے جاوگے کوئی کلمہ بھی بغیر تحریف کے باقی چہوڑوگے یا نہین
اونکے خیال اور گمان کا قران مین تو کچہ ذکر ہی نہین یہہ تو خبر خدا کی طرف سے ہے کہ ما انزل علی الملکین
ببابل ہاروت وماروت آیہین اونکے اور آپ کے خیالات اور توہمات کو کیا دخل ہے پہر ہم دریافت
کرتے ہین کہ درحقیقت وہ دونون نیک آدمی تھے یا جادوگر اور شریر اور کافر شریر اور کافر کو تو کوئی بھی فرشتہ
نہین کہتا خود سید الطائفہ بھی اسی صفحہ کے اخیر مین مقر ہین کہ جادو سے ضرر پہونچانا ہر کوئی یہانتک کہ
جادوگر بھی برا جانتا ہے اور اگر نیک آدمی تھے تو مطابق اعتقاد سید الطائفہ کے ایک بے اصل اور رحم کے
کی باتین کیون سکہاتے تھے نیک آدمیون کا اصلا یہہ کام نہین غرضکہ جسقدر تحقیقات سید الطائفہ نے
لکہے ہین اور جسقدر تمہیدات باندہی ہین ایک دوسرے کی تکذیب کرتی ہین اور یہہ عین دلیل اسکی ہے
کہ سب غلط ہین علاوہ بران فرض کیا جاوے کہ لوگون کا یہہ خیال کہ وہ دو فرشتے تھے باطل تہا
مگر خدا کے کلام مین جو اونکو بہ کلمہ (ملکین) تعبیر کیا ہے اسکی یہہ وجہ تو کسیطرح نہین ہوسکتی کہ خدا نے
بھی اونکے قول باطل کا اتباع کیا کافر لوگ اگر کسی نبی کو کذاب کہدین تو کیا یہہ امر جایز ہوسکتا ہے
کہ خدا بھی اونکے اتباع سے اوس نبی کو کذاب کہدے اور کیا وجہ ہے کہ جسطرح نسبت حضرت سلیمان کے
برخلاف خیالات شیاطین کے بہت صراحت کے ساتھ فرمایا وما کفر سلیمان اگر وہ دونون آدمی تھے
اور اونپر خدا کی طرف سے کچہ نہین اوترا تہا تو اونکی نسبت کیون نہین فرمایا (وما کانا ملکین و ما

انزلنا علیہما من شی) تمام قرآن مجید مین دیکھہ لو کہ جہان کسی فریق کے عقیدہ باطلہ کا ذکر کیا ہے
اوسکے ساتھہ ہی اوسکا انکار اور رد بھی ضرور کر دیا ہے مثلاً کفار کے عقیدہ کا کہ فرشتے خدا کی بیٹیان
ہین نصرانیون کے عقیدہ کا کہ عیسی خدا کے بیٹے ہین بعضے بے ایمانون کے عقیدہ کا کہ سلیمان کافر
بت پرست تھے جہان ذکر آیا ہے اوسکا وہان رد بھی موجود ہے چونکہ یہان اونکے فرشتہ ہونیکا
کچھہ رد نہین اس سے صاف ثابت ہے کہ جو کچھہ سید الطایفہ نے لکھا ہے سب غلط اور صاف معلوم
ہوتا ہے کہ دیدہ و دانستہ ایک جرم کبیرہ یعنی تحریف کتاب اللہ پر اصرار کر رہے ہین اور پھر اسقدر پر بھی
اکتفا نہین اون تحریفات مین بھی ایک یعنی ضرور لگایا جاتا ہے کہ بغیر اوس یعنی کے مدعا حاصل نہین
ہوتا چنانچہ لکھتے ہین **قال** یعنی اون لوگون نے اوس چیز کی پیروی کی جسکی نسبت وہ کہتے تھے
کہ بابل مین ہاروت و ماروت پر جنکو وہ فرشتہ کہتے تھے خدا کی طرف سے اوتاری گئی تھی **قلت**
اس بد دیانتی کا کیا ٹھکانا ہے ایک مرتبہ دل کہولکر تحریف کر چکے ہین صفحہ ۵۶ پر اوس تحریف کی
بنا پر یہ لکھہ چکے ہین یعنی پیروی کی اوس چیز کی جسکی نسبت وہ گمان کرتے تھے کہ دو فرشتون پر اوتاری
گئی ہے اس سے یہ ثابت نہین ہوتا کہ درحقیقت خدا کی جانب سے کوئی چیز اون فرشتون پر اوتاری
گئی تھی بلکہ صرف یہ پایا جاتا ہے کہ جسطرح وہ لوگ اون چیزون کو سمجھتے تھے کہ وہ سلیمان سے ہین
حالانکہ سلیمان سے نہین تہین اسیطرح دونون فرشتون کی نسبت بھی سمجھتے تھے کہ خدا کی طرف
سے یہہ علم اونکو دیا گیا ہے حالانکہ خدا کی طرف سے کچھہ نہین دیا گیا ہے وہان کچھہ (ملکین) مین تحریف
نہ تھی بلکہ صاف اقرار تھا اونکے فرشتہ ہونے کا یہان پہلی تحریف پر ایک اور تحریف یہہ زیادہ ہوئی
(کہ جنکو وہ فرشتہ کہتے تھے) پس اس صورت مین تقدیر یوں انزل علی الملکین ببابل ہاروت و ماروت
کے سید الطایفہ کی تحریفات پر یہ ہوئی (اتبعوا ما تتلوا الشیاطین علی ملک سلیمان وما کفر سلیمان ولکن
الشیاطین کفروا یعلمون الناس السحر وما انزل علی الملکین ببابل ہاروت وماروت الذین یعلمون انہما ملکان
وما کانا ملکین ولم ینزل اللہ علیہما من شی) ایک اصل جملہ جسپر

ایسے پانچ جملے تحریفی بڑہائے ہین کہ جنسے آیۃ کا مضمون تمامتر خلاف کلمات آیۃ کے ہوگیا نہ خدا کا خوف ہے نہ بندون سے شرم ہے کلام پاک مین اپنے دل سے ناپاک کلام گہڑکر اوسکو خدا کا کلام ٹہیراتے ہین اور ابھی کیا ہے ابھی تو مولوی مہدی علی اور منشی چراغ علی کے حاشیہ باقی ہین اگر ہم ان تحریفات کو مان لین تو قران سے نہ توحید ثابت ہو سکیگی نہ کسی نبی کی نبوۃ لا الہ الا اللہ پر بھی یہ حاشیہ چڑہ سکتا ہے کہ (بطن الناس) حضرت موسی کے جہان قصص ہین وہان بھی یہ لفظ زیادہ ہوسکتا ہے کہ (بطن الیہود) جب ایک جگہ یہہ زیادتی مقبول ہوئی تو اور مقامات مین کیون نہین ہوسکتی آب چو از سر گذشت چہ یک نیزہ چہ یک دست شاید سید الطایفہ کی طرف سے اسکا یہ جواب دیا جاوے کہ جب ہم اسلام سے پہر کر نیچری ہوگئے تو ہمکو ان امور کی بھی کیا پروا ہے ہر چہ باد اباد ع انا الغریق فما خوفی من البلل ۵ پاس اب پردہ دری مین دل نالان کسکا ہ دامن یار ہی چہوٹا تو گریبان کسکا ہ جہاڑ کاٹا تو کسے پہر سر سودا ہے رکہی ہ کانٹے گہر کو ہی لگاے تو بیابان کسکا ہ **قال** پس خدا نے نہ یہہ فرمایا ہے کہ جو علم اونکے پاس نہادہ خدا کی طرف سے اوتارا گیا تہا اور نہ یہہ فرمایا کہ وہ دونون فرشتے تھے بلکہ جو زعم اون دونون باتون کی نسبت کافرون یا یہودیون کا تہا وہ بیان کیا ہے **قلت** یہ جو کہتے ہین کہ جو علم اونکے پاس تھا اس لفظ (اون) کے مشار الیہ کون ہین آیا کوئی دو فرشتے ہین موسوم بہ ہاروت و ماروت یا کوئی دو آدمی ہین اس نام کے ظاہر قران سے تو یہہ معلوم ہوتا ہے کہ فرشتے تھے اسلئے کہ یہہ عطف بیان ہے (ملکین) کا جسکا آپ بہی ترجمہ بلفظ (فرشتون) کے کرتے ہین آپ جو خلاف ظاہر قران کے اونکو دو آدمی ٹہیراتے ہین اسکا ثبوت باوجود بہت سی اباطیل اور مغالطات کے آپ کی طرف سے کچہہ بھی پیش نہین ہوا پس آپ نہ خدا ہین نہ کوئی پیغمبر ہین نہ کوئی عالم بلکہ ایک عامی نیچری ہین ایسے عوام الناس نیچریون کے مجرد کہدینے

سے ظاہر قرآن کسیطرح پر متروک نہیں ہوسکتا پھر ہم دریافت کرتے ہین کہ (انزل) جو فعل مالم یسم فاعلہ ہے اوسکا فاعل کون ہے پھر اگر خدا نے وہ علم نہین اوتارا تھا تو اور کس نے اوتارا تھا پھر یہ جو کہتے ہین کہ جو علم کافرون یا یہودیون کا تھا اوسکا بیان ہے چونکہ قرآن سے کسی کلمہ سے یہ بات نہین پائی جاتی پس از قسم الہمنی بی ہے یا از قسم ۵ اذا قالت خدام فصہ قوانا ہے اسکی تفصیل کردینی مناسب تھی کیونکہ جب خدا نے یہہ بیان نہین فرمایا تو انہین دونون قسمون سے ایک قسم کا ہوگا **قال** ایک شبہ باقی رہ جاتا ہے کہ وہ جادو سیکھنے والون کو منع کیون کرتے تھے کہ تم مت سیکھو اور کافر مت بنو **قلت** قرآن مجید سے یہ بات نہین پائی جاتی کہ مت سیکھو بلکہ صرف اسقدر پایا جاتا ہے کہ وہ سیکھنے والون کو جب تک بھ نہین سمجھا دیتے تھے کہ تم کافر نہ ہوجاؤ یو تب تک نہین سکھاتے تھے اس سے یہ بات پائی نہین جاتی کہ مطلقا سیکھنے کو منع کرتے تھے محتمل ہے کہ مجرد سیکھنا اور سکھانا اوسکا موجب کفر نہو بلکہ بے محل یا وسکا استعمال مین لانا یا بعد سیکھنے اوس علم کے اعمال یا خواص اشیا کو جو اوس علم سے معلوم ہوے ہین فرقہ نیچریہ کی طرح پر موثر حقیقی سمجھنا اور موثر حقیقی سے غافل ہوجانا باعث کفر ہو اور اسی کے دفع کے واسطے یہہ فرمایا کہ ماہم بضارین بہ من احد الا باذن اللہ یعنی یہ چیزین خود ضرر مین مستقل نہین بلکہ بدون حکم خدا ی تعالی کے کچھ ضرر ان چیزون سے نہین پہونچ سکتا **قال** یہہ بات کچھ تعجب کی نہین جادو سے اپنے خیال مین نقصان پہونچانا خواہ فی الحقیقت اوسسے نقصان پہونچتا ہو یا نہین ہر کوئی یہانتک کہ جادوگر بھی برا جانتا ہے اور اوسی وجہ سے وہ سیکھنے والے کو منع کرتے تھے اس زمانہ مین بھی بہت لوگ ایسے ہین جو کوئی برا کام جانتے ہین مگر جب کوئی اوسنے سیکھنا چاہتا ہے تو کہتے ہین کہ یہ برا کام ہے کیون سیکھتے ہو لیکن جب سیکھنے والا اصرار کرتا ہے تو سکھا دیتے ہین پس ہاروت و ماروت کا سیکھنے والون کو ایسا کہنا ایک عام مجرا طبعی کے موافق ہے **قلت** جادو سے جادوگر نفع اور نقصان دونون باتون کا اعتقاد رکھتا ہے اور ہاروت و ماروت عموما اوس علم کے سیکھنے والے سے کہدیتے تھے کہ کافر نہ ہوجاؤ یو اس سے معلوم

ہوتا ہے کہ نفع اور ضرر دونون حالتون مین اوس علم کے سیکھنے مین احتمال کفر کا ہے مثلاً ناخبر کواکب کو اگر نفع مین مستقل سمجھکر اللہ تعالی سے غافل ہوجاوے تب بھی کافر ہے اور اگر نقصان مین ایسا سمجھے تب بھی کافر ہے اور یہ جو کہتے ہین اس زمانہ مین بھی الخ جسطرح بہت لوگ ایسے بھی ہین جیسے سید الطائفہ کہتے ہین اور یہ بھی کہدیا کرتے ہون کہ ہم تو محض فسادی ہین تو بہت لوگ ایسے بھی ہین کہ منع کرنا تو درکنار لوگون کو برے کام کی ترغیب دیتے ہین پس جس امر کو وہ مجرای طبعی قرار دیتے ہین درحقیقت وہ امر طبعی نہین مخفی نہ رہے کہ جو شبہ سید الطائفہ نے نہان پیش کیا ہے اوسکا دفع بنظر اختلاف حالات تعلیم کرنے والونکے ایک بنا پر نہین ہوسکتا یعنی اگر وہ نیک آدمی تھے اور یہہ کام نہایت مذموم اور بالذات قبیح تہا تو تعلیم و تعلم اوسکا بھی مذموم ہے اور نیک آدمیون کو اوسکا سیکہنا اور سکہانا اونکی صلاحیت سے نہایت بعید ہے علاوہ براین کلمہ (فتنۃ) جو (انما نحن فتنۃ) مین ہے اگر اوسکو بمعنی فساد بہی لیا جاوے جیسا کہ سید الطائفہ کے ترجمہ سے مترشح ہوتا ہے تو وہ دونون نیک مرد کسیطرح پر متصور نہین ہوسکتے اور اگر درحقیقت وہ کافر اور شریر آدمی تھے اور کلمہ (فتنۃ) بہی مطابق ترجمہ سید الطائفہ کے اونکے کفر اور شرارت پر دلالت کرتا ہے تو قطع نظر اسکے کہ جواب شبہ کا جو سید الطائفہ نے دیا ہے کافی ہو یا نہو سراسر خلاف ادب اوس توجیہ کے ہے جو نسبت اطلاق کلمہ (ملکین) کے اونپر کی ہے کیونکہ اوس توجیہ کی بناء اوپر نیک ہونے لگے ہے اسلئے کہ اوس توجیہ مین لکہتے ہین کہ ہم فرشتے مراد نہین لیتے ہین بلکہ آدمی ہی مراد لیتے ہین جسکو لوگ نیک سمجھتے ہین اوسپر فرشتے کا اطلاق کرتے ہین الخ اور اس جگہہ خود سید الطائفہ کی تقریر سے ظاہر ہے کہ وہ جادو کرتے اور برا کام سکہاتے تھے اور خود بہی جانتے تھے کہ یہہ برا کام ہے اور مفسد تھے جب اونکا خود سید الطائفہ کے نزدیک بہی یہ حال تہا تو ایسے بدشریر آدمیون کو تو کوئی بہی فرشتہ نہین کہہ سکتا یعنی جب وہ بسبب ساحری کے خود اپنے آپ کو برا جانتے تھے اور بقول سید الطائفہ کوئی برا جانتا ہے تو اونپر اطلاق (ملکان) کہ اوپر نیک سمجھنے کے ہے کیونکر زعم پر بہی نہین ہوسکتا غرضکہ تمام

بیانات سید لطایفہ کے غلط اور باہم متناقض ہین **قال** اس آیۃ مین اس بات پر بھی دلیل ہے
کہ سحر باطل ہے یعنی سحر کچھ موثر نہین ہے کیونکہ خدائے تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ وہ کسیکو بسبب اپنے
سحر کے نقصان پہونچانے والے نہ تھے اور یہ کہنا نص صریح ہے اس بات پر کہ سحر کچھ اثر نہین کرتا
اور یہی معنی سحر کے باطل ہونے کے ہین آگے خدا نے فرمایا ہے کہ الا باذن اللہ اسکے یہ معنی سمجھنا
کہ اونکا سحر خدا کے حکم سے اثر کرتا تھا محض غلطی اور ناسمجھی ہے کبھی ایسا ہوتا ہے کہ عامل یا جادوگر کسی کام
کے لئے عمل یا جادو پڑھتا ہے اور وہ کام اتفاقیہ اسکے خواہش کے مطابق ہوجاتا ہے اور شبہ پڑتا ہے
کہ عمل یا جادو کے اثر سے ہوا ہے اس شبہ کے مٹانے کو خدا نے یہ فرمایا الا باذن اللہ یعنی ایسی حالت مین
جو کام ہوجاتا ہے وہ خدا کے حکم سے ہوجاتا ہے کچھ جادو یا عمل کے سبب سے نہین ہوتا **قلت** واہ کیا
خوب استدلال ہے اور خوب ہی آیۃ کے معنی گھڑے ہین دوبارہ لندن جانے کا انتظار ہے ایکی دفعہ
اگر وہان پہونچے اور ملاحدہ سے گرم صحبت رہی اور وہان سے واپس آئے تو الوہیت خدای تعالےٰ
کا بھی انکار کیا جاویگا اور مسلمانون پر قران کی اس آیۃ سے (مامن آلہ الا اللہ) حجت قایم کیجاویگی
اور کہا جاویگا کہ الوہیت عموماً باطل ہے کیونکہ کلمہ (من) (مامن آلہ) مین فائدہ استغراق نفی کا دیتا
ہے یعنی کوئی بھی معبود نہین اور یہہ کہنا نص صریح ہے اس بات پر کہ الوہیت کچھ نہین ہے اور کوئی آلہ
نہین اور یہی معنی ہین بطلان الوہیت کے آگے اسنے جو (الا اللہ) ہے اوسے یہ سمجھنا کہ اللہ معبود ہے
محض غلطی اور ناسمجھی ہے بعض لوگ وجود (اللہ) سے منکر ہین اونکے شبہ مٹانے کو یہہ کہا کہ (الا اللہ)
یعنی کوئی شبہ نہ کرے کہ اللہ کا وجود ہی نہین اوس مین وجود کا اثبات ہے اور الوہیت یعنی معبود ہونے
کا اثبات نہین کیونکہ الوہیت تو بنص صریح (مامن آلہ) باطل ہوچکی ہے موجود ہونے سے معبود
ہونا ثابت نہین ہوتا اور رسالت کے انکار مین تو برنہار (ما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ)
کے کچھ تامل ہی نہوگا اور صاف کہدینگے کہ رسالت باطل ہے کیونکہ خدای تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہم نے

کسی رسول کو نہین بھیجا اور یہی معنی ہین رسالت کے بطلان کے اور آگے اسکے جو یہہ ہے کہ (الا لیطاع باذن اللہ) اسکے یہ معنی سمجھنے کہ رسولون کو اسواسطے بھیجا ہے کہ اونکی اطاعت بحکم خدا کیجاوے محض غلطی اور نا سمجھی ہے کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کوئی شخص جھوٹا دعوی رسالت کا کرکے کوئی حکم دیتا ہے اور اپنی اطاعت چاہتا ہے اور شبہ پڑتا ہے کہ یہہ حکم خدا کا ہے تو اوس شبہ کے مٹانے کو یہہ فرمایا کہ (الا لیطاع باذن اللہ) یعنی ایسی حالت مین جو وہ حکم خدا کا حکم سمجھا جاوے تو اطاعت اوسکی خدا کے اذن سے کیجاوے اوس رسول کے کہنے سے اطاعت نکیجاوے غرضکہ (ما ارسلنا من رسول) نص صریح ہے اسپر کہ ہمنے کوئی رسول نہین بھیجا اسیطرح پر (ما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ) سے استدلال کیا جاویگا ابطال رسالت پر کہ (ما ارسلنا من رسول) نص صریح ہے اوپر بطلان رسالت اور (الا بلسان قومہ) کا مطلب یہہ ہے کہ جھوٹا دعوی کرکے اپنی قوم کی زبان سے رسول بن جانے مین ہماری طرف رسالت نہین ہوتی اگر کوئی یہ کہے کہ سید الطائفہ یہہ کیونکر کہہ سکتے ہین کیا وہ اس قاعدہ عربیت سے واقف نہین کہ کلام استثنای متصل منفی مین ماقبل (الا) کے جو مستثنی منہ ہوتا ہے وہ بہت شقوق پر مشتمل ہوتا ہے اونمین سے ایک شق کا جو بعد (الا) کے واقع ہے اثبات مقصود ہوتا ہے اور باقی شقون کی نفی مقصود ہوتی ہے چونکہ الوہیت برحق مشرکین کے نزدیک مشتمل ہے اوپر بہت سے معبودونکے کہ منجملہ اونکے ایک اللہ بھی ہے لہذا الوہیت کو اور معبودون کی نفی کرکے مابعد (الا) کے جو معبود ہے اوسی کی الوہیت کے اثبات کیواسطے یہ کلام استثنائی فرمایا ہے مطلق الوہیت کی نفی نہین بلکہ معبودان غیر خدا کی الوہیت کی نفی ہے اور الوہیت اللہ تعالے کا اثبات ہے تو ہم کہین گے کہ فی الواقع جو تمنے شرح کلام استثنائی کی کی صحیح ہے اور یہی معنی ہین قول علماء عربیہ کے کہ المستثنی ہو المخرج عن متعدد بالا واخوانہا اور یہہ ہی معنی ہین قول علماء اصول کے الاستثناء ہو المنع عن

دخول بعض ماتناولہ صدر الکلام فی حکم صدر الکلام بالواو انہا لیکن اگر اسقدر بھی سیاق العبارۃ کو ہوتی تو یہان یہہ واہیات تقریر کیون کرتے یہہ بھی تو کلام استثنای منفی ہے اور ما قبل (الا) کے جو (ہم بضارین بہ من احد) ہے چونکہ جادوگران کے نزدیک سحر واجب التاثیر تھا اور وہ شئے حقیقی سے بالکل غافل تھے اور سحر ہی کی تاثیر کو واجب جانتے تھے اور (ضارین بہ) یعنی (ضارین بالسحر) مشتمل ہے اوپر ضرر سحر باذن اللہ اور ضرر سحر بغیر اذن اللہ پر لہذا ان دونون شقون مین سے شق اول کا جو بعد حرف (الا) کے واقع ہے اثبات ہے اور شق ثانی کی نفی ہے مطلق ضرر سحر کی نفی نہین ہے اگر وہ اس قاعدہ سے جسکا تمنے ذکر کیا واقف ہوتے تو یہان برخلاف اوسکے کیون ایسی واہی تقریر کرتے جو تمامتر اونکی بے علمی اور نافہمی پر مبنی ہے اور ناواقفی اونکی زبان عربی سے کچھ محتاج بیان کی نہین اکثر مقامات مین ہم نے اونکی ناواقفی کا بیان کیا ہے بہ نسبت جبریل اور میکائیل اور آدم کے جو اونہون نے لکھا ہے کہ یہہ اعلام نہین ہین مدرسۃ البغدادیہ کے ادنی طالب علمون ہدایت النحو کے پڑہنے والون نے کیسی تجہیل اونکی کی ہے اور کیسے قہقہہ اونکے ناواقفیت پر اڑائے ہین چنانچہ مفصل حال اوسکا پرچہ عین الاخبار مرادآباد مطبوعہ ۱۶ جولای ۱۸۵۳ء مین مرقوم ہے علاوہ ناواقفیت کے غباوت اس حد کو پہونچی ہے کہ ہرچند سمجہایا جاتا ہے مگر سمجہ مین نہین آتا تفسیر کبیر ہاتہہ مین لئے بیٹہے ہین اوسمین اسی آیۃ سے اوپر تاثیر سحر کے

استدلال کرکے لکہا ہے اما القران فقولہ تعالی فی ہذہ الآیۃ وما ہم بضارین بہ من احد الا باذن اللہ والاستثناء یدل علی حصول الاضرار بسببہ یعنی ثبوت ضرر سحر کا قران سے اس آیۃ مین ہے کیونکہ استثناء دلالت کرتا ہے حصول اضرار پر بسبب سحر کے امام رازی نے صاف اشارہ اسپر کیا ہے کہ مستثنی منہ ضرر پہونچانا بسبب سحر کے ہے چونکہ وہ منفی ہے اوسمین سے اضرار بالسحر باذن اللہ کو بلفظ (الا) مستثنی کیا تو صاف حصول اضرار بالسحر

باذن اللہ کا ثابت ہوگیا سید الطائفہ نے بھی تقسیر پر چہ تہذیب نیچریہ مرقوم یکم محرم ۱۳۱۲ھ
مین کی تھی ہمنے اونکو بذریعہ تحریر مطبوعہ نور الافاق ۱۰ صفر ۱۳۱۲ھ کو اونکی غلطی پر خوب آگاہ
کیا تھا اور بہت نظیرین اسکی اونکو سمجھائی تھین مگر مرض عبادت اور جہل مرکب کا علاج ہمارے
پاس کچھ نہین ؎ نی غلط گفتم کہ این قہر خداست ٭ علتی را پیش آوردن چراست ٭ اب ہم
چند کلام اسی قسم کے لکھتے ہین جس سے لغویت اور بطلان قول سید الطائفہ کا اور اونکی ناواقفیت
زبان عرب سے ثابت ہے (۱) ماکان لرسول ان یاتی بآیۃ الا باذن اللہ نہین ہوسکتا کسی پیغمبر کو
کہ لاوے کوئی معجزہ (یا سید الطائفہ کے مذہب پر یون کہو کہ لاوے کوئی حکم) مگر ساتھہ اذن خدا کے
کوئی کہہ سکتا ہے کہ پیغمبر کا معجزہ یا حکم لانا باطل ہے کوئی کہہ سکتا ہے کہ اتفاقیہ اگر کوئی معجزہ یا حکم
آگیا تو اسمین پیغمبر کی وساطت کو کچھ دخل نہین کیا کوئی مسلمان اس آیۃ کا انکار کرسکتا ہے کہ ماآتاکم الرسول
فخذوہ وما نہاکم عنہ فانتہوا (۲) ماکان لنفس ان تموت الا باذن اللہ کون کہہ سکتا ہے کہ موت
کا ہونا باطل ہے (۳) یوم یات لا تکلم نفس الا باذنہ کون کہہ سکتا ہے کہ قیامت کے دن کسی
نفس کا کلام کرنا باطل ہے (۴) ماکان لنا ان نات کم بسلطان الا باذن اللہ (۵) لا تنفع الشفاعۃ
الا لمن اذن لہ (۶) ما اصاب من مصیبۃ الا باذن اللہ (۷) لا یتکلمون الا من اذن لہ الرحمن وقال
صوابا (۸) شعر لم تلق ہذا الوجہ شمس نہارنا ٭ الا بوجہ لیس فیہ حیاء کونسا احمق ہے کہ یہہ
کہہ سکتا ہے کہ شمس کا مقابلہ مین ہونا ممدوح کے مقصود نہین سواء اسکے بہت سے اسکی نظایر
ہین اون سب مین کلیۃ وعموماً نفی مستثنی منہ کی مقصود نہین بلکہ سب مین مستثنی منہ کا اثبات ایک
طور خاص پر یا ایک فرد مستثنی منہ کا اور مابقی کی نفی مقصود ہے اسیطرح یہان بھی یہ مقصود ہے
کہ بسبب سحر کے باذن اللہ ضرر پہونچا سکتے ہین اور بدون اذن خدا کے کچھ ضرر نہین پہونچا سکتے
یعنی وہ لوگ جو سحر کو واجب التاثیر سمجھتے تھے کہ ہر حال مین خواہی نخواہی ضرر پہونچاتا ہی ہے اوسکا یہ رد ہے

کہ وہ واجب التاثیر نہین جہان خدا کا حکم ہوا وہان ضرر پہونچایا جہان نہوا وہان نہ پہونچایا سحر
موثر حقیقی نہین کہ اوسپر مطمئن ہوکر موثر حقیقی سے غافل ہو جاؤ خلاصہ کلام اس مقام مین یہ ہے
کہ قولہ تعالی ماہم بضارین بہ من احد الا باذن اللہ کلام استثنائی ہے (الا) حرف استثنا ہے
(باذن اللہ) مستثنی ہے (ماہم بضارین بہ من احد) مستثنی منہ ہے کہ متناول ہے اونکے
اضرار بالسحر کو حالت اذن اللہ اور بغیر اذن اللہ مین ان دونون حالتون مین سے اضرار بالسحر
باذن اللہ کو مستثنی کیا چونکہ مستثنی منہ منفی تہا لہذا اضرار بالسحر باذن اللہ کا مثبت ہونا واجب
ہوا پس صاف معنی آیۃ کے یہ ہین کہ کسیکو وہ بسبب سحر کے ضرر نہین پہونچانے والے مگر بسبب
سحر کے باذن اللہ ضرر پہونچانے والے ہین یعنی خدا کا حکم ہوتا ہے تو بسبب سحر کے ضرر پہونچاتے ہین ورنہ
نہین چنانچہ اسی قاعدہ پر سب مثالین جو ہمنے اوپر لکہی ہین مبنی ہین اب ہم سید الطائفہ سے
دریافت کرتے ہین کہ آیۃ ماہم بضارین فیہ مین مستثنی منہ کیا ہے اگر (ماہم بضارین بہ من احد) ہی ہے
تو آپ کی نہایت درجہ کی ناواقفی ہے کہ اس آیۃ سے کہ جس سے صراحۃ فی الجملہ تاثیر سحر کی ثابت
ہے اور ابطال سحر کے عموماً استدلال کرتے ہین اور اگر مستثنی منہ کوئی اور ہے تو فرمائے کہ کیا ہے
اور ثابت کیجئے لیکن لحاظ رکہئے کہ استثنا از قسم بیان تغیر کے ہے کہ اوسکا مستثنی منہ سے
موصول ہونا واجب ہے منفصل ہونا ممتنع ہے اور یہان بجز (ماہم بضارین بہ من احد) کی کوئی
چیز موصول نہین اور آپ نے جو یہ فضول باتین لکہی ہین کہ کبہی ایسا ہوتا ہے (الی) کہ جادو کے
اثر سے ہوا ہے" یہ تو نہ مستثنی منہ ہوسکتا ہے نہ مفصولا مذکور ہے نہ مستثنی سے موصولا مذکور
ہے پس یہہ سب باتین آپ کی مغالطہ اور محض بناوٹ ہین کلام معجز کے ایسے معنی کہنے چاہئین
کہ نظم معجز سے مطابق قواعد عربیہ کے مفہوم ہوتے ہون اور بے قاعدہ ایک معنی اپنے دل سے
گہڑ کر اوسکو معانی قرآن قرار دینا نہایت مذموم ہے اور طریقہ یہود یانہ اختیار کرنا ہے کہ جسپر نہایت

شدید وعید قرآن مجید مین وارد ہے علاوہ براین (فیتعلمون منہما ما یفرقون بہ بین المرء وزوجہ) صاف ناطق ہے اسپر کہ اونکی اوس علم مین اسقدر تو اثر تہا کہ اوسکے سبب سے مرد اور اوسکی عورت کے درمیان مین تفرقہ ڈالتے تہے پس یہہ کہنا سید الطایفہ کا کہ سحر کچہ اثر نہین رکہتا صریح خلاف نص قرانی کے ہے سوا اسکے قران مجید سے ثابت ہے کہ سحر پر ساحران فرعون کے یہہ اثر مترتب ہوا تہا کہ اونکی رسیان اور لاٹہیان دوڑتی ہوئی سانپ متخیل ہوتی تہین اور سید الطایفہ نے اونکے عمل اور حضرت موسی علیہ السلام کے عمل کو ایک ہی قسم کا قرار دیا ہے اور چونکہ خدای تعالی کے فرمانے کے بموجب مطابق نصوص توریۃ اور قران مجید کے عمل ساحران مذکور کا سحر ہی تہا تو سید الطائفہ کے قول کے مطابق ضرور ہوا کہ عمل حضرت موسی علیہ السلام کا بہی سحر تہا اب دیکہیے کہ اوس عمل حضرت موسی پر کیسا اثر مترتب ہوا اور اونکے اوس عمل نے کیسی کیسی تاثیرین کین پس سید الطایفہ کا یہہ کہنا کہ سحر کچہ اثر نہین رکہتا صریح برخلاف نصوص کتب الہیہ اور خلاف مشاہدات کے ہے اور خود اونہین کی تصریحات تہذیب نیچریہ مرقوم یکم محرم ۱۳۱۹ھ کے برخلاف ہے قولہ ایسی حالت مین جو کچہ کام ہوجاتا ہے وہ خدا کے حکم سے ہوجاتا ہے کچہ جادو یا عمل کے سبب سے نہین ہوتا اقول یہہ بہی قران کے معنی کی تحریف ہے اسلئے کہ بموجب قاعدہ کلام استثنای کی تقدیر اس کلام کی یہہ ہے کہ (ما ہم بضارین بہ من احد الا انہم ضارون بہ باذن اللہ) یعنی وہ بسبب سحر کے کسیکو ضرر پہونچانے والے نہین مگر بحکم خدا ہی سحر کے سبب سے ضرر پہونچانے والے ہین ایسے ہی (فما آمن لموسی الا ذریۃ من قومہ) اے آمن ذریۃ من قومہ (نہین ایمان لائی موسی پر مگر ایک ذریۃ اوسکی قوم مین سے یعنی ایمان لائے ایک ذریۃ اوسکی قوم سے (ان یمسسک اللہ بضر فلا کاشف لہ الا ہو) اے ہو کاشف لہ (اگر پہونچاوے تجہکو خدا کچہ ضرر اوسکا دفع کرنے والا کوئی نہین مگر وہی) یعنی اوسکا دفع کرنے والا وہی ہے لم تلق ہذا الوجہ شمس نہارنا ؛

الا بوجہ لیس فیہ حیار ای لقیتہ بوجہ لیس فیہ حیار پس صاف مطلب آیہ کا یہہ ہے کہ اگر خدا کا حکم ہوتا ہے تو سحر کے سبب سے ضرر پہونچ جاتا ہے نہ یہہ کہ کبھی سحر سبب ضرر کا نہین ہوتا

قال ہمنے اوپر بیان کیا ہے کہ آیتون مین دو زمانہ کے لوگون کا ذکر ہے ایک اوس زمانہ کے یہودیون کا جو حضرت سلیمان کے وقت مین اور اونکے بعد تھے اور ایک اون لوگون کا جو ہاروت و ماروت کے زمانہ مین تھے ان لفظون تک کہ بابل مین ہاروت و ماروت دو فرشتون پر اوتاری گئی ہے اون لوگون کا ذکر ہے جو حضرت سلیمان کے وقت مین اور اونکے بعد تھے اور ان الفاظ سے کہ اور وہ کسیکو نہین سکھاتے ان الفاظ تک اور اونسے سیکھتے تھے وہ چیز جو اونکو نقصان دیتی تھی اور نہ نفع پہونچاتے تھے اون لوگون کا ذکر ہے جو ہاروت و ماروت کے زمانہ مین تھے اور اوسکے بعد عام یہودی مخاطب ہین جو توریۃ سے جانتے تھے کہ جادو گناہ اور کفر ہے

قلت یہہ بیان آپ کا غلط ہے ہمنے پیشتر اوس سے تعرض نہین کیا تہا اور اس مقام پر اوسکے ابطال کو مناسب جانا تہا سو اب ہم یہہ کہتے ہین کہ یہہ کہان سے معلوم کیا کہ ما انزل علی الملکین ببابل ہاروت و ماروت تک اون یہودیون کا ذکر ہے جو حضرت سلیمان عم کے زمانہ مین تھے اگر آپ یہہ کہین کہ (ما تتلوا الشیاطین علی ملک سلیمان) جسکے معنی ہین کہ پڑہتے تھے شیاطین سلیمان کے عہد مین اسپر دلیل صریح ہے تو ہم کہین گے کہ شیاطین سے آپ نے آدمی کفار مراد لئے ہین حالانکہ سلیمان عم کے زمانہ مین بنی اسرائیل مین سے ایک آدمی بہی کافر نہا چنانچہ بحث اسکی مفصلا ہو چکی ہے اور آپ سے یہہ بات اصلا ثابت نہوسکی کہ سلیمان عم کے وقت مین کوئی ایک آدمی بہی بنی اسرائیل مین سے کافر تہا بلکہ ہمیشہ خود آپ نے یہودیون کے دو گروہ قرار دیکر اون دونون کو دو گروہ خدا پرست قرار دیا ہے پس آپکا یہہ کہنا کہ اون یہودیون کا جو سلیمان عم کے زمانہ مین تھے غلط ہے اور خود آپ ہی کے قول کے خلاف ہے اور اگر شیاطین سے مراد جن

ہین جیسا کہ ہمنے ثابت کردیا ہے تب تو کسیطرح پر بہی اس آیۃ سے ذکر یہودیون زمانہ سلیمان کا مستنبط نہین ہوسکتا بہرحال ان سب آیات مین اونہین یہودیون کا ذکر ہے جو بعد سلیمان عم کے مرتد اور کافر ہوگئے تہے پہر آپ اس امر کو بہی ثابت نہ کرسکے کہ ہاروت وماروت جو بقول آپکے دو کافر ملک شام کے تہے کس زمانہ مین تہے حضرت سلیمان کے زمانہ مین تہے یا اون سے پیشتر یا اونسے بعد اگر حضرت سلیمان سے پیشتر یا اونکے عہد مین تہے تو اسپر کیا دلیل ہے کہ اونکی تعلیم حضرت سلیمان عم کے بعد شروع ہوئی اور حضرت سلیمان عم سے پیشتر یا اونکے عہد مین نہ ہوئی پہر یہہ جو کہتے ہین کہ اسکے بعد عام یہودی الخ یہہ بہی صحیح نہین اسلئے کہ (ولقد علموا) سے تا (من خلاق) جملہ حالیہ ہے اور صاحب حال وہی فریق ہے جو (نبذ) کا فاعل ہے اس جملہ مین اونہین کی مذمت اور اونہین پر ملامت اور اونہین کی خراب حالی کا بیان ہے یعنی باوجودیکہ اسبات کو جانتے تہے کہ جس نے ایسا معاملہ کیا کہ کتاب اللہ کے عوض مین یہہ خراب چیزین اختیار کین اوسکو آخرۃ مین کچہ بہتری نہین تسپر جان بوجہہ کر اونہون نے ایسا کیا بعد اسکے پہر کلمہ (بئس) سے جو اظہار ذم کے واسطے موضوع ہے زیادہ تر اونپر ملامت فرمائی اور چونکہ عموماً سب یہودیون نے حضرت اور اونکے مثل فنون حضرت رسان کا سیکہنا اختیار نہین کیا تہا چنانچہ کلمہ (نبذ فریق منہم) اسپر نص صریح ہے پس کلمہ (اشروا) (جو بجاے کتاب اللہ کے سحر وغیرہ کے اختیار کرنے پر دلالت کرتا ہے) سب یہودیون سے متعلق نہین ہوسکتا ہم کو نہایت افسوس ہے سید الطائفہ کے حال پر کہ بالعقولی مین ہم کر کلام مجید کی تفسیر کرنے بیٹہے ہین جب وہ ایسے ایسے ظاہر اور واضح بیان کو بہی بسبب اپنی ناواقفی کے علوم معانی وبیان سے نہین سمجہ سکتے تو جو اشارات اور رموز آیات کا سمجہنا موقوف ہے اوپر کمال علم معانی وبیان وغیرہ کے کیا خاک سمجہ سکینگے مگر اس سے اونکو کیا غرض ہے جو مطلب اونکا اس خامہ فرسائی سے ہے وہ سب اہل ایمان کو

معلوم ہے کہ صرف غرض تحریف قرآن ہے واسطے افشاء الحاد اور نیچریۃ کے پیرایہ ادعاء
اسلام مین یریدون لیطفئوا نور اللہ بافواہہم واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون اب یہہ بحث ختم ہوئی اور ہمنے
مفصلاً اونکی غلط باتون کا رد کردیا اب یہان جسقدر امور کا بیان مجملاً کرسکی تفصیل اوپر ہوچکی ہے
مناسب معلوم ہوتا ہے کیونکہ بنا رسب تحریفات سید الطائفہ کی زیادہ تر اونہین پر ہے حالانکہ اونمین سے
ایک کو بھی ثابت نہ کرسکے بلکہ ہماری تحریر سے بطلان اونکا قرار واقعی ثابت ہوگیا ہے (۱) سلیمان
علیہ السلام کے عہد مین بت پرستی کی کچھ ممانعت نہ تہی (۲) بت پرستی خود اونکے محلون مین ہوتی تہی بت پرست
عورتین اونکے محلون مین تہین اور تمام بت پرست قومین اونکی مددگار تہین (۳) مجمع فریسین اونکے
عہد مین قایم ہوگیا تہا (۴) اونکی سلطنت مین خرابیان ہوگئی تہین اور اونکا زمانہ ایک ابتر حالت
مین ہوگیا تہا (۵) اونکی سلطنت مین دو گروہ خدا پرستون کے بایکدگر مخالف تھے (۶) ہیسر
گروہ موجود تہا وہ حضرت سلیمان کے ساتہیون مین شمار ہوتا تہا (۷) کلمہ شیاطین جو آیات مین ہے
اوس سے کافر آدمی مراد ہین (۸) ہاروت وماروت فرشتے نہ تھے دو آدمی کافر شام کے
رہنے والے تھے (۹) حیرام بادشاہ صور کے ہان بہی مجمع فریسین کا تہا (۱۰) سب سے
زیادہ اصلاح قرآن مجید کی زیادہ کردینے لفظ لیظہم اور اور چند الفاظ کے الغرض
یہہ دس دعوی سید الطائفہ کے ہین مگر انمین سے ایک بہی ثابت نہین اور زیادہ تر بنا اونکی
تحریف کی انہین امور پر ہے معلوم ہوتا ہے کہ یہودی اور نصرانی جو نبوۃ حضرت سلیمان کا انکار
کرکے اونکو بت پرست کہتے ہین اور بہت سی جہوٹی جہوٹی باتین اونکی نسبت اونہون نے لکہہ رکہی
ہین اونہین کی ہمدردی سید الطائفہ نے بہی کی ہے اور خود سید الطائفہ بہی خوب سمجہ رہے ہین کہ
وہ کتابین جنسے یہ مضامین مستنبط کئے ہین محض اباطیل یہود ونصاری اور مفتریات ہین اسی
سبب سے اونہون نے اس بحث مین کسی ایک کتاب کا بہی نام نہین لکہا مگر بڑی شرم کی بات ہے

کہ بعض ایسے ایسے امور جنکے اہل اسلام قایل ہین اور کتب انبیا سابقین سے اور قران مجید سے ثبوت
اونکا واضح ہے اور یہود و نصاری کا بھی اونپر اتفاق ہے مثل قصہ آدم عرم اور وجود شیطان اور
جنات اور ملایکہ وغیرہا کی مگر ملاحدہ فرنگ کو اور بہ تبعیت اونکے سید الطایفہ کو اونکا انکار ہے اونکی
نسبت تو بہت زبان درازی کرتے ہین کہ مفسرین اور علماء اسلام یہود کی پیروی کرتے ہین مگر جب
کوئی بات خلاف قران مجید کے بتقلید ملاحدہ اور اپنی خواہش کے موافق لکھتے ہین تو اوسمین یہانتک
اتباع یہود و نصاری کا ہوتا ہے کہ اونکے مفتریات کو بھی نصوص قران پر ترجیح دیتے ہین اور اونکے
مفتریات کی پیروی سے قران مین تحریف کرنے سے بھی کچھ خوف نہین کرتے اور ایک بڑے جلیل القدر
نبی جنکی قرب و منزلت اور نیکوکاری کا قران مین بہت صراحت کے ساتھہ بیان ہے اوسکو مرتکب
جرایم کبیرہ کا جو ہر آینہ شان نبوۃ سے نہایت مستبعد بلکہ محال ہے نہیراتے ہین اب مین اس
مقام پر کیا کہون بجز اسکے (مثنوی) چون قلم در دست غدارے بود ✤ لاجرم منصور بردارے بود
چون سفیہان راشدان کار دکیا ✤ لازم آمد یقتلون الانبیا ✤ قال اللہ تعالی
ماننسخ من آیۃ او ننسہا نات بخیر منہا او مثلہا یعنی جو کچھ منسوخ کرتے ہین ہم کسی آیۃ سے یا
بھلا دیتے ہین ہم اوسکو تو لاتے ہین اوس سے بہتر یا مانند اوسکی" یہان بحث نسخ کی ہے اور یہہ
بحث نہایت دقیق ہے اور اون امور اہم مین سے ہے کہ جب تک اسکے اصول مین دقیت کامل حاصل نہو
استنباط احکام فقہیہ مین دخل دینا غیر ممکن ہے لہذا ہمارے علماء رحمۃ اللہ علیہم نے اسکی تحقیقات مین
بہت کوشش کی ہے اور کمال نظر دقیق اور تحقیق کے ساتھہ اسکے مسایل کو صاف کیا ہے اس بحث مین
دخل دینا ہر کس و ناکس کا کام نہین (مثنوی) اذکروا اللہ کار ہر اوباش نیست ✤ ارجعی بر ہای
ہر قلاش نیست ✤ پیل باید تا بخسپد او شبان ✤ خواب بید خطہ ہندوستان ✤ خرنہ بیند ہیچ ہندوستان
بخواب ✤ خر زہندستان نکردست اعتراب ✤ تا کہ نمرودی تو در آتش مرد ✤ رفت خواہی اول ابراہیم شو

بحث نسخ

سید الطائفہ نے باوجود اسکے کہ کسی فن مین استعداد نہین رکھتے اور علوم عربیہ سے تو محض نابلد
ہین ایسی بحث ایمہ مین ازراہ بوالفضولی اور جہل مرکب کے دخل دیا ہے اور قدم قدم پر ٹھوکرین کہائی
ہین آری خوش گفتہ مثنوی آن منافق باموافق در نماز ٭ از پے استیزہ آمدنے نیاز ٭
این کند از امر دان بہر ستیز ٭ بر سر استیزہ رویان خاک ریز ٭ در نماز و روزہ و حج و
زکوۃ ٭ با منافق مومنان در بردوات ٭ مومنان را بر دہ باشد عاقبت ٭ بر منافق مات آمد آخرت
حرف درویشان بدزدد مردودون ٭ تا بخواند بر سلیمے صد فسون ٭ کار مردان روشنی و گرمی است
کار دونان حیلہ و بے شرمیست ٭ خرقہ پشمین از برای کدکنند ٭ بو مسیلم را لقب احمد کنند ٭
بو مسیلم را لقب کذاب ماند ٭ مر محمد را ابو الالباب ماند ٭ مخفی نہ رہے کہ حجج شرعیہ بیان سے
محتمل ہوتے ہین اور بیان پانچ قسم پر ہے (اول) بیان تقریر یعنی تاکید کلام کی کہ جسے احتمال مجاز کا باقی
نہ رہے (دوم) بیان تفسیر مثل بیان لفظ صلوۃ اور صیام و زکوۃ کے (تیسری) بیان تغییر مثل
استثنا کے کہ جس سے یہ بات ظاہر ہو کہ منجملہ اون چیزون کے جنکو کلام متناول تہا بعض مراد نہین
نہ کل چنانچہ بحث سابق مین اوسکا حال مختصراً بیان کیا گیا ہے (چوتہے) بیان ضرورۃ یعنی کوئی لفظ
تو ایسا نہ بولا گیا ہو کہ اوس بیان پر دلالت کرے مگر سکوت مراد پر دلالت کرتا ہو مثل وورثہ ابواہ فلامہ
الثلث چونکہ اس کلام سے یہ بات تو متحقق ہوئی کہ میراث کی مستحق بجز ماں باپ کے اور کوئی
نہون اور حصر میراث کا انہین دونون مین ہوا اور یہہ بھی معلوم ہوا کہ اون دونون مین سے ماں
صرف ایک ثلث کی مستحق ہے پس گو کہ بہ نسبت دو ثلث کے سکوت ہے لیکن چونکہ حصر میراث
اونہین دونون مین تہا یہ سکوت ہی بیان ہے اسکا کہ دو ثلث باقی ماندہ کا مستحق باپ ہے
یا مثلاً آیۃ وطعام الذین اوتوا الکتاب حل لکم بیان حرمت ذبایح مشرکین کا ہے اسلئے کہ مسلمان
اہل کتاب اور غیر اہل کتاب کے ذبایح سے اوس عہد مین پرہیز کرتے تہے جب اہل کتاب کے ذبایح کے

حلت کی تخصیص فرمائی گئی تو بحکم ضرورۃ حرمت ذبائح مشرکین کی ثابت ہوگئی (بائبل خوان) بیان تبدیل ہے جسکو اصطلاح مین بلفظ نسخ تعبیر کرتے ہین اور تعریف اسکی یہہ ہے کہ وارد ہونا ایک دلیل شرعی کا بعد ایک زمانہ کے ایک دوسری دلیل شرعی سے کہ مقتضی خلاف حکم شرعی سابق کے ہو چونکہ شارع جل علا شانہ کے علم مین یہہ بات تھی کہ یہ حکم اول ایک وقت معین تک موقت ہے مگر اوسکا وقت ہم کو معلوم نہ تھا اس سبب سے یہ حکم ثانی بیان ہے اتمام مدت حکم اول کا باعتبار شارع کے اور تبدیل ہے باعتبار ہمارے بسبب لاعلمی ہماری کی اوس مدۃ معینہ سے درحقیقت وہ حکم سابق اوس مدۃ پر پورا ہوگیا چنانچہ یہی ہے مطلب جناب مسیح علیہ السلام کے اس فرمانے کا کہ یہہ خیال نکرو کہ مین توریۃ اور نبیون کی کتاب منسوخ کرنے کو آیا مین منسوخ کرنے کو نہین آیا بلکہ پوری کرنے کو آیا ہون ایک نقطہ یا ایک شوشہ توریۃ کا نہ مٹیگا جب تک سب کچھ پورا نہو (باب ۵ - ۱۷ و ۱۸ متی) پس جو احکام کتب سماویہ کے نزول انجیل تک پوری ہوگئی اور اونکی جگہہ کوئی دوسرا حکم فعل یا ترک کا نافذ ہوا اونکا اتمام اور تکمیل انجیل سے معلوم ہوگیا اور جو احکام توریۃ اور انجیل کی شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام تک پورے ہوگئے اور اونکی جگہہ دوسرا حکم یا اونکے ترک کا حکم ہوا اونکا اتمام اور تکمیل شریعت محمدیہ صلعم سے ظاہر ہوا اور اسی امر پر اشارہ ہے نص قرانی کا الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی یعنی تا متر تکمیل شریعت کی جو نعمت عظمی ہے اب ہوچکی چونکہ بعد اسکے سلسلہ نبوۃ اور وحی تشریعی کا ختم ہوگیا پس اب یہہ شریعت بہمہ وجوہ مکمل ہے اور محل نسخ وہ حکم شرعی ہے کہ قید تابید یعنی دوام اور توقیت یعنی قید وقت سے مطلق ہو یعنی اوسمین دوام اور مدت کی کچھ قید نہو ہمنے یہہ امور اس جگہ مختصرا بقدر ضرورت لکھے ہین اور مفصلا بیان اوسکا معہ شرائط و دیگر امور کے کتب اصول فقہ مین مذکور ہے اب ہم سید الطایفہ کے اقوال کی طرف کہ محض از راہ جہالت کے اونمین بہت زبان درازی بہ نسبت طعن کے علماء اعلام پر جو ارکان دین مین کی ہے متوجہ ہوتے ہین اور جسطرح پر سید الطایفہ کی جہالت اور

عبادۃ اور ناواقفی زبان عرب اور فہم معانی قرآن سے بحثہاے سابقہ مین ظاہر کی ہے اسطرح پر اس بحث
مین بھی آشکار کرتے ہین **قال** اس آیۃ کی تفسیر مین مفسرین نے بے انتہا کج بحثیان کی ہین اور
مذہب اسلام کو بلکہ خدا کو بدنام کیا ہے اور قرآن مجید کو ایک شاعر کی بیاض بنا دیا ہے **قلت** شرم
نہ آئی یہ بات کہتے ہوئے وہ لغویات جو قصہ حضرت آدم اور شیطان و ملایکہ اور حضرت سلیمان مین لکھے
ہین بہت جلد بھول گئے کہ قرآن مجید اور جملہ کتب سماویہ کو قصہ کہانی کی کتاب مثل کلیلہ دمنہ اور میر حسن کی
مثنوی اور گل بکاؤلی کے افسانہ جات کے ٹھہرایا ہے اور صاف لکھا ہے کہ یہہ قصہ بے اصل محض ہے اور
کلام غیر مقصود بہت قرآن مین بھر دیا ہے اور پھر ایک اور تحریر مین حضرت آدم عرف کو خیالی ٹھہرا کر اوسکو خوب
کودایا اور نچایا ہے اور بہت سی (اُواو اوا وای ای) کرائی ہے اور خوب گیت گوائے ہین۔
بڑے شرم و حیا کی بات ہے کہ اپنے عیب اور دوسرے پر لگاتے ہین مگر حقیقت یہ ہے کہ الحیاء شعبۃ من الایمان
جب ایمان ہی نہین تو حیا کہان کچھ فرمائے کہ کونسی بات مفسرین نے ایسی لکھی ہے کہ جسکی بنا پر
تہمتین جو آپ نے اونپر لگائی ہین اون پر عاید ہو سکتی ہین بے اصل بات کہدینا تمام زمانہ مین اپنے
آپ کو کذاب مفتری مشہور کرنا ہے **قال** اونہین کج بحثیون مین بعض مفسرین نے جنکو خدا نے
ہدایت کی ہے سیدہی راہ بھی اختیار کی ہے **قلت** مراد اس سے ابو مسلم جاحظ ہے جو رئیس معتزلہ
اور معتزلی عالی ہے اور اوسکو ہمارے علماء نے بہت لتاڑا ہے اور ایسا مغلوب کیا ہے کہ اوسے
کچھ جواب بن نہ آیا اور اوسکے بعد جسقدر معتزلی المذہب مفسرین اونہون نے اوسکے قول کو متروک
کیا ہے چنانچہ جار اللہ زمخشری بھی کہ اکابر اہل اعتزال مین سے ہین اپنی تفسیر مین مطابق جمہور مفسرین
کے تفسیر کرتے ہین مگر جو کہ طبیعت مین سید الطایفہ کے نہایت درجہ کی کج روی اور ضلال تام بطرف
بطلان کے ہے اس سبب سے ہمیشہ وہ غلط کاردن کی تقلید کرتے ہین **قال** جسکے مزاج مین
کج بحثی نہین ہے وہ اس آیۃ کو اور اوس سے پہلی آیۃ کو پڑہ کر سیدہا اور صاف مطلب سمجھ سکتا ہے

قلت واقعی یہی بات ہے مگر عالم اور جاہل مین اور محق ومبطل مین اتنا فرق ہے کہ عالم اور محق تمام کلمات آیۃ پر لحاظ کرتا ہے اور جاہل اور مبطل منجملہ کلمات کے ایک کلمہ پر تو لحاظ رکھتا ہے اور ہوائے نفسانی اوسکی اور کلمات کی طرف سے اوسکی آنکھون کو بند کردیتی ہے اور توجہ قلبی کی مانع ہوتی ہے لاتقربوا الصلوۃ وانتم سکاری مین صرف لاتقربوا الصلوۃ ہی پر اوسکی نظر جاتی ہے اور وانتم سکاری پر خیال بھی نہین کرتا کلوا واشربوا ولاتسرفوا مین بہایم کی طرح کلوا واشربوا پر تو عمل کرتا ہے اور لاتسرفوا کو نسیاً منسیاً کردیتا ہے اور ایسا ہی حال ہوجاتا ہے جیسا کہ کلام استثنای مین بحث سابقہ مین سید الطائفہ کا حال ہے اسمقام مین بھی مجکو اوسیکی قرب قریب معلوم ہوتا ہے چنانچہ قول آیندہ مین صاف معلوم ہوجاویگا **قال** اس آیۃ سے پہلی آیۃ مین خدای تعالی نے فرمایا ہے کہ اہل کتاب اس بات کو دوست نہین رکھتے کہ خدا کی طرف سے تمپر کچھ بھلائی اوتری اور بھلائی سے علانیہ مراد قران اور احکام شریعت ہین اہل کتاب جو اس بات کو دوست نہین رکھتے تھے اوسکی دو وجہین تہین اول یہ کہ تمام انبیاء بنی اسرائیل مین گذرے تھے اور اونکو پسند نہین تہا کہ بنی اسمعیل مین جنکو وہ بالطبع حقیر بھی سمجھتے تہے کوئی نبی پیدا ہو اسلئے اوسکی نسبت خدا نے فرمایا کہ اللہ مخصوص کرتا ہے اپنی رحمت سے جسکو چاہتا ہے دوسری وجہ یہہ کہ احکام شریعت محمدی کے موسوی شریعت کے احکام سے کسیقدر مختلف تھے اور یہودی اپنی شریعت کی نسبت سمجھتے تھے کہ وہ دائمی ہے اور کبھی کوئی حکم اوسکا تبدیل نہین ہونیکا اسکی نسبت خدا نے فرمایا کہ جو آیۃ کہ ہم منسوخ کرتے ہین یا بھلا دیتے ہین تو اوسکی جگہہ اوسکی مانند یا اوسے بہتر آیت دیتے ہین اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس مقام مین آیۃ کے لفظ سے قران کی آیۃ مراد نہین بلکہ موسوی شریعت کے احکام جو شرع محمدی سے یا جن احکام شریعت موسوی کو یہودیون نے بھلا دیا تہا وہ مراد ہین **قلت** دیکھہ لو وہی امر پیش آیا جسکو ہمنے علامت تمیز کی درمیان محق ومبطل اور عالم وجاہل کے ٹہہرایا ہے پہلی آیۃ مین ارایت الذین کفروا من اہل الکتاب

والمشرکین) دو فریق کا ذکر ہے ایک اہل کتاب دوسرے مشرکین یعنی اہل کتاب اور مشرکین دونون فریق اسکو دوست نہین رکھتے کہ تم پر تمہارے پروردگار کی طرف سے کچھ بھلائی اوتری سید الطائفہ نے ازراہ جہالت اور فساد طینت کے اہل کتاب کی نسبت تو لکھا کہ وہ دوست نہین رکھتے کہ تمہاری اوپر کچھ بھلائی اوتری مگر کلمہ مشرکین کی طرف سے جو اونکے مدعا کے مغر تھا ایسی آنکھین بند کرلین کہ گویا اونکے نزدیک اس آیہ مین تھا ہی نہین اور کلمہ مشرکین کو بالکل نسیاً منسیاً کرکے صرف اہل کتاب کے رد پر آیۃ (ما ننسخ من آیۃ) کو محمول کیا ہے حالانکہ مشرکین عرب بھی تبدیل احکام کی بابتہ اعتراض کرتے تھے چنانچہ آیۃ سورہ نحل سے واضح ہے واذا بدلنا آیۃ مکان آیۃ واللہ اعلم بما ینزل قالوا انما انت مفتر یعنی جب کہ بدلتے ہین ہم کسی آیۃ کو بجاے دوسری آیۃ کے اور اللہ خوب جانتا ہے اوس چیز کو جسکو وہ نازل کرتا ہے تو کہتے ہین وہ پیغمبر کو تو صرف افترا کرنے والا ہے پس جب یہ امر خوب ثابت ہوگیا کہ یہود اور مشرکین دونون فریق نسخ کی آیات پر اعتراض تھے تو اونکے رد مین جو یہ فرمایا کہ (ما ننسخ من آیۃ) اوسکو صرف اہل کتاب کے رد پر محمول کرنا صاف جہالت یا دیدہ ودانستہ حق بات کو چھپانا ہے یہ بات کسیطرح کسی صاحب عقل کے خیال مین نہین آسکتی کہ اعتراض تو دو فریق کرین اور جواب صرف ایک فریق کو دیا جائے اور دوسری فریق کے اعتراض کا کچھ جواب نہ دیا جائے اور اسکے جواب سے ایسا سکوت کیا جاوے کہ گویا اعتراض کو اوس فریق کے تسلیم کرلیا حاشا وکلا بلاغت قرآن زنہار اسکی مقتضی نہین یہود کا جو اعتراض تھا وہ تو بہ نسبت نسخ آیات توریۃ کے تھا اور مشرکین کا بہ نسبت آیات قرآن کے تھا اون دونون کے رد مین وہ کلمات جامعہ فرمائے کہ ایک بات مین دونون فریق کے اعتراض رد ہوگئے پس اوس جواب کو صرف ایک ہی فریق کا جواب سمجھنا صریح غلطی اور صاف کج بحثی واسطے کتمان حق کے ہے سوا اسکے یہ ہے کہ آیۃ سابقہ مین جو اہل کتاب اور مشرکین دو فریق کی ناخوشی کا ذکر ہے محتمل ہے کہ واللہ یختص برحمتہ مین آخر آیۃ تک تو رد ہو

اہل کتاب کا اور ماننسخ من آیۃ میں رد ہو مشرکین کا اس صورت میں بخبر آیات قرآن کے توریۃ کے احکام کا مراد لینا صحیح نہیں ہوسکتا بہرحال تخصیص احکام توریۃ کی کسی صورت میں صحیح نہیں اب ہم مطابق قاعدہ عربیۃ کے بھی سید الطالفہ کی تخصیص کا بطلان ظاہر کرتے ہیں کہ (ما) شرطیہ الفاظ عموم سے ہے اور علم اصول میں بھی یہ امر مسلم ہو چکا ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ ما للعموم لا تخیل الخصوص افعلوا من خیر یعلمہ اللہ ما تقدموا لانفسکم من خیر تجدوہ عند اللہ ہو خیرا و اعظم اجرا اسی سبب سے جار اللہ مخشری نے ماننسخ کی تفسیر اسطور پر کی ہے کل آیۃ تذہب بہا الخ اور (من) استغراقیہ جو (من آیۃ) میں ہے یہ بیان ہے اوسی کلمہ ما کا جو واسطے عموم کے ہے پس ایسے عام کا جو احتمال خصوص بھی نہیں رکھتا بلا دلیل قوی کے مخصوص آیات کتب متقدمہ سے کرنا اور اوسکو مشتمل اوپر قرآن کے نہ سمجھنا صراحۃ مخالفت لغت ہے بعید نہیں کہ سید الطالفہ یہ کہیں کہ یہ قرینہ مذکور ہونے اہل کتاب کی آیۃ سابقہ میں ہمنے کلمہ (ما) کو خاص ٹھیرایا ہے تو ہم کہینگے کہ اس بات کو ہم رد کر چکے ہیں اور بسبب مذکور ہونے مشرکین کے ساتھہ اہل کتاب کے آیۃ سابقہ میں زیادہ تر تائید اسکی ہے کہ کلمہ (ما) اس جگہ خصوصیت کا محتمل بھی نہیں علاوہ بران اگر ذکر بھی مشرکین کا آیۃ سابق میں نہوتا اور سبب نزول آیۃ کا اعراض اہل کتاب ہی کا ہوتا تب بھی سبب نزول کی وجہ سے حکم عام مخصوص نہیں ہوسکتا کیونکہ یہ مسئلہ مسلم الثبوت ہے کہ العبرۃ لعموم الالفاظ لا لخصوص الاسباب اب کہ ہر گئے ابو مسلم جاحظ معتزلی اور اونکے مقلد سید الطالفۃ النیچریہ پر رزی دلمین انصاف کرین کہ اس آیۃ میں کج بحثی اونکی ہے یا ہماری مفسرین رحمۃ اللہ علیہم کی اور کسکی تفسیر لمحاظ جملہ کلمات آیۃ سابقہ کے مطابق لغت و بلاغت قرآن کے قابل قبول ہے اور کسکی خلاف لغت و بلاغت قابل رد کے ہے جب یہ بات ثابت ہو چکی تو اب ہم کہتے ہین کہ باعتبار آیۃ منسوخہ کے تقسیم نسخ کی تین طرح پر عقلا ہو سکتی ہے (۱) آیۃ منسوخہ منسوخ التلاوۃ والحکم (۲) صرف منسوخ التلاوۃ مع بقاء الحکم (۳)

صرف منسوخ الحکم مع بقاء التلاوۃ ان تینون قسمون کے امتناع پر کوئی دلیل عقلی یا نقلی قائم نہین
پس اونکے جواز مین بدون کسی دلیل عقلی یا نقلی کے کلام نہین ہوسکتا کتب سماویہ جو انبیاء بنی اسرائیل
پر نازل ہوئی تہین وہ سب کی سب یا اکثر اونمین سے اب بکلا مفقود ہین ہین خود توریۃ ہی کو دیکھو
وہ کلمات جو الواح پر دست قدرت کے لکہے ہوئے تھے اب کہان ہین دیکھو سفر خروج کے ۳۱
باب کا ۱۸ ورس وہ کلمات جو حضرت موسی علم نے اپنے ہاتھ سے لوحون پر لکہے تھے اب
کہان ہین اونکا تو اب کہین پتہ ہی نہین اور یہی معنی ہین نسخ تلاوۃ کے اب جسقدر بنام شہادۃ
توریۃ کے مشہور ہین توریۃ نہین بلکہ غایۃ الامر یہ کہہ سکتے ہین کہ تراجم ہی ہین یہی حال ہے سب
کتابون سابقہ کا اور چونکہ بعض احکام یہی اونکے منسوخ ہین پس وقوع قسم اول اور دوم مین بہ نسبت
کتب سابقہ کے کچہ شک وشبہ نہین باقی رہی آیات قرآن اونمین بہ نسبت قسم اول اور دوم کے وقوع
مین اختلاف ہے باہم علماے اسلامیہ کے اور ہر ایک فریق اپنی اپنی دلیلین اور جواب ادلہ
فریق ثانی کا پیش کرتا ہے اور یہ بحث باہم بہت مبسوط ہے بالاستیعاب اوسکا یہان لکہنا کچہ
ضرور نہین قسم ثالث کی نسبت سب علما اور ائمہ مجتہدین کا اتفاق ہے بجز ابو مسلم جانکہ معتزلی کے
اصول امام فخر الاسلام بزدوی اور توضیح صدر الشریعۃ اور مسلم الثبوت مولانا محب اللہ
اور اوسکی شرح مولانا بحر العلوم رحمۃ اللہ علیہم سے معلوم ہوتا ہے کہ مذہب جانکہ کا یہ ہے کہ
عموماً نسخ خواہ نسخ بعض احکام کتب سابقہ کا ہو یا بعض احکام قرآن کا ہو واقع نہین ہوا
چنانچہ وہ لکہتے ہین کہ اجمع المسلمون علی جوازہ ووقوعہ سمعا خلافا لابی مسلم وہو لا یصح
من مسلم الا بتاویل اور بعد اسکے اونکے قول کی تاویلات کی ہین منجملہ اون تاویلات کے یہہ
تاویل بہی ہے کہ مطلب اونکا یہ ہے کہ خاص احکام قرآن مین نسخ نہین احکام کتب سابقہ مین
البتہ نسخ ہے سید الطائفہ نے بہ نسبت قسم اول اور دوم کے اوپر اونکے قائلین کے بہت

زبان درازی کی ہے اور بابت روایات کے جو اونکی تائید مین ہین بہت بیہودہ الفاظ محض از راہ عناد و فساد طینت کے زبان پر لائے ہین **قال** اکثر مفسرین نے ان دو لفظون یعنی نسخ اور منسہا کی بنا پر جھوٹی اور مصنوعی روایتون کے بیان کرنے سے اپنی تفسیرون کے ورق کے ورق سیاہ کئے ہین مگر اونمین سے ایک روایت بھی صحیح نہین **قلت** یہ سب جاہلانہ تقریر ہے کہ اپنے مطلب کے خلاف جو کوئی روایت پائی اوسکو بلا وجہ بلا دلیل جھوٹا اور مصنوعی کہدیا اور یہ شیوہ عموماً جہلا کا ہے کہ جب مغلوب ہوجاتے ہین اور کوئی حجت و دلیل اپنے پاس نہین پاتے ہین تو صرف اتنی بات کہکر پیچھا چھڑاتے ہین کہ یہ حجت جھوٹی ہے سید الطایفہ کو لازم تہا کہ ان دونون قسمون کے عدم جواز پر کوئی حجت قایم کرتے اور جب عدم جواز اونکا ثابت کر لیتے تب بہ نسبت اون روایات کے کوئی حرف زبان پر لاتے اور بدون اسکے تو یہ سب تقریر اونکی جھوٹی بناوٹ سے حالانکہ کلمہ (ننسہا) جسکا وہ خود ترجمہ یہ لکھتے ہین کہ ہم اوسکو بہلا دیتے ہین دلیل جواز و وقوع کی ہے اور اسکی توجیہ مین جو رہ یہ لکھتے ہین کہ جن احکام شریعت موسوی کو یہودیون نے بہلا دیا تہا وہ مراد ہین یہہ توجیہ اونکی تین وجہ سے باطل ہے (اولاً) جو تخصیص شریعت موسوی کی کرتے ہین وہ حسب وجوہ مرقومہ بالا غلط ہے (دوم) یہ کہ قرآن مجید مین خدای تعالی نے نسبت بہلا دینے کی اپنی طرف کی ہے یعنی ہم بہلا دیتے ہین نہ یہہ کہ یہودیون نے بہلا دیا تہا (سوم) یہ کہ اللہ تعالے فرماتا ہے کہ جس چیز کو ہم بہلا دیتے ہین تو اوسکے بدلے اوس سے بہتر یا اوسکی مثل لاتے ہین سید الطایفہ بتا دین کہ یہودیون نے جو حکم بہلا دئے تھے اونکے عوض خدا نے کون حکم بہیجا تہا اور ہرگاہ کہ اون احکام کے عوض جنکو اونہون نے بہلا دیا تہا کوئی حکم صادر نہین فرمایا پس وہ احکام مصداق (ننسہا) کے نہین ہوسکتے پہر احکام شریعت موسوی تو بزعم یہود سب اونہین انہارمین ہین جو بنام نہاد توریت یہودیون کے پاس ہین اون احکام مین کونسا حکم ہے جسپر اطلاق بہلا دینے کا

صحیح ہو سکے اگر وہ یہ کہین کہ خدا کی قدرۃ سے وہ احکام صحیفون اور سینون سے محو ہو گئے تو ہم کہینگے
کہ یہ تو عین مدعا ہمارا ہے اس صورت مین صرف نزاع اسپر باقی رہتا ہے کہ یہ آیۃ مخصوص بہ نسبت
توریۃ ہی کے ہے یا توریۃ اور قران دونون کے نسبت ہے اور اگر یہ کہین کہ متقدمین یہود نے اونکو
اسفار توریۃ سے خارج کر دیا تہا اور متاخرین کے پاس جو نسخے توریۃ کے پہونچے اون مین وہ داخل تہے
اسلئے وہ اونکو بہولے ہوئے تہے تو ہم کہینگے کہ اس صورت مین اونکے عوض اونسے بہتر یا انکی
مثل کون سے احکام نازل ہوے اور کسپر نازل ہوے یا یہ بات ہے کہ احکام الٰہی پر عمل نہ ہونا اور
اونکو متروک کرنا اونپر عمل کرنے اور ملحوظ رکہنے سے سید الطائفہ کے نزدیک بہتر ہے علاوہ بران
اسصورت مین وقوع تحریف کا کتب سابقہ مین قایل ہونا پڑتا ہے حالانکہ ایک مسئلہ مسلمہ فرقہ نجیریہ
کا یہ ہے کہ (لاتحریف فی الکتب المقدستہ) غرضکہ ان وجوہ سے مصداق اونسنہا کے احکام توریۃ
نہین ہو سکتے علاوہ برآن آیۃ سنقرئک فلاتنسی الا ماشاء اللہ یعنی پڑہاوینگے ہم اے محمد پس
نہ بہولے گا تو اونکو مگر جسکو اللہ تعالے چاہے اس آیۃ سے صاف جواز وقوع نسیان کا ثابت ہے
پس سید الطائفہ نے بنسبت روایات کے جو بہود کلمات لکہے ہین محض جہالت ہے اسلئے کہ اگر ہم
بہت تنزل کے ساتھ بہی کلام کرین تب بہی جواز وقوع مین تو کسیطرح کا عذر نہین ہو سکتا اور ہر گاہ
کہ جواز وقوع مین کچہ تامل نہین اور روایات کہ بعض اونمین سے بروایت ثقات معتبرین منقول
ہین وقوع پر دلیل ہین پس اون روایات کو بلا تامل جہوٹا اور مصنوعی کہہ دینا کسی صاحب ایمان
و دیانت کا کام نہین سید الطائفہ کی دیانت قابل لحاظ ہے کہ حضرت سلیمان کی نسبت جو یہودیون
نے جہوٹی اور مصنوعی ایسی ایسی روایتین بنالی ہین کہ بالکل خلاف عقل اور خلاف قران ہین اونکو تو
بلا تردد تسلیم کر لیتے ہین اور روایات ثقات اہل اسلام مین کہ مطابق قران کے ہین اور کوئی
دلیل اونکی رد کی نہین اونکو مصنوعی اور جہوٹی بتاتے ہین اس سے صاف ظاہر ہے کہ

سید الطائفہ کو علماء اسلام سے تعجب عنا د ہے اور یہ سید الطائفہ کا حال بعینہ اونہین یہود کا سا حال ہے جو مشرکین کو مسلمانون سے زیادہ ہدایت پر جانتے تہے جیسا کہ سورہ (نساء) مین ہے الم تر الی الذین اوتوا نصیبا من الکتاب یومنون بالجبت والطاغوت ویقولون للذین کفروا ہولاء اہدی من الذین آمنوا سبیلا اولئک الذین لعنہم اللہ **قال** ہم کو اون مفسرین کی راے کا بیان کرنا مناسب ہے

قال ابو مسلم ان المراد من الآیات المنسوخۃ ہی الشرایع التی فی الکتب القدیمۃ من التوریۃ والانجیل کالسبت والصلوۃ الی المشرق والمغرب بما وضعہ اللہ عنا وتعبدنا بغیرہ فان الیہود والنصاری کانوا یقولون لا تؤمنوا الا لمن تبع دینکم فابطل اللہ ذلک بہذہ الآیۃ

جنہون نے آیۃ کے لفظ سے جو اس آیۃ مین ہے قران کی آیتین مراد لی ہین ابو مسلم ایک شخص ہے جو خلاف جمہور مفسرین کے ہماری راے سے متفق ہے اور اسکا یہی عقیدہ ہے کہ قران مین نسخ واقع نہین ہوا اور اوسکا قول ہے کہ آیات منسوخہ سے مراد وہ شریعتین ہین جو کتب متقدمہ یعنی توریۃ وانجیل مین تہین جیسے کہ سبت کا ماننا اور مشرق اور مغرب کی طرف نماز کا پڑہنا اور اس قسم کے حکمون کی مانند جو اللہ نے ہمسے درگذری ہین اور ہم بغیر اوسکے عبادت کرتے ہین یہود و نصاری کہتے تہے کہ بجز اسکے جو ہمارے دین کا تابع ہو اور کسی پر ایمان نہ لاؤ پس اللہ تعالے نے اس آیۃ سے اوسکو باطل کیا **قلت** یہ عبارۃ عربیہ سید الطائفہ نے تفسیر کبیر سے نقل کی ہے ازسکہ زبان عربی سے ناواقف محض ہین تعبدنا بغیرہ کا ترجمہ لکھتے ہین کہ ہم بغیر اوسکے عبادت کرتے ہین حالانکہ (تعبد) فعل ماضی ہے باب تفعل سے جسکے خواص مین سے ایک اتخاذ ماخذ ہے قاموس مین ہے تعبد فلانا اتخذہ عبدا صراح مین ہے تعبدہ ای اخذہ عبدا سید الطائفہ نے ازراہ ناواقفی کے اوسکے معنی وہ سمجہے جو مضارع متکلم ثلاثی مجرد کے ہین اصلی معنی تو یہ ہین کہ عبد بنایا ہم کو اور مطلب یہ ہے کہ ما مور کیا یا مکلف کیا ہم کو واسطے بجا آوری اوسکی غیر کی زہی سید الطائفہ با اینہمہ بے علمی اور بے بضاعتی کے تفسیر کلام منجز

کی لکھنے بیٹھے ہین اور مقابلہ علماء اعلام کا بھی خیال خام دماغ مین ہے آدم برسر مدعا ابو مسلم کا جو قول ہے وہ تمامتر خلاف سیاق آیت کے ہے اور قاعدہ عربیہ کے بھی خلاف ہے بلکہ ایک احتمال پر تو آیات کتب متقدمہ مراد ہو ہی نہین سکتین چنانچہ بحث اسکی اوپر ہو چکی بعد اسکے سید الطائفہ نے یہ عبارت تفسیر کبیر کی نقل کی ہے (من الناس من اجاب بان الآیۃ اذا اطلقت فالمراد بہا آیات القرآن لانہ ہو المعہود عندنا وتعاہل ان تقول لانسلم ان لفظ الآیۃ مختص بالقرآن بل ہو عام فی جمیع الدلایل سید الطائفہ نے اسکا ترجمہ یہ کیا کہ بعض آدمیون نے اسکا یہ جواب دیا کہ آیۃ کا لفظ جبکہ اطلاق کیا جاتا ہے تو اوس سے قران ہی کی آیتین مراد ہوتی ہین کیونکہ ہمارے نزدیک وہی آیتین معتبر ہین لیکن کوئی شخص اسکا جواب دے سکتا ہے کہ ہم یہ بات نہین مانتے کہ آیۃ کا لفظ قران کی آیتون سے مخصوص ہے بلکہ وہ عام ہے ہر دلیل پر بولا جاتا ہے **قلت** یہان ہی سبب بدفہمی کے معنی (اطلقت) مین غلطی کی (اطلقت) کے معنی اس جگہ یہ ہین کہ جب کلمہ آیۃ مطلق یعنی بلا کسی قید و قرینہ کے بولا جاتا ہے تو اوس سے ہمارا آیۃ قران ہے ہوتی ہین نہ آیات کتب قدیمہ اب سنئے جواب اس شبہ کا (اولاً) کلمہ آیۃ اور آیات کا اطلاق قران مجید مین کئی چیزون پر آیا ہے (۱) معجزات (۲) قدرتی نشانیان جو ادپر ذات و صفات باری تعالی عز اسمہ کے دلالت کرتی ہین (۳) مطلق نشانی پر جو اوسکی معنی لغوی ہین (۴) قران کے جملون پر منجملہ ان چار معانی کے اول اور دوم اور سوم تین معنی اس آیۃ مین باتفاق ہمارے اور ابو مسلم کے مقصود نہین کلام ہے تو چوتھے معنی مین یعنی جب یہ کلمہ بدون ارادہ جملون کسی کتاب معہود و معین کے واقع ہوتا ہے تو آیا اوس سے مراد آیات قران ہی ہوتی ہین یا جملہ توریۃ اور انجیل اور دیگر کتب متقدمہ کی بھی ہم کہتے ہین کہ معہود اور معین یہی بات ہے کہ آیات قران ہی مقصود ہوتی ہین ہماری اس دلیل کا جواب تو یہ نہین ہو سکتا کہ وہ عام ہر دلیل پر بولا جاتا ہے اسلئے کہ عام ہر دلیل تو ہماری اور ابو مسلم کی بالاتفاق

یہان مراد نہین البتہ اگر ہماری اس دلیل پر جو کوئی شبہ کرے اوسکو یہ بات ثابت کرنی چاہئے
کہ فلان مقام مین قران مین یہ کلمہ مطلق بلا قرینہ کسی کتاب کے وارد ہے اور مراد اوس سے جملہ
توریہ اور انجیل کے ہین جب تک یہ بات ثابت نکرے تب تک یہ شبہ ہماری دلیل مین ہرگز خلل
نہین پہونچا سکتا (ثانیاً) ہم بحث معجزات مین یہ بات ثابت کر چکے ہین کہ قران مجید کے جملون کو جو
بکلمہ آیات تعبیر کیا گیا ہے تو وجہ اوسکی یہی ہے کہ اوسکے جملے فصاحت و بلاغت مین حد اعجاز کو
پہونچے ہین اور اس سبب سے وہ نشانیان اور دلائل ہین اسکی کہ یہ قران مجید منزل من اللہ ہے
اور اسکی مثل بنانا حد طاقت جن و انس سے باہر ہے اور اس باب مین امام رازی بھی ہمارے ساتھ
متفق ہین اور سید الطائفہ خود مقر ہین کہ کتب متقدمہ مین معجزہ فصاحت و بلاغت کا ملحوظ نہین
ہمارے پیغمبر صلعم پر جو وحی نازل ہوئی اوسمین بالذات ایک اور معجزہ فصاحت کا ہی مقصود تہا
دیکھو صفحہ ۱۳ مقدمہ ثانیہ تبیین الکلام پس وجہ تسمیہ ہی خود دلیل ہے اسکی کہ کلہ آیۃ سے بحالت
اطلاق قران معجزی کے جملے مراد ہین پس اس شبہ کے وارد کرنے کی نہ امام رازی کو گنجایش ہے
نہ سید الطائفہ کو الغرض یہ شبہ بیجا ہے اور ایسے شبہات واہیہ سے ہماری دلیل مین کچھ خلل عاید
نہین ہو سکتا اور ہماری یہ دلیل واسطے رد قول ابی مسلم کے کافی ہے سن لیا جناب سید الطائفہ
آپ نے جواب اس شبہ واہیہ کا کہ جسپر آپ نے بہت وثوق کے ساتھ اعتماد کر کے فرمایا ہے
کہ کوئی شخص اسکا جواب دے سکتا ہے اب ہم کہتے ہین کہ جو ہم نے اس شبہ کا رد کیا ہے کوئی شخص
اسکا جواب دے سکتا ہے اب ایک اور بات بھی سنئے کہ یہ شبہ آپ کا عین دلیل بطلان
قول ابی مسلم کے ہے اسلئے کہ اس شبہ مین شبہ کرنے والا اس امر کو تسلیم کرتا ہے کہ لفظ آیۃ
ہر دلیل پر بولا جاتا ہے یعنی توریۃ کے جملون پر بھی بولا جاتا ہے اور قران کی آیۃ پر بھی بولا جاتا ہے
چنانچہ کلمہ (ما) شرطیہ جو الفاظ عموم سے ہے اس تعمیم پر دلالت کرتا ہے اور (من)

استغراقیہ جو کلمہ (آیۃ) پر داخل ہے اوسکے احاطہ و استغراق سے کوی (آیۃ) خواہ کتب سابقہ کی ہو خواہ قرآن کی خارج نہین رہ سکتی جب یہ حال ہو تو اس عموم مین قرآن کی آیات بھی حکم نسخ مین داخل ہو گئین پس آپ ہی کی دلیل سے ہمارا مدعا ثابت ہو گیا اور آپ ہی کی دلیل واسطے رد قول ابو مسلم اور آپ کے قول کی کافی ہو گئی اگر آپ یہ کہین کہ آیۃ سابقہ مین جو ذکر اہل کتاب کا ہے اس قرینہ سے ہم نے اس کلمہ عام کو مخصوص توریۃ کے ساتھ ٹھہرایا ہے تو ہم کہینگے کہ آیۃ سابقہ مین مشرکین کا بھی ذکر ہے پس کوئی وجہ خصوصیت کی نہین بلکہ مذکور ہونا دونون فریق کا دلیل عموم ہے علاوہ بران اسباب نزول کے باعث سے کوئی عام حکم خاص مین نہین ہو سکتا کیونکہ یہ مسئلہ مسلمہ ہے کہ العبرۃ لعموم الالفاظ لا لخصوص الاسباب اور بحث اسکی بھی ہو چکی ہے **قال** امام فخر الدین رازی نے یہ بات تسلیم کر لی ہے کہ قرآن مجید مین منسوخ آیتین ہونے پر اس آیۃ سے استدلال کرنا ٹھیک نہین ہے **قلت** یہ جو سید الطائفہ نے قید قرآن کی آیتون کی لگائی ہے یہ اونکی نافہمی ہے قول آیندہ سے ثابت ہو جاویگا کہ یہ جو امام فخر الدین رازی نے لکھا ہے عموماً نسخ کی بابت ہے خواہ وہ نسخ قرآن کی آیتون مین ہو یا توریۃ اور انجیل کے احکام مین ہو **قال** چنانچہ وہ تفسیر کبیر مین لکھتے ہین واعلم انا بعد ان قررنا ہذہ الجملۃ فی کتاب المحصول فی اصول الفقہ تمکنا فی وقوع النسخ بقولہ تعالی ما ننسخ من آیۃ او ننسہا نات بخیر منہا او مثلہا والاستدلال بہ ایضا ضعیف لان ما ہہنا یفید الشرط والجزاء وکما ان قولک من جاءک فاکرمہ لا یدل علی حصول المجیء بل علی انہ متی جاء وجب الاکرام فکذا ہذہ الآیۃ لا تدل علی حصول النسخ بل علی انہ متی حصل النسخ وجب ان یاتی بما ہو خیر منہ فالاقوی ان یقول فی الاثبات علی قولہ تعالی واذا بدلنا آیۃ مکان آیۃ وقولہ یمحوا اللہ ما یشاء ویثبت وعندہ ام الکتاب واللہ اعلم ہمنے کتاب محصول مین جو اصول فقہ مین ہے تمام بحثین جو عدم نسخ پر دلالت کرتی ہین بیان کر کے ہم نے وقوع نسخ پر اسی آیۃ ما ننسخ پر استدلال کیا ہے مگر اس آیت پر استدلال کرنا ٹھیک نہین ہے اسلئے

کہ ما کا لفظ اس جگہہ بطور شرط اور جزا کے ہے جیسے کہ تم کسیکو کہو کہ جو شخص تیرے پاس آئے تو اوسکی تعظیم کر تو یہ کہنا کسی شخص کی آنے پر دلالت نہین کرتا بلکہ صرف اتنا نکلتا ہے کہ جب کوئی آوی تو اوسکی تعظیم کرنی واجب ہے اسیطرح یہ آیۃ بھی حصول نسخ پر دلالت نہین کرتی بلکہ اس سے یہہ نکلتا ہے کہ جب کوئی آیۃ منسوخ ہو تو اوسکے بدلے دوسری آیۃ جو اوس سے اچھی ہو لانی واجب ہے پس ٹھیک بات یہ ہے کہ نسخ کے ثبوت مین ہم اور آیتون کو اختیار کرین یعنی اس آیۃ کو واذا بدلنا آیۃ مکان آیۃ اور اس آیۃ کو یمحوالله مایشاء ویثبت وعنده ام الکتاب **قلت** امام فخرالدین رازی نے اس سے پیشتر دلائل منکر نسخ کے لکھے ہین بعد اوسکے وہ لکھتے ہین کہ

ثبت بھذا ان القول بالنسخ محال یعنی نسخ کا ہونا محال ہے بعد اوسکے اونہون نے یہ عبارت لکھی ہے جو سید الطائفہ نے نقل کی چونکہ یہ سب کلام عموماً نسخ مین ہے کچھ خصوصیت نسخ آیات قران کی نہین بلکہ یہ تقریر اور دلایل جو اونہون نے لکھی ہین متعلق توریۃ اور انجیل بھی ہین پس ہم سید الطائفہ سے دریافت کرتے ہین کہ جو کچھ امام رازی نے لکھا ہے آپکے نزدیک مسلم ہے یا نہین اگر مسلم ہے تو آپ نے جو صفحہ ۱۶۱ پر لکھا ہے کہ احکام شریعت محمدی کی موسوی شریعت کے احکام سے کسیقدر مختلف تہے اور یہودی اپنی شریعت کی نسبت سمجھتے تھے کہ وہ دایمی ہے اور کبھی کوئی حکم اوسکا تبدیل نہین ہونیکا اسکی نسبت خدا نے فرمایا کہ جو آیۃ کہ ہم منسوخ کرتے ہین یا بھلا دیتے ہین تو اوسکی جگہہ اوسکی مانند یا اوس سے بہتر آیۃ دیتے ہین اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس مقام مین آیۃ کے لفظ سے قران کی آیۃ مراد نہین بلکہ موسوی شریعت کے احکام جو شرع محمدی مین تبدیل ہوگئے یا جن احکام شریعت موسوی کو یہودیون نے بھلا دیا تہا وہ مراد ہین انتہی بالفاظہ بالکل غلط ہوگیا کیونکہ یہ سب تقریر آپ کی مبنی اوپر حصول اور ثبوت نسخ کی اسی آیۃ سے ہے اور امام رازی کہتے ہین کہ اس آیۃ سے نسخ کا وقوع ثابت نہین ہوتا اور اگر مسلم نہین تو اسکا جواب آپ کے ذمہ ہے

اسکا جواب دیجئے **قال** ہم امام فخر الدین رازی کا شکر کرتے ہین کہ اونہون نے اسقدر توہم سے التفات کیا کہ اس آیۃ سے قران مین آیۃ منسوخہ کا ہونا ثابت نہین ہوتا مگر خدا نے چاہا تو ہم بتا دینگے کہ اون آیتون سے بھی جنپر امام رازی نے منسوخ ہونے کا استدلال کیا ہے حقیقتاً منسوخ ہونا آیتون کا ثابت نہین ہوتا **قلت** جناب آپ کس خواب خرگوش مین ہین امام رازی نے تو اصل نسخ ہی کے ثبوت کو اس آیۃ سے رد کردیا خواہ وہ نسخ قران مین ہو خواہ توریۃ مین ہو خواہ انجیل مین ہو اور اونہون نے تو آپکی تمام تقریر پر قومہ صفحہ ۱۶۱ پر خط نسخ کھینچ دیا گو کہ اسکے ضمن مین نسخ آیات قران بھی داخل ہوگیا پس اس معنی کے اعتبار سے کہ ؎ شادم کہ از رقیبان دامن کشان گذشتی + گو مشت خاک ما ہم بر باد رفتہ باشد + البتہ آپ کا یہ شکر حاسدانہ بجا ہے ورنہ آپ کو تو نہایت درجہ کی شکایت امام رازی کی کرنی تھی کہ بڑے اہتمام سے جو آپ نے صفحہ ۱۶۱ پر لکھا ہے اور کمال وثوق کے ساتھ اوسکی نسبت تحریر کیا ہے کہ ہر ایک شخص جسکے مزاج مین کجبختی نہین وہ اس آیۃ کو اور اس سے پہلی آیۃ کو پڑہکر سیدہا اور صاف یہ مطلب سمجھ سکتا ہے اوسکو اونہون نے بالکل غلط کردیا اگر ہمارے حسد کی راہ سے یہ شکر امام رازی کا ہے تو آپ پر زیادہ تر شکر گذاری یہودیون کی واجب ہے کہ وہ زیادہ تر نسخ کے منکر ہین خیر یہ تو ہمنے سمجھ لیا کہ آپ کی شکر و شکایت دونون کچھ قابل اعتبار کے نہین مگر یہ تو فرمائے کہ بر بنا ء شکر گذاری کے اپنی اوس تفسیر کی عبارت کی جو صفحہ ۱۶۱ پر بکمال وثوق لکھی ہے غلط ہونے کا اقرار کرتے ہو یا نہین اگر کرتے ہو تو کسی باب مین آپکے اقوال قابل اعتبار کے نہین کہ جسکو بکمال وثوق لکھتے ہو دو صفحہ بھی نہین گذرنے پاتے کہ خود اوسکی غلطی کے معترف ہوجاتے ہو اور اگر نہین کرتے تو کیون نہین کرتے اب ہم سے سنئے جواب اعتراض امام رازی کا (اولاً) جو اونہون نے (ما) کو بمعنی (متی) کے ٹہہرایا ہے یہ صحیح نہین کیونکہ یہان کلمہ (ما) محض شرطیہ ہے نہ ظرفیہ اور (متی) کو ظرفیہ لازم ہے (ثانیاً) اپنے قول کی تائید کے واسطے جو ایک مثال یعنی (من جارک

فاکرمہ) پیش کی ہے وہ نظیر اسکی نہین ہوسکتی کیونکہ اوس مثال مین جزاء جملہ انشائیہ ہے کہ وقوع اور عدم اوسکا زمانہ آیندہ مین محتمل ہے اور یہان شرط و جزاء دونون بالاتفاق جملہ خبریہ ہین پس یہ دیکھنا چاہیے کہ بناء نزول آیۃ کی اوپر حصول نسخ کے ہے یا نہین چونکہ یہ آیۃ جواب ہے منکرین نسخ کا جو وقوع نسخ پر یہہ اعتراض کرتے تھے کہ تم جو شریعت موسی کے بعض احکام کے تبدیل کرتے ہو اور بعض احکام جو خود دیتے ہو چند روز بعد اونکو تبدیل کر دیتے ہو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خدا کی طرف سے نہین اسی اعتراض کا یہ جواب ہے پس چونکہ بناء اعتراض کی اوپر متحقق ہونے وقوع نسخ کے ہے اسلئے بناء جواب کی بھی اوپر متحقق ہونے وقوع نسخ کے ہے اگر نسخ کا وقوع ہی نہوتا تو اعتراض کس بناء پر ہوسکتا تھا پس ظاہر ہوا کہ دونون فعل شرط و جزا کے متحقق الوقوع ہین اور جب دونون فعل متحقق الوقوع ہین تو ثبوت وقوع نسخ مین اس آیۃ سے کسیطرح کا شبہ نہین خلاصہ کلام یہ ہے کہ ہرچند کہ نفس کلمات آیۃ سے حصول نسخ کا لازم نہین آتا جیسا کہ امام صاحب فرماتے ہین مگر چونکہ خود امام صاحب اور سید الطایفہ کے اقرار سے اور بہی تصریحات مفسرین سے یہ امر ثابت ہے کہ یہ آیۃ جواب ہے معترض اہل کتاب اور منکرین کا اور اعتراض اونکا مبنی ہے اوپر حصول نسخ کے اور اوسی بناء پر یہ جواب ہے پس چونکہ بقرینہ اعتراض و جواب کے حصول نسخ مین کچہہ شبہ نہین ہے لہذا اس آیۃ سے استدلال اوپر حصول نسخ کے ہر آئینہ صحیح ہے اور نظیر اسکی قول متنبی ہے ؎ وما کنت ممن یدخل العشق قلبہ ✣ ولکن من یبصر جفونک یعشق ✣ اسمین بہی اگرچہ (یبصر جفونک یعشق) سے حصول (عشق) کا لازم نہین آتا مگر بقرینہ مصراع اول کے اوسکے حصول مین کچہہ تردد باقی نہین رہتا یہی وجہ ہے کہ جملہ مفسرین اور مترجمین دونون فعلون کو بمعنی حال ترجمہ کرتے ہین پس خوب ثابت ہوگیا کہ استدلال وقوع نسخ پر جو امام رازی نے شبہ کیا ہے محض شبہ ہی شبہ ہے اور اونکے اس شبہ سے کسیطرح کا ضعف استدلال مین واقع نہین ہوسکتا واللہ اعلم بالصواب اور سید الطایفہ جو یہ لکھتے ہین کہ جن آیتون سے

امام رازی نے استدلال وقوع نسخ پر کیا ہے ہم بتا دینگے کہ اولے منسوخ ہونا آیتون کا ثابت نہین ہوتا پھر تو سب لاف وگذاف ہے امام رازی کے زرا سے شبہ پر یہ تو حال ہوگیا کہ مصداق مثل سابر (فضل وریس نفقہ) کے ہوکر ایسے خود رفتہ حواس باختہ ہوگئے کہ پس وپیش کا کچھ خیال نہ رہا اور بجائے شکایت کے اونکا شکریہ ادا کیا جبدہ دلیل پیش کرینگے تو دیکھئے کیا حال ہوگا خیر وہ وقت تو آنے دو سب حال کھل جاویگا **قال** ناسخ ومنسوخ کی بحث درحقیقت ایک لغو بحث ہے **قلت** یہ بدستور کی بات ہے کہ جاہل نافہم لوگ اون امور کو جو اونکی سمجھ سے برتر ہوتے ہین ہمیشہ لغو ولاطایل بتایا کرتے ہین خصوصاً اگندگان جہل مرکب مثل مشہور ہے کہ المرء عدو لما جہل اسی بنا پر سید الطایفہ کا ایسی بحث کو کہ مباحث اصول فقہ اور عقاید مین اہم المباحث ہے لغو کہنا جای تعجب نہین مگر تعجب تو یہ ہے کہ جس بحث کو لغو کہتے ہین اوسکو آپ بھی بہت شد ومد سے قایم بھی کرتے جاتے ہین اور وجہ اپنے بحث کرنے کی قول آیندہ مین یہ لکھتے ہین **قال** اسپر بحث کرنے کی ضرورت صرف اسوجہ سے ہوگئی ہے کہ فقہای اسلام نے نہایت غلط قیاس اور بیجا استدلال سے اور صرف اپنے دل کے پیدا کیے ہوے خیالات سے قرآن کی آیتون کا اسطرح پر منسوخ ہونا قرار دیا ہے جو خدا کی شان اور قرآن کے ادب کے بالکل برخلاف ہے اور ہرگز مذہب اسلام کا یہ مسئلہ نہین ہے نہ ان فقہا کے استنباط کے لیے کوئی دلیل ہے **قلت** اگر یہی وجہ ہے بزعم آپ کے اس بحث مین پڑنے کی تو ہم بھی کہہ سکتے ہین کہ ضرورت اس بحث کرنے کی زیادہ تر اسوجہ سے ہوگئی کہ بعض جاہل جو قرآن کے معنی ہی نہین سمجھتے اور زبان عرب کی صرف ونحو تک کی بھی استعداد نہین رکھتے محض ازراہ جہالت کے نسخ کا انکار کرتے ہین حالانکہ یہ انکار اونکا نہ کسی دلیل شرعی پر مبنی ہے نہ دلیل عقلی پر صرف اپنے خیال فاسد پر آیات کے کلمات کے معانی مین تحریف کرتے ہین اور احادیث کو مصنوعی اور موضوع بتاتے ہین پس اب تو آپ کو معلوم ہوگیا کہ جس وجہ سے آپ کو نسخ مین بحث کرنے

کی ضرورت دامنگیر ہوئی ہے اونکو بھی اس بحث کرنے کی ایک وجہ وہی ہے پھر کیا وجہ ہے کہ آپنی
بحث کو لغویت سے خارج رکھتے ہو اور اونکی بحث کو لغو کہتے ہو یہ تو محض حکومت طلبی ہے دراصل یہہ ہے
کہ آپ نہ علم رکھتے ہین نہ فہم لافی عیر ولا فی نفیر ولا تعرف القبیل من الدبیر آپ کو کچھ ضرورت
نہ تھی کہ اس دقیق بحث مین ٹپکر اپنی جہالت کا پردہ فاش کراتے یہ آپکا کام نہین اسکو بڑی عقل اور
بہت علم درکار ہے ۵ وانت فی الخلق لاعین ولا اذن ٭ وانت فی الخلق لاعلم ولا ادب ٭
فقہاے اسلام نے اسی آیہ (منسہا) سے استدلال کیا ہے اور آپ نے جو (منسہا) کی غلط
تفسیر یہ کی ہے کہ یہود یون نے بہلا دئے تھے اسکا رد قرار واقعی اوپر ہو چکا ہے سوا اسکے
آیہ سنقرئک فلا تنسی الا ما شاء اللہ سے بھی اونہون نے استدلال کیا ہے جس سے آپ نے
ابتک کچھ بھی تعرض نہین کیا پس آپکا یہ کہنا کہ اپنے دل سے اپنے خیالات سے فقہانے یہہ
باتین پیدا کی ہین صریح غلط اور آپ کی جہالت کی دلیل ہے اور یہ جو کہتے ہین کہ خدا کی شان اور
قران کے ادب کے بالکل برخلاف ہے یہ تو آپ کی جہالت صریح ہے کوئی دلیل اس قول پر قایم کی
ہوتی بیدلیل ایک بات کہنی تو میش برہذیانات نہین ہو سکتی بڑے شرم کی بات ہے کہ ایجاد امور
ممکنہ جو دستور مستمر کے موافق نہون اونکو حد قدرۃ سے خارج سمجھنا نقص قران کو بے اصل کہنا
خدا کے کلام مین اپنی طرف سے فقرہ کے فقرہ لاحق کرنا معنی قران مین تحریف کرنا آیات کے ایسے
معنی گھڑنا جو برخلاف لغت ہون وجود ملایک اور شیطان سے جو نصوص قاطعہ جملہ کتب الہیہ سے
ثابت ہے انکار کرنا اللہ تعالی کے کلام کی نسبت یہ کہنا کہ موافق اباطیل کفار یہود و مشرکین کے
ہے یہ باتین اور اور باتین جو انکی مانند ہین موجب بے ادبی قران اور خلاف شان الہی تو نہون اور
یہ اقوال فقہا کے جنکا ماخذ قران و حدیث ہے موجب بے ادبی اور خلاف شان الہی ہو جاوین اور
ازراہ حسد و عناد اسلام کے فقہا پر طعن کیا جاوے کہین تو شرمایا کیجے اپنی جہالت کی بنا پر علماء کی

کی مذمت پر ہر جگہ مستعد نہ ہو جایا کیجے ؎ اتہجو ہم دست لہر کہ گو ٭ فشر کما لخیر کما فساد ٭

قال اور اگر ناسخ و منسوخ کی بحث صرف اتنی بات پر منحصر رہتی کہ آیا شرایع سابقہ مین کوئی ایسے احکام تہے جو اب شریعت اسلام مین نہین رہے یا اونکے عوض مین دوسرے احکام آئے اور شرایع سابقہ کے احکام منسوخ ہوگئے یا نہین یا یہ کہ خود اسلام مین کوئی ایسے احکام تھے جو بعد کو قایم نہ رہے یا اوسکے بعد اور احکام آئے اور پہلے احکام منسوخ ہوگئے تو یہ بحث البتہ دلچسپ اور ذی عقلون کی سی بحث ہوتی **قلت** چونکہ یہ بحث بھی موجود ہے اور بہت شرح وبسط کے ساتھہ مع محل نسخ اور شرایط نسخ اور قابلیت دلیل نسخ کی مذکور ہے پس کوئی وجہ نہین ہے کہ آیات کے منسوخ التلاوۃ کی بحث کرنے سے تمام ناسخ و منسوخ کی بحث معقول سید الطایفہ لغو ہو جائے علاوہ بران جو لوگ کہ مثل ابو مسلم کے مطلق نسخ کے منکر ہین اگر وہ یہ کہین کہ جسکو سید الطایفہ دلچسپ اور عاقلون کی سی بحث کہتے ہین وہ محض لغو بحث ہے تو اسکا سید الطایفہ کیا جواب دیسکتے ہین کیونکہ جس بنا پر یعنی بسبب اسکے کہ سید الطایفہ کے نزدیک نسخ تلاوۃ کا قایل ہونا غلطی ہے سید الطایفہ بحث ناسخ و منسوخ کو لغو ٹہیراتے ہین وہ بھی برخلاف اسکے کہ مطلق نسخ کا قایل ہونا اونکے نزدیک غلطی ہے بحث ناسخ و منسوخ کو لغو ٹہیرادین تو چونکہ اونکے اور سید الطایفہ کے لغو کہنے کی بنا ایک ہی ہے یعنی صرف اپنا اپنا زعم ہے تو سید الطایفہ کو اونکے مقابلہ مین مجال جواب کی کچھ نہین رہتی پہر اگر مدار لغویت اور دلچسپ ہونے کا قوۃ و ضعف دلایل پر رکہا جاوے تو یہہ عین بحث ہے کہ جسکو سید الطایفہ لغو بتاتے ہین الغرض جسقدر سید الطایفہ نے اس بحث مین خانہ فرسائی کی ہے ایک بات بہی اوسمین سے ایسی نہین کہ فساد اور خلل اور تناقض اور اعتراضات سے خالی ہو

قال اور اسپر مباحثہ کرنے کی کچھ ضرورت نہ پڑتی کیونکہ جو لوگ احکام کے منسوخ ہونے کے قایل ہین اور جو اونکے منسوخ ہونے کے قایل نہین ہین جب اون دونون کی بحثون پر غور کیا جاتا ہے تو بجز نزاع لفظی کے یا ناسخ منسوخ کو بطور ایک علمی اصطلاح کے قرار دینے کی اور کوئی نتیجہ نہین نکلتا

قلت عجیب حال ہے سید الطایفہ کا کہ یہ بھی کہتے ہین کہ اگر امورات مذکور پر ناسخ و منسوخ کی بحث منحصر رہتی تو البتہ یہ بحث دلچسپ اور عاقلون کی سی بحث ہوتی پھر یہ بھی کہتے ہین کہ اسپر مباحثہ کرنے کی کچھ ضرورت نہ پڑتی اور بجز نزاع لفظی کے اور کوئی نتیجہ نہین نکلتا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سید الطایفہ کے نزدیک ایسی بحث کہ محض نزاع لفظی ہو اور بجز نزاع لفظی کے اوسپر کچھ نتیجہ مترتب نہ ہو وہ بحث دلچسپ اور عاقلانہ بحث ہوتی ہے سبحان اللہ وہ بحث کہ جسپر نتایج مترتب ہون لغو ٹھہرے اور نزاع لفظی کہ جسپر کچھ نتیجہ معنوی مترتب نہو دلچسپ اور عاقلانہ قرار پاوے عجب ہرین عقل و گرنیش کہ تراست **قال** پس ہم اسبات سے کہ قران کی آیتون مین سے کوئی آیۃ منسوخ التلاوۃ اور ثابت الحکم یا منسوخ التلاوۃ والحکم ہے انکار کرکر اس بات کی بحث پر متوجہ ہوتے ہین کہ آیا قران مین ایسی آیتین جنپر ثابت التلاوۃ و منسوخ الحکم ہونیکا اطلاق ہو سکے ہین یا نہین نتیجہ اس بحث کا صرف یہ ہوگا کہ آیا قران مین احکام منسوخہ ہین یا نہین یا ایک آیۃ کا حکم دوسری آیۃ کے حکم کو منسوخ کرتا ہے یا نہین اور نتیجہ اس بحث کا بجز نزاع لفظی کے اور کچھ نہ ہوگا **قلت** حقیقت یہ ہے کہ سید الطایفہ بحث ناسخ و منسوخ کو جو ہمارے کتب اصول فقہ مین مبسوط ہے کچھ بھی نہین سمجھے جسکا انکار کرتے ہین وہ بھی صرف اونکا خیال فاسد بے دلیل ہے جسکو نزاع لفظی ٹھہراتے ہین وہ بھی مبنی اوپر نافہمی کے ہے صرف اپنے اتباع جہلا مین تشخص جتانے کو اونگلی کاٹ شہیدون مین داخل ہوا چاہتے ہین یہان تو یہ کہتے ہین کہ ہم اس بحث پر متوجہ ہوتے ہین اور نتیجہ اس بحث کا بجز نزاع لفظی کے کچھ نہوگا مگر آخر تک دیکھیو تو کہ کچھ بحث اسکی نہین کی کہ جس سے معلوم ہووے کہ نتیجہ اس بحث کا نزاع لفظی ہے یا نزاع معنوی نسخ کی ایک غلط تعریف کرکے امام رازی کا تعریف ناسخ مین قول نقل کرکے آخر کو یہ دعوی کیا کہ ہمنے قران مین کوئی حکم ایسا نہین پایا اور قران مین ناسخ و منسوخ نہین آیا

ٹال دیا کہ فقہائے جن آیتون کو ایک دوسرے کے مخالف ٹھیرایا ہے ہم ہر موقع پر ثابت کر دینگے کہ وہ باہم مخالف نہین وہ کیا خوب ناسخ و منسوخ کی بحث پر توجہ فرمائی اور کیا خوب ظہور اسکا ہوا کہ نتیجہ اس بحث کا صرف نزاع لفظی ہی ہے غرضکہ اس قسم کے حیلہ حوالہ اور ٹال ٹال سے خوب ظاہر ہوگیا کہ استعداد سمجھنے اس بحث کی کچھ بھی نہین رکھتے عیب نافہمی کے چھپانے کی غرض سے دو چار باتین ادھر ادھر کی نقل کرکے اصل مدعا کو ٹال دیتے ہین **قال** شرع مین نسخ کے معنی یہہ ہونگے کہ ایک شرعی حکم کا کسی دوسرے حکم سے زائل یا متغیر یا باطل ہونا **قلت** سید الطائفہ نے یہ تعریف نسخ مصطلح شرعی کی کی مگر یہہ اونکی اصطلاح ہوگی شرعی اصطلاح نہین ہم پیشتر بیان کر چکے ہین کہ نسخ شریعت مین بیان ہے مدۃ اشتہار حکم معادی شرعی کا کہ جسکی مدۃ شارع کے علم مین تھی اور ہم کو معلوم نہ تہا کہ یہ حکم معادی ہے اسلئے ہم اوسکو دوامی سمجھ رہے تھے جب دوسرا حکم خلاف اوسکے وارد ہوا تو ہمنے جانا کہ وہ حکم پہلا معادی تہا اور اب معاد اوسکی پوری ہوگئی پس پہلا حکم نہ متغیر ہوا نہ زائل ہوا نہ باطل ہوا بلکہ اپنی معاد کے بر آسو جانے پر پورا ہوگیا اور آئندہ اوسکے بدل مین یا کوئی اور فعل قایم ہوا یا اوسی کا ترک اوسکے بدل مین قایم ہوا بعد اسکے جو امام فخر الدین رازی نے تعریف ناسخ کی لکہی ہے اوسکو نقل کیا ہے ان الناسخ فی اصطلاح العلماء

عبارۃ عن طریق شرعی یدل علی ان الحکم الذی کان ثابتا بطریق شرعی لا یوجد بعد ذلک مع تراخیہ عنہ علی وجہ لولاہ لکان ثابتا سید الطائفہ نے اسکا ترجمہ غلط کیا ہے صحیح ترجمہ یہ ہے کہ ناسخ اصطلاح علمار مین عبارۃ ہے ایسی دلیل شرعی سے کہ دلالت کرتی ہے اسپر کہ جو حکم ثابت تہا بطریق شرعی کے بعد اسکے وہ نہ رہیگا مع تراخی دلیل ثانی کے حکم اول سے اسطور پر کہ اگر دلیل ثانی نہوتی تو وہ حکم پہلا قایم رہتا" پہر اسکے بعد امام رازی نے سب قیود کے فایدہ بتائے ہین یعنی طریق شرعی مین قول اور فعل خدا کی اور خدا کے رسول کے داخل ہوگئے اور یہی مراد ہے طریق شرعی سے اور اجماع امۃ ایک قول پر نکل گیا یعنی اون لوگون کا جو لوگ کہ قایل ہین اسکے کہ اجماع ناسخ نہین ہوسکتا اسلئے کہ اجماع فعل و قول خدا اور

اوسکے رسول کا نہین اور یہ بھی لازم نہین آتا کہ شرع حکم عقل کی ناسخ ہو کیونکہ عقل طریق شرعی نہین اور یہ بھی لازم نہین آتا کہ معجزہ حکم شرعی کا ناسخ ہو اسلئے کہ معجزہ طریق شرعی نہین اور قیدِ تراخی سے وہ حکم جو مقید کسی مدہ یا استثنا اور شرط کے ساتھہ ہوتا ہے خارج ہوگیا اسلئے کہ غایہ اور استثنا اور شرط متراخی نہین ہوتی اور یہ بھی لازم نہین آتا کہ اگر خدای تعالے نے ایک کام کرنے کا حکم دیا بعد اوسکے اوسکی مثل کے کرنے سے نہی کی اسلئے کہ اگر یہہ نہی نہوتی تب بھی مثل اوس امر کا ثابت نہ تہا سید الطایفہ نے نہی عبارت امام رازی کا ترجمہ لکہا ہے ہم کو اوس سے کچہ تعرض نہین مگر ایک بددیانتی کو جو ترجمہ مین کام مین لائے ہین اوسکا اظہار نہایت ضرور ہے امام کی عبارت یہ ہے لان المعجز لیس طریقا شرعیا اسکا ترجمہ یہہ لکہتے ہین کہ معجزہ طریق شرعی سے ثابت نہین ہوتا کہان یہ بات کہ معجزہ طریق شرعی نہین کہان یہہ کہ معجزہ طریق شرعی سے ثابت نہین ہوتا چونکہ معجزات کی ثبوت کا انکار کرتے ہین اسلئے ترجمہ مین عبارت امام کی یہ تحریف اور بددیانتی کی جس سے ناواقف لوگ یہ گمان کرین کہ معجزات کا ثبوت قران اور احادیث سے نہین حالانکہ مطلب امام کا صاف یہ ہے کہ معجزہ دلیل شرعی نہین بلکہ عقلی دلیل ہے کہ عقل مقتضی اسکی ہے کہ یہ فعل آدمی کا نہین بلکہ فعل اوسی قادر قدیر کا ہے جو ہر شے کی ایجاد اور اعدام پر قادر ہے **قال** یہ تعریف (یعنی امام رازی نے جو تعریف کی ہے) ناسخ و منسوخ دونون کی تعریف ہے ظاہر ہے کہ منصوص نہین ہے **قلت** یہ کون کہتا ہے کہ منصوص ہے سید الطایفہ نے جو نسخ کی تعریف کی ہے کیا اونکے نزدیک وہ منصوص ہے مگر تعریفات مین گو کہ وہ منصوص نہون اس امر کا لحاظ ضرور ہے کہ کوئی فرد معرف کا اس تعریف سے خارج نہو جاے یا کوئی فرد غیر معرف کا اسمین داخل نہو جاوے یعنی جامع اور مانع ہو اگر جامع یا مانع نہین تو اوسکو کہہ سکتے ہین کہ یہ تعریف غلط ہے یا ناقص ہے اب سید الطایفہ اپنی تعریف اور امام کی تعریف کو مقابلہ کرین کہ کون سی جامع و مانع صحیح ہے اور کون سی غلط ہے ظاہر ہے کہ اونکی تعریف مین وہ

احکام جو کسی مدۃ یا استثنا یا شرط کے ساتھ مقید ہون داخل ہو گئے حالانکہ بالاتفاق اونمین نسخ و نسوخ سے کچھ تعلق نہین سوا اسکے لفظ باطل اور متغیر اور زایل جو آپ نے تعریف مین لکھے ہین یہ سب غلط ہین

قال ہمارے نزدیک جسوقت نسخ کو شرع سے متعلق کیا جاوے تو اوسوقت حیثیت کو اوسکا جزو قرار دینا واجب اور لازم ہوگا کیونکہ جسقدر احکام شرعی ہین وہ سب کسی نہ کسی حیثیت پر مبنی ہین **قلت** اول تو اس باب مین ابوالحسن اشعری سے فیصلہ کر لیجئے اور اونکے دلایل کا جواب شافی دیدیجئے کیونکہ اونکے

نزدیک رعایۃ حیثیت و مصالح عباد کی اللہ تعالی پر واجب نہین وہ کہتے ہین کہ یفعل اللہ ما یشاء ویحکم ما یرید لا یسئل عما یفعل تبیین الکلام کی تحریر تک تو سید الطایفہ کا بھی اتفاق اشاعرہ سے ظاہر ہوتا ہے کیونکہ صفحہ ۲۳۱ و ۲۳۲ باب پیدایش مین لکھتے ہین کہ تمام دنیا اوسیکا مال اور اوسیکا حق ہے اگر سب کو نہال کردے تو اور اگر سب کو برباد کردے تو وہ اپنے مال کا مالک ہے جو چاہے سو کرے وہ اوسکو سزاوار ہے اور اوسکا عین انصاف ہے اوسکے کسی فعل سے ظلم کا ہونا ممکن ہی نہین کیونکہ وہان کسی دوسرے کے حق کا وجود ہی نہین جسمین تصرف کرنے سے ظلم کا اطلاق ہو سکے جب اوس قہار کی شان قہاری کا ظہور ہوتا ہے تو اوس سے بجز اون لوگون کے جنپر وہ خاص رحم کرے اور کوئی زمین کے رینگنے والون سے ہوا کے اوڑنے والون تک بچ نہین سکتا ۵ بتہدید گر برکشد تیغ حکم ؎ بمانند کروبیان صم و بکم ؎ وگردد دہر یک صلای کرم ؎ عزازیل گوید نصیبے برم" الغرض مذہب اشاعرہ کے بموجب تو قید حیثیت کا تعریف نسخ کے اجزا مین داخل کرنا غلط اور مخل تعریف ہے سید الطایفہ پر واجب تہا کہ اول اشاعرہ سے فیصلہ کر لیتے تب اوس قید کے وجوب و لزوم کے قایل ہوتے پھر ہم دریافت کرتے ہین اگر آپکے نزدیک حیثیت کو جزو تعریف ٹھہرانا واجب تہا تو آپنے جو نسخ کی تعریف کی ہے اوسمین حیثیت کو جزو تعریف کیون نہین کیا اور قید حیثیت کیون نہ لگائی علاوہ براین یہ جو آپ کہتے ہین کہ جملہ احکام شرعی کسی نہ کسی حیثیت پر مبنی ہین یہ امر منصوص ہے یا آپکا

اجتہاد ہے ظاہر ہے کہ منصوص تو نہین پس آپ نے اپنے خیال و گمان سے قایم کیا ہے
اور خود آپ ہی کے قول کے مطابق کسی مسلمان پر واجب نہین کہ آپکی حیثیت مفروضہ کو تسلیم
کرکے تعریف نسخ مین داخل کرے پھر ہم اوپر یہ بات لکھہ چکے ہین کہ مدار صحت تعریف کا اسپر ہے
کہ جامع اور مانع ہو فرمائے کہ حیثیت کی قید نہ بڑھانے سے اوس تعریف کے جامع ہونے مین
یا مانع ہونے مین کیا خلل پڑگیا کوئی صورت نسخ اصطلاحی کی خارج ہوگئی یا کوئی صورت غیر نسخ کی داخل
ہوگئی ہرگاہ کہ آپ نے کوئی ایسی صورت نہ ابتک بیان کی نہ آیندہ بیان کرسکینگے پھر اس فضول
بات کہنے کا حاصل کیا ہوا ہمارے علمارنے جو تعریف نسخ کی کی ہے نہایت عمدہ اور مبنی اوپر
کمال علم و عقل کے ہے اوسمین آپ کی فضول قیود کا داخل کرنا محض لغو بلکہ بیجا ہے فرض کرو کہ
حیثیت تو مبدل ہوگئی اور حکم شرعی نسبت نسخ کے صادر نہوا تو کیا وہ حکم سابق بدل سکتا ہے
یا یہہ کہ حیثیت تو نہ بدلی مگر حکم بدلا گیا تو کیا وہ حکم ثانی واجب الامتثال نہوگا دیکھو توریۃ مین اجازت
طلاق دیدینے عورت کی تھی حضرت عیسی عرم نے اوسکو بجز زنا کے اور وجوہ کے سبب ناجایز فرمایا اور
یہہ فرمایا کہ شروع سے ایسا نہتا موسی نے تمہاری سخت دلی کے سبب سے اجازت دی اور مین یہ
کہتا ہون کہ جو کوئی اپنی جورو کو سوا زنا کے اور سبب سے چھوڑ دے اور دوسری سے بیاہ کرے زنا
کرتا ہے اور جو کوئی چھوڑی ہوئی عورت کو بیاہے زنا کرتا ہے پس حضرت عیسی عرم نے تین حکم دیے (ایک)
عدم جواز طلاق کا بجز زنا کے (دوم) یہ کہ طلاق دینے والا دوسری عورت نکاح (سوم) ممانعت
مناکحت عورت مطلقہ کے شرع محمدی مین یہ تینون حکم نہین طلاق ہی جایز ہے گو کہ ناپسند ہے مگر
جواز مین کچھ شک نہین بعد طلاق دیدینے کے مرد دوسری عورت کے ساتھہ نکاح کرسکتا ہے عورت مطلقہ
کو نکاح کرلینا دوسرے مرد سے جایز ہے نہ اس نکاح مین مرد کو کچھ گناہ ہے نہ اوس عورت مطلقہ کو یہہ
ہمنے مانا کہ حضرت موسی عرم کے عہد مین بنی اسرائیل سخت دل تھے مگر شقاوت اور سنگ دلی تو بعد حضرت

موسی عرم کے حضرت عیسی عرم تک بدستور نہی بلکہ نہایت ترقی پر تھے یہانتک کہ زمانہ بعثت محمد صلعم
مین بھی وہی حال تہا چنانچہ قران مجید مین اونکی شقاوت کے سبب سے اونپر بہت ملامت اور زجر و
توبیخ فرمائی گئی ہے لعن الذین کفروا من بنی اسرائیل علی لسان داود وعیسی بن مریم ذلک بما عصوا
وکانوا یعتدون الی قولہ لتجدن اشد الناس عداوۃ للذین آمنوا الیہود وسید الطائفہ نے تبیین الکلام
کے دسوین مقدمہ مین صفحہ ۲۶ پر ایک بات بنائی ہے کہ جب حضرت مسیح عرم کے آنے سے دلون مین
رحمت اور شفقت پیدا ہوئی تو اوسوقت طلاق دینے کا حکم منسوخ ہوگیا مین کہتا ہون کہ یہہ قول سید الطائفہ
کا محض غلط ہے حضرت عیسی عرم کے آنے سے کیا رحمت اور شفقت پیدا ہوگئی تھی آیا شفقت و رحمت
اسیکا نام ہے کہ حضرت مریم پر زنا کا بہتان لگایا حضرت عیسی عرم کو معاذ اللہ نقل کفر کفر نباشد ولد الزنا کہہ کر
باوجود دیکھنے ایسے ایسے معجزات کے کہ جنکو دیکھکر پتھر بھی موم ہوجاوے اپنی سنگ دلی اور شقاوت سے
باز نہ آئے اور برابر اونکے قتل و آزار کی فکر مین رہے یہانتک کہ اونکو اپنے زعم مین صلیب پر چڑہوایا اور
کیا کیا بے ادبیان تہین کہ اونکے ساتہہ نہ کین خود وہ عالیجناب علیہ السلام اونکی سنگدلی پر نہایت
درجہ کا افسوس کرتے رہے دیکھو اے باب متی کا (اون شہرون کو جنمین اوسکے بہت سے معجزے
ظاہر ہوے ملامت کرنے لگا کیونکہ اونہون نے توبہ نہ کی تہی اے کرازین تجھپر افسوس اے بیت صیدا
تجھپر افسوس کیونکہ یہ معجزے جو تم مین دکہائے گئے اگر صور اور صیدا مین دکہائی جاتی تو وہ ٹاٹ اوڑہکر
اور خاک مین بیٹہکر کب کے توبہ کر چکتے اے کفرناحم جو تو آسمان تک پہونچایا گیا تو دوزخ مین گرایا
جاوے گا کیونکہ یہ معجزے جو تجھمین دکہائے گئے اگر سدوم مین دکہائے جاتے تو آجتک قایم رہتا)
اسیطرح بہت جگہہ اونپر ملامت فرمائی ہے کہین اونکو سخت بے ایمان فرمایا کہین سانپ کے بچون کے
لفظ سے تعبیر کرکے اونکی مذمت کی چنانچہ قران مجید مین بھی اسکی خبر موجود ہے لعن الذین کفروا علی
لسان داود وعیسی بن مریم ذلک بما عصوا وکانوا یعتدون اور قران مجید مین بہت آیات مین

اونپر لعنت وملامت اسی سنگدلی اور شقاوت پر فرمائی گئی ہے پس صاف ثابت ہوا کہ وہ حیثیت سنگدلی کی جو پیشتر سے اونمین تھی اصلا مبدل نہین ہوئی تھی اور باوجود باقی رہنے اوسی حیثیت کے حکم طلاق کو منسوخ فرمایا علاوہ برین مسلمانون مین تو وہ سنگدلی نہ تھی اونکے رحم وشفقت کی تو خدا خود گواہی دیتا ہے محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینہم الآیۃ اُنکی شریعت مین کیون حکم طلاق کا مثل شریعت موسی عم کے نافذ فرماکر تینون حکم شریعت عیسوی کو منسوخ فرمایا ایک اور بات قابل بیان کے ہے سید الطائفہ نے صفحہ ۲۶۳ پر اسی کتاب کی بحث طلاق مین لکھا ہے کہ شریعت موسوی مین جو طلاق کا دینا بغیر کسی سبب قوی کے جایز قرار دیا گیا ہے بلاشبہ یہ شریعت ناپسندیدہ شریعت ہے اور شریعت عیسوی اور بت پرستون مین جو طلاق کو ناجایز یا بجز حالت زنا کے ناجایز قرار دیا ہے اسمین تفریط ہے اور دونون شریعتین خلاف فطرۃ انسانی کے ہین ہم اونکی اس تقریر پر یہ کہتے ہین کہ اسکو تو سید الطائفہ بھی تسلیم کرینگے کہ توریۃ کے جس درس مین حکم طلاق کا ہے وہ الحاقی اور محرف نہین بلکہ منزل من اللہ ہے اور اسیطرح حکم انجیل کا بھی الحاقی نہین ورنہ ثبوت تحریف کا جس سے سید الطائفہ اور اکابر فرقہ نیچریہ کو اشد انکار ہے لازم آویگا اور ظاہر ہے کہ حکم ثانی یعنی حکم انجیل ناسخ حکم توریۃ ہے اب وہ فرماوین کہ اللہ تعالے نے بروقت اصدار حکم توریۃ کے اور بروقت نسخ اوس حکم کے ازروی حکم انجیل کے لحاظ حیثیت کا فرمایا ہے یا نہین اگر لحاظ حیثیت کا فرماکر حکم توریۃ کو منسوخ فرمایا ہے تو باوجود ملحوظ ہونے حیثیت کے دونون وقتون یعنی وقت اصدار اور وقت نسخ مین آپ اونکو ناپسندیدہ اور خلاف فطرۃ انسانی کیون ٹھہراتے ہین کیا آپ کے نزدیک اللہ تعالے ایسے احکام بھی صادر فرماتا ہے جو ناپسندیدہ اور خلاف فطرۃ انسانی کے ہون اور اگر لحاظ حیثیت کا نہ بروقت اصدار حکم اول فرمایا اور نہ بروقت حکم ثانی کے تو جسقدر آپ نے خامہ فرسائی اس مقام پر درباب لحاظ حیثیت کے کی ہے سب یاوہ سرائی قرار پائی ہے غرضکہ ان وجوہ سے خوب ظاہر ہے کہ قید حیثیت جو

سید الطائفہ تعریف نسخ مین بڑہا یا چاہتے ہین قطعًا غلط ہے وہ حاکم حقیقی ہے اوسکے احکام کی
حکمت اور مصلحت اوسیکو معلوم ہے ہماری ناقص اور ناپختہ عقلین اوسکی حکمت اور مصلحت کے احاطہ
سے قاصر ہین تبدیل احکام مین جو کچھ حکمتین اوسکی نزدیک ہین کچھ تبدیل حیثیت مکلفین پر منحصر نہین
وہی اون کو خوب جانتا ہے ہماری عقل جزوی اون حکمتون کے احاطہ سے قاصر ہے پھر ایک
اور بات پر بھی خیال کرنا چاہیئے کہ مثلًا ایک حکم کی قید سے اللہ تعالی نے محض اپنے رحم وعنایت
سے مکلفین کو باوجود باقی رہنے حیثیت مکلفین کے آزاد کر دیا اور اوس حکم کو منسوخ فرمایا تو ہمین کیا
قباحت لازم آئی کیا اوسکا رحم وعنایت وکرم ہمارے اعمال اور ہماری حیثیت ہی پر منحصر ہے تبیین الکلام
کے دیباچہ کے پہلے مقدمہ مین خود سید الطائفہ بھی اوسکی عموم رحمت کو کسی امر پر مبنی نہونے
کے قایل ہین چنانچہ لکھتے ہین خدا کو اختیار ہے کہ شرک کے سوا جتنے گناہ ہین اگر چاہے تو اپنی
رحمت سے بغیر توبہ کے بخشدے لعل رحمتہ ربی حین یقسمہا تاتی علی حسب العصیان فی القسم
انتہی مختصرا پس جب وہ محض اپنی رحمت سے سب گناہ صغیرہ وکبیرہ بغیر توبہ کے
ماسوا شرک کے بخش سکتا ہے تو ایک حکم کی تکلیف بدون تبدیل حیثیت مکلفین کے بدرجہ اولی
اوٹھا دیسکتا ہے **قال** اگر باوجود بقای اوس حیثیت کے جسپر وہ حکم صادر ہوا تہا دوسرا حکم برخلاف
پہلے حکم کے صادر کیا جاوے تو کہا جاوے گا کہ دوسرا حکم ناسخ ہے اور پہلا حکم منسوخ اور اگر
وہ حیثیت جسکی بنا پر پہلا حکم صادر ہوا تہا موجود نہ رہے تو دوسرا حکم پہلے حکم کا حقیقتًا ناسخ
نہین گو مجازًا ایک کو دوسرے کا ناسخ کہین **قلت** یہان نسخ کے حقیقی اور لغوی معنی کی
بحث نہین چنانچہ خود سید الطائفہ نے صفحہ ۱۶۶ پر یہ لکھا ہے کہ لغوی معنی کی بحث کرنی سے
یہان چندان فایدہ نہین اور یہ لکھکر معنی شرعی پر بحث شروع کی ہے پھر معلوم نہین ہوتا کہ
یہان حقیقت ومجاز لغوی کو کیون دخل دیتے ہین دو صورتین جو قایم کی ہین ان دونون صورتون

کی نسبت لکھتے کہ دونون صورتون پر اطلاق نسخ شرعی کا ہوتا ہے یا دونون پر نہین ہوتا یا ایک پر
ہوتا ہے دوسرے پر نہین ہوتا فضول باتین لکھنے سے بجز کاغذ سیاہ کرنے کے کیا فائدہ ہے ہم یہ کہتے
ہین کہ چونکہ شارع جل وعلا کے پہلے حکم مین کچھ ذکر کسی حیثیت کا نہین اور ہم اپنے دل سے اپنی رائے
ناقص سے اوسکے ایسے حکم مین کہ جسمین اوس نے کسی حیثیت کی تصریح نہین فرمائی کوئی حیثیت پیدا
نہین کرسکتے کیونکہ ہماری عقل اوسکی علم وحکمۃ کا احاطہ نہین کرسکتی خود سید الطائفہ بھی تمہید الکلام
کے باب پیدایش مین صفحہ ۲۳۱ و ۲۳۲ پر اس امر کا اقرار کرتے ہین کہ ہم ذرہ بھر بھی اوسکی حکمت کے کامو
پے نہین لیجا سکتے حیوانات اور نباتات کے برباد کرنے مین وقت طوفان نوح کے جو اصلی حکمت اوس
حکیم مطلق نے رکھی ہو وہ ہماری ناچیز عقل مین نہین آسکتی" پس اگر ہم اپنے ظن وتخمین سے کوئی حیثیت
پیدا کرین تو اصلا قابل اطمینان اور وثوق کے نہین اور اوسکی نسبت یہ نہین کہہ سکتے کہ درحقیقت اسی
حیثیت پر وہ پہلا حکم صادر ہوا تھا علاوہ بران عقلی تعلیلات مین ہمیشہ باہم عقلا بلکہ ایک ہی عاقل کی
راے مین اوقات مختلفہ مین اختلاف ہوتا ہے اگر ایک شخص نے ایک حیثیت ٹھہرائی دوسرے نے
دوسری تیسرے نے تیسری ٹھہرائی تو اس اختلاف کے تصفیہ کے واسطے ایک قانون کا بنانا ضرور
پڑے گا اور پھر اوس قانون کے اصول مین بھی بالضرورۃ اختلاف واقع ہوگا پس ہم ایسے موہومات پر تو نہ
لحاظ نہ کرکے یہ کہتے ہین کہ حکم اول خواہ کسی حیثیت پر مبنی ہو یا نہو جب دوسرا حکم اوس حکم سابق کے
بعد پہونچا اور معلوم ہوگیا کہ بعد اسکے وہ حکم سابق باقی نہ رہا تو دونون صورتون مفروضہ سید الطائفہ
پر اطلاق نسخ کا موجب اصطلاح شرع کے درست ہے کیونکہ ہماری اصطلاح مین نسخ بیان ہے
مدۃ حکم سابق کا جو علم شارع مین معہود تھے اور ہم کو اوسکا علم نتھا جب شارع نے دوسرا حکم ایسا صادر
فرمایا کہ خلاف اوس حکم سابق کے ہے تو اب ہمکو معلوم ہوگیا کہ پہلا حکم میعادی تھا اب وہ میعاد جو علم
مین شارع کی تھی گذر گئی اور تعریف نسخ کی دونون صورتون پر صادق آگئی **قال** ذات باری کی

تنزہ اور اوسکے تقدس اور اوسکے علم و دانش مین نقصان اور سبوقت لازم آتا ہے جبکہ ایک حیثیت
کے لحاظ سے کوئی حکم دیا ہو اور پھر باوجود موجود ہونے اوسی حیثیت و حالت کے دوسرا حکم اوسکے مخالف
دیا ہو لیکن اگر حالت اور حیثیت مختلف ہوگئی ہو تو دوسرا حکم دینا اوس کے تقدس کو نقصان
نہین پہونچاتا بلکہ ندینا اوسکے تقدس اور علم و دانش کو نقصان پہونچاتا ہے **قلت** یہ سب نادانی
ہے سید الطایفہ کی صفات باری تعالے سے اگر اوسی حیثیت کے موجود ہونے پر بمقتضاے حکمت
کاملہ کے کہ ہماری عقل اوسکا احاطہ نہین کرسکتی دوسرا حکم برخلاف حکم سابق کے باوجود بقاے اوسی حیثیت
کے صادر فرمایا تو کیا نقصان اوسکی تنزہ اور تقدس مین لازم آیا نقصان تو اوسصورت مین لازم آتا کہ پہلے حکم مین کچھ
ایسے نقصان تھے کہ اوسکو معلوم نہ تھے بعد علم آیا کہ ان نقصانات کا علم ہوا جسکو بدا کہتے ہین چونکہ بدا کا کوئی قایل نہین
پس یہ تقریر سید الطایفہ کی بالکل فواد برخلاف ہے خود انہین کی تصریح صفحہ ۲۳۱ و ۲۳۲ تبیین الکلام
کے جسکو ہم اسی بحث مین بالفاظہ نقل کرچکے ہین بلکہ یہ کہنا کہ جس حیثیت پر پہلا حکم تھا باوجود بقاے اوس
حیثیت کے وہ دوسرا حکم نہین ولیکن اور اوسکے افعال کو معلل بالاغراض قرار دینا مخل اور مستلزم
نقصان قدرۃ کاملہ اور کمال ذات کا ہے چنانچہ علم کلام مین بحث اوسکی مبسوط ہے سید الطایفہ اوس کو
دیکھین اور اپنی غلطی پر متنبہ ہون کیا بقاے حیثیت سابقہ ایسی مانع قوی ہے کہ اوس قادر مختار کے کسی حکم
کی مزاحم ہوسکتی ہے اور کیا اوسکی حکمت کاملہ و باب اصدار حکم ثانی کے تبدیل حیثیت مکلفین ہی مین
محصور ہے تعالی ربنا الکبیر المتعال عن ان یوزن بمیزان الاعتزال **الغرض** (اول) تو ہم اسیکو
تسلیم نہین کرتے کہ احکام حاکم مطلق کے وجوبا معلل ساتھ حیثیات و اغراض کے ہین اور اس باب مین شاعرہ
اور جہابذہ حکما و علماے ربانی صوفیہ کرام کا فقہ ہمارے ساتھ متفق ہین مولانا فرماتے ہین ع کار بے علت
مبر از علل (ثانیا) آپ لکھتے ہین کہ نقصان تقدس تنزہ مین اوسوقت آتا ہے جبکہ ایک حیثیت کے
لحاظ سے کوئی حکم دیا ہو اور پھر باوجود موجود ہونے اوسی حالت و حیثیت کے دوسرا حکم اوسکے مخالف

دیا ہو اگر ہم اسکو تسلیم بھی کرلین کہ پہلے حکم مین کسی حیثیت پر لحاظ فرمایا گیا ہے مگر بقا حیثیت سے لازم نہین آتا کہ ایک وقت مین جو اوس حیثیت پر لحاظ کیا تو ہمیشہ اوس حیثیت کے لحاظ کو ماننا واجب ہوگیا کیا کیا نہ کیا نہ کیا جب تک چاہا کیا جب نہ چاہا نہ کیا پس بقای حیثیت کسیطرح پر مقتضی بقا حکم کی نہین ہوسکتی نہ باوجود بقا حیثیت کے دوسرا حکم دینے سے کچھ نقصان تقدس اور تنزہ مین واقع ہوسکتا ہے **قال** پس ہم قبول کرتے ہین کہ ایسے احکام بھی موجود ہین جو شرائع سابق مین مامور بہ تھے اور شرائع مابعد مین مامور بہ نہین رہے یا بالفرض ہم تسلیم کرلین کہ خود مذہب اسلام مین ہے اول کوئی حکم مامور بہ تھا اور پھر بعد کو مامور بہ نہین رہا اور یہ بھی ثابت ہوگیا کہ حیثیت اور حالت متحد نہین رہی تھی تو ہم ایک کو دوسرے کا ناسخ نہین قرار دیتے اور ہم کیا کوئی ذی عقل بھی ہندو مسلمان یہودی عیسائی و دہریہ اونمین سے کسیکو ناسخ و منسوخ نہین کہنے کا یہ دوسری بات ہے کہ ہم مجازا یا بطور ایک اصطلاح کے اونکو ناسخ و منسوخ کہنے لگین **قلت** ہم نہین سمجھتے کہ سید الطائفہ یہ فضول باتین بعبارہ کیون لکھے ہین اصطلاح شرعی پر کلام کررہے ہین یا باعتبار معنی لغوی کے حالانکہ دونون طرح پر یہ باتین اونکی غلط ہین نسخ کے معنی لغوی خود لکھہ چکے ہین کسی شئے کا دور کردینا اور متغیر کردینا اور باطل کردینا اور اصطلاح شرع مین اونکی معنی یہ لکھہ چکے ہین کہ ایک شرعی حکم کا کسی دوسرے شرعی حکم سے زائل یا متغیر یا باطل ہونا پس جب ایک حکم دوسرے حکم سے متغیر ہوگیا گو کہ وہ بغیر تغیر حیثیت مکلفین ہی کے متغیر ہوا پس یا وجود متغیر ہوجانے اوس حکم کے کونسا عاقل ہندو مسلمان دہری یہودی عیسائی ہی کہ یہ کہہ سکتا ہے کہ متغیر نہین آیا یہ ہوسکتا ہے کہ متغیر ہوگیا اور متغیر نہین ہوا چونکہ خود نسخ کے معنی متغیر ہونے کے لکھہ چکے ہین پس بحکم ضرورۃ متغیر ہونے والی شئی منسوخ ہے اور متغیر کرنے والی شئے ناسخ ہے قوانین سرکار انگریزی ہمیشہ بدلتے رہتے ہین اور اکثر بنا و تبدیل کی تغیر حیثیت ہی ہوتی ہے اور مسمیان کو نسل وضع قوانین کے ہمیشہ پہلے قانون کو بلفظ منسوخ اور دوسرے کو بلفظ ناسخ تعبیر کرتے ہین

چنانچہ خود سید الطائفہ بھی ایک عرصہ مین اونہین ممبران کونسل مین داخل تھے غالب ہے کہ اون تمام بیانات کو بلفظ نسخ کے تعبیر کرنے مین وہ بھی سب ممبران کے شریک ہونگے پس خود سید الطائفہ ہی ان سب امور پر لحاظ فرماکر اپنے اس قول کی (کہ ہم کیا کوئی ذی عقل الخ) داد دین البتہ بحسب معنی لغوی کے بدرجہ بھی اور اتمام مدۃ کے بعد کے تغیر پر بھی اطلاق اس لفظ کا ہوسکتا ہے مگر اصطلاح شرع مین مخصوص ہے واسطے اوس تغیر کے جو بعد اتمام مدۃ کے ظہور مین آوے چنانچہ شروع بحث مین مفصلاً مذکور ہوچکا ہے **قال** ہمنے تمام قرآن مین کوئی حکم ایسا نہین پایا اور اسلئے ہم کہتے ہین کہ قرآن مین ناسخ و منسوخ نہین ہے **قلت** آپ نے نہ قرآن کو کسی عالم علم قرآن سے پڑہا نہ اب تک زبان عربی سے جسمین قرآن کا نزول ہے واقف ہین پس آپ کا یہ فرمانا بیشک محل اعتراض نہین ناسخ ہونے کا تو آپ ہی اقرار کرتے ہین کہ صفحہ ۱۶۱ پر صاف لکھتے ہین کہ موسوی شریعت کے احکام جو شرع محمدی مین تبدیل ہوگئے ہین وہ اس آیۃ (ماننسخ) سے مراد ہین" صرف اسمین کلام کیجئے کہ کوئی حکم قرآن کا کسی دوسرے حکم قرآن سے منسوخ ہوگیا ہے یا نہین **قال** علماء اور فقہا نے جن آیتون کو ایک دوسرے کے مخالف خیال کیا ہے اور ایک کو ناسخ اور ایک کو منسوخ ٹہہرایا ہے تو ہم ہر موقع پر ثابت کردینگے کہ وہ باہم مخالف نہین اور ہم تعارض حقیقت بھی ظاہر کردینگے جسکے بغیر لحاظ کے ناسخ و منسوخ کا قرار دینا محالات سے ہے **قلت** شریعت مین اعتبار علماء اور فقہا ہی کا ہوتا ہے نہ ایسے عامی لوگون کا کہ جنکو اوس زبان مین بھی دخل نہین جسمین قرآن کا نزول ہے پس آپ آیندہ بھی اگرچہ کہینگے تو وہ بھی ایسا ہی کلام ہوگا جیسا پیشتر کہتے آئے ہو کہ ملایک سے مراد قوای جسمیہ ہین اور آدم سے مراد یہ ہے اور شیطان سے مراد وہ ہے اور سمار سے مراد کواکب و زمین ہین اور ہاروت و ماروت سے مراد دو کافر جادوگر ہین الی غیر ذلک اور جیسا اسی بحث مین بہت سے خود لاطائل کلام کیا ہے مگر بڑا تعجب تو یہ ہے کہ مفسرین نے جو دو تین آیتین اس قسم کی یہان لکھی ہین اونمین اسی مقام پر کچھ کلام نہ کیا آخر کئی صفحہ اس بحث مین سیاہ

کئے ہین اونکی بحث کو آیندہ پر کیون ٹالدیا اس سے صاف ظاہر ہے کہ آپکا یہ دعوی ہی دعوی ہے
اور دعوی بھی ایسا کہ دلیل اوسکی کچھ نہین مطلب پر جس وقت آئی تو کچھ بات نہ بن پڑی بجز اسکے کہ آیندہ
پر ٹال دیا اور تفاوت حیثیت کی اظہار کا جو وعدہ برآیندہ کرتے ہین ہم نے کلیتہ اسی بحث مین
آپ کے اس قول کو باطل اور رد کردیا ہے (کہ بغیر لحاظ حیثیت کے ناسخ و منسوخ کا قرار دینا محالات
سے ہے) پہلا عدم مخالفت آیات کو تو موقع آیات پر ٹال گئے تھے اس امر کا ثابت کرنا کہ ناسخ و
منسوخ کا قرار دینا بدون لحاظ حیثیت کے محالات سے ہے تو اسی مقام پر واجب تھا کوئی
دلیل اوسکے استحالہ کی لکھی ہوتی صرف پیشتر یہ دعوی کرکے رہگئے کہ ایک حیثیت کے باقی
رہنے پر دوسرا حکم پہلے حکم کے برخلاف دینا موجب نقصان تقدس و تنزہ باری تعالی ہے
نہ اسپر کوئی دلیل نقلی پیش کی نہ عقلی پس ایسے دعوی آپ کے کہ محض بے دلیل ہین ہمیشہ ہر دو ہاتھ
فاسدہ اور تخیلات باطلہ کے نہین جو مقام مباحثہ اور مناظرہ کا ہے ہین اوس مقام مین کسی دعوی
کے اثبات کو تو آیندہ پر حوالہ کردیتے ہین کسی دعوی کے اثبات کی نسبت بجز سکوت کے کچھ نہین
ہوتا آسمان کی بحث مین یہی الفاظ بولے ہین مگر دیکھو اتنک باوجود یکہ کئی آیتون مین کلمہ
سمار واقع ہوا مگر کچھ بحث اوسکی نہین کی اور اپنا مدعا ایک جگہہ بھی ثابت نہین کیا پس
صاف ظاہر ہے کہ مقصود وقت کا ٹال دینا ہے بس اور یہ جو لکھتے ہین کہ ہم تفاوت
حیثیت کا ظاہر کردینگے اسپر ہمنے پیشتر بھی اعتراضات کئے ہین اور پھر ہم یہ کہتے ہین کہ
تفاوت حیثیات کا اون آیات مین تو کچھ مذکور نہین پس بالضرورۃ استخراج حیثیت غیر منصوصہ کا
اجتہاد سے ہوگا اور اپنے ظن و تخمین سے ایک حیثیت اپنی نکالوگے جو شارع کی طرف سے
منصوص نہین اور چونکہ اجتہادی حیثیت موجب علم و یقین کے نہین ہوسکتی پس اگر بنسبت
اون حیثیت کے یہ کہوگے کہ اللہ تعالی نے اس حیثیت پر یہ حکم دیا تھا تو بلاشک و شبہ بمصداق

وعید و زجر اتقولون علی اللہ مالا تعلمون کے ہوگی **قال** ناسخ و منسوخ کے باب مین لوگون نے بہت سی بحثین کی ہین اور ابو مسلم نے جو ناسخ و منسوخ ہونے کا قایل نہین ہے متعدد دلیلین اوسکے امتناع پر پیش کی ہین اور اوسکے مخالفین نے جو جمہور مفسرین ہین اوسکی تردید کی ہے اور اثبات نسخ پر دلیلین پیش کی ہین ہماری سمجھ مین وہ سب قشری بحثین ہین مغز سخن تک کوئی نہین پہونچتین اور جو اصل بات اتحاد حیثیت کی ناسخ و منسوخ مین تھی اوسپر کسیکا خیال نہین گیا ہے اور اسلئے ہم اون بحثون کا اپنی تفسیر مین ذکر کرنا محض بیفایدہ سمجھتے ہین **قلت** یہ دوسرا طریق وقت مال دینے کا اختیار کیا جب سید الطائفہ ابو مسلم کے ساتھ متفق ہین تو جن دلایل سے جمہور فقہا و مفسرین نے ابو مسلم کے قول کو رد کیا ہے اوس مین کلام کرتے مگر اتنی لیاقت کہان سے کہ اوسمین کلام کرسکین مجبور ہوکر وقت کے ٹال ہی دینے مین اپنی لیاقت و علم کی پردہ پوشی مناسب سمجھی اور صرف اتنی بات کہہ کر کہ وہ سب بحثین قشری ہین جو ہم سمجھے ہین وہی مغز سخن ہے ع فان القول ماقالت حذام نہ کوی دلیل اسپر ہے کہ وہ بحثین قشری ہین نہ اسکی کوئی دلیل ہے کہ جو کچھ ہم سمجھے ہین وہی مغز سخن ہے مین کہتا ہون کہ ہماری دلایل جو ہمنے اوپر بیان کی ہین خوب ثابت ہے کہ سید الطائفہ نے جس چیز کو مغز سخن تجویز کیا ہے اور اوسمین گفتگو کی ہے وہی قشری ہے اور اوسمین کلام کرنا بالکل فضول ہے اور سید الطائفہ اصلا اصل مطلب اور مغز سخن تک نہین پہونچے جہل مرکب کی راہ سے مغز سخن کو قشر اور قشر کو مغز سخن سمجھے ہین چنانچہ ہم نے اس بحث مین کئی جگہہ اوسپر اشارہ کیا ہے مخفی نہ رہے کہ ابو مسلم کو مطلقا نسخ سے قطعا انکار ہی یہ نہین کہ نسخ بعض احکام توریۃ کے تو قایل ہون اور نسخ بعض احکام قران کے قایل نہون چنانچہ یہ امر اونکی دلایل سے ثابت ہے بڑی دلیل اونکی یہہ ہے کہ وہ مسلمت جو بروقت صدور حکم ثانی

کی ظاہر ہوئی اگر بروقت صدور حکم اول کے ظاہر نہین ہوئی تھی تو جہل اور بدا لازم آیا اور اگرچہ مصلحت احکام کے دینے مین نہین تو عبث ہے مگر یہ دلیل اونکی مردود ہے اشاعرہ کے مذہب پر تو احکام اوسکے معلل باغراض و مصالح عباد نہین کوئی مصلحت عباد علۃ موثرہ اور موجبہ اوسکے احکام کے نہین ہوسکتی پس اونپر تو یہ اعتراض وارد نہین ہوسکتا وہ شق ثانی کو اختیار کرکے کہتے ہین کہ یفعل اللہ ما یشاء و یحکم ما یرید لا مانع لحکمہ ولا راد لقضائہ اور معتزلہ جو اسکے قایل ہین کہ رعایت مصالح عباد کی اللہ تعالے پر واجب ہے اور فقہا جو واجب تو نہین مگر تفضلا اور احسانا قرار دیتے ہین ان دونون فرقون کی طرف سے جواب یہ ہے کہ علم اوسکا ماکان اور مایکون پر محیط ہے اور حکمت اوسکی نامحصور ہے اور مصلحت عباد کی بسبب تجدد احوال اور ازمنہ کے متجدد ہوتی ہے اور اوس حاکم علیم و حکیم کو اس تجدد کا علم ازل سے تھا پس معتزلہ کے قول پر وجوبا اور فقہا کے قول پر تفضلا و احسانا مصلحت یہی متجدد ہوئی اور حکم پہلا بدلا گیا پس نہ بدا لازم آیا نہ عبث سید الطائفہ جو یہ لکھتے ہین کہ اصل بات پر کسیکا خیال نہین گیا یہ اونکی نافہمی اور بے علمی سے معلوم ہوتا ہے کہ اونہون نے ہمارے علماء کی کتابین علم اصول اور فقہ کی دیکھی ہی نہین یا اگر دیکھین ہین تو بنظر ورق گردانی کچھ مطلب نہین سمجھا اور اصل بات جو حیثیت مکلفین کے تبدیل کو قرار دیتے ہین اصل بات یہ نہین بلکہ حکمۃ کاملہ اور مصلحت عامہ ہے اور اوسکی حکمت و مصلحت کچھ تبدیل حیثیت مکلفین پر محصور اور منحصر نہین ممکن ہے کہ حیثیت مکلفین کی بدستور ہو اور باوجود اوسکے حکمت کاملہ مین تبدیل حکم سابق کا بہتر متصور ہو تو اسمین کوئی نقصان عاید نہین ہوسکتا چنانچہ پیشتر ہی اوسکا بیان ہوچکا ہے بہرحال اس امر مین بحث کرنا کہ وہ حیثیت یا مصلحت و حکمت کیا تھی کہ جسپر پہلا حکم صادر ہوا تھا اور اوس مین بروقت صدور حکم ثانی کے کیا تفاوت ہوگیا محض فضول ہے اس مین بحث کرنا نہ فقیہہ کا کام ہے نہ مفسر کا ہرگاہ کہ یہ امر مسلم ہے کہ ہمارا علم و عقل اور سکے علم و حکمت کا

احاطہ نہین کرسکتا پس جب تک کہ وہ خود ہی بیان اوس حکمت و مصلحت یا حیثیت کا نہ کرے ہم کو اصلی حکمت و مصلحت یا حیثیت کا معین کرنا اپنے ظن و تخمین سے بیجا ہے اور اگر ہمنے اپنے ظن و تخمین سے کوئی حیثیت یا مصلحت و حکمت ٹھہرائی بھی تو اوسپر اثر کیا مترتب ہوسکتا ہے اسلئے کہ بعد حکم ثانی کے اگر وہ حیثیت مبدل بھی ہوجاوے تب بھی جبتک کہ حکم ثانی بنص صریح منسوخ نہوگا وہی حکم واجب الامتثال رہیگا اور سمجھا جاویگا کہ یا تو وہ حیثیت جو ہمنے اپنے ظن و تخمین سے ٹھہرائی ہے درحقیقت وہ حیثیت نہین ہمارے ظن و تخمین کی غلطی ہے یا اگر درحقیقت وہی حیثیت ہے تو مصلحت و حکمت مقتضی تبدیل حکم ثانی کے باوجود تبدیل حیثیت کے نہین ہے اور تبدیل حیثیت کو تبدیل حکم مین کچھ دخل نہین اور اس بیان سے خوب واضح ہوئی غلطی اس قول سید الطائفہ کی جو انہون نے تبیین الکلام کے مقدمہ عاشرہ مین لکھا ہے (کہ جو حکم اب منسوخ ہوگئے ہین اگر فرض کیا جاوے کہ اس زمانہ کے آدمیون کا ایسا حال اور ایسی طبیعت ہوجاوے جو اوس زمانہ کی آدمیون کی تھی تو اب بھی سب کو اونہین حکمون پر چلنا پڑے گا) اسلئے کہ مدار تبدیل حکم کا تبدیل حیثیت پر نہین بلکہ صدور حکم ثانی پر ہے جو حسب اقتضائی حکمت کاملہ کے صادر ہوتا ہے پس ہرگاہ کہ اوسکی حکمت کاملہ مین شریعت محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام مکمل ہوگئی اور سلسلہ نبوت و ورود احکام تشریعی کا منتہی ہوچکا تو قیام قیامت اور بقای اس عالم تک انہین احکام شریعت محمدیہ کا قرین مصلحت و حکمت کاملہ ہونا قرار پایا پس اب کوئی حکم اوسکا کسی قسم کی حیثیت کی تبدیل سے بدلا نہین جاسکتا نہ وہ احکام جو اوسکی رو سے منسوخ ہوگئے ہین پھر بحال ہوسکتے ہین الغرض تفاوت حیثیت جسکو سید الطائفہ نے مغز ٹھہراکر اوسکے بیان کا آیندہ موقع پر وعدہ کیا ہے محض قشری بات ہے اور مغز سخن تک اونکی عقل کوتہ اصلا نہین پہونچی **قال** امام رازی صاحب نے جو دو آیتون سے اپنی دانست مین قرآن مجید مین نسخ کا ہونا قرار دیا ہے اگرچہ اون سے

نسخ کا ہونا ثابت نہین ہوتا جیساکہ ہم اون دونون آیتون کی تفسیر مین لکھینگے لیکن ہم اون سے نہایت ادب سے پوچھتے ہین کہ آپ نے اتحاد حیثیت کی شرط کو بھی ملحوظ فرمایا ہے یا نہین غالبا وہ فرماوینگے کہ نہین تو ہم اونسے عرض کرینگے کہ حضرت ناسخ و منسوخ ہونے کا ثبوت بھی نہین قلت دیکھو کس کس حیلہ سے دفع الوقتی کر رہے ہین جب مناظرہ مین نہایت درجہ پر مغلوب ہو چکے ہین تو کچھ بات بن نہین آتی حیلہ حوالہ سے بات کو ٹال رہے ہین صفحہ ۱۲۵ پر لکھا تھا کہ جن آیتون سے امام رازی نے استدلال کیا ہے ہم بتادینگے کہ اون سے بھی منسوخ ہونا آیتون کا ثابت نہین ہوتا ہمکو یہ توقع تھی کہ اسی مقام پر جو کچھ رطب یابس بتانا ہوگا بتا دینگے کیونکہ اسی مقام مین سب اصول و فروع اور ہر فریق کی تقریر اور ہر فریق کی دلایل اور سید الطایفہ نے جو اصول اور دعوی قایم کیے ہین سب موجود ہین اور بسبب مستحضر اور مہیا ہونے سب مواد مباحثہ کے اس مقام پر یہ ہی موقع تھا امام رازی کے سمجھانے کا مگر افسوس ہے کہ عین موقع پر سید الطایفہ کہہ نہ سکے حیلہ و حوالہ کر کے صاف ٹال گئے ؎ وای حسرت کہ دکھا کر خم مہا خالی ؎ آج پھر پیر خرابات نے ٹالا خالی ؎ خیر کیا مضایقہ ہے یار باقی صحبت باقی جب کہین کچھ فرماوینگے ہم بھی اونکو اونکی غلطی پر متنبہ کر دینگے انشاء اللہ تعالے اور یہ جو لکھتے ہین کہ ہم امام رازی سے پوچھتے ہین الخ یہ تو محض لغوبات ہے امام رازی نے تو آیۃ واذا بدلنا آیۃ مکان آیۃ واللہ اعلم بما ینزل قالوا انما انت مفتر اور آیۃ یمحوا اللہ ما یشاء و یثبت وعندہ ام الکتاب سے استدلال کیا ہے چونکہ یہ آیتین نص صریح ہین وقوع تبدیل اور محو و اثبات مین اور یہی معنی ہین نسخ کے سید الطایفہ اس استدلال مین کچھ عذر تو نہ کر سکے مگر بے فایدہ ایک بات مطابق عادت مغلوب لوگون کے خارج از بحث بنا کر اصل مطلب سے گریز کر گئے مین کہتا ہون کہ یہ بات امام رازی سے پوچھنے کے قابل نہ تھی کیونکہ نسخ فعل شارع

جل وعلا کا ہے اور یہ آیات اوسکے اس فعل کے دلایل ہین اور امام رازی نے ان آیات سے استدلال
کیا ہے پس سید الطائفہ کو یہ مواخذہ اگر کرنا تہا تو خدای تعالی سے کرتے کہ تو نے جو بدلنا آیۃ مکان آیۃ
اور یحو الله ما یشاء ویثبت کہا ہے اسمین حیثیت کا بہی لحاظ کیا ہے یا نہین اگر نہین کیا تو تبدیل
اور محو واثبات بہی ثابت نہین امام رازی سے کیون جہگڑا کرتے ہو اگر جہگڑا کرو تو خدا سے کرو
آپ سے پہلے بہی تو ایک جہگڑالو ایسا ہی ہو چکا ہے (الحمد لمن خلقت طینا) پہر ہم دریافت کرتے ہین کہ
آیا ہمارا لحاظ کرنا اور نہ لحاظ کرنا حیثیت کا اور ثبوت وعدم ثبوت نسخ باہم لازم وملزوم ہین اگر باہم ملازمۃ
ہے تو اس ملازمہ کی دلیل کیا ہے چونکہ سید الطائفہ نے اس ملازمہ پر کوئی دلیل پیش نہین کی پس
صاف ثابت ہے کہ بے اصل اور بیفایدہ خارج از مطلب باتین بنائی ہین اور چونکہ ہر طرح پر مغلوب
ہوے ہین لہذا اس قسم کا شاغبہ کرکے وقت کو ٹال دیا ہے **قال** ایک اور بات قابل لکہنے کی ہے
یعنی قول وفعل آنحضرت صلعم کا حکم قرآن کا ناسخ ہے یا نہین اس مین علماء کی مختلف قول ہین مگر جب
کہ ہم قرآن سے قرآن کا حقیقۃ منسوخ ہونا تسلیم نہین کرتے تو حدیث سے اوسکا حقیقۃ منسوخ
ہونا کیونکر تسلیم کرسکتے ہین خواہ وہ حدیث خبر احاد کا درجہ رکہتی ہو یا حدیث مشہور کا یا گو ان نے
معنی یا لفظا اوسکو متواتر کے درجہ تک سمجہا ہو **قلت** کلام نسخ کے حقیقی معنی مین نہین بلکہ
کلام اون معنی مین ہے جنہین اصطلاح شرعی مین منقول ہے اور جن معنی کے اعتبار سے سید الطائفہ
نے توریۃ کے بعض احکام کو منسوخ قرار دیا ہے اور جس معنی کے اعتبار سے صفحہ ۱۵۶ مین لکہا ہے
کہ موسوی شریعت کے احکام شرع محمدی مین تبدیل ہو گئے اور جسکی تشریح صفحہ ۲۶۵ مقدمہ عشرہ
تبیین الکلام مین اسطور پر کی ہے کہ ہم مسلمانون کے مذہب مین نسخ کے معنی صرف گذر جانے بعد
ایک حکم کے ہین اور جسکی نسبت صفحہ ۲۶۰ مقدمہ مذکور مین یہ لکہتے ہین کہ یہ مذہب ہم مسلمانون کا
جو نسخ کے باب مین ہے بالکل مطابق بیان حضرت مسیح علیہ السلام کے ہے جبکہ طلاق کے

باب مین آپ نے مرد سیون سے فرمایا کہ موسی نے تمہاری سخت دل کے سبب تم کو اجازت دی کہ اپنی عورتوں کو چھوڑ دو پر ابتدا مین ایسا نہ تھا انتہی بلفظہ پس معنی حقیقی کا تذکرہ جو کرنے مین محض بیفائدہ اور عبث کاغذ سیاہ کرنا ہے جس علم مین جو لفظ مستعمل ہو اوسکی بنا پر کلام کرنا چاہئے نہ اوسکے معنی حقیقی اور لغوی کی بنا پر **قال** باقی رہا یہ کہ سطرح نوگون نے مجازاً ناسخ و منسوخ ہونے کا اطلاق کیا ہے اوسطرح بھی ہم حدیث کو ناسخ قرآن سمجھتے ہین یا نہین تو ہم اسطرح بھی نہین سمجھتے بلکہ اوسکو حدیث کی نامعتبری کی وجہ قرار دیتے ہین ان احادیث صحیحہ کو جنکا دعا یہ صحیح ہونا ثابت ہوگیا ہو مفسر قرآن سمجھتے ہین **قلت** یہ سب ناواقفی ہے سید اللطائف کی علوم دینیہ سے علم اصول فقہ مین ایک باب معارضہ اولہ شرعیہ کا مرتب دیا گیا ہے اور اوسمین مفصل بیان رکن و شرط اور محل معارضہ کا بیان ہے چنانچہ رکن معارضہ کا بیان کرتے ہین تقابل الحجتین علی السواء لامزیۃ لاحدیہما علی الآخر فی حکمین متضادین اور شرط کی نسبت لکھتے ہین اتحاد المحل والوقت مع تضاد الحکم پس بلحاظ ان امور کے اول یہ دیکھنا چاہئے کہ دونون دلیلین ایسی ہین کہ اون مین تعارض باعتبار رکن تعارض کے ہوسکتا ہے یا نہین بعد اسکے باعتبار شرط کے لحاظ وقت کا کیا جاوے کہ اگر اوقات دونون کے مختلف ہین کہ ایک مقدم ہے دوسری موخر ہے تو مقدم کو منسوخ اور موخر کو ناسخ ٹھہرا کر تعارض کو رفع کیا جاوے چونکہ قرآن کی آیات متواتر ہین پس اون مین اور خبر احاد مین مساوات نہین اسلئے بسبب عدم صلاحیت معارضہ کے اخبار احاد صلاحیت نسخ آیات قرآن کی نہین رکھتین البتہ کلام اسمین ہوسکتا ہے کہ اگر کوئی حدیث متواتر ایسی پائی جاوے کہ حکم اوسکا حکم آیہ قرآن مجید کے برخلاف ہو اور یہ بھی ثابت ہو کہ زمانہ حدیث کا زمانہ آیہ سے بعد کا ہے تو آیا وہ حدیث ناسخ حکم آیہ کی ہوسکتی ہے یا نہین یہی مسئلہ باہم ائمہ مجتہدین کے مختلف فیہ ہے مگر سید الطائفہ جو یہ کہتے ہین کہ ہم اوسکو حدیث کی نامعتبری کی

وجہ قرار دیتے ہین ہم اون سے دریافت کرتے ہین کہ کوئی وجہ بھی آپ کے پاس نامعتبر قرار دینے
کی ہے یا بلا وجہ ہی نامعتبر قرار دیتے ہین اللہ تعالی کے احکام کو تو یہ کہتے ہو کہ کسی وجہ پر مبنی ہونی
چاہیین اپنا یہ تبہ اپنے نزدیک ایسا اعلی سمجھ لیا ہے کہ بلا وجہ بھی جسکو چاہا معتبر ٹہہرا دیا جسکو چاہا
نامعتبر ٹہہرا دیا چونکہ صورت مسئلہ کی یہ فرض کی گئی ہے کہ حدیث متواتر طور پر منقول ہے جسطرح
پر قرآن منقول ہے پس باعتبار نقل تو وہ نامعتبر نہین ہو سکتی اگر اس اعتبار سے اوسکو نامعتبر
کہو گے تو اگر کوئی نیچری قرآن کو اس بنا پر نامعتبر کہیگا تو اوسکا کیا جواب دوگے یا اوسکے ساتھہ اتفاق
کروگے اور اگر اس سبب سے نامعتبر کہتے ہو کہ وہ حکم خدا کا ہے اور یہ رسول کا ہے تو ہم کہین گے
کہ کوئی رسول ایسا حکم جو معارض کلام خدا کے ہو بدون وحی کے نہین کہہ سکتا پس جسکا وہ حکم ہے
اوسیکا یہ حکم ہے علاوہ بران باب ۲۴ سفر استثنا مین جو حکم اجازت طلاق کا اور دوسرے
نکاح کے جواز کا ہے وہ حکم خدا کا ہے اور (متی) کی کتاب کے ۱۹ باب مین جو حکم ممانعت طلاق
اور عدم جواز نکاح ثانی کا ہے اوس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ حکم عیسی علیہ السلام کا ہے پھر اگر یہی وجہ ہے
تو اوس حکم کو جناب عیسی علیہ السلام کے کیون نہین نامعتبر کہتے اور کیون اوسکو ناسخ حکم توریت قرار دیتے ہو
حالانکہ وہ مضمون متواتر ہی منقول نہین اور اگر یہ کہو کہ احتمال نقل بالمعنی کا ہے تو ہم کہین گے کہ
صورت مسئلہ تو اتر بالالفاظ فرض کی گئی ہے علاوہ بران (متی) نے جو حکم جناب عیسی علیہ السلام کا نقل
کیا ہے اوسکی نقل بالالفاظ ہونے کا کیا ثبوت ہے اور اب تک تو (متی) سے بھی صرف منقول
بالمعنی ہی ہے کیونکہ آپ کے پاس قدیم سب تراجم ہی ہین اور اصل کتاب تو موجود ہی نہین اسی مضمون کو
(لوقا) اور (مرقس) نے بھی نقل کیا ہے مگر دیکھہ لو کہ الفاظ و کلمات مین کسقدر تفاوت ہے الغرض
جو کچھہ سید الطائفہ نے اس بحث مین لکھا ہے سب بے دلیل اور اصلا قابل لحاظ کے نہین صاف
معلوم ہوتا ہے کہ ہر بحث مین ہر فن مین از راہ بوالہوسی دخل دینا چاہتے ہین مگر ہر جگہہ بے علمی اور

نافہمی اونکی خوب ظاہر ہوجاتی ہے پھر یہ جو لکھتے ہین کہ احادیث صحیحہ کو جنکا درایۃً صحیح ہونا ثابت ہوگیا ہو مفسر قرآن سمجھتے ہین (اولاً) تو ہم کہتے ہین کہ صحیحہ کا بیان جو یہ کیا ہے کہ جنکا درایۃً صحیح ہونا ثابت ہو اس سے ظاہر ہے کہ روایۃً صحیح ہونا ضرور نہین صرف درایۃً صحیح ہونا کافی ہے جب یہ بات ٹھہری تو ہم دریافت کرتے ہین کہ مثلاً ایک قول منسوب بطرف پیغمبر صلعم کے کیا گیا مگر نہ راوی اوسکے معتبر ہین نہ سلسلہ روایۃ کا مطابق شروط صحت کے ہے البتہ درایۃً اون مین کچھ اعتراض نہین ہوسکتا ایسی احادیث کو مفسر قرآن کہہ سکتے ہو یا نہین اور درایۃً سے مراد آپ کی کیا ہے آیا صرف آپ ہی کی راے پر مبنی ہے یا صحت درایۃ کی بنا اور امور پر ہے اگر اور امور پر ہے تو تفصیل اوسکی لازم تھی (ثانیاً) اسکے لکھنے سے اس بحث مین کیا مطلب ہی اور اسکو اس بحث سے کیا علاقہ ہے **تنبیہ** نسخ حکم آیۃ وحدیث دو طرح پر ہے (ایک یہہ) کہ جسقدر حکم آیۃ یا حدیث مین ہو بالکلیہ منسوخ کیا جاوے (دوسرے) قسم یہ ہے کہ منجملہ اون احکامات کے جنکو آیۃ اور حدیث متناول تھی بعض کو منسوخ کیا جاوے ایسے ناسخ کو علماء حنفیہ بلفظ زیادۃ علی النص بھی تعبیر کرتے ہین اور ایسے نسخ آیۃ کو حدیث مشہور سے بھی جایز کہتے ہین سید الطائفہ عموماً نسخ آیۃ قرآن کے منکر ہین مگر قسم ثانی نسخ کو یہانتک وسعت دی ہے کہ اپنے اقوال سے بھی اکثر مقامات مین زیادۃ علی النص کو روا رکھا ہے دیکھو بحث تفسیر ماتلوا الشیاطین علی ملک سلیمان مین کسقدر زیادتین کی ہین اور سوا اسکے اور بہت جگہ ایسا ہی کیا ہے **قال اللہ تعالے** بدیع السموات والارض (ترجمہ سید الطائفہ) پیدا کرنے والا آسمانون اور زمین کا" اقول منجملہ اون مقامات کے ایک مقام یہ بھی تھا جسکا بحث سماء مین سید الطائفہ نے وعدہ کیا تھا کہ ہم ہر مقام مین اوسکا بیان کرینگے مگر دیکھو وہان تو آیندہ موقع پر ٹالدیا اور موقع پر کچھ نہ لکھا اب ہم کہتے ہین کہ یہان سموات کے کیا معنی ہین غالب ہے کہ یہ فرادینگے کہ ستاری اور

چاند سورج مراد ہین تو ہم اونکی جناب مین عرض کرینگے کہ یہ ارشاد ہو کہ سموات جمع سماء کی ہے
پس سماء کس زبان مین ستارہ کے معنی مین ہے عربی مین یا عبری مین یا فارسی مین یا کوئی زبان
جناب والا نے نئی بنائی ہے ظاہر ہے کہ سماء لفظ عربی ہے عرب کے لغات کی کتابین بہت ہین
اونمین تو کسی نے بمعنی ستارہ کے ترجمہ نہین کیا ستارون کے معنی مین نجوم و کواکب اوس
زبان مین موضوع ہین پس یہ قول آپ کا کسیطرح پر مقبول نہین ہوسکتا علاوہ براں اگر فی الواقع
آپ کے نزدیک سموات اس جگہ ستارون کے معنی مین ہے تو خود آپ نے اوسکا ترجمہ بلفظ
آسمانون کے کیون کیا فارسی زبان مین تو آسمان بہت مشہور لفظ ہے اور اوس زبان مین
اوسکو سپہر اور گردون اور چرخ بھی کہتے ہین ستارون کو آسمان اوس زبان مین نہین کہتے
پس سماوات کو بمعنی ستارون کے سمجھنا صریح غلط اور خلاف ترجمہ خود سید الطایفہ کے ہے

قال اللہ تعالیٰ وقال الذین لایعلمون لولا یکلمنا اللہ او تاتینا آیۃ کذلک قال الذین
من قبلہم مثل قولہم تشابہت قلوبہم قد بینا الآیات لقوم یوقنون (ترجمہ سید الطایفہ) اور
اون لوگون نے کہا جو نہین جانتے کیون نہین ہم سے خدا کلام کرتا یا کیون نہین ہمارے پاس
نشانی آتی اسیطرح اونکے قول کے مانند اون لوگون نے کہا جو اون سے پہلے تھے ایک سے
ہوگئے اونکے دل بیشک ہمنے بیان کین نشانیان اون لوگون کے لئے جو یقین کرتے ہین

اقول مفسرین رحمۃ اللہ علیہم اس آیۃ سے استدلال اوپر وقوع معجزات کے پیغمبر صلعم سے
کرتے ہین خلاصہ اونکے بیان کا یہ ہے کہ کفار جو باوجود دیکھنے معجزات کے مثل اعجاز قران اور
دیگر معجزات کے ازراہ عناد اور حق پوشی کے اون معجزات پر اکتفا نہ کرتے تھے اور بار بار معجزات
طلب کرتے تھے اوسکا بیان اس آیۃ مین ہے کلمہ (الآیۃ) جو اس آیۃ مین کفار کے مقولہ کا نقل کیا
گیا ہے ظاہر ہے کہ اوس سے مراد احکام اور مواعظ نہین کیونکہ احکام تو برابر اونکو سنای جاتے تھے

اور نصیحت برابر کیجاتی تھی کبھی احکام سنانے اور نصیحت فرمانے سے انکار اور درگذر نہین
کی گئی اسلئے احکام و مواعظ تو مراد نہین ہوسکتے سید الطائفہ نے بھی اوسکا ترجمہ بلفظ احکام و
مواعظ نہین کیا اور اقتران (تا تینا آیۃ) کا ساتھ (یکلمنا اللہ) کے صاف مقتضی ہے کہ
کہ وہ کوئی امر ایسا خلاف عادۃ کے جو نشانی صدق نبوۃ کی ہو چاہتے تھے جسکا جواب یہ دیا گیا
کہ نشانیان ہمنے سب ظاہر کی ہین پس بالضرورۃ مراد اسی معجزات ہی ہین جو نشانی صدق نبوۃ کی
ہین اور اونکے جواب مین جو فرمایا کہ قد بینا الآیات یہ نص صریح ہے اوپر اظہار معجزات کے
الغرض اس آیۃ سے بطلان کئی اقوال سید الطائفہ کا ثابت ہوا (اول) یہ جو صفحہ ۱۲۸ پر
لکھا ہے کہ جہان آیۃ اور آیات کا استعمال خدا کی جانب سے ہوا ہے اوس سے ہمیشہ
احکام یا نصایح و مواعظ مراد ہین کیونکہ (آیۃ) اور (آیات) سے نہ سوال کفار مین احکام و
نصایح اور مواعظ مراد ہوسکتے ہین نہ جواب مین (دوم) یہ جو صفحہ ۳۵ پر لکھتے ہین کہ
رسول خدا صلعم کے حال سے دریافت ہوگا کہ آنحضرت صلعم نے نہ کسی ایک شخص نہ کسی گروہ کی
دعوت کرتے وقت یہ نہین کیا سید الطائفہ نے اس مقام پر کچھ اسمین کلام نہین کیا
حالانکہ یہ موقع تھا اسپر بحث کرنے کا مگر اونکی عادت ہے کہ بہت سی باتون کو چھوڑ کے جواب سے
قاصر ہوتے ہین دوسرے وقت پر ٹالدیتے ہین اور جب وہ وقت آتا ہے تو پھر اوسکا

کچھ ذکر تک بھی نہین کرتے **قال اللہ تعالے** واذا ابتلی ابراہیم ربہ بکلمات فاتمہن
(ترجمہ سید الطائفہ) اور جب مبتلا کیا ابراہیم کو اوسکے پروردگار نے چند باتون مین
پھر اوس نے اونکو پورا کیا **قال** (سید الطائفۃ النیچریۃ) اب خدا تعالی اون بزرگون
کا ذکر کرتا ہے جو حضرت ابراہیم کو دی تھین اور اون تمام بزرگون مین سے جو حضرت
ابراہیم کو دی گئی تھین بڑی بزرگی وہ ہے جبکہ اونھون نے کہا انی وجہت وجہی للذی

اظہار من قولہ تعالی واذا ابتلی ابراہیم الآیۃ

فطر السموات والارض حنیفا وما انا من المشرکین اسی نعمت کا خدا نے ذکر کیا ہے قلت
سید الطایفہ کو کہان سے یہ بات ثابت ہوئی کہ اسی نعمت کا ذکر کیا ہے بیدلیل بات کہدینی
تو قابل قبول نہین ہوسکتی اور ہر چند کہ یہ کہنا جو خدا نے اونکی زبان سے کہلوایا "براخدا کا انعام
ہے مگر یہان بیان ہے خصوصیات ابراہیم عرم کا حالانکہ مجرد اسقدر زبان سے کہنا اور دل سے
اوسکا اعتقاد کامل رکھنا خصوصیات ابراہیم عرم سے نہین جتنے انبیا ابراہیم عرم سے پیشتر اور
جتنے اونکے بعد گذرے ہین اور سب صلحا بھی کہتے آئے ہین اور اسی کی تعلیم کرتے آئے ہین
ایک بڑی بزرگی اونکی یہ ہے کہ جب اونکو کفار نے آگ مین ڈالا تو منقول ہے کہ آتاہ جبریل
فقال الک حاجۃ فقال اما الیک فلا واما الی اللہ فبلی یعنی آئے اونکے پاس جبریل عرم اور
کہا اون سے کہ تم کو کچھ کسی امر کی حاجت ہے اونہون نے فرمایا کہ تمہاری طرف تو کچھ حاجت
نہین اور خدا کی طرف تو حاجت بیشک ہے" یعنی ایسے وقت مین کسی غیر خدا کے یہان تک
کہ جبریل عرم کے بھی توسط وحاجت روائی اور اعانت کے روادار نہوئے اور خاصتہ توجہہ
الی اللہ اور استقامت کو ہاتھہ سے نہ دیا اور کسی غیر کی طرف اصلا میل نہ فرمایا ان ابراہیم
کان امۃ قانتا للہ حنیفا یعنی تھا ابراہیم ایک امۃ فرمانبردار خاص اللہ تعالے کا میل
کرنے والا سب طرف سے خاص خدا کی طرف **قال** کلمات کے لفظ سے عجایب صنع
باری تعالے مراد لی ہے یہ لفظ سورۂ لقمان مین بھی آیا ہے جہان خدا نے کہا ہے مانفدت
کلمات اللہ صاحب تفسیر کبیر نے اوسمقام پر بھی عجایب صنع الٰہی مراد لئے ہین اور یہہ
بہت درست ہے **قلت** کلمات کے حقیقی معنی عجایب صنع الٰہی نہین اور نہ تفسیر کبیر
مین اس جگہہ عجایب صنع الٰہی مراد لئے ہین سورۂ (لقمان) کی آیۃ مین اگر امام رازی نے
عجایب صنع الٰہی مجازا مراد لئے تو اوس سے یہ لازم نہین آتا کہ ہر جگہ معنی مجازی مراد لئے جاوین

چنانچہ اس آیۃ مین اونہون نے بھی معنی مجازی مراد نہین لئے اور سید الطائفہ کا یہ کہنا کہ تفسیر کبیر
مین اونمقام پر بھی عجائب صنع الٰہی مراد لئے ہین جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس آیۃ مین بھی اونہون
نے عجائب صنع الٰہی مراد لئے ہین مغالطہ ہے خود امام سورۂ (لقمان) کی آیۃ کی تفسیر مین اسکے
معترف ہین کہ اطلاق کلمہ کا اور پر عجائبات کے مجاز مرسل ہے از قسم اطلاق سبب کے اوپر مسبب
کے لکھتے ہین ان العجایب بقولہ کن وکن کلمۃ واطلاق اسم السبب علی المسبب جایز یقول
الشجاع لمن یبارزہ انا موتک ویقال للدواء فی حق المریض ہذا شفاءک ودلیل صحۃ ہذا
ہوان اللہ تعالے سمی المسیح کلمۃ لانہ کان امرا عجیبا وصنعا غریبا لوجودہ من غیر اب یعنی
وجود عجائب کا بسبب کلمہ کن کے کہنے کے ہوتا ہے اور کن کلمہ ہے اور اطلاق اسم سبب کا
اوپر مسبب کے جایز ہے مرد شجاع کہتا ہے اوسے جو اوسکے ساتھ لڑتا ہے کہ مین تیری موت
ہون اور دوا کو مریض کے حق مین کہا جاتا ہے کہ یہ تیری شفا ہے اور دلیل اسکی صحۃ کی یہ ہے
کہ اللہ تعالی نے مسیح عرم کو کلمہ کہا اسلئے کہ وہ حضرت امر عجیب اور صنع غریب تھی بسبب
اسکے کہ بے باپ کے اونکا وجود تھا " پھر جب امام پر یہ اعتراض وارد ہوا کہ سبب نزول
آیۃ سے ظاہر ہوتا ہے کہ مراد کلام ہے اور تمہاری تفسیر ارادۂ عجائبات کی منافی اوسکی ہے تو اوسکے
جواب مین یہ لکھتے ہین کہ اسباب نزول جو مذکور ہوئے ہین اور باہم وہ متباین ہین اون سے
معلوم ہوتا ہے کہ لفظ کلمات عام ہے پس جو ہمنے تفسیر مین ذکر کیا اسکی منافی نہین اسلئے کہ کلام اللہ
عجیب معجز ہے کوئی اوسکی مانند کہنے پر قادر نہین پس جب ہمنے یہ بات کہی کہ خدا کی عجائبات
کی نہایۃ نہین تو اسمین اوسکا کلام بھی داخل ہوگیا ہمکو اس باب مین کہ سبب نزول کیا ہے
کچھ بحث کرنا ضرور نہین کیونکہ کوئی بات بنسبت سبب نزول کے تعینی نہین مگر ہم یہ کہتے ہین
کہ ہرگاہ امام صاحب بھی اسکے خود معترف ہین کہ حقیقی معنی کلمات کے عجائبات نہین اور خود قایل

ہین کہ استعمال کلمہ وکلمات کا بسبب علاقہ سبب و مسبب کے از قسم مجاز مرسل ہے اور یہہ مسئلہ مسلمہ علماء اصول و علماء معانی و بیان اور خود امام صاحب اور سید الطائفہ کا ہے کہ جب تک حقیقۃ ممکن ہوگی مجاز کو ترک کیا جاوے گا اور ارادہ مجاز کے واسطے کوئی قرینہ قوی ضرور ہے پس امام صاحب پر دو باتین واجب تہین ایک یہ کہ اس بات کو ثابت کرتے کہ یہان حقیقۃ ممکن نہین دوسرے یہ بات کہ جو معنی مجازی مراد لئے ہین اوسپر قرینہ کیا ہے جب تک یہ دونون باتین ثابت نہونگی مجرد علاقہ سبب و مسبب واسطہ ارادہ مجاز کے اصلا کافی نہین ہے علاوہ بران آیۃ سورۂ (لقمان) اور آیۃ سورہ (کہف) قل لو کان البحر مدادا لکلمات ربی لنفد البحر قبل ان تنفد کلمات ربی ولو جئنا بمثلہ مددا یعنی کہہ اے محمد کہ اگر ہووے سمندر روشنائی واسطے کلمات میرے رب کے تو ختم ہوجاوے سمندر میرے رب کے کلمات کے ختم ہونے سے پہلے اگرچہ لاوین ہم برابر اوسکی مدد" ان دونون آیتون کا مطلب ایک ہے سورہ کہف کی آیۃ کی تفسیر مین خود امام صاحب نے بھی کلمات کے معنی عجائبات کے نہین لکہے بلکہ اوسکی تفسیر مین لکہتے ہین المعنی لو کتب کلمات علم اللہ وحکمہ وکان البحر مدادا لہا (والمراد بالبحر الجنس) لنفد قبل ان تنفد الکلمات یعنی معنی یہ ہین کہ اگر لکہے جاوین کلمات علم وحکمتون اللہ تعالے کے اور سمندر اوسکے لکہنے کے لئے سیاہی ہو (مراد سمندر سے جنس ہے) تو ہو چکے سمندر قبل ہو چکنے کلمات سے" پس جب اوس آیۃ مین کہ ہم مضمون اس آیۃ کے ہے معنی مجازی مراد نہین لئے تو کوئی وجہ اسکی نہین کہ اس آیۃ مین برخلاف اوسکے معنی مجازی مراد لئے جاوین الغرض ان وجوہ سے معنی مجازی خواہ امام صاحب مراد لین خواہ سید الطائفہ قابل تسلیم نہین عجیب حال ہے سید الطائفہ کا کہ دعوی اجتہاد کا بھی کرتے جاتے ہین اور یہ بھی کہتے جاتے ہین کہ ہم کسی مجتہد یا مولوی عالم مفسر کی تقلید نہ کرینگے پھر باوجود اس شورا شوری کے یہ بے تملی کہ اکثر امام رازی کے مقلد بنجاتے ہین کبھی ابو مسلم باخط

کی تقلید سے گمراہ ہوجاتے ہین اور طرفہ تر یہ ہے کہ اکثر تقلید بھی کرتے ہین تو ایسے مقامات پر کرتے ہین کہ جہان اون لوگون کی راے جنکی تقلید کرتے ہین خطا پر ہوتی ہے چنانچہ اسی مقام پر (کلمات) کے معنی جو عجائبات کے لئے ہین بجز تقلید امام صاحب کے اور کسی بات پر مبنی نہین اور چونکہ ہماری تحقیقات سے ظاہر ہے کہ آیہ سورہ (لقمان) مین امام صاحب کا قول قابل تسلیم نہین اور خلاف قواعد اصول وعلم معانی وبیان اور خود امام صاحب کے قول کے خلاف ہے علاوہ بران ایک مقام پر اگر معنی مجازی مراد لئے جاوین تو اس سے لازم نہین آتا کہ ہر جگہ وہی معنی مجازی مراد لئے جاوین پس اسمقام پر بنسبت معنی مجازی کے یہ کہنا سید الطائفہ کا کہ (اور یہ بہت درست ہے) بالکل نادرست وناجایز ہے **قال** حضرت ابراہیم ستارون اور چاند سورج کو دیکھکر عجایب صنع باری تعالی مین متحیر ہوگئے تھے اور اونہین پر خدا ہونے کا گمان کیا تھا لیکن اونہون نے اوسکو غلط سمجھا اور پورے طور پر خدا پر یقین کیا اسیکی نسبت خدا نے فرمایا فانہن **قلت** بالکل غلط ہے اور محض افترا ہے ہرگز ممکن نہین کہ ایک لحہ بھی کوئی نبی علی الخصوص ایسا نبی کہ جسکے وثوق توحید کی سب ملتون مین صفت وثنا ہے اور سب ملتون کا پیشوا ہے غیر خدا پر گمان خدائی کا کرے جو شخص کہ ایک طرفۃ العین بھی ایسا گمان کرے وہ اوس حالت مین کافر ہے اور جو شخص کہ ایک طرفۃ العین مین بھی کافر وہ وہ اصلا نبی ہونے کی صلاحیت نہین رکھتا پس سید الطائفہ نے جو کچھ یہان لکھا ہے محض بہتان اور افترا ہے اور وجہ اس بہتان کی ہم پیشتر لکھہ چکے ہین اور پوری بحث اسکی سابق ہوچکی ہے پھر یہ بھی غور کرنا چاہئے کہ ستارہ پرستی اور آفتاب پرستی اور ماہ پرستی پر تو اپنے باپ اور قوم کو الزام دیتے تھے اور اونسے حجتین کرتے تھے اور بقول سید الطائفہ کے جب امتحان کا وقت آیا تو جو گمان قوم کا تھا وہی گمان کرنے لگے اور تین مرتبہ امتحان مین پورے نہ اترے جس دلیل کی بنا پر ایک مرتبہ راہ پر آگئے تھے دو مرتبہ بعد اوسکے اس دلیل اور

بناء کو بھی بھول گئے اور ستارہ پرستون کی تائید کرنے لگے واہ کیا خوب قوم کو الزام دینے پر کھڑے ہوئے آپ ہی اولٹا الزام اوٹھا بیٹھے ۵ یہ کیسا امتحان جذب دل اولٹا کل آیا مین الزام اونکو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا ۵ کیا وہ علم وہبی جسکے نور سے ابتدا سے اونکا دل منور تھا اور حقیقت اشیاء پر کماہی بی برسبیل ضرورۃ و بدیہۃ آگاہ کرتا تھا حقیقت اشیاء کی معرفت کے لئے قاصر تھا اور پورے طور پر خدا پر یقین اوسے حاصل نہ تھا جو طریق استدلال سے پورے طور پر یقین کیا گیا پیشتر اس سے خدای تعالے پر پورے طور پر یقین نہ تھا حاشا وکلا

قال بعد اسکے کہ کعبہ بنگیا تمام لوگون مین اوسکی تعظیم اور اوسکی زیارت کو اشاعت ہوگیا تھا اور ایک بہت بڑی تجارت گاہ بن گیا تھا اور تمام قومون نے عہد کرلیا تھا کہ حج کے ایام مین قتل اور غارت اور خون ریزی بند رہے گی اور تمام لوگ جو مکہ مین آئے ہین امن مین رہینگے انہین دونو باتون کا خدائے اہتمام پر ذکر کیا ہے **قلت** ان امور کا کہ بہت بڑی تجارت گاہ ہنگئی تھی اور سب قومون کے معاہدہ کا خاص ایام حج مین کیا ثبوت ہے اور تجارت گاہ اور معاہدہ کا زمانہ کونسا تھا آیا حضرت ابراہیم اور اسمعیل علیہما السلام کی زندگی مین یا اونکے بعد اور بعد تو کب اور وہ قومین کون کون تھین جنہین باہم یہ عہد ہوا تھا غلط باتین اپنے دل سے بناکر اونکی نسبت یہ کہنا کہ انہین کا خدا نے ذکر کیا ہے نہایت معیوب ہے مفسرین پر تو یہ طعن کیا جاتا ہے کہ اپنے اجتہاد سے باتین بناکر تفاسیر مین داخل کردی ہین اپنی کچھ خبر نہین لیتے کہ ہر جگہ اپنے طعن کے مورد آپ ہی ہوتے ہین **قال اللہ تعالے** واتخذوا من مقام ابراہیم مصلی **قال** (سید الطایفۃ النیچریۃ) مقام ابراہیم کی نسبت مفسرین نے بہت بحث کی ہے اور ایسے اقوال نقل کئے ہین جنکا کافی ثبوت نہین **قلت** مقام ابراہیم معین ہے اور پہلے سے معین چلا آتا ہے اور کافی ثبوت اوسکا قرآن اور حدیث سے زیادہ اور

کیا ہوسکتا ہے ہم اوسکو قول آیندہ مین قران واحادیث صحیحہ سے ثابت کرینگے **قال** مگر سیاق کلام سے جیسے کہ مجاہد کا بھی قول ہے (ان مقام ابراہیم کلہ وہو قول المجاہد۔ تفسیر کبیر جلد ۱ صفحہ ۵۰۱) پایا جاتا ہے کہ مقام ابراہیم سے کوئی خاص مقام مراد نہین بلکہ کعبہ مراد ہے **قلت** ہم دریافت کرتے ہین کہ وہ سیاق کلام کیا ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مقام ابراہیم سے کعبہ مراد ہے لفظ سیاق سیکہ لیا ہے اکثر مقامات مین بے محل اوسکو استعمال مین لاتے ہین چنانچہ پیشتہ بھی ایک جگہہ بے محل اوسکو بولے ہین پھر مجاہد کا قول جو نقل کیا ہے اوسمین لفظ کعبہ کا کہان ہے مجاہد کا قول جو تفسیر کبیر مین نقل کیا ہے اوسکے الفاظ یہ ہین ان مقام ابراہیم الحرم کلہ سید الطایفہ نے اوسکی نقل مین خیانت کی کہ لفظ (الحرم) کو بالکل اوڑا دیا تاکہ ناواقف لوگ یہ سمجھین کہ مجاہد کے نزدیک بھی مقام ابراہیم سے کعبہ ہی مراد ہے تفسیر کبیر مین بعد نقل چند اقوال کے لکہا ہے کہ اتفق المحققون علی ان القول الاول اولی یعنی متفق ہوے ہین محققین اسپر کہ پہلا قول بہتر ہے یعنی قول اون لوگون کا جو اوس حجر مبارک کو مقام ابراہیم کہتے ہین اور اسکے اثبات پر پانچ دلیلین لکہے ہین اور احادیث صحیحہ سے ثابت کیا ہے چونکہ احادیث صحیحہ یقین مقام ابراہیم مین بہت ہین اونمین سے دو حدیثین تفسیر کبیر مین بھی منقول ہین اسلئے ہم احادیث کا نقل کرنا ضرور نہین جانتے قران مجید کی آیۃ سے استدلال کرتے ہین کہ مقام ابراہیم کل بیت اللہ نہین بلکہ بیت اللہ مین ایک مقام معین ہے اللہ تعالے فرماتا ہے ان اول بیت وضع للناس للذی ببکۃ مبارکا وہدی للعالمین فیہ آیات بینات مقام ابراہیم یعنی اول بیت جو مقرر کیا گیا ہے آدمیون کے لئے وہ ہے جو مکہ مین ہے مبارک اور ہدایت واسطے جہان والون کے اوسمین نشانیان ہین واضح مقام ابراہیم صاحب کشاف لکہتے ہین کہ مقام ابراہیم عطف بیان ہے آیات بینات کا اور نہایت عمدہ تقریر اس

باب مین کی ہے اور یہی قول ہے اکثر مفسرین کا اور تائید اسکی احادیث صحیحہ سے واضح ہے پس ثابت ہوا کہ مقام ابراہیم کل بیت نہین بلکہ بیت مین ایک مقام ہے اور قول سید الطائفہ کا خلاف قرآن اور احادیث صحیحہ کے ہے **قال** طائفین سے مراد وہ لوگ ہین جو کعبہ کی زیارت اور حج کو آوین **قلت** طائفین کے یہ معنی نہ لغوی ہین نہ شرعی ہین لغوی معنی طوف کے ہین گرد کسی چیز کے پھرنا اسی سبب سے عسس یعنی کوتوال اور پاسبان کو طائف کہتے ہین کہ وہ پاسبانی کے واسطے گھومتا پھرتا ہے صراح مین ہے طوف طواف طوفان گرد چیزے گشتن طائف عسس اور عسس کے ترجمہ مین لکھا ہے عاس شب گردندہ گرد شہر اور شرعی معنی مشہور ہین ولیطوفوا بالبیت العتیق پس یہ ناواقفی ہے سید الطائفہ کی کہ طائفین کے معنی مجرد آنے والون کے سمجھے ہین بلکہ مراد طواف کرنے والے ہین خواہ باہر کے ہون خواہ مکہ کے رہنے والے **قال** عاکفین سے مراد وہ لوگ ہین جو وہان رہتے ہون **قلت** یہ بھی غلط ہے عکوف کے معنی ہین ایک چیز پر متوجہ ہوکر ٹھہرا رہنا قاموس مین ہے عکف علیہ عکوفا اقبل علیہ مواظبا صراح مین ہے عکوف ہر چیزے مقیم بودن و روی آوردن صلۃ بعلی قولہ تعالے یعکفون علی اصنام لہم اور اسی سے ہے اعتکاف فی المسجد پس ہر ایک رہنے والا مکہ کا عاکف نہین ہوسکتا عاکف وہی ہوگا جو بہ نیت اعتکاف مسجد حرم مین معتکف ہو **قال** کعبہ درحقیقت نماز پڑھنے کی جگہ یعنی مسجد ہے جسکو حضرت ابراہیم نے بنایا ہے **قلت** بیشک مسجد ہے مگر محترم اور مبارک ترین مساجد اللہ ہے کہ مبارک ترین قطعات زمین پر واقع ہے اور اول بنانے والے اوسکے حضرت ابراہیم نہین بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم عرم سے پیشتر بھی وہان بناء مقدس تھی کہ بسبب امتداد مدت مدید کے منہدم ہوکر ایک ڈھیر مٹی کا بلند پڑا تھا ابراہیم اور اسمعیل علیہما الصلوۃ والسلام نے اوسکو پہلی ہی بناء پر بنایا

اور اوسی پہلی بنیاد کو مرتفع اور بلند کیا چنانچہ قول اللہ تعالیٰ کا اذ یرفع ابراہیم القواعد
من البیت واسمعیل یعنی جب کہ اونچا کرتا تھا ابراہیم بنیادون کو بیت کی اور اسمعیل اس سے
ثابت ہے کہ حضرت ابراہیم اور اسمعیل علیہما الصلوٰۃ والسلام بنیاد ڈالنے والے تھے بلکہ
بنیاد بیت کی جو پہلے سے تھی اوسکے اونچا کرنے والے تھے حدیث صحیح بخاری کی ہے جسمین اوپر
سے سب قصہ حضرت ہاجر اور حضرت اسمعیل عرم کے اس ویرانہ مین جانے کا بعینہٖ جناب صلعم
نے بیان فرماکر فرمایا ثم قفی ابراہیم منطلقا فتبعتہ ام اسمعیل فقالت یا ابراہیم این تذہب
وتترکنا بہذا الوادی الذی لیس فیہ انس ولا شیٔ فقالت لہ ذلک مرارا وجعل ابراہیم لا یلتفت
الیہا فقالت لہ آللہ الذی امرک بہذا قال نعم قالت اذا لا یضیعنا ثم رجعت فانطلق ابراہیم
حتی اذا کان عند الثنیۃ حیث لا یرونہ استقبل بوجہہ البیت ثم دعا بہولاء الکلمات ورفع
یدیہ فقال رب انی اسکنت من ذریتی بواد غیر ذی زرع عند بیتک المحرم حتی بلغ یشکرون
یعنی پہر چلا پہرے ابراہیم چلتے ہوے پہر پیچھے ہولین اونکی اسمعیل کی ماں پہر کہا اسمعیل کی
ماں نے اے ابراہیم کہان جاتے ہو اور ہم کو چھوڑے جاتے ہو اس بیابان مین کہ یہان
نہ کوئی آدمی ہے نہ اور کوئی چیز کئی بار یہ کہا اور ابراہیم اونکی طرف منھ نہ کرتے تھے پہر ابراہیم
سے اسمعیل کی ماں نے کہا کہ کیا اللہ نے تم کو یہ حکم دیا ہے کہا ابراہیم نے کہ ہان تب اسمعیل کی
ماں نے کہا کہ اس حالت مین تمکو اللہ ضائع نہ کرے گا پہر وہ لوٹ آئین اور چلے گئے
ابراہیم یہانتک کہ جب ثنیہ کے پاس پہونچے ایسی جگہہ کہ اونکو دیکھتی نہ تھی تب بیت
کی طرف منہ کیا پہر ان کلمات کے ساتھ دعا مانگی اور اپنے ہاتھہ اوٹھائے یہ کہا کہ اے
رب میرے مین نے اپنی ذریت مین سے ٹھہرایا ہے جنگل مین کہ جسمین زراعت نہین تیرے
محترم گھر کے نزدیک تا آنکہ پہونچے (یشکرون) تک (یہ اشارہ ہے بطرف آخر آیت سورہ

(ابراہیم کے) چونکہ یہ واقعہ بناء ابراہیم عرم سے پیشتر کا ہے پس اوس وقت مین یہ کہنا ابراہیم عرم کا کہ تیرے بیت محترم کے نزدیک مین نے اپنی بعض ذریۃ کو ٹھہرایا بڑی دلیل اسکی ہے کہ قبل از بناء ابراہیم عرم بھی اوس مقام پر بیت منسوب بطرف اللہ تعالے کے تہا کہ بسبب استداد مدۃ مدید حوادث زمانہ کے منہدم ہوکر ایک ٹیلہ رہ گیا تہا کہ حضرت ابراہیم عرم نے باعانت اسمعیل عرم کے اوسی مقام پر بنا قایم کی اوسی حدیث مین ہے کہ فلما اشرفت علی المروۃ سمعت صوتا فقالت صہ تریدنفسہا ثم تسمعت فسمعت صوتا فقالت قد اسمعت ان کان عندک غواث فاذا ہی بالملک عند موضع زمزم فبحث بعقبہ او قال بجناحیہ حتی ظہر الماء فجعلت تحوضہ وتقول بیدہا ہکذا وجعلت تغرف من الماء فی سقائہا وہو یفور بعد ما تغرف قال فشربت وارضعت ولدہا فقال لہا الملک لاتخافی الضیعۃ فان ہہنا بیت اللہ یبنی ہذا الغلام وابوہ وان اللہ لایضیع اہلہ وکان البیت مرتفعۃ من الارض کالرابیۃ تاتیہ السیول فتاخذ عن یمینہ وشمالہ الحدیث یعنی پس چڑہ گئے وہ (ہاجر) مروہ پر اور سنی اوس نے ایک آواز پس کہا اوس نے (صہ) یعنی چپ ہو اپنا ارادہ کیا اس کلمہ سے اپنے آپ کو پھر کان لگایا اوس نے تو پھر سنی اوسنے ایک آواز پس کہا اوس نے بہ تحقیق سنائی تو نے آواز ہے تیرے پاس فریاد رس پس ناگاہ اوسکو دکہلائی دیا فرشتہ زمزم کی جگہ پر پس کہودا اوس فرشتہ نے اپنی ایڑی سے یا کہا (راوی نے) اپنے پر دن سے تا آنکہ ظاہر ہوا پانی پس تھے وہ کہ حوض بناتے تہے اوس پانی کا اور کرتے تہے اپنے ہاتھ سے ایسا (یعنی جیسا راوی نے اشارہ سے بتایا) اور تہے وہ ڈالتے تھے وہ پانی کو اپنی مشک مین اور پانی جوش کرتا تہا بعد اسکے کہ وہ بھر لیتے تہے فرمایا (پیغمبر صلعم) نے پس پیا اوس نے پانی کو اور دودہ پلایا اپنے بیٹے کو پس کہا اوسی فرشتہ نے نہ خوف کر تو ضایع ہونے کا تحقیق اس جگہ خانہ خدا ہے کہ بنا کرے گا اوسکو یہ بیٹا تیرا اور اوسکا باپ اور تحقیق خدا

ضایع نہین کرتا ہے اوس گھبرائے کو اور تہا بیت بلند زمین سے مانند پشتہ کے آئی تہین اوسکو سیلین پانی کی پس لے لیتی تہین اوسکے یمین و شمال سے" اور ایک روایۃ مین بجائے (ہہنا بیت اللہ) کے (ہذا بیت اللہ) ہے چونکہ یہ واقعہ قبل از بنائے حضرت ابراہیم عرم کے ہے اور اس زمانہ مین قول فرشتہ کا یہ منقول ہے (ہہنا بیت اللہ) یعنی اس جگہہ بیت اللہ ہے یا یہ بیت اللہ ہے اور پہر حضرت رسول اللہ صلعم فرماتے ہین کہ بیت زمین سے بلند تہا پانی کی رو آئی تہی تو اوسکے دائین بائین سے بہجاتی تہی ان سب تصریحات سے واضح ہے کہ یہ بیت حضرت ابراہیم کے بنانے سے پیشتہ ہی بیت اللہ تہا مگر منہدم ہوگیا تہا صرف حسب دستور عمارت منہدمہ کے ایک ڈہیر مٹی کا پڑا تہا کہ حضرت ابراہیم عرم نے باعانت اسمعیل عرم کے اوسکو بنایا اور حدیث مین جو لفظ (یعنی ہذا الغلام وابوہ) ہے یہ اوسکی منافی نہین کیونکہ وہ اسپر دلالت نہین کرتا کہ ابتداءً اوسکو وہ بنائین گے بلکہ اطلاق اوسکا ایسی بنا پر ہی صحیح ہے کہ پہلی بنا منہدم ہوجانے کے بعد بنا قایم کیجاوے چنانچہ یہی الفاظ بہ نسبت بنا قریش کے بہی واقع ہین چنانچہ پیغمبر خدا صلعم نے حضرت عائشہ رض سے فرمایا الم تری ان قومک بنوا الکعبۃ حالانکہ قریش کی بنا اول بنا نہی اگر کوئی یہ شبہ کرے کہ محتمل ہے کہ لفظ (بیت اللہ) کا اوس جگہہ پر بہ نسبت مائول الیہ کے بولا گیا ہو تو جواب اوسکا یہ ہے کہ ارادہ مائول الیہ کا اقسم مجاز ہے اور یہ قاعدہ مسلم ہوچکا ہے کہ جب حقیقۃ ممکن ہوگی تو مجاز ساقط ہوجاوے گا اور یہان کوئی دلیل امتناع حقیقت پر قایم نہین بلکہ بہت آثار صحابہ اور تابعین کے اور تصریحات مورخون کی بنسبت اسکے کہ بانی اول حضرت آدم عرم تہے موئد ارادہ حقیقت کے ہین پس احتمالات مجازی ہر آینہ ساقط ہین علاوہ بران قرآن مجید مین ہے کہ ان اول بیت وضع للناس للذی ببکۃ مبارکا و ہدی اگر اوسکی ابتدائی بنا کو بنا ابراہیم عرم قرار دیا جاوے تو چونکہ باب ۱۲

کتاب پیدایش توریۃ سے ثابت ہے کہ حضرت ابراہیم نے اس سے پیشتر دو جگہ معابد بنائے تھے پس یہ اول بیت قرار نہین پایا اسلئے صاف واضح ہوا کہ یہ بیت ابتدا حضرت ابراہیم سے پیشتر بنایا گیا ہے اور حضرت ابراہیم اسکے بانی اول نہین **قال** ابراہیم اور اونکے ساری اولاد ایسے مقام کو بیت اللہ کہا کرتے تھے اور اسلئے کعبہ کو بھی بیت اللہ کہتے ہین **قلت**

آپ ہی ابھی ترجمہ آیۃ عہدنا الی ابراہیم واسمعیل ان طہرا بیتی کا لکھہ چکے ہین کہ ہمنے عہد لیا ابراہیم اور اسمعیل سے کہ پاک رکھین میرے گھر کو مگر قساوۃ قلبی کے سبب یہانتک اوس بیت محترم سے متنافر ہین کہ زبان سے یہ بات نہین نکلتی کہ اللہ تعالی نے خود اوسکو اپنا بیت کہا ہے اور اسلئے اوسکو بیت اللہ کہتے ہین ہمنے اوپر حدیث مستند صحیح بخاری سے نقل کی ہے اوس سے ثابت ہے کہ خدا کے فرشتے نے یہ کہا کہ (ہہنا بیت اللہ) اس جگہ ہے بیت اللہ اور ایک روایۃ مین ہے کہ (ہذا بیت اللہ) یہ ہے بیت اللہ باوجود اسکے (بیت اللہ) کہنے کے جو یہ توجیہ کرتے ہین کہ ابراہیم اور اونکی تمام اولاد الخ خالی عناد قلبی سے نہین اور چونکہ ابتدا آفرینش زمین سے یہ موقع محل تجلی ربانی اور نزول انوار رحمت اور برکات اور مقام مقدس ہے اسلئے بنظر ان خصوصیات کے خود خدائے تعالے نے اوسکو اپنی طرف منسوب کیا ہے اور باتباع حکم الہی حضرت ابراہیم اور اسمعیل اور محمد علیہم الصلوۃ والسلام نے اوسکو (بیت اللہ) کہا ہے اور اسی سبب سے ہم لوگ اوسکو (بیت اللہ) کہتے ہین توریۃ کے سفر پیدایش کے باب ۱۴- درس ۶ مین اوسکو بلفظ (ایل فاران) تعبیر کیا ہے عبری زبان مین (ایل) بمعنی (اللہ) اور (فاران) مکہ معظمہ کا نام ہے اوس درس مین اوسوقت کا مذکور ہے کہ جب تک حضرت ابراہیم نے کعبہ کی عمارت نہین کی تھی اس سے واضح ہے کہ زمانہ پیشین سے یہ مقام خدا کا کہلاتا تھا اور خدای تعالے کے نام سے مشہور تھا **قال** انسان کی ایک

جبلی عادت ہے کہ ایک ایسے وجود کے لئے جو نہ دکھائی دیتا ہے نہ چھوا جاتا ہے اور نہ سمجھ میں آتا
ہے اور بجز اسکے کہ ہے اور کوئی خیال اوسکی نسبت قایم نہیں ہوسکتا کوئی نہ کوئی محسوس نشان قایم کرلیتا ہے
اور اوس محسوس نشان کے ذریعے سے اپنا عجز و نیازاوس غیر محسوس اور بے چون و بیگون کے سامنے
ادا کرتا ہے **قلت** عجب حال ہے سید الطایفہ کا محض تخیلات فاسدہ کی بنا پر جو کچھ چاہتے ہیں
بے تامل لکھدیتے ہیں جسکو چاہتے ہیں جبلی انسان کہدیتے ہیں جسکو چاہتے ہیں فطری کہدیتے ہیں
حسب عادت یہاں بھی فضول باتیں لکھنی شروع کیں کہ جسکا کچھ تعلق تفسیر قران سے نہیں یہہ جو
لکھتے ہیں کہ بجز اسکے کہ ہے الخ یہ تو عقیدہ فاسدہ فرقہ نیچریہ اور بعض فلاسفہ یونانی اور ہند کا
ہے کہ اوسکو محض ہستی مطلق قرار دیتے ہیں اور وجود کاینات کو خود بخود بلا دخل فاعلیت اور اختیار
و قدرۃ اوس ہستی مطلق کے مبنی بر اسباب ظاہری سمجھتے ہیں پس یہ فقرہ سید الطائفہ کا کہ مطابق
عقیدہ اون بیدین لوگون کے ہے محض الحاد اور بالکل خلاف عقاید جملہ اہل ملت کے ہے اور یہ
جو لکھتے ہیں کہ انسان کی جبلی عادت ہے الخ اسکے معنی کی کچھ تصریح نہیں کی آیا مطلب یہ ہے
کہ اوسکے وجود کی نشاندہی کے واسطے یا اوسکی عبادت کے لئے یا اوسکی کسی اور بات کے واسطے
اگر شق ثالث ہے تو اوسکی تصریح کرنی لازم تھی اور اگر شق اول ہے تو غلط محض ہے اوس کے
وجود کو کاینات و موجودات قدرتی ہی کافی ہیں ہمارا نشان قایم کیا ہوا اوسکے وجود پر دلالت
نہیں کرتا رہی شق ثانی سو یہ بھی غلط ہے اگر یہ جبلی انسانی ہوتی تو ہر ایک شخص عبادت گاہ بنایا
کرتا علاوہ بران اگر مقصود یہ ہے کہ نشان بناکر اوس نشان کی پرستش اوسکے نام سے کرتا ہے
تو یہ بھی محض غلط ہے بے فغان کے لئے ایک نشان معین قایم کرکے اوس نشان کی عبادت
کرنا محض جہالت ہے اور ایسی جہالت کو جبلی انسان قرار دینا زیادہ تر جہالت ہے اور یہ جو
لکھتے ہیں کہ اوس محسوس کے ذریعے سے الخ اگر مطلب یہ ہے کہ وہ نشان ہمارا بنایا ہوا ہمارے

عبادت کو اوس معبود تک پہونچاتا ہے یہ تو تمامتر مصداق قول کفار کا ہے کہ ما نعبدہم الا لیقربونا الی اللہ زلفی پتھرون اور خاک کے تودون وغیرہ جمادات کو ذریعہ عجز و نیاز اپنے کا بحضور اوس سمیع و بصیر کے قرار دینا کتنی بڑی جہالت ہے اور اس جہالت کو کوئی عاقل بجز کسی جاہل ترین آدمیون کے جبلی انسان کی قرار نہین دیسکتا ہے غرضکہ ہر ایک فقرہ اس قول کا مبنی بر جہالت ہے سید الطایفہ کے ہے اصل بات یہ ہے کہ ہر ایک فریق اہل دنیا اور اہل دین سے اپنے اپنے مراسم و مناسک کے واسطے ایک ایک موقع معین کرتا ہے دنیادار اپنے لہو و لعب وغیرہ امور دنیاوی کے واسطے ناچ گھر گیند گھر مسکوٹ گھر سوسیٹی گھر کمیٹی گھر بنا کر اوسمین وہ کام کیا کرتے ہین صلحا اور انبیا واسطے اداے عبادت اور مناسک دین کے مواقع مساجد و مذابح معین کر لیتے ہین اور اون مواقع مین خدا کی عبادت اور مناسک ادا کرتے ہین پس وہ زمین یا وہ عمارت صرف مقام اداے عبادت و مناسک ہے اونمین سے کوئی مقام یا خود کسی مقام کا نہ معبود ہوتا ہے نہ مسجود نہ ذریعہ پہونچانے عبادت کا اور انہین مقامات سے بعض مقامات ایسے ہین کہ خالق ارض و سما نے اونکو اپنی تجلیات رحمت و برکات سے مبارک فرمایا ہے کہ بہ نسبت اور مواقع کے اون مقامات مین ادائی عبادت و مناسک زیادہ تر مثمر ثواب و حصول برکات ہے **قال** قدیم زمانہ کی لوگون کو بالطبع ایسے نشان قایم کرنے کی زیادہ تر رغبت ہوتی تھی اور یہی بات ہے جسکے سبب سے ہم قدیم قومون کا اور وحشی سے وحشی لوگون کا جب حال تحقیق کرتے ہین تو اونمین بت پرستی کی یعنی ایک شئے محسوس کے پوجنے کے آثار پائے جاتے ہین **قلت** اس بات مین کچھ حاجت تحقیق کرنے کی نہین قدیم اور جدید اور وحشی اور غیر وحشی لوگ سب برابر ہین زمانہ سابق مین بھی بت پرست ہوتے رہے ہین اور اب بھی موجود ہین گو بت پرستی کو جو امر طبعی انسان کا قرار دیتے ہین یہ کمال جہالت ہے

بت پرستی ایک عارضی امر ہے کہ اغوا شیطان سے آدمی اوسپر آمادہ ہوجاتا ہے اور بسبب غفلت کے وہ امر عارضی طبیعت پر ایسا غالب ہوجاتا ہے اور طبیعت ایسی مغلوب ہوجاتی ہے کہ مثل سید الطائفہ کے اوس امر غیر طبعی کو طبعی سمجھنے لگتا ہے ورنہ مامن مولود الا یولد علی الفطرۃ الحدیث اور اسی غفلت عارضی کے دور کرنے کے واسطے انبیا علیہم السلام مبعوث ہوتے رہے ہیں تاکہ اوس غفلت کی زائل ہونے کے بعد خود بخود معلوم ہوجاوے کہ مقتضاے فطرۃ وطبیعت کیا ہے آیا پرستش خالق ہے یا پرستش مخلوق کی اور یہ جو لکھتے ہیں کہ قدیم سے قدیم الخ اگر قدیم سے معنی لغوی مراد ہیں جو بمقابلہ حادث کے ہے تو صریح غلطی ہے کہ خود نوع انسان ہی قدیم نہیں پس اوسکے افعال قدیم نہیں ہوسکتے اور اگر مراد قدم اضافی ہے تو اوسکا تحقیقاً یا تقریباً تعین کرنا لازم تھا کیونکہ حضرت آدم عرم ہیں تو موجود ہونا آثار بت پرستی کا بالضرورۃ ممتنع ہے یا شاید سید الطائفہ اونکو بھی مطابق اپنے زعم کے مثل ابراہیم عرم کے آثار بت پرستی سے صاف نہیں سمجھتے **قال** معلوم ہوتا ہے کہ یہ خیال حضرت ابراہیم کے زمانہ تک معدوم نہیں ہوا تھا اور اسی سبب سے حضرت ابراہیم بھی خدا کی عبادت کے لئے ایک بن گھڑا پتھر کھڑا کر لیتے تھے **قلت** اگر مطلب یہ ہے کہ خیال محسوس پرستی حضرت ابراہیم عرم کے زمانہ تک بعض لوگوں کے دلوں سے معدوم نہیں ہوا تھا تو یہ ایک معمولی بات ہے وہ خیال تو ابتک مشرکین کے دل سے معدوم نہیں ہے اسمیں خصوصیت زمانہ ابراہیم عرم کی بیجا ہے اور اگر مطلب یہ ہے کہ خیال محسوس پرستی کا حضرت ابراہیم کے دل سے معدوم نہیں ہوا تھا جیسا کہ اونکے اس فقرہ سے کہ اسی سبب سے ابراہیم بھی الخ ظاہر ہے تو ہم ایسے قایل کو سخت بے ایمان اور کافر کہتے ہیں ہم کیا جملہ اہل ملت اوسکے کافر اور ملعون ہونے میں اصلا تامل نہیں کرتے پھر اسکا کیا ثبوت ہے کہ ابراہیم عرم

ایک بن گھڑا پتھر کھڑا کر لیتے تھے ظاہرا بجز افسانہ جات یہود کے اور کچھ نہین چنانچہ اسکی اثبات
کے واسطے چند سطر کے بعد کتاب پیدایش کے ۱۲ باب کے درس (۷) و (۸) کی اسطور پر نقل
کی ہے درس ۷ تب خداوند نے ابراہیم کو دکھائی دیکر کہا کہ یہی ملک مین تیری نسل کو دونگا اور
اوس نے وہان خداوند کے لئے جو اوسپر ظاہر ہوا ایک مذبح بنایا دیکھو اس درس مین اصلا ذکر
بہی بن گھڑے پتھر کے کھڑے کرنے کا نہین جیسا کہ دعوی سید الطائفہ کا ہے ہان یہ ہے کہ ایک
قربان گاہ بنائی چونکہ وہ ایک مقام مقدس ایسا تہا کہ وہان اونپر تجلی رحمت الٰہی کی ہوئی تہی
اور بشارت عطاے ملک کی سنائی گئی تھی پس اگر اونہون نے وہان مذبح بنایا تو اس سے بھی
گمان فاسد ملحدانہ کرنا کہ یہ بنا مستلزم وجود آثار بت پرستی کے ہے محض کفر و زندقہ ہے بعد
اسکے لکھتے ہین کہ اسی باب کے آٹھوین آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ پہر وہان سے ابراہیم نے
کوچ کیا اور آگے جاکر پہر ایک مذبح بنایا اور خدا کے نام سے یعنی خدا کے گھر کے نام سے اوسکو
موسوم کیا اس درس کی نقل مین سید الطائفہ نے حد سے زیادہ تحریف کی ہے ہم بالفاظہ اوسکی
نقل کرتے ہین (منتخب آخر فقرہ درس ۵) ابراہیم اپنے مال و متاع اور خادمون اور اپنی زوجہ سری
اور اپنے بہتیجے لوط کو لیکر نکلا سو وے ملک کنعان مین آئے (۶) اور ابراہیم اوس ملک مین سکم
کی بستی اور مورہ کی بلوط تک گذرا اوس وقت ملک مین کنعانی تھے (۷) تب خداوند نے ابراہیم کو
دکھلائی دیکے کہا کہ یہی ملک مین تیری نسل کو دونگا اور اوس نے وہان خداوند کے لئے جو اوسپر ظاہر
ہوا ایک قربانگاہ بنائی اور وہان سے روانہ ہوکر اوس نے بیت ایل کے پورب کے ایک پہاڑ
کے پاس اپنا ڈیرا کھڑا کیا بیت ایل اوسکے پچھم اور عی اوسکے پورب تہا اور وہان اوس نے
خدا کے لئے ایک قربان گاہ بنائی اور خداوند کا نام لیا اور ابراہیم رفتہ رفتہ دکھن کی طرف گیا انتہی
بیشک اتنی بات تو اس سے ظاہر ہے کہ اوس دوسری جگہ بہی ایک مذبح بنایا مگر اس درس مین بہی

نہین کہ اوسکو خدا کے گھر کے نام سے موسوم کیا اور اس لفظ مین جو لفظ (بیت ایل) یعنی (بیت اللہ) واقع ہے وہ یہ قربانگاہ بنائی ہوئی نہین بلکہ صاف ظاہر ہے کہ اوس (بیت ایل) سے وہ مذبح پورب کی طرف تہا اگرچہ بسبب امتداد مدت مدید کے نام مین آبادی اور شہرون اور قریون کے بہت تبدیل ہوگئی ہے اور اب بالتحقیق یہ بات معلوم نہین ہوتی کہ وہ مذبح کس جگہ تہا اور (بیت ایل) کس مقام سے مراد ہے مگر ظاہرا ایسا معلوم ہوتا ہے (ایل فاران) جسکا ذکر درس (۲۱) باب ۱۲ کتاب پیدایش مین ہے اور (بیت ایل) دونون ایک ہی ہین کیونکہ اوس زمانہ مین کوئی مقام بجز اسی مقام کے (بیت ایل) کے نام سے معروف نہ تہا اور وہ قربانگاہ مبنی ہے جو بیت اللہ سے پورب کو ہے بہرحال ان دونون درسون مین کچہ بہی ذکر کسی پتہر کے گہڑے کو کہڑی کرنے کا نہین ہے ہان مذبح بنانا اونکا اون دونون مقامون پر پایا جاتا ہے سو مذبح یا مسجد بنانا کسیطرح پر منجملہ آثار بت پرستی کے نہین ہوسکتا اگر عبادت خانہ بنانے کو آثار بت پرستی سمجہا جاوے جیسا کہ زعم باطل سید الطایفہ کا ہے تو جسقدر اہل ملت اسلامی یعنی یہود و نصاری اور مسلمان ہین انمین سے کمتر ایسے پاے جاوینگے جو بزعم فاسد سید الطایفہ کے بت پرست نہ قرار پاوینگے علی الخصوص بڑے بڑے انبیا اولوالعزم حضرت ابراہیم سے لیکر محمد علیہم الصلوۃ والسلام تک کیونکہ خود انہین خاتم المرسلین صلعم نے بہی مدینہ منورہ مین ایک مسجد مقدس بنائی ہے چونکہ یہ عقیدہ باطلہ صریح مخالف

آیۃ ماکان للمشرکین ان یعمروا مساجد اللہ شاہدین علی انفسہم بالکفر اولئک حبطت اعمالہم وفی النار ہم خالدون انما یعمر مساجد اللہ من آمن باللہ والیوم الآخر واقام الصلوۃ وآتی الزکوۃ ولم یخش الا اللہ فعسی اولئک ان یکونوا من المہتدین کے ہے پس جو کچہ سید الطایفہ نے بہ نسبت حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کے لکہا ہے سب مبنی بر الحاد اور بدینی کے صرف باتباع ملاحدہ فرنگستان کے ہے قال اسی کتاب کے باب ۱۲ کے ۱۸ آیت مین ہے،

کہ ابراہیم بلوطستان ممری مین جارہا اور وہان خداوند کے لئے ایک مذبح بنایا **قلت** آمین بھی بن گھڑا پتھر کھڑے کرنے کا کچھ ذکر نہین **قال** ان تینون آیتون سے ثابت ہے کہ خدا کے لئے مذبح بنانا اور خدا کے نام سے اوسکو پکارنا اور وہان خدا کے نام پر قربانی کرنا حضرت ابراہیم کا طریقہ تھا **قلت** بیشک ابراہیم عرم کا طریقہ ہے اور موافق رضای الٰہی ہے آمین تو کچھ کلام نہین کلام تو آمین ہے کہ یہ فعل محمود آثار پرستی اور محسوس پرستی ہے یا نہین اور یہ امر بخیال اتباع رسم آبا و اجداد اور وحشی قومون کی ہے یا ایماندار کامل الایمان کا کام موافق رضای الٰہی ہے سید الطائفہ کا دعوی یہ ہے کہ آثار پرستی کے یعنی محسوس شئی کے پوجنے کے قدیم سے قدیم قومون مین پائے جاتے ہین اور اسی سبب سے حضرت ابراہیم بھی ایک بن گھڑا پتھر کھڑا کر لیتے تھے لیکن مذبح اور عبادت خانہ بنانے سے تو اس امر کا کچھ ثبوت نہین ہوسکتا کہ ابراہیم عرم نے قدیم قومون اور وحشی لوگون کی رسم کے موافق یہ مذبح اور عبادت خانہ بنایا تھا اور جب اسکا کچھ ثبوت نہین تو جو کچھ سید الطائفہ نے لکھا ہے سب مشاغبہ اور محض مغالطہ واسطے بہکانے اپنے اتباع جہلا کے ہے **قال** یہ رسم حضرت موسی کے وقت تک قایم تھی **قلت** حضرت ابراہیم پر تو جو کچھ الزام اتباع رسوم بت پرستون کا لگاتے تھے وہ لگا چکے اب حضرت موسی عرم اور حضرت اسحق عرم پر مستعد اونہین الزام لگانے کے ہوئے چنانچہ اسکے اثبات پر صفحہ ۱۰۰ پر لکھتے ہین کتاب پیدائش باب ۲۶ ورس ۲۵ مین لکھا ہے کہ یہوواہ نے اسحق پر ابراہیم کو خدا دکھائی دیا اور اوس نے وہان مذبح بنایا اور خدا کے نام سے اوسکو موسوم کیا" ہم اس ۲۴ و ۲۵ دونون ورسون کی نقل لکھتے ہین (۲۴) خداوند اوسی رات اوسپر ظاہر ہوا اور کہا کہ مین تیرے باپ ابراہیم کا خدا ہون مت ڈر کہ مین تیرے ساتھ ہون اور تجھے برکت دونگا اور اپنے

بندہ ابراہیم کے لئے تیری نسل بڑہاؤنگا (۲۵) اور اوس نے وہان مذبح بنایا اور خداوند کا نام لیا اور وہان اپنا خیمہ کھڑا کیا اور وہان اسحق کے نوکرون نے کنوان کھودا" سید الطایفہ نے یہان تحریف یہ کی ہے کہ بجاے (خداوند کا نام لیا) کے یہ عبارت حسب عادت تحریف لکھدی کہ (خدا کے نام سے اوسکو موسوم کیا) مگر اس سے کچھ مدعا سید الطایفہ کا ثابت نہین ہوتا اونکا مدعا تو یہ ہے کہ آثار بت پرستی کے یا محسوس پرستی کے ثابت کرین سو اس سے یہہ بات اصلا ثابت نہین ہوسکتی مذبح یا عبادت خانہ بنانے سے آثار بت پرستی یا محسوس پرستی کسیطرح ثابت نہین ہوسکتے بنانا مذبح یا عبادت خانہ کا آثار بت پرستی اور محسوس پرستی کے نہین ہوسکتے ہین **قال** اب ہم کو یہ بتانا رہا کہ یہ مذبح کسطرح پر بنایا جاتا تہا اسکی تفصیل بھی تورۃ مقدس مین موجود ہے کتاب خروج باب ۲۰ ورس ۲۵ مین لکہا ہے کہ اگر تو میرے لئے پتہر کا مذبح بناوے تو تو تراشے ہوے پتہر کا مت بنائیو کیونکہ اگر تو اوسے اوزار لگاوے گا تو اوسے ناپاک کرے گا **قلت** چونکہ جسقدر ورس سید الطایفہ نے نقل کئے ہین اونسے نہ ثبوت آثار بت پرستی کا ہوا نہ پتہر کہڑا کرنے کا ہوا اور خود سید الطایفہ نے بہی دل مین سمجہا کہ سب تار و پود بیکار رہی جاتی ہے تب یہ تدبیر نکالی کہ طریق مذبح بنانے مین جو ضرورت عمارت کی ہوتی ہے اور عمارت کو پتہر اور مٹی بہی ضروری ہے اس حیلہ سے کہڑا کرنا پتہرون کا ثابت کرین مگر بے اصل بات کسی حیلہ اور فریب سے ثابت نہین ہوسکتی جس ورس کا حوالہ دیتے ہین سید الطایفہ اس ورس کا مطلب کچھ نہین سمجہے اور جسقدر سمجہے غلط سمجہے اصل بات یہ ہے کہ انبیاء عرم کی معرفت ہمیشہ بہت تاکید کے ساتہہ یہ ہدایت ہوئی ہے کہ بت پرستون کی رسوم کو ایسا نیست و نابود کرین کہ کوئی بات اونکے رسوم اور آثار کی خدا پرستون مین پائی نجاوے بت پرست لوگ جو پتہر کی کہدے ہوئی مورتون اور پتہر کی ترشی ہوئی چیزون کو جنکو

قران مجید مین بلفظ (اوثان) و(اصناب) تعبیر فرمایا ہے نصب کرکے اونکی عبادت کرتے تھے اسلئے یہ فرمایا ہی کہ تم گلوندہ کے مذابح بنائیو اور اگر پتھر کے بناؤ تو ن گھڑے پتھر کی چنائی کیجیو تاکہ کسیطرح کے مشابہت اور آثار بت پرستون کے تم مین پائے نجاوین چنانچہ یہہ بات اس سے پہلے ورس یعنی (۲۴) ورس سے بخوبی واضح ہے کہ ہم اوسکو اسمقام پر نقل کرتے ہین (۲۴) تو میرے لئے گلی قربانگاہ بنائیو اور تو اپنی سوختنی قربانیان اپنی سلامیان اپنی بھیڑون اور اپنے بیلون مین سے وہان ذبح کیجیو اور جس جگہ مین اپنے نام کو ظاہر کرونگا وہان مین تجھہ کنی آؤنگا اور تجھے برکت دونگا (۲۵) اور اگر تو میرے لئے پتھر کی قربانگاہ بناوے تو تراشے ہوے پتھر کی مت بنائیو کیونکہ اگر تو اوسے اوزار لگاوے گا تو تو اوسے ناپاک کرے گا" ان ورسون مین کئی باتین ثابت ہین (ایک) تو یہہ کہ ہر جگہہ ذبح واسطے اوسی مناسک کے نہ بناوین بلکہ ایسے مقام پر کہ جہان اونپر تجلی رحمت الٰہی کی ظاہر ہوئی ہو (دوسرے یہ) کہ بت پرستون کی مشابہت اور اونکے آثار اور افعال سے نہایت درجہ کا احتراز کرتے ہین اور بہت بچتے رہین چنانچہ یہہ بات کتاب استثنا کے چھٹے باب کے تیرہوین ورس سے بھی ثابت ہے اسی سبب سے یہ حکم دیا کہ اوس عمارت مین بن گھڑا پتھر لگائیو (تیسرے یہ) کہ بہتر یہ ہے کہ قربان گاہ گارے مٹی کی بنائی جاوے اور اگر پتھرون کی بنائی جاوے تو ن گھڑے پتھر کی بنائی جاوے (چوتھے یہ) کہ قربان گاہ اوس پتھر کا نام نہین جو قربانگاہ کی بنا مین لگایا جاتا تھا بلکہ اوس زمین کے قطعہ کا نام ہے جو قربانی کے لئے معین کی جاتی تھی مگر سید الطائفہ نے محض از راہ غلط فہمی کے ان ورسون کا مطلب برعکس اونکے مقصود و مستفاد کے سمجھا ہے یا دیدہ و دانستہ واسطے بہکانے جہلا کے یہ باتین بنائی ہین **قال** اور اسی کتاب کے باب ۲۴ ورس ۴ مین لکھا ہے کہ موسی نے

خداوند کی ساری باتین لکھین اور صبح کو سویرے اوٹھا اور پہاڑ کے تلے ایک مذبح بنایا اور اسرائیل
بارہ سبطون کے عدد کے موافق بارہ ستون بنائے گئے قلت بیسوین باب کے جو درس
اوپر نقل کئے گئے ہین اون سے ظاہر ہے کہ حضرت موسی عرم کوہ سینا پر بہت احکام سنائے
گئے تھے اونمین ایک حکم یہ بھی تہا کہ گارے مٹی کا مذبح بناو یو چنانچہ پہاڑ سے اوترکر انہون نے
ایک قطعہ زمین پر ایک مذبح بنایا اور چونکہ بنی اسرائیل بارہ فرقے تھے اوس ایک قربان گاہ
کو بارہ حصون پر تقسیم کردیا اور اون حصون کے نشان کے واسطے بارہ ستون بنادئی
تاکہ ہر ایک فرقہ اپنے اپنے حصہ کو معلوم کرکے اوسی قطعہ مین اپنی قربانی کرے یہ بعینہ ایسی
ہی صورت ہے جیسے حضرت موسی کے عصا مارنے سے بارہ چشمے ایک پتہر سے واسطے بارہ فرقون
بنی اسرائیل کے جاری ہوگئے تھے جسکا بیان قرآن مین ہے فانفجرت منہ اثنتا عشرۃ عینا
قد علم کل اناس مشربہم ظاہر اسید الطائفہ نے غلط فہمی سے یہ سمجھا ہے کہ وہ بارہ ستون ہی
مذبح تھے مگر یہ سمجھ اونکی محض غلط فہمی ہے اگر وہ بارہ ستون مذبح ہوتے تو بجاے اس لفظ
کے کہ (ایک قربانگاہ) لفظ (بارہ قربان گاہ) ہوتا حالانکہ لفظ ایک (قربان گاہ) کا مصرح ہے
اور خود سید الطائفہ بھی بنانا ایک مذبح کا قبول کرتے ہین اور اوس درس سے یہ بھی ثابت نہین
ہوتا کہ وہ ستون مٹی کے بنادئی تھے یا پتہرون کے بہرحال وہ ستون خواہ مٹی کے ہون
خواہ پتہر کے ہون صرف واسطے تمیز قطعہ حصہ ہر ایک سبط کے منجملہ ایک مذبح معین کے
تھے وہ بارہ پتہر مذبح نہ تھے مذبح تو صرف ایک ہی تہا اور یہ بھی احتمال ہے کہ بنی اسرائیل
مین ایک دستور یہ بھی تہا کہ جب کسی بات پر عہد و میثاق کرتے تھے تو ایک ستون یا تو وہ
بلند کرکے اوسپر عہد و پیمان کیا کرتے تھے چنانچہ یہہ امر معاہدہ حضرت یعقوب اور لابن سے
جو بمقام جلعاد ہوا تھا جسکا ذکر پیدایش کے (۳۱) باب مین درس (۴۵) سے (۵۲) تک ہے

ثابت ہے اور چونکہ اسمقام پر حضرت موسی نے بنی اسرائیل سے عہد و پیمان امتثال احکام شریعت کا لیا تھا اوسی دستور کی موافق بارہ سبطون سے عہد لینے کے لئے بارہ ستون کھڑے کئے ہون الغرض اون ستونون کو مذبح قرار دینا غلطی ہے دو حال سے خالی نہین یا تو وہ ستون علامت قطعات حصص ہر ایک فرقہ کے تھے یا موقع عہد و پیمان بارہ سبطون کے تھے اور مذبح صرف ایک ہی موقع تھا وہ ستون عین مذبح نہ تھے اور نہ وہ طریقہ مذبح بنانے کے تھے اور بالفرض ہم تسلیم بھی کرلین کہ وہ پتھر کھڑے کرنا بطریقہ مذبح بنانے کے تھے تب بھی دو وجہ سے سید الطایفہ کا دعوی باطل ہے (اولاً) یہہ کہ وہ مدعی اسکے ہین کہ انسان کو بالطبع اور روی جبلی کی رغبت ایسے محسوس نشان قایم کرنے کی ہوتی ہے اور اسی سبب سے قدیم قومون مین آثار بت پرستی کے پائے جاتے ہین اور یہہ رسم حضرت موسی کے وقت تک قایم تھی اور سید الطائفہ نے جو درس توریہ کے نقل کئے ہین اونسے صاف واضح ہے کہ وہ مذبح حضرت موسی نے اپنی رغبت سے اور بمقتضای جبلی نہین بنایا تھا بلکہ بموجب حکم خدا کے بنایا تھا پس اوسکو بمقتضای جبلی موافق رسم بت پرستون کے قرار دینا صریح غلط اور تمامتر الحاد ہے (ثانیاً) ہرگاہ کہ وہ فعل بموجب امر الہی کے تھا اور یہ امر علم اصول مین ثابت ہوچکا ہے کہ شئی مامور بہ ہر آینہ مستحسن ہے اور عقل بھی اوسکے استحسان کی مقتضی ہے (ان اللہ لا یامر بالفحشاء والمنکر) اور اسمین بھی شک نہین کہ اتباع رسوم و آثار بت پرستون کا ہر آینہ مذموم اور قبیح ہے اور سید الطایفہ کے نزدیک حسن و قبح اشیا کا برخلاف اہل سنۃ وجماعۃ کے لذاتہ ہے پس لازم آیا اجتماع حسن و قبح ذاتی کا ایک شئے مین یعنی وہ فعل موسی عم کا بالذات قبیح بھی ہے اور حسن بھی ہے اور یہ بات از قبیل اجتماع ضدین کے ہے کہ محالات سے ہے پس خوب ظاہر ہوگیا کہ دعوی سید الطایفہ کا عقلاً

اور نقلاً ہر طرح پر باطل اور مردود ہے یہ امر کہ کوئی پتھر یا نشان واسطہ پرستش کے کھڑا کیا جاوے خود توریت کی کتاب احبار کے باب (۲۶) کے پہلے ورس کی رو سے ممنوع ہے پس کسیطرح پر یہ بات صحیح نہیں ہوسکتی کہ موسیٰ عرم یا کسی نبی نے کوئی پتھر باتباع رسوم بت پرستوں کے کسی مقام پر قایم کیا ہو **قال** اور کتاب پیدائش باب ۲۸ ورس ۱۸ و ۱۹ و ۲۲ میں ہے کہ یعقوب صبح سویرے اوٹھا اور اوس پتھر کو جسے اوس نے اپنا تکیہ کیا تھا لیکے ستون کی مانند کھڑا کیا اور اوسکے سر پر تیل ڈالا اور اوسکا نام بیت ایل یعنی بیت اللہ خدا کا گھر رکھا اور کہا کہ یہ پتھر جو مین نے ستون کی مانند کھڑا کیا خدا کا گھر یعنی بیت اللہ ہوگا **قلت** ہم اس باب کے اوپر کے چند ورس نقل کرتے ہین (۱۰) یعقوب بیرسبع سے نکلکر حاران کی طرف گیا (۱۱) رات بہر وہان رہا اور ایک پتھر اوٹھا کر اپنا تکیہ کیا (۱۲) اور اوس نے خواب دیکھا کہ ایک سیڈھی زمین پر دھری ہے اور اوسکا سر آسمان کو پہونچا ہے اور خدا کے فرشتے اوسپر چڑھتے اوترتے ہین (۱۳) اور خداوند اوسکے اوپر کھڑا ہے (۱۶) تب یعقوب نیند سے چونکا اور کہا کہ یقیناً خداوند اس جگہہ ہے اور مین نجانتا تھا (۱۷) اور وہ ہراسان ہوا اور بولا کہ یہہ کیا ہی ڈرانا مقام ہے سو کچھ اور نہین مگر خدا کا گھر اور آسمان کا آستانہ ہے (۱۸) اور یعقوب صبح سویرے اوٹھا اور اوس پتھر کو جسے اوس نے اپنا تکیہ کیا تھا لیکے ستون کھڑا کیا اور اوسکے سر پر تیل ڈہالا اور اوس مقام کا نام بیت ایل رکھا پر اوسی پہلی اوس بستی کا نام لوز تھا (۲۰) اور یعقوب نے منت مانی اور کہا کہ اگر خدا میرے ساتھ رہے اور اس راہ مین جسمین مین جاتا ہون میری نگہبانی کرے اور مجھے کھانے کو روٹی اور پہننے کو کپڑا دیتا ہے (۲۱) اور مین اپنے باپ کے گھر سلامت پھر آؤن تب خداوند میرا خدا ہوگا اور یہ پتھر جو مین نے ستون کھڑا کیا خدا کا

گھر ہوگا" بہ قرینہ ورس (۱۸) کے ظاہر ہے کہ مراد یہ ہے کہ جس مقام پر یہ پتھر کھڑا کیا ہے
وہ مقام خدا کا گھر ہوگا کیونکہ صرف ایک پتھر نہ مسجد ہوسکتا ہے نہ مذبح سید الطایفہ نے (۱۸)
ورس مین تحریف کی ہے اسلئے کہ اوس پتھر کا نام یعقوب عرم نے (بیت ایل) نہین رکھا تھا بلکہ
اوس مقام کا نام جسکو پہلے (لوز) کہتے تہے (بیت ایل) رکھا اس سبب سے کہ اونپر وہان تجلی
رحمت ہوئی تھی اور اونکا ارادہ یہ تہا اور اونہون نے منت مانی تھی کہ اگر وسعت و فراخ دستی
حاصل ہوئی تو اس مقام پر مسجد بنا دینگے اور اوس مقام کے متعین کرنے کی غرض سے وہ
پتھر وہان قایم کر دیا تہا اور اوس پتھر کے نصب کرنے سے پیشتر وہ اس مقام کو خدا کا گھر
اور آسمان کا آستانہ کہہ چکے تہے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ اوسمقام پر اونہون نے مذبح
بنایا اور اوسکا نام (بیت ایل) رکھا دیکھو ورس (۶) باب (۳۵) پیدائش کا علاوہ
بران ان ورسون مین کچھ تذکرہ طریق مذبح بنانے کا نہین ہے یہانتک کہ ان مقامات
مین خود مذبح بہی نہین بنایا گیا بلکہ مساجد بنائی گئین تہین پس سید الطایفہ نے ان ورسون
کو جو طریق مذبح بنانے کے اثبات کے واسطے نقل کیا ہے صاف غلطی ہے الغرض
سید الطایفہ نے جو توریۃ کے ورسون کو واسطے اظہار طریق مذبح بنانے کے پیش کیا ہے
غلطی کی ہے ان ورسون سے طریق مذبح بنانے کا کچھ دریافت نہین ہوسکتا اور صرف
پتھر یا ستون کھڑا کر دینے سے طریقہ مذبح بنانے کا دریافت نہین ہوتا پتھر یا ستون تو
صرف واسطے علامت تعین مقام کے کھڑا کیا جاتا تھا کچھ خصوصیت مذبح کی نتہی دیکھو پیدائش
کے (۳۵) باب کا (۱۹) و (۲۰) ورس (۱۹) سو راخل مر گئے اور افرات کی راہ مین جو
بیت لحم ہے گاڑے گئے (۲۰) اور یعقوب نے اوسکی قبر پر ایک ستون کھڑا کیا جو
آجتک موجود ہے" اس سے ظاہر ہے کہ مقصود کھڑا کر دینے پتھر سے صرف قایم کرنا

نشان کا ہے مگر جو طریق مذبح بنانے کا ہم نشان دیتے ہین تفصیل اوسکی بہت طویل ہے
باب (۲۷) اور (۳۰) کتاب خروج کا دیکھو خلاصہ کلام یہ ہے کہ سید الطائفہ نے اس
امر کے اثبات کے واسطے نہایت درجہ کی کوشش کی کہ انبیا عرم مین بھی آثار محسوس پرستی
اور بت پرستی کے پائے جاتے تہے اور ابراہیم عرم سے لیکر موسی عرم تک سب کو مرتکب اس
امر مذموم کا ٹہیرایا مگر چونکہ دامن مبارک اون ذوات مقدسہ کا اس نجاست کی گرد سے
تمامتہ پاک رہتا ہر طرح پر برابرہ اونکی اس الزام سے مثل آفتاب نیمروز کے روشن ہوگئی اور
ایک بات یہی سید الطائفہ کی پیش نہ گئی واللہ یحق الحق ولو کرہ المبطلون **قال** جبکہ
حضرت ابراہیم نے اپنی بیوی سارہ کے کہنے سے دوسری بیوی ہاجرہ کو معہ حضرت اسمعیل
اپنے بیٹے کے جو ہاجرہ بیوی کے پیٹ سے تمہے نکال دیا اور وہ اوس کو ہستان مکہ مین
آکے ٹہیری تو حضرت ابراہیم نے اونکی عبادت کے لئے اوسیطرح جیسے وہ کیا کرتے
تہے ایک پتہر کہڑا کرکے مذبح بنایا ہوگا جواب ہم مسلمانون مین حجر اسود اور یمین الرحمن کے
نام سے مشہور ہے اس حجر اسود کا ذکر قرآن مجید مین نہین ہے کیونکہ وہ ایک جز رکعبہ کا
ہوگیا تہا مگر وہ ایک ایسی شئے ہے جو ابتک موجود ہے جہان اسطرح پر مذبح بنایا جاتا ہے
وہان کوئی عمارت بنادینے کا بھی دستور تہا جسکا اشارہ توریۃ کی اون آیتون سے بھی
پایا جاتا ہے جو ہمنے اوپر بیان کی ہین پس بعد اس مذبح بنانے کے حضرت ابراہیم نے وہان
کعبہ بنایا جواب بیت اللہ کہلاتا ہے اور اوسی کے ایک کونہ مین وہ پتہر لگا دیا اس
آیۃ مین اوسی تعمیر کا ذکر ہے **قلت** یہہ مضمون آپ کہان سے لکہتے ہین آیا اوس
حدیث سے لکہتے ہین جو امام محمد بن اسمعیل بخاری نے اپنی صحیح مین نقل کی ہے یا اون ترجم
سے جو بنام توریۃ مشہور ہین یا اپنے دل سے سچ مین جہوٹ ملاکر ایک گندہ مضمون ایجاد

بندہ گہڑا ہے اگر شق ثالث ہے تو محض لغو اور اصلا لایق استنا دنہین ۶ کالائی زلین
پریش خاوند اور اگر اوس حدیث سے نقل کیا ہے تو بالکل تحریف ہو کیونکہ اوسمین نکال
دینا ہرگز نہین بلکہ یہہ ہے جاء بہا ابراہیم وبابنہا اسمعیل وہی ترضعہ حتی وضعہما
عند البیت یعنی لے گئے ابراہیم ہاجرہ اور اوسکے بیٹے اسمعیل کو اوس حالت مین کہ وہ
اسمعیل کو دودہ پلاتی تہی یہانتک کہ ٹہہرادیا اونکو نزدیک بیت کے نہ کسی تہہر کے
گہڑے کرنے کا ذکر ہے نہ منبع بنانے کا ذکر ہے خود سید الطائفہ کے
اس کہنے سے کہ ایسا ہوگا ظاہر ہے کہ یہہ باتین اپنے دل سے گہڑ رہے ہین اور
توہم پرستی کر رہے ہین یقینی بات نہین کہتے پہر اوس حدیث مین ہاجرہ کو زوجہ کرکے تعبیر
نہین کیا ہے بلکہ جہان لکہا ہے ام اسمعیل لکہا ہے اور اگر بزعم سید الطائفہ وہ زوجہ
حضرت ابراہیم عم کی تہین تو اونکی نسبت جو یہہ لکہتے ہین کہ اونکو سارہ کے کہنے سے نکالدیا
یہہ بات کسیطرح پر قابل یقین نہین ہوسکتی ایک زوجہ کے کہنے سے دوسری زوجہ کو
نکال دینا نہایت درجہ کا ظلم ہے اور کسی شریعت مین جایز نہین کیا بزعم سید الطائفہ یہہ ہے
کہ اونکو طلاق دیدیا تہا اگر یہہ بات ہو تو اسکے مدعی ہوکر اسکو ثابت کرین اور اگر یہ مضمون
تراجم توریۃ سے لکہا ہے تو باب ۲۱ کتاب پیدائش مین یہہ مضمون ہے کہ سارہ نے
دیکہا کہ ہاجرہ مصری کا بیٹا ہنسی یا رتا ہے تب اوس نے ابراہیم سے کہا کہ اس لونڈی
اور اوسکی بیٹے کو نکال دے ابراہیم کو یہ بات اپنے بیٹے کی خاطر نہایت بری معلوم ہوئی
خدا نے ابراہیم سے کہا کہ وہ بات اس لڑکے اور تیری لونڈی کی تیری نظر مین بری نہ معلوم ہو
کیونکہ تیری نسل اسحق سے کہلائیگی اور اس لونڈی کے بیٹے سے بہی مین ایک قوم پیدا
کرونگا اسلئے کہ وہ بہی تیری نسل ہے تب ابراہیم نے صبح سویرے اوٹہہ کر روٹی اور

پانی کی ایک مشک لی اور ہاجرہ کے کاندھے پر دھر کر دی اور اوس لڑکے کو بھی اور
اوسے رخصت کیا اور وہ روانہ ہوئی اور بیر سبع کے بیابان مین بھٹکتی پھرتی تھی اور جب
مشک کا پانی ہو چکا تب اوس نے اوس لڑکے کو ایک جھاڑی کے نیچے ڈال دیا اور آپ
اوسکے سامنے ایک تیر کے تپی پر دور جا بیٹھی کیونکہ اوس نے کہا کہ مین لڑکے کا مرنا
نہ دیکھون سو وہ سامنے بیٹھی اور چلا چلا کے روئی تب خدا نے اوس لڑکے کی آواز
سُنی اور خدا کے فرشتے نے ہاجرہ کو آسمان سے پکارا کہ اے ہاجرہ تجکو کیا ہوا مت ڈر
کہ اوس لڑکے کی آواز جہان وہ پڑا ہے خدا نے سُنی اوٹھہ اور لڑکے کو اوٹھا اور اوسی
اپنے ہاتھہ سے سنبھال کہ مین اوسکو ایک بڑی قوم بناؤنگا پھر خدا نے اوسکی آنکھین
کھولین اور اوس نے پانی کا ایک کنوان دیکھا اور جا کر مشک کو پانی سے بھر لیا اور لڑکے
کو پلایا اور خدا اوس لڑکے کے ساتھہ تہا اور وہ بڑہا اور بیابان مین رہا کیا اور تیر انداز
ہو گیا اور فاران کے بیابان مین رہا اوسکی مان نے ملک مصر سے ایک عورت اوسنے
بیاہنے کو لی اس سب مضمون کے ملاحظہ سے ثابت ہو کہ سید الطایفہ کا مضمون طعنہ
اس کے مطابق بھی نہین اوسمین ہاجرہ کو جہان لکھا ہے یہانتک کہ اللہ تعالی کے قول
مین بھی اوسکو لونڈی ہی کہا ہے سید الطایفہ برخلاف اوسکے اونکو زوجہ ٹھہراتے ہین
الغرض یہہ بیان سید الطایفہ کا نہ مطابق تراجم توریۃ کے ہے نہ مطابق حدیث کے ایک
مضمون طبع زاد ہے اب ایک بات کا تحقیق کرنا رہا کہ مضمون تراجم توریۃ کا جہانتک مخالف
حدیث کے ہے قابل اطمینان اور استناد ہے یا نہین ہم کہتے ہین کہ بیشک ان ورسون مین
کچہ تحریف ہوئی ہے اور بمقابلہ اوس مضمون کے جو صاحب وحی علیہ الصلوۃ والسلام سے بروایت
ثقات مرفوع متصل ہے یہ بے سند مضمون معتبر نہین ہو سکتا علاوہ برآن ایک اور امر اس کی

بے اعتباری اور تحریف پر دلیل ہے کہ انمضمون سے صاف ظاہر ہے کہ اسوقت مین حضرت
اسمعیل کی عمر بہت ہی کم تھی کہ لایق پرورش کے آغوش مادر مین تھی جیسا کہ اونکے جہاڑی مین ڈالدینے
اور اونھا لینے سے اور دیگر سیاق کلام سے پایا جاتا ہے حالانکہ پیدایش کی کتاب کے (۱۷)
باب مین یہ لکھا ہے کہ ابراہیم نے اپنے بیٹے اسمعیل اور اپنے سب خانہ زادون اور سب
زر خریدون کو جتنے مرد تھے سب کو لیا اور اونکی ختنہ کی اور اوسی روز ابراہیم اور اوسکے بیٹے
اسمعیل کی ختنہ ہوئی اور اوسوقت عمر اسمعیل کی تیرہ برس کی تھی (۱۸ سے ۲۰ تک) اور اوسوقت تک
حضرت اسحق پیدا ہی نہین ہوئی تھے اور ترجمہ اردو مطبوعہ میرزا پور شائع کے حاشیہ پر جو
مؤرخ ہر ایک واقعہ کی لکھی ہے اوس واقعہ ختنہ کو (۱۸۹۸) پیشتر حضرت عیسی سے اور واقعہ
جدا کرنے ہاجرہ اور اسمعیل کو (۱۸۹۴) لکھا ہے بروز پیدایش اسمعیل عمر عمر ابراہیم عمر کی
۸۶ برس کی تھی (باب ۱۶- درس ۱۶ کتاب پیدایش) بروز پیدایش اسحاق عمر کے عمر اونکی
سو برس کی تھی (پیدایش باب ۲۱ درس ۵) اور وقوع واقعہ لیجانے ہاجرہ کا معہ اسمعیل عمر
کے بعد دودہ چھٹانے حضرت اسحق عمر کے ہے کہ دو ڈیڑھ برس سے کم نہین ہوسکتا دیکھو
باب (۲۱) پیدایش کا اس سے ظاہر ہے کہ اوسوقت مین عمر حضرت اسمعیل کی سترہ برس کی
تھی اور ظاہر ہے کہ اس عمر کا آدمی بچہ شیر خوارہ ماکی گود کی پرورش کرنے کا نہین ہوتا
قولہ حضرت ابراہیم نے اونکی عبادت کے لئے اوسیطرح جیسا کہ وہ کیا کرتے تھے ایک
پتھر کھڑا کرکے مذبح بنایا ہوگا **اقول** جس بنا پر سید الطائفہ لکھتے ہین (کہ جیسا وہ کیا کرتے تھے)
(اول) تو وہ بنا ہی خود غلط ہے جن درسون کے حوالہ سے لکھا ہے اونمین کہین بھی نام و نشان
بھی پتھر کھڑا کرنے کا نہین پس اوسپر جو ایک نتیجہ وہمی متفرع کرتے ہین بنا رفاسد علی الفاسد ہے
زہی سید الطائفہ کہ نتیجہ بھی موہوم اور جس بنا پر اوس وہمی نتیجہ کو متفرع کیا وہ بھی غلط بحث

معجزات مین اسی منطق دانی کے بہروسہ پر ہمارے مقابل ہوے تھے یہان اوس منطق دانی کو کیون بہول گئے ؎ زیر کی بارد ت راخواب برد ٭ وان توہمات راسیلاب برد ٭

(ثانیاً) توریۃ کے اسفار سے تو یہہ معلوم ہوتا ہے اور خود سید الطائفہ کے بیان سے بھی ظاہر ہے کہ حضرت ابراہیم نے ہاجرہ اور اسمعیل کو نکالدیا تہا اور خود اونکے ساتہہ نہین گئے تھے اور توریۃ سے یہ بھی واضح ہے کہ ہاجرہ اسمعیل کو لئے ہوئے بیر سبع کے بیابان مین بہٹکتی پہری اور حدیث شریف سے ظاہر ہے کہ حضرت ابراہیم ہاجرہ اور اسمعیل کو بیت اللہ کے پاس چہوڑ کر بلا توقف چلے گئے علاوہ بران نہ حدیث شریف مین ذکر پتہر کہڑا کرنے کا ہے نہ توریۃ مین پس یہ کہنا سید الطائفہ کا کہ ایسا کیا ہوگا محض توہم پرستی اور بنا بر فاسد علی الفاسد اور محض غلط ہے **قولہ** اس حجر اسود کا ذکر قران مین نہین **اقول** بہت سی احادیث صحیحہ مین اوسکا ذکر موجود ہے اور ایسا متواتر ہے کہ کوئی اوسکا انکار نہین کر سکتا مگر یہہ فرمائیے کہ آپ نے جو یہ مضمون لکہا ہے اسکا ذکر قران مین کہان ہے **قولہ** جہان اسطرح پر منبع بنایا جاتا تہا وہان کوئی عمارت بنا دینے کا بہی دستور رہا جیسا کہ اشارہ توریۃ کی آیتون سے پایا جاتا ہے جو ہمنے اوپر بیان کی ہین **اقول** توریۃ کے دو سون مین آپ نے حد سے زیادہ تحریف کی ہے اور اونسے کچہہ بہی آپکا مدعا ثابت نہین ہوتا چنانچہ مفصلاً بحث اوسکی ہو چکی ہے حاجت اعادہ کی نہین علاوہ بران جسقدر آپ نے توریۃ کے درس متعلق حضرت ابراہیم کی لکہی ہین اونمین سے ایک مین بہی پتہر کہڑا کرنے کا اصلا ذکر نہین اور جب کہ کچہہ ذکر تک بہی پتہر کہڑا کرنے کا نہین تو یہ قول آپکا محض غلط ہے ہان حضرت موسی اور حضرت یعقوب کے حالات مین پتہر کہڑا کرنے کا ذکر ہے سو قطع نظر اون امور کے جو ہم نے بہ نسبت اون پتہرون کے کہڑا کرنے کے لکہے ہین اگر اوسکو آپ ہی کے فہم غلط کے مطابق

تسلیم کرلیا جاوے تب بھی وہ طریقہ حضرت ابراہیم عرم کا تسلیم نہین کیا جا سکتا اور یہان کلام طریق ابراہیم عرم مین ہے نہ طریقہ اور دستور حضرت اسمائیل اور بنی اسرائیل مین قولہ پس بعد اس مذبح بنانے کے حضرت ابراہیم نے وہان کعبہ بنایا اقول سبحان اللہ کیا معقول گفتگو کر رہے ہین پیشتر تو یہ خود لکھا کہ مذبح بنایا ہو گا جو صریح اوپر توہم کے دلالت کرتا ہے اور محض بناوٹ اور مغالطہ ہے اصلا یہ امر صحیح اور ثابت نہین کہ جس مقام پر بنائے کعبہ ہے وہ مقام پیشتر مذبح تہا پہر اوس مغالطہ اور اوس توہم کی بنا پر یہ امر یقینی مبنی کرتے ہین کہ بعد مذبح بنانے کے وہان کعبہ بنایا ایک غلطی ہو دو غلطیان ہون تو اونکو کوئی شمار بہی کرے اسقدر غلطیون کا کہ ایک بات بھی صحیح نہین کیا ٹہکانا ہے ؎ مصحفی ہم تو یہ سمجھے تھے کہ ہوگا کوئی زخم ٭ تیرے سینہ مین بہت کام رفو کا نکلا ٭ اب ہم سید الطایفہ کے ان سب خرافات اور مغالطات کا ابطال خود اونہین کے قول سے ثابت کرتے ہین دیکھو صفحہ (۲۱) پر لکہتے ہین کہ کبہی وہ قوۃ فطری ایسی قوی ہوتی ہے کہ خود بخود اوسمین سے وہ روشنی اوٹہتی ہے اور حق و باطل مین فرق دکہاتی ہے اور ملکی اور تمدنی اور آبائی رسم و رواج کے الف و موانست کے بوجہ کو اوٹہا دیتی ہے یہی وہ لوگ ہین جو شرع کی زبان مین پیغمبر کہلاتے ہین یہی قوۃ تہی جس نے ایک جوان کے دل کو خود بخود روشنی سے روشن کر دیا جو اور کلدانیون مین رہتا تہا اور جسکا نام ابراہیم تہا) اس تقریر سے سید الطایفہ کے ثابت ہی کہ انبیا مین یہ قوۃ فطری ہے کہ رسم و رواج ملکی اور تمدنی اور آبائی کا بوجہ اوٹہا دیتی ہے اور اون رسوم کو نیست و نابود کر دیتی ہے چونکہ اس مقام پر آپ صاف صاف مدعی اسکے ہین کہ یہ رسم بت پرستون کی خود حضرت ابراہیم اور جملہ انبیا بنی اسرائیل مین بدستور باقی تہی اور نیست و نابود نہین ہوئی تہی پس بحکم ضرورۃ دو باتون سے ایک بات کا تسلیم کرنا

واجب ہوگا یا یہہ کہ حضرت ابراہیم عرم اور حضرت موسی عرم اور دیگر انبیا بنی اسرائیل پیغمبر نہ تھے اور اونمین وہ قوۃ فطری جو رسوم آبائی اور تمدنی اور ملکی کے بوجہ کو اوٹھا دیتی ہے نہ تھی یا یہہ کہ یہ سب خرافات سید الطائفہ کی محض دھوکا ہے اب وہ آپ ہی سوچ سمجھ کر ان دونون شقون مین سے جس شق کو پسند کرین اختیار کرین اگر شق اول اختیار کرتے ہین تو نفاق اور ارتداد اونکا کہلا جاتا ہے اور اگر شق ثانی اختیار کرتے ہین تو جقدر یہان خرافات تحریر کی ہے سب بے اصل اور محض مغالطہ اور دھوکا ہوا جاتا ہے واللہ یحق الحق ولو کرہ المبطلون

گفتار تو خود قطع زبان تو شد آخر ۔ وہ وہ کہ زبان تو زبان تو شد آخر ۔ **تنبیہہ** محض نہ رہے کہ اضافہ (بیت) یا (مسجد) یا (منبج) کی جو کلام خدا اور انبیا عرم مین بطرف اللہ تعالے کے ہے وہ اضافہ بسبب ایک ملابسۃ اور تعلق خاص کے ہے یعنی گہر خدا کی عبادت کرنے کا یا مذبح خدا کے لئے قربانی کرنے کا یہ مطلب نہین کہ خدا خاص اسی مکان مین رہتا ہے یا اسی مذبح مین ہوتا ہے اور بعض مقامات ایسے ہین کہ اونکو بسبب فیضان انوار وتجلیات رحمت کے اللہ تعالے نے مشرف فرمایا ہے اس خصوصیت کے سبب سے وہ مقامات دیگر مواقع سے ممتاز ہوکر مضاف بطرف ذات پاک کے ہین اور یہی عقیدہ ہے سب انبیا عرم اور اونکی امت کا اونمین سے کسیکا عقیدہ یہ نہین کہ اللہ تعالی خاص کسی مقام اور مکان مین ہے اور سب انبیا اور اونکی امتین اسپر متفق ہین کہ (اینما تولوا فثم وجہ اللہ) کسیکا یہ عقیدہ نہین کہ خدای تعالی کسی خاص مکان مین ہی ہے توریت کے سفر استثنا کے دسوین باب کے (۱۴) ورس مین اور پیدایش کے (۱۴) باب کے (۱۹) ورس مین اور (۲۲) ورس مین اور زبور (۸) کے (۲) ورس اور (۲۴) کے پہلے ورس مین اور متی کی انجیل کی (۱۱) باب کے (۲۵) ورس

مین غرضکہ توریۃ اور زبور اور انجیل اور جملہ کتب مقدسہ مین یہ مضمون بہت صراحت
کے ساتھہ ہے اور کیون نہو یہ ایک صفت ہے کہ اسپر ایمان لانا اصول ایمانیہ سے ہے مگر یہان
تین چیزین ہین کہ اونمین تمیز کرنی چاہیئے (۱) معبود (۲) معبد یعنی جاہی عبادت (۳) قبلہ عبادت
یعنی جسطرف کو موںہہ کرکے معبود کی عبادت کیجاوے بدیہۂ عقل اسپر شاہد ہے کہ معبد
اور قبلہ عبادت معبود نہین ہو سکتے اور نہ اسمین کسیطرح کا شائبہ محسوس پرستی کا ہے کیونکہ
خود معنی و مفہوم معبد اور قبلہ عبادت کے اظہار اور اعلان اسکا کرتے ہین کہ وہ معبود
نہین اور ہرچند کہ وہ معبود حقیقی جہات سے منزہ ہے مگر چونکہ مکلفین عبادت کی جسمانی
ہین اور ایک ہی موںہہ رکھتے ہین لہذا اونکو اس سے چارہ نہین کہ ایسی عبادت مین جو
قیام و قعود و رکوع و سجود پر مشتمل ہو بطرف کسی ایک جہۃ کے رخ کرکے اوس عبادت
کو ادا کرین اسلئے ہر ایک امۃ کو بنظر حصول اتفاق اور عدم تفرقہ باہمی کے ایک خاص
جہت کی طرف استقبال کا حکم فرمایا گیا اور اونکو اونکی اختیار اور مرضی پر نہین چہوڑا گیا کہ
جو کوئی جسطرف کو چاہے اپنے اختیار سے رخ کرے اور صورت عدم اتفاق اور تفرقہ کی
پیدا ہووے (ولکل وجہۃ ہو موّلیہا فاستبقوا الخیرات) پس ضرور ہے کہ قبلہ عبادت
بہی وہی ہو کہ جسکے استقبال کا حکم ہو نہ ہمارا تمہارا ٹہیرایا ہوا جب یہ بات محقق ہوئی کہ
معبد اور قبلہ عبادت معبود نہین اور ایسی عبادت کے افعال مین جسمین استقبال کسی خاص
جہت کا بموجب حکم واجب ہوتا ہے تمامتر خشوع اور عجز و نیاز اور عاجزی صرف معبود
ہی کی حضور کی جاتی ہے اور معبد و قبلہ عبادت کو اوس مین اصلا کچہ اشتراک نہین ہوتا
بس اب ہم سید الطائفہ کے اقوال پر متوجہ ہوتے ہین اور دیکہتے ہین کہ قدباب مسجد
و قبلہ عبادت کے ایک صورت اعتراض کی طعون اسلامیہ اور انبیاء رعم کے اوپر قایم

کرکے حسب عادت منافقانہ ایسا جواب دیتے ہین کہ اوسسے اعتراض مشرکین خوب مستحکم ہوجاے یا کوئی صورت تفرقہ کی معقول ایسی بیان کرتے ہین جیسی کہ ہمنے بیان کی ہے **قال** اس فعل مین جو انبیاء نے کیا اور اوس فعل مین جو بت پرست کرتے تھے فرق یہ ہے کہ بت پرست غیر خدا کے نام محسوس شئے قایم کرکے پرستش کرتے تھے اور اسلئے وہ خدا کی پرستش نہ تھی بلکہ اوس غیر خدا کی پرستش تھی جسکے نام وہ محسوس شے قایم کی تھی انبیاء نے جو محسوس شئی قایم کی وہ خدا ہی کے نام پر قایم کی اور خدا ہی کی پرستش کی نہ کسی غیر خدا کی **قلت** واہ کیا خوب فرق بیان کیا جسکا منشاء یہ ہے کہ اوس محسوس شے کی پرستش مین تو دونون برابر تھے صرف فرق یہ ہوا کہ بت پرستون نے تو وہ محسوس شے جسکی پرستش کی غیر خدا کے نام قایم کی تھی اور انبیاء نے وہ محسوس شئی جسکی پرستش کی خدا کے نام قایم کی تھی صرف نام ہی کا فرق تہا محسوس پرستی تو دونون مین برابر رہی اگر انبیاء نے خدا کے نام کی ایک شئی محسوس قایم کرکے اوس شئی محسوس کی پرستش کی تو اوسکو خدا کی پرستش کہنا صریح جہالت ہے خدا کے نام پر کسی شئے محسوس کی قایم کرنے سے وہ شئی محسوس خدا نہین ہوسکتی اور جب وہ خدا نہین ہوسکتی تو اوسکی پرستش بہی خدا کی پرستش نہین ہوسکتی اور جب وہ خدا کے پرستش نہین ہوئی تو بزعم فاسد سید الطایفہ کہ انبیاء معم بہی عیاذا باللہ بت پرست ٹہیرے پہر ہم دریافت کرتے ہین کہ آپ نے جو لکہا ہے کہ بت پرست غیر خدا کے نام محسوس شئی قایم کرکے پرستش کرتے تھے اور اسلئے وہ خدا کی پرستش نہ تہی اس عبارت کے فقرہ اول مین جو یہ لفظ ہے کہ (پرستش کرتے تھے) یعنی عبادت کرتے تہے آپ کے نزدیک اس پرستش کا مفعول یعنی معبود کون ہے اگر آپ یہ کہین کہ خدا ہے تو فرق درمیان مین بت پرستون اور انبیاء کے جو آپ نے بیان کیا ہے صرف براے نام فرق ہے درحقیقت کچہ فرق نہین کیونکہ وہ شئی خواہ اوسکو خدا کے نام پر قایم کرو خواہ غیر خدا کے

کسیطرح پر معبود نہین اور جب آپ نے یہ بات تسلیم کرلی کہ وہ خدا کی پرستش کرتے تھے تو دوسرا فقرہ جو فقرۂ اول پر آپ نے متفرع کیا ہے کہ (اسلئے وہ خدا کی پرستش نہ تھی) صاف وصریح غلط ہوگیا کیونکہ باوجود تسلیم کرلینے پرستش خدا کے اوسکو پرستش غیر خدا کہنا ازقسم اجتماع النقیضین ہے کہ وہ پرستش خدا کی بھی ہو اور غیر خدا کی بھی ہو یہ تو صریح البطلان ہے اور اگر آپ یہ کہین کہ غیر خدا ہے تو آپ نے جو اسقدر خامہ فرسائی کی سب بیفائدہ اور لغو ہے کیونکہ جب یہ لکھتے ہین کہ انبیاء خدا کی پرستش کرتے تھے اور یہ ٹھیراتے ہین کہ بت پرست غیر خدا کی پرستش کرتے تھے تو خود بخود فرق ظاہر ہوگیا پس مدار صرف پرستش پر رہا نشان کے قایم کرنے یا نہ کرنے کو کچھ تعلق نفس عبادت سے نہ رہا **قال** مگر مبارکی ہو اوسکو (یعنی محمد رسول اللہ کو) جس نے اون تمام نشانون کو مٹا دیا اور اوس بے نشان کی عبادت کو بغیر کسی نشان کے قایم کیا اور بحر و بر اور پہاڑ اور گھر اور مسجد سب مین یکسان خدا کی عبادت ہونا یکسان سکھا دیا کوئی سمت خدا کی عبادت کے لئے مخصوص نہین کی۔

قلت اس تقریر کا منشا صاف ظاہر ہے اور خوب ظاہر ہے کہ یہ تقریر محض منافقانہ ہے سید الطایفہ یہ سمجھے ہونگے کہ مسلمان اس تقریر کو سنکر اونکو سچا مسلمان سمجھینگے مگر یہ خیال خام ہے ہرگاہ کہ وہ حضرت ابراہیم عم سے لیکر حضرت عیسی عم تک سب انبیاء پر الزام اتباع رسوم بت پرستون کا لگا چکے تو وہ کون سا مسلمان ہے کہ صرف اس مبارک بادی پر اونکے دھوکے مین آجاویگا ذات و صفات باری تعالے مین جملہ انبیاء کا حضرت آدم عم سے لیکر محمد صلعم تک ایک ہی عقیدہ ہے اجتناب آثار اور رسوم بت پرستی مین جملہ انبیاء متفق القول ہین خود قرآن مجید اسپر شاہد عدل ہے ان ابراہیم کان امة قانتا للہ حنیفا ولم یک من المشرکین شاکرا لانعمہ اجتباہ وہداہ الی صراط مستقیم وآتیناہ فی الدنیا

حسنة وانه فی الآخرة لمن الصالحین ثم اوحینا الیک ان اتبع ملة ابراہیم حنیفا وما کان من المشرکین (نحل) شرع لکم من الدین ما وصّی بہ نوحا والذی اوحینا الیک وما وصینا بہ ابراہیم وموسی وعیسی ان اقیموا الدین ولا تتفرقوا فیہ (سورہ شوری) توریۃ کو دیکھو کسقدر تشدید بت پرستی اور اتباع رسوم بت پرستوں پر ہے حدیث صحیح بخاری ومسلم مین ہے الانبیاء اخوۃ من علات وامہاتہم شتی ودینہم واحد پس بہ نسبت اختیار کرنے رسوم بت پرستی کے جس نے ایک نبی پر بھی کچھ الزام لگایا اوس نے سب انبیاء پر الزام لگایا پس یہ مبارکباد اونکی در پردہ الزام نامبارکی ہے کہ اونکے نفاق قلبی پر شاہد عدل ہے ؎ نامبارک خندہ آن لالہ بود ۔ کز دہان او سواد دل نمود ۔ پھر ہم یہ کہتے ہین کہ فرض کرو کہ انبیاء نشان ہی قایم کرتے تھے سید الطایفہ کے نزدیک انبیاء عرم کیا سمجھکر قایم کرتے تہے آیا اوسکو معبود سمجھتے تھے یا یہہ سمجھتے تہے کہ خدا نے اس نشان مین حلول کیا ہے یا اوسکو محض نشان عبادت گاہ سمجھتے تھے کوئی مسلمان بلکہ کوئی عاقل ادل کی دونون شقون کا قایل نہین ہوسکتا ممکن نہین کہ ایسے عالم ترین مخلوقات صاحبان وحی ایسی جہالت مین مبتلا ہون باقی رہی (شق ثالث) اوسکو تو خود محمد رسول اللہ صلعم نے بھی قایم رکہا اور خود بھی مدینہ منورہ مین عبادت گاہ بنائی اور لوگون کو بھی ترغیب بنانے مساجد کی فرمائی من بنی للہ مسجدا بنی اللہ لہ بیتا فی الجنۃ (متفق علیہ) الی غیر ذلک من الاحادیث الصحیحۃ خود قران ہی مین آباد رکہنے اور صاف پاک رکہنے مساجد کا حکم موجود ہے انما یعمر مساجد اللہ من آمن باللہ والیوم الآخر طہر بیتی للطایفین والعاکفین والرکع السجود اور اونکے خراب کرنے والون پر شدید وعید ہے ومن اظلم ممن منع مساجد اللہ ان یذکر فیہا اسمہ وسعی فی خرابہا اولئک ما کان لہم ان یدخلوہا الا خایفین

لہم فی الدنیا خزی ولہم فی الآخرۃ عذاب عظیم قولہ تمام نشانون کو مٹادیا اقول فرمائے کہ کوئی
مسجد پہلے نبیون کی بنائی ہوئی ڈہاڈالی مسجد اقصی کو گرادینے کا حکم دیا یا مسجد حرم کو ڈہادیا
مواقف عرفات اور مزدلفہ کو نیست ونابود کردیا یا قربان گاہ منی کا نام ونشان مٹادیا
کیا کیا کچھ فرمائے تو سہی کہ ہمکو بھی معلوم ہووے کہ برخلاف دیگر انبیاء عرم کے کیا نئی
بات کی کیا اہل اسلام کو آپ نے ایسا نادان سمجہ لیا ہے کیا یہہ بہی وہ نہین سمجہتے کہ
آج جو اونکو مبارکبادی دی رہے ہو اور انبیاء سلف پر طعن کرتے ہو کل کو اسی بناء پر
محمد صلعم پر عیب لگانے کو مستعد ہوجاروگے ۵ ترمق ہای دشمن تمکیہ کردن ابلہی است
پای بوس سیل از پا افگند دیوار را ۴ قولہ اور بحر وبر اور پہاڑ اور گہر اور مسجد مین یکسان
خدا کی عبادت ہونا سکہادیا اقول کیا سید الطائفہ کے زعم مین یہ ہے کہ حضرت ابراہیم
عرم اور حضرت موسی عرم اور دیگر انبیاء نے بحر اون مقامات کے جنمین انہون نے معابد
اور مذابح بنائے تھے اور مقامات بحر وبر اور پہاڑ اور گہر مین عبادت کرنا ناجائز قرار دیا
تھا حضرت ابراہیم اپنے سب لوگون کو بلاد متفرقہ مین سے پہرے اور صحرا اور آبادی مین
اکثر گذر اونکا ہوا کیا اوس قطعہ زمین کو بھی جسمین اونہون نے ذبح بنایا تہا اپنے ساتہہ
ساتہہ اوٹھائے پہرتے تھے حضرت موسی مع بنی اسرائیل کے چالیس برس تک جنگلون
جنگلون پہاڑون پہاڑون پہرتے رہے کیا وہ اوس قطعہ زمین اور اون بارہ ستونون
کو ہر جنگل اور ہر پہاڑ پر ساتہہ ساتہہ لئے پہرتے تھے یا سید الطائفہ کے نزدیک یہہ ہے
کہ جب اوس مقام دامن کوہ سینا سے علیحدہ ہوتے تھے تو خدا کی عبادت ہی نہین کرتے
تھے اور جب یہ بات نہین تو محمد صلعم نے کوئی نئی بات نہین سکہائی جو کچہ حضرت ابراہیم
اور سب انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام بابتہ عبادت خداوند تعالے کے سکہاتے چلے آئے

تھے اونہون نے بھی وہی سکھائی تھی (سورہ احقاف) مین ہے قل ماکنت بدعا من الرسل یعنی کہوا ے محمد نہین ہون مین نیا پیغمبرون سے" اور یہ جو کہتے ہین کہ برابر سکھایا اگر مطلب یہ ہے کہ نفس عبادت سب جگہ برابر ہے تو محل کلام نہین سب انبیار کی یہی تعلیم ہے اور اگر مطلب یہ ہے کہ فضیلت مین برابر ہے تو غلط ہے مقامات متبرکہ کو دیگر مقامات کی برابر اور اون مقامات مین عبادت کو فضیلت مین اور مقامات کے عبادت کی برابر سمجھنا بالکل برخلاف قرآن مجید اور احادیث نبوی صلعم کے ہے جن مقامات کو اللہ تعالی نے اپنی رحمت اور برکات سے مقدس کیا اور جن مساجد کی نسبت جناب رسالتمآب صلعم نے فرمایا صلوۃ فی مسجدی ہذا خیر من الف صلوۃ فیما سوہ الا المسجد الحرام یعنی ایک نماز میری اس مسجد مین بہتر ہے ہزار نماز سے بیچ غیر اوسکی کے مگر مسجد حرام مین" اور فرمایا لا تشد الرحال الا الی ثلثۃ مساجد مسجد الحرام والمسجد الاقصی ومسجدی ہذا یعنی نہ باندہی جاوین پالا نہاے شتر (یعنی سفر نکیا جاوی) مگر طرف تین مسجدون کے مسجد حرم اور مسجد اقصی اور میری یہ مسجد" ان مقامات اور مساجد مین عبادت ہر آئینہ بنسبت اور مقامات کے افضل ہے مگر بان نفس عبادت مین سب مقامات برابر ہین جب سید الطائفہ نے انبیار سلف پر تعین نشان پر انزام عاید کیا اور جناب رسالت مآب صلعم کی نسبت یہ کہا کہ اونہون نے تمام نشانون کو مٹا دیا کوئی سمت خدا کی عبادت کے لئے مخصوص نہین کی تو اوسپر آپ ہی اعتراض مجملا بربنای توجہ اور استقبال کعبہ کی نماز مین وارد کیا مفصلا تقریر اس اعتراض کی یہ ہے کہ قرآن مجید مین کمر یہت تاکید استقبال کعبہ کی ہے فول وجہک شطر المسجد الحرام وحیثما کنتم فولوا وجوہکم شطرہ من حیث خرجت فول وجہک شطر المسجد الحرام وحیث ماکنتم فولوا وجوہکم شطرہ اور اس

استقبال کو مکرر حق خدا کی طرف سے بیان کیا ان الذین اوتوا الکتاب لیعلمون انہ الحق من ربہم انہ للحق من ربک اور خود پیغمبر خدا صلعم آخر عمر تک اوسی سمت کی طرف نماز پڑہتے رہے اور اونکے بعد ابتک یہی عمل ہے اور کسی فرقہ کو فرقہای اسلامیہ مین سے اسمین اختلاف نہین اور پیشتر اس سے مدینہ مین بیت المقدس کی طرف کو موہنہ کرکے خود پیغمبر صلعم اور اونکے اصحاب نماز پڑہا کرتے تھے پس یہ قول کہ کوئی سمت خدا کی عبادت کے لئے مخصوص نہین کی صریح غلط ہے اسکے جواب مین سید الطائفہ کہتے ہین کہ یہ سمجہنا کہ کعبہ کی سمت خدا کی عبادت کے لئے مخصوص ہے محض غلطی ہے اور باقی اسلام کی ہدایت کے خلاف وہ سمت عبادت کے لئے مخصوص نہین بلکہ ایک تمیز اور تفرقہ کے لئے مخصوص ہے جسکا ہم آگے بیان کرینگے **قلت** وروہ اس اعتراض کا دو فعلون پر مکیان ہے یعنی استقبال بیت المقدس پر جو تا تحویل قبلہ کے معمول تہا اور استقبال بیت الحرم پر جو ابتک معمول ہے پس سید الطائفہ پر دونون کا جواب لازم ہے اور مفصل حال اسکا ضمن جواب تفصیلی سید الطائفہ مین معلوم ہوگا **قولہ** کعبہ کی سمت الخ **اقول** اسمین تو کچہ کلام نہین کہ ہر ایک عبادت کے لئے سمت کعبہ کی مخصوص نہین کلام صرف ادای نماز مین ہے کہ آیا ادای نماز کے واسطے استقبال کعبہ مخصوص ہے یا نہین سید الطائفہ کہتے ہین کہ نہین مگر یہ انکار صریح انکار آیات قران ہے جب کہ نص صریح حکم استقبال قبلہ کا مکرر موجود ہے اور بتاکید اوسکی نسبت صاف صاف یہ خبر ہے کہ یہ ہر آینہ حق ہے خدا کی طرف سے تو اسکو غلط کہنا صریح انکار قران مجید ہے ہمنے فرض کیا کہ مبنی کسی سبب پر ہے مگر اس سے خصوصیت اوسکو واسطہ عبادت نماز کے باطل نہین ہوجاتی خصوصیت مین استقبال قبلہ کی خواہ وہ مبنی کسی سبب پر ہو یا نہو کچہ فرق نہین آتا وہ کونسا احمق ہے

کہ یہ کہہ سکتا ہے کہ مبنی ہونا کسی سبب پر اور مخصوص ہونا دو امر باہم متضاد ہین کہ وجود سے
ایک کے دوسرے کی نفی لازم آتی ہے اور جب مبنی ہونا کسی سبب پر مانع خصوصیت کا نہین
تو خود سید الطایفہ ہی عقل و حواس کو جمع فرماکر فرمادین کہ یہ قول اوسکا س وجہ پر باطل اور
خلاف نصوص قران مجید ہے اور باوجود مخالفت خدا و رسول کے کوئی شخص مسمی اسلام
ہوسکتا ہے پھر اگر وہ کسی تمیز اور تفرقہ کے لئے مخصوص ہے تو حضرت موسی عرم اور دیگر انبیاء
کا ذبیح بنانا بھی لایق الزام کے نہین کیونکہ جانورونکا ذبح کرنا اپنے کہانے پکانے کے واسطے
بھی ہوتا ہے اور قربۃ للہ بھی ہوتا ہے اگر واسطے تمیز اس بات کے کہ جو جانور اس ذبح
مین لاکر ذبح کیا جاوے گا وہ تقربا للہ ہے اور جو جانور اپنے گھر مین ذبح کیا جاوے گا
وہ اپنے کہانے پکانے کے واسطے ہے یا وہ بارہ پتھر واسطے تمیز اور نشان حصص بارہ
سبطون کے کھڑے کئے پس بنا تمیز و تفرقہ پر دیگر انبیا پر الزام لگانا صریح غلط ہے
اسیطرح پر حضرت یعقوب نے جو پتھر واسطے تمیز اوس موقع کے کہ جہان اونہون نے ارادہ
مسجد بنانے کا کیا تھا اور منت مسجد بنانے کی مانی تھی کھڑا کیا تھا تو آپ ہی کے اصول مہدہ
کے مطابق استعین اور استقبال قبلہ مین کیا فرق ہے پھر آپ جو یہ کہتے ہین کہ استقبال
قبلہ سمت عبادت کے لئے مخصوص نہین بلکہ ایک تمیز اور تفرقہ کے لئے مخصوص ہے یہہ
صریح غلط ہے اسلئے کہ بروقت استقبال قبلہ کے وقت افتتاح نماز نیت و قصد نماز
پڑہنے والے کا ہرگز تمیز و تفرقہ نہین ہوتا بلکہ خاص ارادہ عبادت خدا کا ہوتا ہے پس صاف
ظاہر ہوگیا کہ استقبال قبلہ کا نماز مین صرف واسطے عبادت خدا ہی کے ہے نہ واسطے
تمیز و تفرقہ کے قولہ جسکو ہم آگے بیان کرینگے اقول ہم آپ کے اوس بیان کا جسکا
آپ آیندہ پر بیان کرنا کہتے ہین اسی مقام پر قصہ ختم کرتے ہین قال (صفحہ ۱۸۰) سکھو

پہلے یہ بات بتانی چاہیئے کہ حضرت ابراہیم کے زمانہ مین قبلہ یا سمت قبلہ کا کیا حال تھا
اس امر کا بیان اس امر پر موقوف ہے کہ حضرت ابراہیم کے زمانہ مین نماز کے کیا ارکان
تھے غالبًا اوس نماز مین بھی رکوع اور سجدہ ہو مگر ہمارے پاس کوئی ثبوت اس امر کا
نہین کہ حضرت ابراہیم کے زمانہ مین بعینہ یہی ارکان تھے جواب مذہب اسلام مین ہین
نہ یہہ بات ثابت ہے کہ اوس نماز مین جیسی کہ وہ ہو اسطرح پر رکوع اور سجدہ تھا جیسکہ
ہماری نماز مین ہے **قلت** حسب عادت اصل مطلب کو چھوڑ کر بیان ہی بطرف فضول
باتون کے متوجہ ہوئے یہ بات تو خود قران ہی سے ثابت ہے کہ حضرت ابراہیم کی نماز مین
رکوع اور سجود تھے اللہ تعالےٰ نے حضرت ابراہیم اور اسمٰعیل کو حکم دیا طہرا بیتی للطائفین والعاکفین
والرکع السجود خود آپ ہی نے رکع السجود کا ترجمہ کیا ہے کہ رکوع سجود کرنے والون کے
لئے اور ثبوت قیام کا بھی ہم پیش کرتے ہین صحیح بخاری اور مسلم اور دیگر صحاح مین وہ
حدیث جسمین قصہ پکڑا منگوانے ایک جبار کا سارہ کو اور پھر واپس بھیجدینے کا اونکو
حضرت ابراہیم کے پاس منقول ہے یہ لکھا ہے انکم لم تاتونی بانسان انما اتیتمونی
بشیطان فاخدمہا ہاجر فاتتہ وہو قایم یصلی فاومی بیدہ مہیا قالت سارۃ ردالہ
کید الکافر او الفاجر فی نحرہ یعنی کہا اوس جبار نے اپنے نوکرون سے کہ تم میرے
پاس انسان کو نہین لائے جزین نیست کہ ایک شیطان کو لے آئے ہو پس سارہ کے
ساتھ ہاجرہ کو اونکی خدمت کے لئے دیکر لوٹا دیا جب وہ آئین ابراہیم عرم کے پاس اور
حال یہ تھا کہ حضرت ابراہیم کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے پس اشارہ کیا ابراہیم عرم نے اپنے
ہاتھ سے کہ کیا واقعہ گذرا سارہ نے کہا کہ رد کر دیا اللہ نے کافر کے کید کو دیکھو یہان سے
ظاہر ہے کہ صلوۃ مین حضرت ابراہیم کے قیام بھی تھا اور یہ بھی ثابت ہوا کہ نماز مین کسی سے

بات بھی کرنے کی اجازت نتھی جب یہ امر ثابت ہوگیا کہ حضرت ابراہیم کی نماز مین بھی قیام اور رکوع اور سجود تہا پس اب یہ عذر کرنا کہ کیا قیام تہا اور کیا رکوع تہا اور کیا سجود تہا محض بیجا ہے اسلئے کہ جن معانی اور جس ہیئت پر اطلاق قیام اور رکوع وسجود کا قرآن مجید اور احادیث مین سب جگہ ہے اور لغت کے بھی مطابق ہے اونہین معانی اور ہیئات پر یہان بھی ہے الغرض ان سب امور سے خوب واضح ہے کہ نماز حضرت ابراہیم ع م کی ایسی ہی تھی جیسی نماز جناب محمد صلعم کی اور اونکی امت کی ہے **قال** بلکہ اگر اوس زمانہ کی حالت اور اوس زمانہ کی وحشی قومون کی عبادت پر خیال کرین تو بجز اسکے اور کچہ نہین پایا جاتا کہ وہ لوگ حلقہ باندہکر کہڑے ہوجاتے تہے اور کودتے اور چلتے تھے اور وہ سارا حلقہ اوسیطرح پر چکر کہاتا جاتا تہا اور اوسی جوش خروش مین کہڑے ہوجاتے تھے اور اوسکا نام پکارتے جاتے تہے یا اوسکی تعریف کے گیت گاتے تہے جسکی وہ عبادت کرتے تہے **قلت** توہم پرستی اور بادہبی سے کام نہین چلتا یہان کلام ہے نماز مین اوس جامع کمالات انسانی خلیل اللہ کی جسکے حسن ادب اور اخلاق کی اللہ تعالی توریہ اور قرآن مین مدح وثنا کرتا ہے نہ بے ادب وحشی بیدینون عبدالدنیا کی عبادات مین اور اگر یہ تعریضات آپکی اونہین ذات مقدس پر ہین تو جواب ترکی بہ ترکی سنئے کہ بے دلیل ایک بات کہدینی بہنگیر خانہ کے بے ادب نامہذب بدست لوگون کی بیہودہ گوئی اور ہذیانات سے بڑہکر نہین اور صہیل اور اصوات وحشی جانورونکی سمجہی جاتی ہے اس بیہودہ گوئی سے کیا حاصل ہوا اسکا کچہ ثبوت پیش کیا ہوتا ایسی واہیات اصوات بہائمی کا تو صرف اسقدر جواب کافی ہے ع سر بر بدہ این مرغ بے ہنگام را صفحہ ۱۲۸ پر انبیا کی نسبت خود لکہتے ہین کہ انبیا کا کام تعلیم اخلاق انسانی ہے یہان برخلاف اوسکے تعلیم طریق وحشیانہ بنسبت ابراہیم ع م کے ثابت کرتے ہین اسلئے صاف ظاہر ہے کہ اقرار نبوۃ انبیا کا جہان کہین کیا ہے محض منافقانہ ہے

ہرگاہ کہ ہم قران مجید وارشاد صاحب وحی علیہ الصلوۃ والسلام سے طریقہ نماز حضرت ابراہیم ع کا ثابت کرچکے پس بمقابلہ قران وحدیث کے یہ توہمات اور تخیلات پیش کرنا خالی از بیخولیا نہین ہین اون وحشیانہ حرکات پر ذرا توجہ کیجے کہ لڑکون کے ساتھ گیند کھیلنے مین اچھل کود ادہر سے اودہر دوڑنا اور اودہر سے ادہر دوڑنا کود پھاند کرنا دو آدمیون کے آپسمین پاؤن باندہ کر اونکو دوڑانا گدہون پر چڑہا کر وحشیانہ حرکات کرانا تالیان بجانا اور یجوانا اسکا نام تو حرکت وحشیانہ نہ ٹہیرے اور رکوع وسجود وقیام کو جو اس مرتبہ مین ہو کہ کلام بھی کسی سے کرنا اوسکی منافی ہو وہ حرکت وحشیانہ ٹہیرے ۵ شہ برین عقل وگزنیش کہ تراست قال اسی نماز کا نشان اسلام مین بھی طریقہ ابراہیمی پر موجود ہے جسکا نام مذہب اسلام مین طواف کعبہ قرار پایا ہے ابن عباس سے مشکوۃ مین روایت ہے کہ ان النبی صلعم قال الطواف حول البیت مثل الصلوۃ الا انکم لاتتکلمون فیہ فمن تکلم فیہ فلا یتکلمن الا بخیر قلت یہ بھی ایک بڑی دلیل توہم پرستی ہے اسپر کیا دلیل ہے کہ طواف کعبہ ابراہیمی طریق کے نماز کا نام ہے حضرت ابراہیم کے زمانہ مین بھی طواف اور چیز تہی اور نماز دوسری چیز تہی چنانچہ خود قران مجید کے اس آیہ سے

طہرا بیتی للطائفین والعاکفین والرکع السجود ثابت ہے کیونکہ (رکع السجود) یعنی نماز پڑہنے والونکا عطف ہے اوپر (طایفین کی) اور یہ بات مسلم ہے کہ معطوف باعتبار اصل وضع کے غیر معطوف علیہ کا ہوتا ہے پس ضرور ہوا کہ طواف اور چیز ہے اور نماز جو حضرت ابراہیم کے زمانہ مین تہی اوسکے مغایر ہے علاوہ براین ہمنے جو اوپر وہ حدیث جسمین ذکر نماز حضرت ابراہیم کا ہے نقل کی ہے اوسکے الفاظ یہ ہین وہو قایم یصلی فادمی بیدہ اسسے ظاہر ہے کہ اونکی نماز مین قیام تہا کسی چیز کے گرد گہومنا نہتا اور یہ بھی ظاہر ہے کہ کلام کرنا بھی اونکی نماز مین جایز نہ تھا پس یہہ کیفیت بالکل خلاف ہیئۃ طواف کے ہے علاوہ براین معلوم ہوتا ہے کہ

سید الطایفہ کو ہنوز کیفیت طواف بھی معلوم نہین اوسمین کھڑا ہوجانا اور سر ہلانا کودنا اور چھلنا کہان ہے جسکو اونہون نے طریقہ نماز ابراہیمی قرار دیا ہے پس طواف کو طریق نماز ابراہیمی ٹھہرانا نہایت درجہ کی بے عقلی اور نافہمی ہے اور سب سے زیادہ دلیل سفاہت سید الطایفہ کی یہ ہے کہ حدیث ابن عباس سے اپنے مدعا پر استدلال کرتے ہین جسکے الفاظ یہ ہین الطواف مثل الصلوٰۃ الا انکم تتکلمون فیہ فمن تکلم فیہ فلا یتکلمن الا بخیر یعنی آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ کعبہ کے گرد طواف کرنا مثل نماز کے ہے مگر یہ کہ تم طواف مین کلام کرتے ہو پس جو شخص کہ طواف مین کچھ بات کرے تو بجز نیک بات کے اور کوئی بات چیت نکرے (اول) تو حدیث مین لفظ (مثل الصلوٰۃ) ہے (مثل صلوٰۃ ابراہیم) نہین اسلئے اس حدیث سے اسپر استدلال کرنا کہ طواف کعبہ طریق نماز ابراہیم علیہ السلام کا ہے صریح نادانی ہے (دوسرے) یہ کہ حدیث مین طواف کو نماز کے ساتھ تشبیہ دیا گیا ہے اور یہ بات ہر ایک عاقل سمجھتا ہے کہ مشبہ عین مشبہ بہ نہین ہوتا بلکہ باہم دونون مین مغایرت ہوتی ہے پس یہہ حدیث صاف صریح مبطل مدعای سید الطائفہ کے ہے اگر ایسی صاف و صریح بات کے سمجھنے سے بھی فہم سید الطایفہ کی قاصر ہے تو اونکے حق مین مثل معروف عرب کی صادق ہے (کان اذنی قلبہ خطلاوان) ہمنے چند تحریرات مین سید الطایفہ کو سمجھایا کہ فہم و شرح آیات قران اور احادیث کا آپ کا کام نہین آپ اپنا کام اکتساب دنیا کا کیجئے بوالہوسی اور بوالفضولی سے شرح احادیث اور تفسیر قران مین دخل مدیجئے اپنی استعداد پر نظر کرکے اس اہم امر کو اختیار نہ کیجئے مگر اونکے مزاج مین تو جہل مرکب اور پندار (انا خیر) کا ایسا رسخ ہے کہ غلطی پر غلطی کرتے ہین اور باوجود تنبیہ کے باز نہین آتے سنئے شرح مطلب اوس حدیث کی کہ طواف کو نماز کے ساتھ تشبیہ دیا گیا اور وجہ شبہ بشرائط نماز مین یعنی لازم ہے کہ طواف بھی مثل نماز کے طہارت کے ساتھ ہو

(اول) طواف کرنا اور کلام کرنا دونون کا ایک وقت مین جمع ہونا ممکن ہے

جنب اور محدث طواف نکرے اسیطرح پر ستر عورت مثل نماز کے طواف مین بھی ضرور ہے
جاہلیت مین جو ننگے ہوکر طواف کرتے تہے اوسکو ممنوع سمجھنا چاہیئے جیسا کہ دوسری حدیث
مین وارد ہے لایطوف بالبیت عریان پہر جس حکم مین کہ طواف و نماز مین افتراق ہے اوسکی تصریح
فرمائی کہ (الا انکم تتکلمون فیہ) پہر اوسکی نسبت بھی یہ فرمایا کہ کلام بھی ہو تو نیک کلام ہو قال
گو یہ طریقہ وحشیانہ ہو مگر اسمین کچہ شک نہین کہ حال کی مودب اور باوقار نمازون سے
زیادہ تر جوش اور زیادہ تر محبت معبود کا برانگیختہ کرنے والا اور معبود کے شوق کو زیادہ تر
جوش مین لانے والا اور دل کو خالص اوسکی یاد مین مشغول کرنے والا تہا قلت کسقدر
جہالت و حماقت کی تقریر ہے آپ ہی اوسکو وحشیانہ طریق ٹہہراتے جاتے ہین پہر اوسی وحشیانہ
طریق کو جسکو بے ادبانہ طریق بتاتے ہین مودب اور باوقار طریق پر فضیلت دیتے ہین اگر
یہ بات تسلیم کرلیجاوے تو ہر ایک امر مین وحشیانہ طریق کو مودبانہ طریق پر ترجیح دینی لازم
آوے گی پس ایسا شخص جسکی یہ راے ہو درحقیقت انسان نہین بلکہ ایک وحشی جانور بصورت
انسان ہے جناب رسالت مآب صلعم ہمیشہ دعا مین یہ کلمات کہا کرتے تہے اللہم انی اسالک
حبک وحب من یحبک وحب عمل یقربنی الی حبک یعنی بارخدا مین مانگتا ہون تجہسے تیری
محبت اور محبت اوسکی جو تجہسے محبت کرتا ہے اور محبت اوس عمل کی جو نزدیک کردے مجہکو
تیری محبت سے" پس اگر وحشیانہ عمل طریق مودبانہ پر ترجیح رکہتا تو حضرت ابراہیم علم اور جملہ
انبیار اور خود سید العالمین صلوات اللہ علیہم اجمعین اوس طریقہ پر جو بزعم سید الطائفہ زیادہ تر
محبت پیدا کرنے والا تہا اس طریق مودبانہ کو کیون ترجیح دیکر اختیار فرماتے اور طریق
نماز کا جو موافق ہدایت اوس معبود حقیقی کے ہے وہ کیون اوس طریقہ افضل کو چہوڑکر یہ طریقہ
بتاتا اہل جاہلیت کی نماز کا یہ وحشیانہ طریق تہا کہ بیت اللہ مین جاکر سیٹیان اور تالیان

بجاتے تھے جیسے کہ اب اور وحشی قومون مین دستور ہے (ماکان صلواتہم عند البیت الا مکاء وتصدیۃ فذوقوا العذاب بما کنتم تکفرون) یعنی نہ تھی نماز انکے نزدیک بیت کی مگر سیٹھی اور تالی بجانی پس چکھو عذاب کو بسبب اسکے کہ کافر ہوئے تھے" چونکہ اول لوگون نے وہ نماز جو طریقہ ابراہیم اور اسمعیل اور دیگر انبیاء علیہم السلام کا نماز کے ارکان مین تھا اوسکو چھوڑکر طریقہ نماز کا سیٹھی اور تالیان بجانی اختیار کیا اسپر کسقدر وعید شدید فرمائی گئی اگر اس قسم کی باتین محبوب اور موجب ازدیاد محبت ہوتین تو اس طریق کو ہرگز ترک نہ کروایا جاتا اب ہم کو طریق مودبانہ اور طریق وحشیانہ مین ما بہ الفارق کا بھی بتانا ضرور ہے کیونکہ ایسے امور مین انسان خود مختار نہین کیا گیا کہ جس فعل کو چاہے مودبانہ ٹھہرادے اور جسکو چاہے وحشیانہ قرار دے (الیحسب الانسان ان یترک سدی) اور یہ بھی ظاہر ہے کہ مکارم اخلاق و معظم عادات انسان کے طبعزاد نہین بلکہ بموجب تعلیم اور ہدایت اوسی خالق کے ہین جس نے اپنے انعام کے بیان مین فرمایا ہے (علم الانسان مالم یعلم) و (ہدیناہ النجدین) پس جس چیز کا اوسنے امر فرمایا وہی مکارم اخلاق اور معظم عادات اور عمل مودبانہ و مہذبانہ ہے اور وہی حسن ہے اور جس چیز کی اوس نے نہی فرمائی وہی چیز قبیح اور بداخلاق اور وحشیانہ طریق ہے فرض کرو کہ حسن و قبح اشیاء کا ذاتی ہی ہے جیسا کہ مزعوم معتزلہ اور سید الطایفہ کا ہے مگر اس امر مین تو کچھ اختلاف نہین کہ مامور بہ حسن ہے اور منہی عنہ قبیح ہے خواہ یہ حسن و قبح ذاتی ہو یا شرعی ہو ان اللہ

یامر بالعدل والاحسان وایتاء ذی القربی وینہی عن الفحشاء والمنکر والبغی پس یہ ضابطہ کلیہ سمجھنا چاہیئے کہ جس عمل یا فعل کا اللہ تعالے نے حکم فرمایا وہی عمل و فعل مودبانہ و مہذبانہ اور مستحسن ہے اگر کوئی شخص اوسکو اپنی رای سے اپنی عادات و رسم آبائی اور تمدنی کے خلاف سمجھکر ازراہ حماقت کے وحشیانہ سمجھے تو سمجھنا چاہیئے کہ وہ خود لاعاقل بدتر بہایم اور

وحوش جانورون سے ہے اور خود ظاہر ہے کہ ایسے عمل کو جسکا خدای تعالے نے حکم فرمایا کون عاقل طریق نامستحسن اور وحشیانہ کہہ سکتا ہے **قال** یہ حرکتین انسان مین بالطبع مجنونون کا سا جوش پیدا کردیتی ہین اور جسطرح مجنون کسی بات مین مشغول ہوا اسیطرح خدا کی یاد مین انسان کو مشغول کردیتی ہین **قلت** وہ کیفیت جو مجنونون پر طاری ہوتی ہے محض بسبب اختلال دماغ اور وفور توہمات کے ہوتی ہے چنانچہ یہی حالت اور یہی کیفیت بدمستان شراب اور بھنگ نوشونکی دیکھی جاتی ہے اور باعث اسکا بھی وہی اختلال حواس اور وفور وہجوم توہمات ہے پس اگران اوچھلنے کودنے والون مین اوسی وجہ سے یعنی اختلال حواس اور وفور توہمات سے خدا کی یاد مین مشغولی حاصل ہوتی ہے تو خدا کی عبادت کے لئے اور مشغولی حاصل کرنے کے لئے شراب اور بھنگ پینا بھی مستحسن ہووے الغرض جسقدر سید الطایفہ نے خامہ فرسائی کی ہے سب بے دلیل محض توہم پرستی از قسم خبط یا ہذیان ہے ایک بات بھی عاقلانہ نہین **قال** حضرت ابراہیم کے زمانہ مین جو طریقہ نماز کا ہو اس سے زیادہ اور کچھ نہین تھا ایسی حالت مین ظاہر ہے کہ کوئی سمت قبلہ کی معین نہین ہوتی یہ تمام ذوق وشوق اور اوچھل کود اوس شئی کے گرد ہوتا تھا جسکو وہ بطور خدا کی نشانی کے قایم کرتی تھے اسی قسم کی پرستش اب بھی بعضے بعضے وحشی قومون مین پائی جاتی ہے حضرت ابراہیم خدا کی نشانی کے لئے ایک بن گھڑا پتھر کھڑا کرلیتے تھے اور جو عبادت یا نماز ہوتی تھی اوسیکی گرد ہوتی تھی اسلئے حضرت ابراہیم کے زمانہ مین کوئی خاص سمت قبلہ کا ہونا بجز اوس نشان کے جسکو وہ قایم کرلیتے تھے اور کچھ نہین پایا جاتا **قلت** توہم پرستی تو سید الطایفہ نے خوب دل بھر کے کرلی اب وہ افترا پردازی پر متوجہ ہوئے وہ بھی خوب ہی پیٹ بھر کے کی کوئی دقیقہ بہتان اور افترا اور کذب مین باقی نہین چھوڑا ہم پیشتر ثابت کرچکے ہین کہ حضرت ابراہیم ع م کے

زمانہ مین نماز قیام و رکوع و سجود کے ساتھہ تھی اور اوچھل کود ہرگز نہ تھے یہ سب افترا پردازی
سید الطائفہ کی ہے اس اوچھل کود کا ثبوت ایتک سید الطائفہ نے کچھہ بھی پیش نہین کیا اور
جسقدر توریۃ کے درس اونہون نے متعلق حضرت ابراہیم ع م کے لکھے ہین اونمین کچھہ بھی ذکر
نہ اوچھل کود کا ہے نہ بن گھڑا تپہر کھڑا کرنے کا ہے نہ کسی چیز کی نشانی قایم کرنے کا ہے یہ
سب بہتان طرازی اور افترا پردازی سید الطائفہ کی ہے اور جب کہ یہ بات ہمنے قرآن مجید
اور احادیث صحیحہ سے ثابت کردی کہ اونکی نماز قیام اور رکوع اور سجود کے ساتھہ تھی تو بحکم
ضرورۃ ہونا قیام و رکوع و سجود کا کسی نہ کسی سمت کو ضروری ہے قرآن مجید مین ہے ان ابراہیم
کان امۃ قانتا للہ حنیفا ولم یک من المشرکین شاکرا لانعمہ اجتباہ وہداہ الی صراط
مستقیم وآتیناہ فی الدنیا حسنۃ وانہ فی الآخرۃ لمن الصالحین ثم اوحینا الیک ان
اتبع ملۃ ابراہیم حنیفا (نحل) ماکان ابراہیم یہودیا ولا نصرانیا ولکن
کان حنیفا مسلما وماکان من المشرکین ان اولی الناس بابراہیم للذین اتبعوہ
وہذا النبی والذین آمنوا واللہ ولی المومنین (آل عمران) قل صدق اللہ فاتبعوا
ملۃ ابراہیم حنیفا وماکان من المشرکین ان اول بیت وضع للناس للذی ببکۃ
مبارکا وہدی للعالمین فیہ آیات بینات مقام ابراہیم (آل عمران) مسجد حرام کی نسبت
سورۂ حج مین ہے المسجد الحرام الذی جعلناہ للناس سوا ء العاکف فیہ والباد جو
کلمات (ہداہ الی صراط مستقیم) کہ آیۃ سورہ نحل مین بہ نسبت ابراہیم ع م کے
وارد ہین وہی تحویل قبلہ کے باب مین بھی وارد ہین یعنی للہ المشرق والمغرب یہدی
من یشاء الی صراط مستقیم سورۂ حج مین ہے ہو اجتباکم وما جعل علیکم فی الدین
من حرج ملۃ ابیکم ابراہیم ہو سماکم المسلمین من قبل وفی ہذا ان سب آیات سے

ثابت ہے کہ ہمارا طریقۂ عبادت مطابق طریقۂ عبادت ابراہیم ع کے ہے اور
چونکہ ہماری طریق عبادت نماز مین استقبال بیت اللہ ہے پس مطابقت طریق نماز ابراہیمی
مقتضی اسکی ہے کہ قبلہ نماز ابراہیم ع بھی بیت اللہ تہا کیونکہ یہ بات ہم پیشتر ثابت
کر چکے ہین کہ حضرت ابراہیم ع کی نماز قیام اور رکوع اور سجود پر مشتمل تہی اور ہم یہ بھی ثابت کر چکے
ہین کہ بیت اللہ حضرت ابراہیم سے پیشتر تھا اور یہ بھی ظاہر ہے کہ جو نماز متضمن قیام و
رکوع و سجود کے ہے اوس مین استقبال کسی سمت کا ضرور ہے اور سوا اس سمت بیت اللہ
کے استقبال حضرت ابراہیم کا اور کسی سمت کی طرف پایا نہین جاتا پس بلحاظ اقتضاء
آیات مذکورہ کے یہی امر متعین ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم کی نماز مین جسطرح اور ارکان
ہماری نماز کے سے تھے قبلہ بھی یہی تھا جو ہماری نماز کا ہے **قال** حضرت ابراہیم
کی اولاد کا حال جہانتک ہمکو ملا ہے اوسسے پایا جاتا ہے کہ وہ بھی کعبہ کی جانب کو سمت
قبلہ نہین سمجھتے تہے بلکہ ہر جگہ پتھر کھڑا کر کے اوسی وحشیانہ طریق پر عبادت کرتے
تھے چنانچہ ارزقی نے کتاب اخبار مکہ مین لکہا ہے ان بنی اسمعیل و جرہم من ساکنی
مکۃ ضاقت علیہم مکۃ فتفسحوا فی البلاد و التمسوا المعاش یزعمون ان اول ما کانت
عبادۃ الحجارۃ فی بنی اسمعیل انہ کان لا یظعن من مکۃ ظاعن منہم الا احتملوا معہم من
حجارۃ الحرم تعظیما للحرم و صیانۃ بمکۃ و بالکعبۃ حیثما حلوا وضعوہ فطافوا بہ کالطواف
بالکعبۃ حتی سلخ ذلک بہم الی ان کانوا یعبدون ما استحسنوا من الحجارۃ و اعجبہم
من حجارۃ الحرم خاصۃ حتی خلفت الخلوف بعد الخلوف و نسوا ما کانوا علیہ و استبدلوا بدین ابراہیم
و اسمعیل غیرہ عبدوا الاوثان الخ (ترجمہ) بنی اسمعیل اور جرہم جو مکہ مین رہتے تہے
اونکو گنجایش نہوتی تو وہ ملک مین نکلے اور معاش کی تلاش مین پڑے پس لوگ

خیال کرتے ہین کہ اولاً پتھر کا پوجنا بنی اسمعیل مین اسطرح شروع ہوا کہ جب انمین سے کوئی
مکہ سے جاتا تو حرم کے پتھرون مین سے ایک پتھر اوٹھا لیتا حرم کو بزرگ سمجھ کر اور مکہ اور کعبہ
کے شوق مین جہان اوترتے تو اوس پتھر کو رکھہ لیتے اور اوسکے گرد مثل کعبہ کے طواف
کرتے پھر اسکی یہانتک نوبت پہونچ گئی کہ جو پتھر اچھا دیکھتے اور جو حرم کا پتھر عجیب اور اچھا
معلوم ہوتا اوسکی عبادت کرتے اسیطرح پر پشتون پر پشتین گذر گئین اور بھول گئے جو بات
پہلے تھی اور ابراہیم اور اسمعیل کے دین کو بدل دیا اور بتون کو پوجنے لگے اس سے صاف
پایا جاتا ہے کہ اسمعیل اور جرہم کی اولاد مین پشت در پشت کبھی کعبہ کی جانب سمت قبلہ نہین
قرار پائی اور اونکا طریقہ عبادت کا ایسا تھا کہ کوئی سمت قبلہ قرار ہی نہین پاسکتی تھی قولہ
کئی امر قابل بحث ہین (اول) یہہ کہ عبارت ارزقی کی جو سید الطائفہ نے نقل کی ہے
اس سے استدلال قابل اطمینان ہے یا نہین (دوسرے) یہہ کہ اگر اوسپر اطمینان بھی ہو
تو اوس سے مطلب سید الطائفہ کا یعنی یہہ کہ اسمعیل ع م اور جرہم کی اولاد مین کبھی پشت
در پشت کعبہ کی جانب سمت قبلہ قرار نہین پائی صحیح ہے یا نہین (تیسری) یہہ کہ طواف کو
طریق وحشیانہ قرار دینا نافہی ہے یا نہین امر (اول) کی نسبت ہم یہ کہتے ہین کہ اوس
عبارت سے استدلال محض جہالت ہے لغات عرب اور طریق استعمال کلمات سے
جس عبارت کے مضمون سے سید الطائفہ نے استدلال کیا ہے اوسکو خود ارزقی
نے بلفظ (یزعمون) تعبیر کیا ہے اور یہ لفظ خود اوس مضمون کی بے اصلی پر دلالت
کرتا ہے بے اصل غلط بات جو کوئی کہتا ہے اوسکو زبان عرب مین کہتے ہین کہ زعم
فلان کذا زعم الذین کفروا ان لن یبعثوا سلھم ایھم بذلک زعیم جار اللہ زمخشری تفسیر
واذا قیل لھم لاتفسدوا مین درباب استشہاد اسناد فعل کے بطرف فعل کے قول عرب

کا نقل کرتے ہین زعموا مطیۃ الکذب یعنی (زعموا) سواری جھوٹ کی ہے کشف
کشاف مین ہے قال جار اللہ الزعم ادعاء العلم ومنہ زعموا مطیۃ الکذب وعن شریح
لکل شئی کنیۃ وکنیۃ الکذب زعموا پس جس مضمون کے غلط ہونے پر خود ارزقی اشارہ کرتے
اوس غلط مضمون سے بحوالہ کتاب ارزقی کے استدلال سید الطائفہ کا مصداق مثل
سایر کا ہے کہ الغریق یتشبث بکل حشیش ہم پیشتر بحث اعجاز قران مین یہ بات
لکھہ چکے ہین کہ بنی اسمعیل مین مکہ مین پیشتر بت پرستی نہ تھی اول یہ تحفہ عمرو بن لحی ملک
شام سے مکہ مین لایا تھا اور اوس سے یہہ فعل مذموم مکہ مین رایج ہوا امر (ثانی) اگر ہم اوس
مضمون کو صحیح بھی فرض کرین تب بھی اوس سے یہ ثابت نہین ہوتا کہ بنی اسمعیل مین پشت
در پشت کعبہ کی جانب سمت قبلہ قرار نہین پائی بلکہ صاف برخلاف اسکے ظاہر ہے اسلئے
کہ جب حرم کے پتھر کو وہ اپنا قبلہ عبادت بناتے تھے تو خود کعبہ کو بطریق اولی قبلہ
بناتے ہونگے امر (ثالث) ہم پیشتر ثابت کرچکے ہین کہ مکارم اخلاق اور معظم عادات
وہی ہین کہ خداوند متعال کی تعلیم اور حکم کے موجب ہون اور جو شخص کہ اپنے رسم ورواج
یا کسی دوسری قوم کے رسم ورواج کی پابندی سے اون احکام اور تعلیمات کو وحشیانہ
قرار دے وہ خود وحشی جانور ہے اور قران مجید مین صاف یہ حکم ہے ولیطوفوا بالبیت
العتیق یعنی چاہیئے کہ طواف کرین بیت عتیق یعنی بیت اللہ کا" سوا اس کے
جب یہ امر بالیقین ثابت ہے کہ طواف بیت اللہ کا فعل اوس صاحب اخلاق
کریمہ کا ہے کہ جسکو خود خدای تعالے فرماتا ہے انک لعلی خلق عظیم پس اوسکو
عمل وحشیانہ قرار دینا صرف اونہین لوگون کا کام ہے جو بصورت انسان اور بسیرت
بدتر بہایم اور وحشی جانورون سے ہین قال زمانہ جاہلیت مین جبکہ عرب کی قوم نے

کعبہ مین بت رکھدیتے تھے اوس زمانہ مین بھی جو کچھ اونکی پوجا ہوتی ہوگی وہ کعبہ مین ہوتی ہوگی
لیکن یہ بات کہ جب وہ کعبہ سے دور چلے جاتے تھے اور اور مقامون مین ہوتی تھی جب بھی
کعبہ کی طرف موہنہ کرکے پوجا کرتے تھے کسیطرح ثابت نہین **قلت** اس توہم پرستی
اور بیفایدہ خامہ فرسائی سے کیا حاصل ہے کلام خدا پرستون اور عبادت ابراہیم اور اسمعیل علیہما
الصلوۃ والسلام مین ہے بت پرستون کا ذکر درمیان مین لانا اور اونکی عبادت کے طریق مین
جسکو اونھون نے بغیر اتباع کسی نبی کے اپنے ہوا نفسانی اور اغوای شیطانی سے ایجاد کرلیا تھا
بحث کرنا محض لغو ہے پھر ہم یہ کہتے ہین کہ سید الطایفہ کا یہ کہنا کہ کسیطرح ثابت نہین انکے
حق مین کچھہ مفید نہین کیونکہ عدم ثبوت شئے سے ثبوت عدم اوس شئی کا لازم نہین آتا شاید
کرتے ہون جیسا کرنا ثابت نہین ویسا ہی نہ کرنا بھی ثابت نہین اور چونکہ اسمین کچھ شک و شبہ
نہین کہ تعظیم کعبہ کی عرب خصوصًا اولاد ابراہیم عم نہایت درجہ پر کرتے تھے چنانچہ اونکی قصاید
اور اشعار سے یہ امر بخوبی ثابت ہوتا ہے ؎ ان الذی سمک السماء بنی لنا ✤ بیتا دعایمہ اعز
واطول ✤ قسم بھی اکثر اسی بیت کی کھاتے تھے ؎ کذبت وبیت اللہ نحن نحرمہ ✤
لما یستقصنی بالبکاء الحمایم ✤ پس بلحاظ ان قراین کے کرنے کو نہ کرنے پر ہرآئینہ ترجیح ہے
قال بنی اسرائیل مین جب بیت المقدس کی تعمیر ہوگئی تھی اور تمام رسومات عبادت کی جو کچھ
کہ بنی اسرائیل ادا کرتے تھے اوسی مسجد یا معبد مین جاکر ادا کرتے تھے مگر اوس زمانہ تعمیر بیت المقدس
مین اونکی وحشیانہ طریق عبادت یا نماز مین کافی اصلاح ہوگئی تھی اور ایک باقاعدہ ارکان نماز کر
جسمین قیام اور رکوع بھی تھا قرار پائی **قلت** یہ سب مزخرفات سید الطایفہ کی وہ ہے
بازیان ہین بناء اس قول کی اس امر پر ہے کہ حضرت ابراہیم اور موسی علیہما السلام کی
نماز مین رکوع اور قیام نہ تھا اور جیسا اوپر لکھہ چکے ہین کہ بن گھڑا پتھر کھڑا کرکے اوسکے گرد

اور چلتے کودتے تھے جب بیت المقدس کی تعمیر ہوگئی تو بنی اسرائیل مین آمین اصلاح ہوئی
اور رکوع وقیام قرار پای،، حالانکہ یہہ بالکل کذب وافترا ہے ہم اوپر ثابت کر چکے ہین
کہ حضرت ابراہیم وہم کی نماز مین قیام ہی تہا اور رکوع ہی تھا بلکہ سجود بہی تہا جسکا
سید الطائفہ یہان کچہ ذکر ہی نہین کرتے اور صرف قیام اور رکوع ہی کو کافی اصلاح قرار
دیتے ہین اور بہرگاہ کہ اونکی نماز مین یہ سب چیزین تہین اور منجملہ انکے سید الطائفہ قیام اور رکوع
کو وجہ تفرقہ کے درمیان نماز وحشیانہ اور نماز باقاعدہ کے قرار دیتے ہین تو صاف ظاہر
ہوگیا کہ یہہ قول سید الطایفہ کا صریح مغالطہ اور دہوکا ہے بجز کسی سخت نادان کے کوئی
صاحب عقل یہ بات کہہ سکتا ہے کہ بنسبت اوس نماز کے جسمین رکوع وسجود وقیام ہو وہ نماز
جسمین صرف قیام ورکوع ہی ہو مبنی بر اصلاح کافی ہے علاوہ بران ہم کہتے ہین کہ بروقت
تعمیر بیت المقدس کے تو عملدرآمد عبادات اور معاملات مین تمامتر شریعت موسوی ہی پر تہا
بلکہ اوسکی تعمیر کے بعد بہی وہی شریعت قایم اور ثابت تہی حضرت داود اور حضرت سلیمان
علیہما السلام اوسیکی پابند رہے پہر وہ کونسا قاعدہ دان تہا جس نے طریق نماز کو جو حضرت
موسی کی شریعت مین تہا ناپسند کرکے منسوخ کردیا اور اپنی طرف سے نیا قاعدہ نماز کا ایجاد
کرکے اوس طریق موسوی کو وحشیانہ اور طریق اختراعی کو باقاعدہ ٹہہرادیا ظاہر ہے کہ طرق
عبادت بموجب ارشاد صاحبان وحی کے مقرر ہوتے ہین پس سید الطائفہ پر اثبات اس امر
کا لازم ہے کہ طریق موسوی اور ابراہیمی مین جو برہم اونکے اصلاح ہوئی کس نبی کے ارشاد کے
مطابق ہوئی اور یہہ بات سید الطائفہ سے نہ ثابت ہوسکی نہ ہوسکے پس سب تقریر اونکی محض
مغالطہ ہے سوا اسکے سید الطائفہ نے اپنے زعم باطل مین صفحہ ۱۷ پر جو مذبح بنانے
سے استدلال اوپر طریق وحشیانہ کے کیا ہے اگر درحقیقت مذبح بنانا طریق وحشیانہ ہے

تو حضرت داؤد ؑ نے بھی تھوڑے عرصہ پیشتر تعمیر بیت المقدس سے اُرنان کی خرمنگاہ پر مذبح بنایا تھا (تواریخ اول باب ۲۱) اور چونکہ سید الطائفہ نے اوسی صفحہ ۷۰ پر اپنے خیال باطل کے مطابق جو طریقہ مذبح بنانے کا ٹھہرایا ہے وہی طریق اس مذبح بنانے کا بھی ہونا چاہیئے علی ہذا القیاس بعد تعمیر بیت المقدس کے حضرت سلیمان نے بھی ایک مذبح بنایا تھا (دیکھو باب چوتھا کتاب تواریخ) اگر سید الطائفہ یہ کہیں کہ صرف مذبح بنانا اور طریق مذبح بنانے کا وحشیانہ طریق نہیں ہے اوسکے گرد گھومنا اور اوچھلنا کودنا طریق وحشیانہ تھا جو بنی اسرائیل میں بعد تعمیر بیت المقدس کے متروک ہوگیا تو ہم کہیں گے کہ جن رسوں سے آپ نے یہ الزام حضرت ابراہیم اور حضرت موسی اور حضرت یعقوب پر قایم کئے ہیں اونمیں بھی اصلا ذکر اوچھلنے کودنے کا نہیں پس اگر مجرد بنانا مذبح کا موجب اتباع آثار وحشی قوموں کا نہیں تو حضرت ابراہیم اور حضرت موسی اور حضرت یعقوب پر جو آپ نے الزام لگایا ہے سب آپکا افترا ہے انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام پر اور اگر ہے تو آپ کا یہ قول کہ بنی اسرائیل میں وحشیانہ طریق کی اصلاح ہوگئی تھی غلط ہے **قال** اگر ہمکو کوئی آیت عہد عتیق کی ایسی نہیں ملی جس سے یہ بات ثابت ہو کہ خدا نے بنی اسرائیل کو یہ حکم دیا تھا کہ جب تم بیت المقدس سے دور ہو تو اوسکی طرف مونہہ کرکے نماز پڑہا کرو **قلت** ان فضول باتوں سے بجز کاغذ سیاہ کرنے کے کیا حاصل ہے بنی اسرائیل خدا کے حکم سے اوس طرف کو مونہہ کرکے نماز پڑہتے تہے یا اپنی طبیعت سے اونہوں نے یہ طریقہ ایجاد کرلیا تہا یہاں اسکی بحث سے کیا فایدہ مگر ایک فائدہ البتہ ظاہر ہے کہ کتب عہد عتیق سے بھی ناواقفی سید الطائفہ کی خوب ثابت ہوگئی امام مناظرہ اہل کتاب جناب سید ناصر الدین محمد ابو المنصور ادام اللہ برکاتہ نے تنقیح البیان میں جو لکھا ہے ہم اوسکی نقل پر اکتفا کرتے ہیں وہو ہذا صفحہ ۱۰۷ میں آپ لکھ چکے ہیں

کہ توریت مین ایسے بہت سے واقعات ہین جو مذکور نہین حالانکہ اونکا تاریخی ثبوت موجود ہے اور توریت مین ذکر نہونے سے اوسکا عدم وقوع لازم نہین آتا۔ اسیطرح اگر اسکا ذکر بھی توریت مین نہین ہے تو اوسکا عدم وقوع لازم نہین آتا اور یہودیون کا شروع سے ابتک ہر ملک سے بیت المقدس کی طرف رخ کرکے نماز پڑہنا اسسے زیادہ تاریخی ثبوت اور کیا ہوگا اور حضرت دانیال کا زمانہ اسیری بابل مین بیت المقدس کیطرف رخ کرکے ہمیشہ نماز پڑہنا ۶ باب کے ۱۰ ورس سے ثابت ہے کیا یہہ عہد عتیق کی الہامی کتاب اور یہ تعین سمت قبلہ پیغمبر کا فعل نہین ہے اور حضرت سلیمان کی دعا کی یہ عبارت ہے اے خدا جب تیرے گروہ لڑائی کے لئے اپنے دشمن کے برخلاف اوس راہ مین جو تو اونہین بہیجیگا نکلے اور تیرے آگے دعا مانگے اس شہر کی طرف جسے تو نے پسند کیا اور اس گہر کی طرف جسے مین نے تیرے نام کے لئے بنایا تو آسمان پر سے اونکی دعا اور زاری اور فریاد کو سن لے (اول سلاطین ۸ باب ۴۴) اور پہر یہہ کہ اوس زمین کیطرف جو تو نے اونکے باپ دادون کو دی اور اوس شہر کی طرف جسے تو نے پسند کیا اور اوس گہر کی طرف جو مین نے تیرے نام کے لئے بنایا تجہہ سے دعا مانگین (اول سلاطین ۸ باب ۴۸) اور حضرت داود عم کی یہ مناجات ہے کہ جب مین تیرے آگے چلاؤن اور تیرے مقدس ہیکل کیطرف اپنے ہاتہہ اوٹہاؤن تو تو میری آواز اور عرض سن لی (۲۸ زبور ۲) اور (۱۳۸) زبور (۲) مین حضرت داود کی مناجات یہ ہے کہ مین تیرے مقدس ہیکل کی طرف سجدہ کرونگا اور حضرت یونس ع م کی دعا کا یہ ایک جملہ ہے کہ مین نے کہا کہ مین تیری نظر سے دور پہینکا گیا تو بہی تیری مقدس ہیکل کیطرف پہر نظر کرونگا (یونہ ۲ باب ۴) اب فرمائے کہ یہ سب عہد عتیق کی الہامی کتابین ہین یا نہین انتہی بلفظہ سوا اسکے (۲۱) باب ورس پہلا کتاب حزقی ایل دیکہو خدا کا کلام مجہے پونہچا اور اوس نے کہا کہ

اے آدم زاد تو یروشلیم کی طرف اپنا رخ کر اور مقدس مکانون کی سمت اپنا کلام ڈال

قال مگر جبکہ بنی اسرائیل کی نماز ایک باقاعدہ ہوگئی تہی اور اوسکے ادا کرنے مین کسی کیطرف موںہہ کا ہونا ایک لازمی امر تہا اسلئے بالطبع بنی اسرائیل اسبات پر مائل ہوئے ہونگے کہ بیت المقدس کیطرف موںہہ کرکے نماز پڑہین اور اسطرح پر بیت المقدس اونکا سمت قبلہ قرار پاگیا

قلت باقاعدہ نماز کے باب مین ہم پیشتر کلام کر چکے ہین اور ثابت کر چکے ہین کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ ہی سے نماز باقاعدہ قیام و رکوع و سجود کے ساتہہ تہی اور چونکہ عہد عتیق کی کسی کتاب سے یہ بات ثابت نہین کہ بعد موسی علیہ السلام کے کسی نبی نے طریق نماز شریعت موسوی کو بے قاعدہ سمجہکر اوسمین اصلاح کی ہو پس ذکر قاعدہ بے قاعدہ کا جو سید الطائفہ ہر دفعہ کرتے ہین صریح مغالطہ ہے اور یہ جو کہتے ہین کہ بالطبع بنی اسرائیل الخ یہ بہی اونکی نادانی ہے معلوم ہوتا ہے کہ وہ امور طبعی سے ہنوز محض ناواقف ہین اور یہ بہی نہین سمجہتے کہ بالطبع کسکو کہتے ہین اور بالفرض کیا چیز ہوتی ہے اگر میلان طرف بیت المقدس کے امر طبعی بنی اسرائیل کا ہوتا تو ہر بار باوجود ممانعت شدید اور تنبیہہ و تاکید کے بتون کیطرف کیون رخ کرتے پس صاف ظاہر ہے کہ استقبال بیت المقدس کا جیسا کہ قول سابق مین ثابت ہو چکا ہے بموجب ارشاد انبیاء علیہم السلام کے امر تعبدی تہا نہ طبعی اور سید الطائفہ کا یہ کہنا کہ بالطبع بنی اسرائیل مائل ہونگے محض توہم پرستی ہے کہ خود اونکو بہی اسکا یقین نہین ورنہ وہ بجائی ہونگے یہ کہتے کہ مائل تہے

قال آنحضرت صلعم نے بعد نبوۃ قریب تیرہ برس کے مکہ مین تشریف رکہی اس زمانہ دراز مین بہی کوئی طریقہ عبادت کا آنحضرت صلعم نے ضرور اختیار کیا تہا خواہ یہی ارکان نماز کے اختیار کیے ہین جو بالفعل موجود ہین خواہ بعد کو اونمین اصلاح ہوگئی ہو لیکن یہ بات ثابت نہین ہے کہ ایسی حالتون مین جبکہ آنحضرت صلعم کعبہ سے بعید ہون تو اونہون نے نماز یا عبادت

ادا کرنے مین کعبہ کی طرف منہ کرکے ادا کرنا بطور ایک امر لازمی کے جس سے ثبوت سمت قبلہ کا ہوا اختیار فرمایا ہو بلکہ ہر طرح قرینہ و قیاس اسبات کا مقتضی ہے کہ جب تک آنحضرت صلعم نے مکہ مین تشریف رکھی کوئی سمت قبلہ اختیار نہین کی **قلت** میان کلام ایک عبادت خاص یعنی نماز مین ہے مکہ شریفہ مین بھی نماز مین قیام اور رکوع و سجود تھا چنانچہ مکیہ سورتون سے یہ امر ثابت ہے سورہ حج مین ہے یا ایہا الذین آمنوا ارکعوا واسجدوا واعبدوا ربکم وافعلوا الخیر لعلکم تفلحون وجاہدوا فی اللہ حق جہادہ ہو اجتباکم وما جعل علیکم فی الدین من حرج ملۃ ابیکم ابراہیم ہو سماکم المسلمین من قبل وفی ہذا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو رکوع کرو اور سجدہ کرو اور اپنے رب کی عبادت کرو اور بھلائی کرو تاکہ تم فلاح پاؤ اور کوشش کرو خدا کی راہ مین پوری پوری کوشش خدا نے تم کو پسند کیا ہے اور تمپر دین مین کچھ تنگی نہین کی ملۃ تمہارے باپ ابراہیم کی اوس نے تمہارا نام رکھا ہے مسلمین پیشتر اور اس مین" اس آیۃ سے یہ بھی ثابت ہوا کہ ابراہیم ع کے ملت مین بھی رکوع اور سجود ایسا ہی تھا جیسے کہ ملت محمدیہ مین ہے سورہ مرسلات مین ہے واذا قیل لہم ارکعوا لا یرکعون صحیح بخاری مین کتاب التفسیر باب تفسیر والمرسلات کے ترجمہ باب مین لکھا ہے قال مجاہد ارکعوا ای صلوا لا یرکعون لا یصلون یعنے مجاہد نے کہا کہ مراد ارکعوا سے ہے نماز پڑھو اور لا یرکعون سے ہے کہ نماز نہین پڑھتے قسطلانی شارح بخاری لکھتے ہین اطلق الرکوع واراد الصلوۃ من اطلاق الجزء واراد الکل یعنی بولا ہے رکوع اور ارادہ کیا ہے نماز یعنی جزء بولا اور مراد کل لیا شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہین کہ رکوع کردن در نماز علامت مسلمانی ہست کفار ہرگز رکوع نمے کنند و خود را از شباہت مسلمانان دور مے دارند در حدیث شریف وارد ہوا ہے کہ چون رئیسان بنی ثقیف بحضور حضرت رسالت پناہ ع آمدند

و اظہار اسلام کردند آنحضرت ایشان را بنماز حکم فرمودند و آئین نماز ارشاد فرمودند ایشان گفتند
کہ ما ہمہ ارکان نماز را ادا خواہیم کرد مگر رکوع نخواہیم کرد کہ این خلی موجب عار است آدمی زاد
باوجود راستی قامت خود را مانند جانوران پشت خم کردہ واژگون نماید آنحضرت عم فرمودند
کہ لا خیر فی دین لیس فیہ رکوع یعنی ہیچ خوبی نیست در دینے کہ در آن رکوع نباشد الخ
ابو داؤد اور ابن ماجہ اور دارمی کی روایت ہے لما نزلت فسبح باسم ربک العظیم
قال رسول اللہ صلعم اجعلوہا فی رکوعکم فلما نزلت سبح اسم ربک الاعلی قال اجعلوہا فی سجودکم
یعنی جب نازل ہوئی آیۃ فسبح باسم ربک العظیم تو فرمایا آنحضرت صلعم نے کہ پڑہا کرو اسکو
رکوع مین اور جب نازل ہوی آیۃ سبح اسم ربک الاعلی تو فرمایا کہ اسے سجدہ مین کرو"
سوا اراسکے اور بہت آیات مکیہ ہین کہ جنسے خوب ثابت ہے کہ مکہ شریفہ مین جو پیغمبر صلعم نماز
پڑہا کرتے تھے اوس مین قیام بہی تہا اور رکوع بہی تہا اور سجود بہی تہا اور جب یہ سب چیزین
نماز مین تہین تو ضرور ہے کہ کسی نہ کسی سمت کیطرف متوجہ کرکے یہ سب ارکان ادا کئے
جاوین چنانچہ سید الطائفہ بہی نوین سطر مین صفحہ ۸۸ کی ایسی حالت مین استقبال کسی سمت
کو لازمی قرار دیتے ہین پس اب صرف تعین سمت کا باقی رہا سو اوسکا ثبوت بہی موجود ہے
شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ لکہتے ہین کہ بیہقی در سنن خود و ابو داؤد در ناسخ و منسوخ
و ابن ابی شیبہ بروایت ابن عباس آوردہ اند کان رسول اللہ صلعم یصلی وہو بمکۃ نحو
بیت المقدس و الکعبۃ بین یدیہ وبعد ما تحول الی المدینۃ ستۃ عشر شہرا ثم صرف الی الکعبۃ
یعنی تھے رسول اللہ صلعم نماز پڑہتے تہے اور وہ مکہ مین تہے بیت المقدس کی طرف اور
کعبہ سامنے اونکے ہوتا تہا اور بعد ہجرت کے مدینہ کی طرف بہی پہر پہر گئے کعبہ کی طرف"
اور قسطلانی مین حدیث ابن عباس رض مسند امام احمد رض سے نقل کی ہے انہ صلی اللہ علیہ

وسلم کان یصلی بمکۃ نحو بیت المقدس والکعبۃ بین یدیہ یعنی وہ صلی اللہ علیہ وسلم تھی وہ نماز پڑھتے تھے مکہ مین طرف بیت المقدس کے اور کعبہ سامنے اونکے ہوتا تھا" اور حدیث طبری کے طریق ابن جریج سے نقل کی ہے قال اول ما صلی الی الکعبۃ ثم صرف الی بیت المقدس وہو بمکۃ فصلی ثلث حجج ثم ہاجر فصلی الیہ بعد قدومہ المدینۃ ستۃ عشر شہرا ثم وجہہ اللہ تعالے الی الکعبۃ یعنی اول نماز پڑہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ کی طرف پہر پہر گئے بیت المقدس کی طرف اور وہ مکہ مین تھے پس پڑہی اونہون نے نماز تین حج (یعنی تین سال) پہر ہجرت کی پس نماز پڑہی بیت المقدس کیطرف بعد پہونچنے مدینہ کے سولہ مہینے پہر متوجہ کردیا اونکو اللہ نے طرف کعبہ کی" ان حدیثون سے ثابت ہے کہ قبل از ہجرۃ پیغمبر خدا صلعم مکہ مین ابتدا مین کعبہ کیطرف اور بعد کو بطرف بیت المقدس کے نماز پڑہتے تھے اور سید الطائفہ جو یہ لکھتے ہین کہ بطور ایک امر لازمی کے الخ جب ہمنے سمت قبلہ کو ثابت کردیا تو اس بات کا ثابت کرنا ذمہ سید الطایفہ کے ہے کہ استقبال اوس سمت کا لازمی نہ تہا اگر اونکے پاس کوئی دلیل لازمی نہونے کی ہو تو پیش کرین ورنہ ظاہر حال مقتضی لازمی ہونے کا ہے مگر اون سے عدم لزوم ہرگز ثابت نہوسکیگا اور یہ جو کہتے ہین کہ ہر طرح پر قیاس و قرینہ مقتضی اسکا ہے (الی قولہ) کوئی سمت قبلہ کی اختیار نہین کی یہہ ایک غلط بات ہے وہ کونسا قرینہ ہے کہ جو اونکے اس قول کی صحت پر دلالت کرتا ہے بغیر تصریح قرینہ کے ایک بات کہدینی نہایت بے قرینہ بات ہے اور وہ کونسا قیاس فاسد ہے جسپر اونکا یہ دعوی مبنی ہے اول سے آخر تک دیکھہ لو ایک بات بہی صحیح نہین طبعزاد جہوٹی باتین بنا رہے ہین امور عارضی کو طبعی بتاتے ہین بے قرینہ خلاف قیاس امور کو با قرینہ و قیاس ٹہہراتے ہین اور اسی بنا غلط پر قول آیندہ کو مبنی کرتے ہین قال

جبکہ حضرت مکہ سے مدینہ مین تشریف لے گئے وہان یہودی کثرت سے تہے اور اونکی
نماز بہی قریبًا قریبًا اسی قسم کی تہی جیسے مسلمانون کی تہی تو بالطبع آنحضرت کو اوسی طرف متوجہ
ہوکر نماز پڑہنے کی رغبت ہوئی جسطرف یہودی متوجہ ہوکر نماز پڑہتے تہے **قلت**
یہہ قول کئی وجہ سے صریح البطلان ہے (اول) یہ کہ بناء اس قول کی اسپر ہے کہ مکہ معظمہ
مین آنحضرت صلعم نے کوئی سمت قبلہ کی اختیار نہین کی تہی حالانکہ اس کو ہم قول سابق
مین غلط ٹہہرا چکے ہین اور ثابت کر چکے ہین کہ پیغمبر صلعم کئی برس پیشتر ہجرت سے مکہ معظمہ
مین بیت المقدس کیطرف نماز پڑہتے تہے اور یہ بات نہ تہی کہ مکہ معظمہ مین تو اور طرف
موہنہ کرکے نماز پڑہتے تہے اور بمجرد پہونچنے مدینہ منورہ کے بیت المقدس کی طرف
موہنہ کرکے نماز شروع کی (دوم) یہہ کہ ہرجگہ سید الطائفہ لفظ بالطبع کا زبان پر
لاتے ہین مگر معلوم ہوتا ہے کہ ابہی تک امور طبعی اور غیر طبعی مین اونکو تمیز ہی نہین صریح
قرآن مجید مین ہے کہ ماجعلنا القبلۃ التی کنت علیہا الا لنعلم من یتبع الرسول ممن ینقلب
علی عقبیہ یعنی نہین ٹہہرایا تہا ہمنے اوس قبلہ کو جسپر تو تہا (یعنی بیت المقدس کو) مگر
اسلئے کہ جان لین ہم اوس شخص کو جو اتباع کرتا ہے رسول کی اوس شخص سے جو پلٹ جاتا
ہے اپنی ایڑیون پر" اس سے ظاہر ہے کہ توجہ بیت المقدس کی طرف بسبب رغبت
طبعی آنحضرت صلعم کے نہ تہا بلکہ بموجب حکم الٰہی کے تہا بالطبع حضرت کو رغبت نہ تہی
آیہ شریفہ قد نری تقلب وجہک فی السماء فلنولینک قبلۃ ترضاہا فول وجہک شطر
المسجد الحرام یعنی تحقیق ہم دیکہتے ہین تیرے موہنہ کا پہرنا آسمان کیطرف پس پہیر دینگے
ہم تجہکو اوس قبلہ کی طرف جسکو تو پسند کرتا ہے پس پہیر دے موہنہ اپنا طرف مسجد حرام
کے" صحیح بخاری مین براء بن عازب رضہ سے روایت ہے کان رسول اللہ صلعم صلی نحو

بیت المقدس ستة عشر شهرا او سبعة عشر شهرا وکان رسول اللہ صلعم یحب ان یوجہ
الی الکعبة فانزل اللہ عزوجل قد نری تقلب وجہک فی السماء فتوجہ نحو الکعبة الحدیث براء
بن عازب الضاری اوسی مدنی ہین بعد تشریف لیجانے حضرت صلعم کے مدینہ مین اسلام لائے
یہ روایت کرتے ہین کہ تھے رسول اللہ صلعم کہ نماز پڑھی اونہون نے بیت المقدس کیطرف
سولہ یا سترہ مہینے (یعنی مدینہ مین) اور دوست رکھتے تھے اسکو کہ متوجہ کیے جاوین بطرف
کعبہ کے پس نازل کی اللہ عزوجل نے یہ آیۃ قد نری تقلب وجہک فی السماء پس
متوجہ ہوئے بطرف کعبہ کے،، اس سے صاف ثابت ہے کہ بالطبع رغبت جناب
رسالتمآب کی ابتدا تحویل سے بطرف بیت المقدس کے یہی تھی کہ بطرف کعبہ کے توجہ کرائی
جاوے مگر باتباع حکم بیت المقدس کیطرف نماز پڑہتے تھے پس یہ بات کیونکر ہوسکتی ہے
کہ راضی تو ہون کعبہ سے اور اوسکی طرف متوجہ ہونے کو دوست رکھین اور بالطبع رغبت
ہو بطرف توجہ بیت المقدس کے یہ بات تو بجز کسی مجنون یا فاتر العقل کے کوئی بھی نہین کہہ سکتا
قال بلاشبہ مشرکین کو یہ امر شاق گذرا ہوگا لیکن بیت المقدس کیطرف متوجہ ہوکر نماز
پڑہنے مین ایک بڑی حکمت یہ تھی کہ مشرکین مین سے جو لوگ منافق تھے وہ اصلی ایمان
والون سے بالکل ممیز ہوجاتے تھے یہی بات خدائی تعالے نے بھی فرمائی ہے کہ ماجعلنا
القبلة التی کنت علیہا الا لنعلم من یتبع الرسول ممن ینقلب علی عقبیہ **قلت** یہ بھی محض
ناواقفی ہے سید الطائفہ کی حالات اسلام سے اسلئے کہ یہ امر ہم ثابت کرچکے ہین کہ تحویل بطرف
بیت المقدس کے مکہ معظمہ مین ہوئی ہے اور اوسوقت تک کوئی شخص منافق نہ تھا یا تو خالص
مسلمان تھے یا خالص مشرک تھے اور عقل بھی اسکی مقتضی ہے کیونکہ نفاق تو بسبب کسی قسم کے
خوف یا نظر کسی فایدہ کے ہوسکتا ہے ہرگاہ کہ مکہ مین قبل از ہجرت مسلمان ہی جو چند آدمی گنے چنے

تھے خود خلیف اور ہراسان سخت پریشانی مین تھے پس ایسے وقت مین ایسے مقام پر منافق ہونا
کسیکا صریح خلاف عقل ہے ہان یہ بات تھی کہ بسبب ظہور معجزات اور راستی آنحضرت صلعم اور
دعوت کی بطرف دین ابراہیمی اور اسمعیلی کے اکثر لوگ اسلام کی طرف میل کرتے تھے اور
آنحضرت صلعم کی طرف سے بھی کسیقدر مداہنہ اور میلان چاہتے تھے چنانچہ صاف سورہ
(ن) مین واقع ہے وددوا لو تدہن فیدہنون یعنی دوست رکھا مشرکین نے اس بات کو
کہ اگر تو اونسے مداہنت کرے تو وہ بھی مداہنت کرین مگر جب بعض ایسے ایسے امور کہ
جنکو وہ خلاف طریقہ ابراہیمی اپنے زعم مین سمجھتے تھے وقوع مین آتے تھے تو اوسکے
سبب سے وہ اپنے میلان سے پھر جاتے تھے پس ظاہر حال مقتضی اسکا ہے کہ یہ آیۃ ایسی
ہی لوگون کی شان مین ہے نہ منافقین کے کیونکہ منافقین کا تو وجود ہی اوسوقت تک
نہ تھا اور حکمۃ کاملہ مقتضی اسکی ہوئی کہ ایسی حالت مین ایسے ہی لوگ مسلمان ہون کہ بہت
استقامت کے ساتھہ اتباع رسول اللہ صلعم کی کرین اور ایسی حالت مین اونکے شریک
رہین اور ہر طرح کی تکلیف مشرکین کے ہاتھہ سے اوٹھاوین اور اتباع رسول سے نہ
پھرین اور جو لوگ کہ مذبذب ہین وہ ٹھیک رہین اور مومنین مین شامل نہون کہ ایسی حالت
مین ایسے لوگون کا شمول باعث فسادات چند در چند کا ہے دیکھو ایک ضعیف الایمان نے
کہ فی الواقع منافق تھا ضعف ایمان کے سبب سے تھوڑے سے مال کی طمع مین آکر
حضرت عیسی علیہ السلام کے پکڑوانے مین کیا حرکت کی **قال** مدینہ مین اور اوسکے گرد
و نواح مین کثرت سے یہودی رہتے تھے اور اونہون نے بھی اسلام کی طرف رغبت
ظاہر کی چنانچہ چندے دل سے اسلام کو برحق جانا اور بہت سے ایسے تھے جو بطور
منافقون کے مسلمانون کے ساتھہ شریک ہوتے تھے **قلت** یہودیون مین

ایسا کوئی نہ تہا کہ منافقانہ مسلمانون کے ساتہہ شریک ہوتا ہو یہ بہی سید الطائفہ کی غلط بیانی ہے اگر وہ سچے ہین تو اون بہتون مین سے پانچ چہہ کے نام بیان کرین ورنہ یہہ قول اونکا محض مغالطہ ہے **قال** پس جو ضرورت منافقین مشرکین کو اصلی ایمان والون سے ممیز کرنے کے پیش آئے تہے وہی ضرورت منافقین یہود کو اصلی ایمان والون سے ممیز کرنے کی پیش آئی **قلت** جتنے جملہ اس قول مین لکہے ہین سب غلط ہین ہم پیشتر لکہہ چکے ہین کہ بروقت تحویل قبلہ کے بیت المقدس کیطرف کوی منافق نہ تہا اور لنعلم من یتبع الرسول ممن ینقلب علی عقبیہ کا مطلب یہ ہے کہ مشرکین مکہ مین سے جو لوگ ایسے تہے کہ میل تو اسلام کی طرف کرتے تہے مگر خوب مضبوطی اور استقامت کے ساتہہ مائل نہ تہے وہ لوگ ٹہٹک رہین پس جب ہجرۃ مدینہ کے بعد سولہہ سترہ مہینے گذر گئے اور وہ حالت بدلگئی تو اوسی قبلہ کیطرف جو اس تحویل بیت المقدس سے پیشتر تہا نماز پڑہنے کا حکم نافذ ہوا اگر تحویل کعبہ کی طرف بہی یہی ضرورت ہوتی تو بیشک ویسا ہی کہ بہ نسبت تحویل بیت المقدس کے فرمایا ہے کہ لنعلم من یتبع الرسول ممن ینقلب علی عقبیہ تحویل کعبہ کیطرف بہی ایسا ہی فرمایا جاتا لیکن چونکہ اسکی نسبت ایسا نہین فرمایا گیا تو صاف ظاہر ہوا کہ قول سید الطائفہ کا بالکل غلط ہے اور چونکہ نہ قران مجید سے نہ کسی خبر سے یہ بات ثابت ہے کہ تحویل بطرف کعبہ کے واسطے تمیز کے درمیان مومنین اور منافقین کے فرمائی گئی ہے پس قول سید الطائفہ محض بے اصل اور صاف بناوٹ اور بنا بر فاسد علی الفاسد ہے **قال** ہر ایک شخص ظاہر داری کے لئے دوسرے مذہب کی جسکو وہ حق نہین سمجہتا جہوٹی باتون مین منافقانہ طور پر شریک ہوسکتا ہے لیکن کسی ایسی بات مین جو ایک امر عظیم ہو اور خاص عبادت سے علاقہ رکہتا ہو اور ایک مذہب کو چہوڑ کر دوسرے مذہب

مین داخل ہونے کے بطور ایک نشانی کی ہو اوسکو بطور ایک نفاق کے ادا کرنے مین بالطبع
نفرت و پرہیز کرتا ہے اور جب تک کہ دل سے اوس دوسرے مذہب کو نہ قبول کرلیا ہو اوسوقت
تک اوسکو ادا نہین کرتا اسلئے آنحضرت کو فکر ہوئی کہ سمت قبلہ کو تبدیل کیا جاوے اور اسپر
خدا سے وحی آئی کہ کعبہ کی سمت قبلہ بدل دو اسی کی طرف خدا نے اشارہ کیا ہے جہان
فرمایا ہے قد نری تقلب وجہک فی السماء فلنولینک قبلۃ ترضاہا فول وجہک شطر المسجد
الحرام **قلت** قولہ ہر ایک شخص (الی قولہ) ادا نہین کرتا یہہ مقدمات ہین کہ جنپر
اونہون نے وہ نتیجہ متفرع کیا ہے جو (اسلئے) سے آخر تک ہے سو ہم مقدمات مین تو
اس سبب سے زیادہ تر کلام نہین کرتے کہ سید الطایفہ نے اونکو امور طبعی اہل نفاق کا
قرار دیا ہے اور امور طبعی اس قسم کے باطنی ہوتے ہین اور امور باطنی منافقین کا حال اوسی
شخص کو بخوبی معلوم ہوتا ہے جسکی طبیعت مین نفاق ہو پس جسقدر کہ طبیعت اور باطن سے
تعلق رکہتا ہے اوسکا حال تو سید الطایفہ کو ہی خوب معلوم ہوگا مگر جو امور کہ ظاہر ہین
اوسمین ہم کلام کرتے ہین ہم نے اوپر لکہا ہے کہ یہود مین سے منافق ہونا کسی شخص کا ثابت
نہین ہوتا اور سید الطایفہ کی طرف سے کچہ ثبوت اوسکا پیش نہین ہوا اور جب تک
ثبوت اوسکا نہو تب تک یہ کہنا کہ (اسلئے آنحضرت کو فکر ہوئی الخ اور اسی طرف خدا
نے اشارہ فرمایا ہے الخ) بنا فاسد علی الفاسد اور محض توہم پرستی ہے اور اگر یہ امر
فرض بہی کرلیا جاوے کہ یہودیون مین سے بعض لوگ منافق تہے تب بہی اسکا کیا ثبوت
ہے کہ آنحضرت کو فکر ہوئی اور کس چیز کی فکر ہوئی اور کیون فکر ہوئی آیا تمیز منافقین
کی فکر ہوئی اگر یہ بات ہے تو محض غلط ہے اسلئے کہ جناب رسالتمآب کو اکثر کا حال
اونکی عادات اور باتون سے معلوم ہوگیا تہا چنانچہ قرآن سے یہ بات ثابت ہے فلعرفتہم

بسیاہم ولنعرفنہم فی لحن القول علاوہ بران تحویل کعبہ کو وجہ تمیز کی درمیان منافقین اور مومنین قرار دینا اوسوقت صحیح ہوسکتا ہے کہ فی الواقع کسی منافق نے بطرف کعبہ کے نماز پڑہنے سے انکار کیا ہو جسطرح پر بعض مشرکین نے رکوع کرنے سے انکار کیا تہا جسکا ذکر اوپر ہوچکا حالانکہ یہہ بات بہی ثابت نہین بلکہ برخلاف اسکے ثابت ہے کہ برابر منافقین مومنین کے ساتہہ نماز کو آتے تہے خود قران مجید سورہ براءۃ سے یہ بات ثابت ہے لایاتون الصلوٰۃ الا وہم کسالی اور نہین آتے ہین وہ منافقین نماز کو مگر کسل سے" پہر سورۂ نساء مین ہے واذا قاموا الی الصلوٰۃ قاموا کسالی یراءون الناس ولا یذکرون اللہ الا قلیلا یعنی جب کہڑے ہوتے ہین منافقین نماز کو تو کہڑے ہوتے ہین کسل سے دکہلاتے ہین آدمیون کو اور نہین یاد کرتے ہین خدا کو مگر کمتر" کیا سید الطائفہ کے نزدیک یہ بات ہے کہ جب وہ منافقین نماز کو آتے تہے تو برخلاف مومنین کعبۃ المقدس کیطرف منہہ کرکے نماز پڑہا کرتے تہے اگر ایسا ہوتا تو وہ لوگ منافق کیون قرار پاتے اسصورت مین تو وہ مجاہر بالکفر ٹہہیرتے اور بجای یراءون الناس الآیۃ کے یہ فرمایا جاتا کہ لایستقبلون قبلتکم اور اگر ایسا ہوتا تو ہر ایک شخص کو اونکے نفاق کا حال معلوم ہوجاتا حالانکہ قران مجید مین ہے ومن حولکم من الاعراب منافقون ومن اہل المدینۃ مردوا علی النفاق لا تعلمہم نحن نعلمہم یعنی تمہاری نواح مین بعض دیہات کے آدمی منافق ہین اور بعض اہل مدینہ سے نفاق کے خوگر ہوئے ہین تو نہین جانتا اون کو ہم اونکو جانتے ہین اور یہ آیۃ سورۂ توبہ مین ہے جو بہت بعد تحویل قبلے سے نازل ہوئی ہے پس صاف ظاہر ہوا کہ تحویل قبلہ کی بطرف مسجد حرم کے نہ واسطے تمیز منافقین کے تہی نہ اوس سے کچہ تمیز حاصل ہوئی اور جسقدر سید الطائفہ نے تمہید واسطے حاصل کرنے نتیجہ تمیز کے اوٹہائی ہے چونکہ نتیجہ تمیز کا اوسسے حاصل نہین ہوا پس معلوم ہوا کہ وہ سب تمہید

محض سخن سازی اور بناوٹ اور مغالطہ ہے ہمکو سید الطائفہ کی عقل پر نہایت تعجب ہے کہ
ایسی باتین بدیہی البطلان لکھتے ہین کہ جنکو کوئی صاحب عقل باور نہین کرسکتا سب سے زیادہ
علامت اسلام کی شہادت تصدیق رسالت محمد صلعم کی ہے جب کہ منافقین کلمہ شہادت
علی رؤس الاشہاد زبان سے کہتے تہے اور اوسکو قسم کے ساتھہ موکد کرتے تھے اذا
جاءک المنافقون قالوا نشہد انک لرسول اللہ واللہ یعلم انک لرسولہ واللہ یشہد
ان المنافقین لکاذبون اتخذوا ایمانہم جنۃ الآیۃ اور تحویل قبلہ کسیطرح پر اسے زیادہ متصور
نہین پس کون شخص صاحب عقل ہے کہ اسپر یقین کرسکتا ہے کہ وہ امر عظیم کی جو بنا رمخالفت
یہود اور اہل اسلام کے ہے بتاکید تمام قایل ہون اور تحویل قبلہ مین مخالفت کرین اور
مصداق اس مثل مشہور کا اپنے آپ کو بنادین کہ ہربت من المطر وقفت تحت المیزاب
مگر کیا کیجئے کہ ہوا رنفسانی سید الطائفہ نے اونکی عقل پر بھی پردہ ڈال دیا ہے کما قال
ع انارۃ العقل مکسوف بطوع ہوی **قال** بیت المقدس اور بیت الحرام دونون مسجدین
تہین اور دونون مین کسیکی طرف موںہہ کرکے نماز پڑہنا برابر رہتا **قلت** اگر سبب قبلہ
ٹہہرانے کا سید الطائفہ کے نزدیک صرف مسجد کا ہونا ہے تو بہت مسجدین تہین خصوصیت
مسجد مقدس اور مسجد حرام کی کیون کرتے ہین کیون نہین کہتے کہ ہر ایک مسجد کی طرف موںہہ
کرکے نماز پڑہنا برابر ہے اور اگر قبلہ ٹہہرانا کسی مسجد ومقام کا منحصر اوپر حکم الٰہی کے ہے
جیسا کہ ہم اوپر لکھہ چکے ہین تو یہ قول سید الطائفہ کا صریح غلط ہے جب تک حکم قبلہ ٹہہرانے
بیت اللہ کا رہتا تب تک وہی قبلہ رہا جب تحویل بیت المقدس کا حکم ہوا تب بیت المقدس
کی طرف نماز پڑہی گئی پہر جب حکم تحویل قبلہ کا بطرف بیت اللہ کے ہوا اوسطرف کو نماز
پڑہی گئی ہر زمانہ مین دونون مسجدین واسطے قبلہ ٹہہرانے کے برابر نہین تہین **قال** مگر

ایسا کرنے سے منافقین یہود کی اصلی ایمان والون سے تمیز ہوگئی **قلت** کیا تمیز ہوگئی کسی منافق یہودی نے (اگر فرض کیا جاوے کہ کوئی یہودی منافق تہا) قبلہ کی طرف نماز پڑہنے سے انکار کیا اسیکا ثبوت تو ہم سید الطایفہ سے مع ثبوت نفاق کسی یہودی کے برابر طلب کرتے ہین جہوٹا دعوی تو برابر کرتے چلے آتے ہین مگر ثبوت پیش کرنے سے بالکل عاجز ہین اور ہمنے اونکے اس دعوی کا بطلان حسب اطمینان قران مجید سے ثابت کردیا **قال** یہ امر ایک ایسا حمیہ قرار پایا کہ آنحضرت نے فرمایا کہ من استقبل قبلتنا فہو مسلم یعنی جس شخص نے ہمارے قبلہ کی طرف نماز پڑہی وہ مسلمان ہے **قلت** بے سند اپنے دل سے بات بناکر یا کسی حدیث مین تحریف کرکر یہ کہدینا کہ آنحضرت نے ایسا فرمایا سخت گناہ اور علامت نفاق کی ہے ہم سید الطایفہ سے مطالبہ کرتے ہین کہ اونہون نے یہ حدیث کہ جسمین صرف یہی الفاظ ہین کہ من استقبل قبلتنا فہو مسلم کس کتاب سے نقل کی ہے عنایت فرماکر ہمکو بہی اوسی اطلاع دین پہر ہم یہ کہتے ہین کہ منافقین مین زیادہ تر تو مشرکین ہی تہے اور آیات قران مجید جو ہمنے اوپر نقل کی ہین اونسے ثابت ہے کہ وہ بہی نماز کو آتے تہے اور سید الطایفہ کی تحریر سے ظاہر ہے کہ اونکو بیت المقدس کی طرف تحویل شاق گذری تھی الخ مگر جب تحویل بطرف بیت اللہ کے ہوئی تو بایقین وہ بہی بطرف بیت اللہ ہی کے نماز پڑہتے تھے پس سید الطائفہ کی اس تقریر پر لازم آیا کہ وہ بہی مومن خالص ہون حالانکہ اونکو منافق تسلیم کیا گیا ہے سید الطایفہ کی اس قسم کی باتون پر نہایت تعجب ہوتا ہے جو بات کہین گے ایسی ہی کہینگے کہ یا تو بدیہی البطلان ہو یا مستلزم اجتماع الضدین کے ہو ؎

مرو نادان در سخن باشد دلیر ۔ زانکہ آگہ نیست از بالا و زیر **قال** یہ امر ایسا ہے کہ جب تک کوئی یہودی دل سے مسلمان نہ ہوگیا ہو بیت المقدس چہوڑ کر کعبہ کی طرف نماز پڑہنے پر

بالطبع اوسکو جرارت نہین ہوسکتی **قلت** بڑا تعجب ہے کہ شہادت تصدیق رسالت محمد صلعم پر جو تمامتر بنا بر اختلاف یہودیت اور اسلام کے ہے اوسپر تو جرارت ہوسکتی ہے اور کعبہ کی طرف نماز پڑہنے پر جرارت نہین ہوسکتی ؎ شبہ برین عقل و گر نیش کہ تراست ہم دریافت کرتے ہین کہ شہادت تصدیق رسالت جناب پیغمبر صلعم اون لوگونکی طرف سے بالطبع تھی یا صرف نکہانے ہی کے واسطے تھی اگر بالطبع تھی تو اونکو منافق کیون کہتے ہین اور اس حالت مین کیا وجہ ہے کہ شہادت تو بالطبع ہو اور تحویل کعبہ کی طرف بالطبع نہو اور اگر وہ بالطبع و رغبت نہ تھی تو کیا چیز مانع اسکی تہی کہ استقبال قبلہ بھی بالطبع و رغبت نہ ہو اور جب وہ برابر مومنین کے ساتھہ نماز کعبہ کی طرف پڑہتے تہے تو استقبال کیونکر باعث تمیز مومنین و منافقین مین ہوسکتا ہے بہرحال جو کچہ سید الطایفہ لکہتے ہین صرف بناوٹ اور سخن سازی ہے ایک بات بھی ٹہکانے کی نہین سمجہ لیا ہے کہ چند جاہل طالب دنیا ہمارے پیرو ہو رہے ہین اونکو دین سے کچہ سروکار نہین جو کچہ ہم لکہدینگے اوسکو تسلیم کر لینگے اور دین سے کچہ غرض و مطلب نہین اب ہم اوس حدیث کو بھی جسمین سید الطایفہ نے تحریف کرکے ایک جملہ اوسکا لکہدیا ہے جامع محمد بن اسمعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہین اور اوسکا مطلب بھی بیان کرتے ہین۔

من صلی صلوتنا و استقبل قبلتنا و اکل ذبیحتنا فذلک المسلم الذی لہ ذمۃ اللہ و ذمۃ رسولہ فلا تخفروا اللہ فی ذمتہ یعنی جس نے ہماری سی نماز پڑہی اور استقبال ہمارے قبلہ کا کیا اور ہمارا ذبیحہ کہایا پس وہ مسلم ہے ایسا کہ اوسکا ذمہ ہے اللہ اور اللہ کے رسول کا پس نہ خیانت کرو اللہ کے ذمہ مین اس حدیث کا مطلب یہ نہین کہ وہ شخص مسلم خالص ہے بلکہ غرض یہ ہے کہ اوسپر احکام مسلمانون کے جاری ہونگے اگر منافق ہے تب بھی مالہ و ما علیہ مین وہ مثل مسلمانون کے ہے چنانچہ یہ امر اور کئی حدیثون سے جو اسی مضمون کی ہین واضح ہے

امرت ان اقاتل الناس حتی یقولوا لا الہ الا اللہ وصلوا صلوتنا واستقبلوا قبلتنا وذبحوا
ذبیحتنا فقد حرمت دمارہم واموالہم الا بحقہا وحسابہم علی اللہ یعنی امر کیا گیا ہون مین اسکا
کہ مقابلہ کرون آدمیون سے تا آنکہ وہ کہین لا الہ الا اللہ اور پڑہین ہماری نماز اور استقبال
کرین ہمارے قبلہ کا اور ذبح کرین ہمارا ذبیحہ پس جب ایسا کرین تو حرام کیا گیا اونکا خون
اور مال مگر ساتھہ حق کے اور حساب اونکا خدا پر ہے یعنی ظاہری یہ احکام ہین اور باطن کا محاسبہ
خدا پر ہے پہر اور حدیث مین ہے کہ سال میمون بن سیاہ انس بن مالک قال یا ابا
حمزۃ ما یحرم دم العبد وماله فقال من شہد ان لا الہ الا اللہ واستقبل قبلتنا وصلی صلاتنا
واکل ذبیحتنا فہو المسلم الذی له ما للمسلم وعلیه ما علی المسلم میمون بن سیاہ نے انس
بن مالک رض سے پوچہا کہ اے ابو حمزہ کیا چیز حرام کر دیتی ہے بندہ کے خون اور مال کو کہا انس بن مالک رض نے
کہ جس نے شہادت دی کہ لا الہ الا اللہ اور استقبال کیا ہمارے قبلہ کا اور پڑہی ہماری سی نماز
اور کہایا ہمارا ذبیحہ تو وہ مسلم ہے ایسا کہ اوسکے لئے ہے جو مسلم کے لئے ہے اور اوسپر ہے جو
مسلم پر ہے یہہ تینون روائتین صحیح بخاری مین انس بن مالک سے ہین اور ان سب سے یہی
بات ثابت ہے کہ جس نے یہ باتین قبول کین گو کہ منافق ہی ہو مالہ وما علیہ جو سب مسلمانون پر
ہین اوسپر بہی ہین چنانچہ یہی برتاؤ آنحضرت صلعم کے عہد مین منافقین کے ساتہہ رہا پس
ان احادیث کا مطلب یہ نہین کہ یہ امور جو ان احادیث مین مذکور ہین علامتین ہین واسطے
تمیز منافق اور مومن خالص کے اگر ایسا ہوتا تو چونکہ سب منافقین کلمہ شہادت بہی کہتے
تہے سب مسلمانون کے ساتہہ نماز بہی ہمارے ہی قبلہ کی طرف پڑہتے تہے ذبیحہ بہی مسلمانونکا
کہاتے تہے مومن خالص ہوتے حالانکہ منافق تہے پس (اول) تو سید الطایفہ نے حدیث
کی نقل مین تحریف کی (ثانیا) مطلب اوسکا بالکل نہین سمجہے پہر ہم دریافت کرتے ہین کہ سید الطایفہ

کے نزدیک منافقین بعد تحویل قبلہ کے بطرف کعبہ کے نماز پڑہتے تھے یا نہین اگر پڑہتے تھے تو یہ سب تمہیدات اور سب اقوال اونکے غلط اور لغو ہو گئے اور اگر نہین پڑہتے تھے تو بالضرور آنحضرت صلعم اونکے ساتھہ مقاتلہ کرتے جیسا کہ حدیث مذکورہ سے ثابت ہوتا ہے حالانکہ کسی منافق کو نہ قتل کیا نہ کسی کے ساتھہ مقاتلہ کیا پھر احادیث مین سوائے استقبال قبلہ کے اکل ذبیحہ بھی ہے پس سید الطایفہ کے قول پر لازم آیا کہ اکل ذبیحہ مسلم بھی علامۃ خلوص اسلام ہووے حالانکہ نہ یہ علامۃ خلوص اسلام کی ہے نہ سید الطایفہ اسکے قایل ہین **قال** اسی نشان کے قایم اور مستحکم رہنے کو خدا نے یہ حکم دیا کہ جہان کہین تم ہو اور جہان کہین جاؤ تو کعبہ ہی کی طرف مونہہ کرکے نماز پڑہو **قلت** ہمارے دلایل مذکورۂ بالا سے یہ امر خوب ثابت ہوگیا ہے کہ سید الطایفہ کا جو یہ زعم ہے کہ تحویل قبلہ واسطے تمیز کے درمیان منافقین یہود اور اہل اسلام کے تہی بالکل باطل اور صرف بناوٹ اور مغالطہ ہے چونکہ یہ قول اونکا اوسی بناء فاسد پر مبنی ہی اسلئے بنا رفاسد علی الفاسد ہے **قال** مگر سمت قبلہ قرار دینے مین ایک بڑا نقص یہ لازم آتا ہے کہ لوگون کے خیال مین یہ بات جمتی ہے کہ اس سمت کو یا اوس مکان کو جو سمت کے لئے مخصوص کیا گیا ہے خدا کی ذات سے کوئی خاص خصوصیت ہے اور اوس سمت مین یا اوس مکان مین بالتخصیص خدا ہے **قلت** ہم پیشتر لکھہ چکے ہین کہ بداہت عقل صاف حکم کرتی ہے کہ معبود اور ہے اور معبد دوسری چیز ہے اور قبلہ عبادت اور شئی ہے اسیطرح پر دلایل عقلی ونقلی سے یہ امر ایسا واضح ہے کہ مثل امر بدیہی کے ہے کہ اللہ تعالے جسم وجہات سے منزہ ہے پس سمت قبلہ کے قرار دینے مین تو کوئی نقص لازم نہین آتا اگر نقص ہے تو صمد کی سمجہ مین نقص ہے باقی رہا حال خصوصیت کا تو یہ تو خود ظاہر ہے کہ

جملہ کائنات عالم پر تو وجود اوسی ذات جامع صفات کا ہین اور ہر شئے کو ایک تعلق خاص
ہے صفات جمالی اور جلالی سے بلکہ یون سمجھنا چاہیے کہ ہر فرد کے ہر ایک جزو کو ایک ایسی خصوصیت
ہے کہ دوسرے جزو کو نہین مثلاً ایک فرد انسان ہی فرض کرو تو اوسکی آنکھ کو جو خصوصیت ہے
کان کو یا اور اجزا کو نہین اسیطرح پر کل ہے سب اجزا کا پس خصوصیت کسی جزو کی تو کسیطرح پر
موہم شرک کی نہین ہوسکتی پس اگر اوس سمت کو اور اوسکے محاذات جانب علوہ وسفل مین جو کچھ ہے
اوسکو کچھ خصوصیت ہو تو اسمین کوئی قباحت نہین **قال** اور جسطرح کہ مشرکین اپنے بتون اور معبودن
کو سمت قبلہ بناتے ہین اور جسطرح کہ مسلمانون نے سمت قبلہ ٹھیرایا ہے ان دونون کے فرق کو
بخوبی سمجھا دیا ہے اور ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ مشرکین کی سمت قبلہ اور مسلمانون کی سمت قبلہ مین
کیا فرق ہے **قلت** مشرکین اپنے بتون اور معبودن کو ہرگز قبلہ نہین بناتے تھے اور
نہ بناتے ہین مشرکین عرب اور مشرکین زمانہ نوح اور زمانہ دیگر انبیاء رعم کا حال تو توریۃ
اور کتب انبیاء اور انجیل سے ثابت ہے کہ وہ اپنے اصنام کو (آلہ) یعنی معبود قرار دیتے
تھے نہ قبلۂ عبادت اور حال زرتشتیون کا کتاب ادستاسی جو بلدۂ بمبئی مین چھپی ہے ظاہر
ہے کہ وہ تمامتر پرستش آفتاب اور کواکب اور آگ کی کرتے تھے اور کرتے ہین جسقدر خشوع
وخضوع اور کلمات اوسکے ہین سب اونہین چیزون سے متعلق ہین جنکو اونہون نے اپنا معبود
ٹھیرا رکھا ہے صفحہ ۱۰ پر خود سید الطائفہ نے حال اگہر مشرکین یونان اور زرتشتیون کا
لکھا ہے بت پرستان ہند کا حال سب جانتے ہین کہ وہ اپنے بتون یا اوتارون یا دیوتون
کو اصلا قبلۂ عبادت نہین ٹھیراتے بلکہ خود اونہین کی یا اونکی تصویرون اور مورتون کی
پرستش کرتے ہین ہری عبادت اونکی سندھیا ہی جو تین مرتبہ دن مین سورج کے سامنے ادا
کی جاتی ہے اوسمین جو منتر گایتری پڑھا جاتا ہے اوسمین بالکل پرستش آفتاب کی ہے اور

اوسمین تمام خشوع وخضوع آفتاب ہی کے لئے ہے (دیکھو جلد دوم سوط الدیان صفحہ ۱۹۶ سے تا ۲۱۴) رگھبید کا ترجمہ جو بلدہ دہلی مین ۱۸۳۲ء مین چھپا ہے اوسکو دیکھ لیجئے بجز عناصر اور آفتاب وکواکب کے اور کسی کی پرستش نہین دیکھو فہرست بت پرستی مصرحہ (کیفر کردار) ابتک کسی ہندو نے یہہ بات نہین کہی تھی کہ ہم اپنے بتون کو قبلہ عبادت نہین بناتے ہین نہ معبود مگر ۱۲۷۳ھ اور اوسکے بعد جو مباحثہ مذہبی ہنود اور اہل اسلام مین ہوا اور الزام بت پرستی کا مذہب ہنود پر عاید ہوا تو ابتداءً یہ بات لالہ اندرمن مراد اباوی نے بنائی تھی اور پھر پنڈت دیانند سرستی اسکے قائل ہوئے تھے مگر چونکہ بے اصل بات تھی کچھ بن نہ سکی اور بناوٹ اوسکی صفحات سوط الدیان اور کیفر کردار اور بعض تحریرات مولانا محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہ سے جو مباحثہ پنڈت دیانند سرستی مین تحریر فرمائی ہین ثابت ہوگئی ظاہر اسید الطائفہ جو بتون اور معابد بت پرستون کو قبلہ عبادت قرار دیتے ہین اسمین اتباع پنڈت دیانند سرستی کا کرتے ہین ورنہ درحقیقت بت اور معابد مشرکین کی خود اونہین کی زعم کے مطابق اونکے معبود ہین قبلہ عبادت نہین سید الطائفہ نے یہان بھی بڑی غلطی کی ہے اور اگر فرض کیا جاوے کہ بت پرست لوگ اپنے بتون کو قبلہ عبادت سمجھتے ہین تو بھی سید الطائفہ جو یہہ لکھتے ہین کہ اس آیت نے درمیان قبلہ مسلمانون اور بت پرستون کے فرق بتادیا یہہ صحیح نہین ہوسکتا اسلئے کہ ہنود اکثر اسکے قائل ہین کہ اللہ تعالے (ان بتون مین یا دیوتون مین حلول کیا ہے اور اکثر اسکے قائل ہین کہ موثر حقیقی اور علۃ تامہ سب چیزون کے یہی اصنام ہین جسطرح پر فرقہ نیچریہ اسکے قایل ہین کہ اسباب ہی موثر وعلۃ تامہ ہر چیز کے ہین اور اکثر ہنود اسکے قائل ہین کہ اوتار اونکے مثل کرشن اور راجہ رامچندر وغیرہ کے خاصۃ خود خدا ہی ہین جیسے عیسائی الوہیت حضرت عیسی ع کے قائل ہین **قال** مسلمانون کے مذہب کے بموجب کوئی خصوصیت یا وقعت بیت المقدس یا بیت الحرام کو قبلہ ہونے

کے لئے نہین ہے بجز اسکے کہ وہ صرف ابتدا رواسطے تفریق درمیان مومنین اور منافقین
کے ٹہہرایا گیا اور انتہا رلطور مسلمانون کے ایک نشانی کے قرار پایا **قلت** سید الطایفہ
کو اپنے مذہب نیچرل ازم کی باتین کرنی چاہئین مذہب اسلام سے اونکو کیا تعلق ہے جو از راہ
جہل مرکب کے مسلمانون کے مذہب پر جہوٹی باتین لگاتے ہین مسلمانون کے مذہب مین یہ دونو
مساجد نہایت مقدس اور مبارک ہین اللہ تعالے نے اونکو مبارکی اور شرافت مین سب بقعات
زمین سے مخصوص وممتاز کیا ہے نسبت مسجد مقدس کے فرمایا ہے سبحان الذی اسری
بعبدہ لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی الذی بارکنا حولہ مسجد حرام کی نسبت فرمایا ہے
ان اول بیت وضع للناس للذی ببکۃ مبارکا و ہدی للعالمین فیہ آیات بینات مقام
ابراہیم اوسکی شرافت اور خصوصیت کی سبب ہی اوسکی نسبت کلمہ (بیتی) یعنی میرا گہر فرمایا
بہت جگہہ قرآن مجید مین اوسکو بزرگ بلفظ (حرام) یعنی محترم تعبیر کیا کہین اوسکو بلفظ (عتیق)
جو اوسکی شرافت اور خصوصیت پر دلالت کرتا ہے تعبیر کیا اور انہین خصوصیات کے سبب اونکو
قبلہ خدا پرستون کا ٹہہرایا اور اونکی تعظیم کا حکم صادر فرمایا پس اونکی عظمت اور شرافت سے
انکار کرنا کسی مسلمان کا کام نہین اور یہ جو کہتے ہین کہ ابتدا رواسطے تفریق کے درمیان
منافقین اور مومنین ٹہہرایا گیا اسکو ہم بہت وجوہ سے باطل کر چکے ہین اور سید الطایفہ نے
کچہہ بہی ثبوت اسکا پیش نہین کیا اور یہ جو کہتے ہین کہ انتہا رلطور مسلمانون کے ایک
نشانی کے قرار پایا اسکی نسبت ہم دریافت کرتے ہین کہ ابتدا رتفرقہ کس زمانہ تک منتہی
ہوئی اور جسکو انتہا رقرار دیتے ہین وہ کب سے شروع ہوئی اور وہ قرار دینے والا نشانی
کا کون تہا جناب رسالتمآب کے عہد حیوۃ تک تو منافق موجود تہے پس جب کہ وہ بزعم
سید الطایفہ واسطے تفریق مومنین اور منافقین کے ٹہہرایا گیا تہا تو اس تفریق کا بدل دینے

والا کون تہا غرض کہ جو بات لکھتے ہین خالی افترا اور مغالطہ سے نہین ہوتی باتین بہت بناتے ہین مگر چونکہ جہوٹی باتین ہین بن نہین آتین یہانتک سید الطائفہ نے بہت سی بے اصل اور غلط باتین لکہکر کاغذ سیاہ کیا مگر بحمد اللہ وقوتہ ہمنے بدلائل قویہ اونکی غلطی اور بطلان کا اعلان کردیا اور سید الطائفہ نے جو خلاف آیات قران مجید کے یہ **دعوی** کیا تہا کہ یہ سمجہنا کہ کعبہ کی سمت خدا کی عبادت کے لئے مخصوص ہے محض غلطی ہے اور بانی اسلام کی ہدایت کے خلاف وہ سمت عبادت کے لئے مخصوص نہین بلکہ ایک تمیز و تفرقہ کے لئے مخصوص ہے جسکو ہم آگے بیان کرینگے،، ہماری دلائل قویہ سے خوب ثابت ہوگیا کہ یہ سب مغالطہ سید الطائفہ کا تہا اور تمیز و تفرقہ منافقین یہود کو اسمین دخل نہ تہا اگرچہ باوجود فرض کرلینے اس تمیز و تفرقہ کے بہی اوسکے مخصوص ہونے مین واسطے ادائے نماز کے کسیطرح کا خلل نہین واقع ہوتا مگر جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ تحویل قبلہ بیت المقدس سے بطرف کعبہ کے واسطے تفریق مذکور کے نہ تہی تو اب سید الطائفہ کو مجال اوس عذر غلط کی پیش کرنے کی بہی نہ رہی اور ظاہر ہوگیا کہ اونکا وہ دعوی محض بے اصل اور صریح غلط اور صاف خلاف مخالف نصوص قران مجید کے ہے **قال** کعبہ کی طرف سو نہ کرکے نماز پڑہنا اسلام کا کوئی اصلی حکم نہین ہے **قلت** پیشتر تو یہ دعوی تہا کہ یہ سمجہنا کہ کعبہ کی سمت خدا کی عبادت کے لئے مخصوص ہے محض غلطی ہے اور بانی اسلام کی ہدایت کے خلاف وہ سمت عبادت کے لئے مخصوص نہین ہے بلکہ ایک تمیز اور تفرقہ کے لئے مخصوص ہے اور اسکے اثبات کے لئے بہت سی غلط تمہیدین اوٹہائین اور بہت سی باتین بنائین مگر چونکہ سب بالبداہۃ بے اصل اور محض مغالطہ نہین جیسا کہ ہماری تحریر سے ثابت ہوگیا اور خود سید الطائفہ بہی اپنے دل مین سمجہے کہ یہ مغالطہ چل نہین سکتا اسلئے اس دعوی کو بطرز دیگر بدلا اور اوسکی جگہہ

اب یہ دعوی قایم کیا کہ کعبہ کی طرف موہنہ کرکے نماز پڑہنا اسلام کا کوئی اصلی حکم نہین"
اگر اصلی حکم نہین تو کیا سید الطایفہ کے نزدیک جعلی حکم ہے یعنی قران مین جو حکم مکرر تاکید
یہ ہے کہ کعبہ کی طرف موہنہ کرکے نماز پڑہا کرو اور اسکی نسبت یہ بہی فرمایا ہے کہ یہ خدا کی
طرف سے حق ہے کیا سید الطائفہ کے نزدیک یہ بے اصل ہے پیغمبر صلعم نے خدا پر افترا
کیا ہے کہ بے اصل حکم کو خدا کا اصلی حکم قرار دیا ہے پیغمبر خدا صلعم کے بعد صحابہ اور تابعین نے
یہ جعلسازی کی یا یہ کہ پیغمبر خدا صلعم کے عہد مین ہی کاتبان قران نے بد دیانتی سے یہ آیات
مصاحف مین لکہدین اگر یہ صورتین ہین تو سید الطائفہ کو ایسی جعلی کتاب کی تفسیر لکہنے
کی کیا ضرورۃ تہی اپنے دل سے فوارہ وحی کا اپنے اوپر نازل کرکے کوئی صحیفہ نیا
تصنیف کیا ہوتا اور ان صورتون مین سے اگر پہلی صورت ہے تو ایسی مدعی نبوۃ کی نبوۃ ہی کو
کیون تسلیم کرتے ہین سبحان اللہ قران کے احکام کو بے اصل ٹہہرانا اور دعوی اسلام
کا کرنا کیسی صریح حماقت ہے **قال** جو احکام اسلام مین ہین لوگ اونکو بخوبی نہین سمجہتے
قلت بڑا تعجب ہے کہ علماء اسلام کہ راسخین فی العلم ہین وہ تو نہین سمجہے اور ایک
شخص عامی طالب دنیا ہوا پرست نیچرل لسٹ کہ جسکے دماغ تک اسلام کی بو بہی نہین پہونچی
وہ اسلام کے احکام کو سمجہ جاوے اسبات کو کون صاحب عقل باور کرسکتا ہے۔

ولنعم ما قال بقدم عبر الطای بالنجل مادرۃ ٭ وعیر قسا بالنہامۃ باقل ٭ وطاولت الارض السمار سفاہۃ
وقابلت الشہب الجہی الجنادل ٭ وقال السہا للشمس انت خفیۃ وقال الدجی للصبح لونک حایل

قال اسبات مین تو بہت لوگون نے کوشش کی ہے کہ کون حکم فرض ہے اور کونسا واجب
اور کونسا سنت اور کونسا مستحب جو صرف ایک فرضی یا خیالی یا اصطلاحی امور ہین
اور اس تفریق کو اصل مذہب اسلام سے کچہ چندان تعلق نہین **قلت** کتنی بڑی جہالت ہے

کہ جو امور کہ اللہ تعالے نے انسان پر فرض کیئے ہین اور جو امور کہ بدون ایجاب کے موجب ثواب عظیم ٹہیراتے ہین اور جو امور کہ اونکا کرنا نہ کرنے سے بہتر ہے اونمین تمیز اور تفرقہ فرضی اور خیالی بتاتے ہین اور کہتے ہین کہ اونکو کچہ تعلق چنداں اسلام سے نہین اگر یہ امور خیالی ہین تو اسلام صرف نام کو رہگیا حلال و حرام مین تمیز کرنا صرف خیالی اور فرضی ٹہیر گیا مکروہ اور مستحب دونون برابر ہوگئے دیکہو یہ کیسی ترغیب ہے واسطے اختیار کرنے طریقہ ملحدان فرنگ کے منشا اسکا صاف یہ ہے کہ گردن مروڑی مرغی جو بنص صریح حرام ہے بے تامل کہا لیجاوے زنا کی حرمت کو صرف خیالی اور فرضی سمجہ لیا جاوے غرض کہ ممنوعات اور شروعات کو صرف خیالی اور فرضی سمجہ لیا جاوے کہ اسلام سے ان باتون کو کچہ چنداں تعلق نہین اب ہم مناسب جانتے ہین کہ تقسیم حکم کی جو ہمارے علماء رحمۃ اللہ علیہم نے کی ہے اور واجب و فرض و مباح مین تفرقہ کیا ہے اسکی تشریح کرین اور سب مسلمانون کو سمجہا دین کہ سید الطائفہ جو اوسکو فرضی اور خیالی بتاتے ہین اور کہتے ہین کہ اوسکو چنداں تعلق اسلام سے نہین یہ اونکا محض الحاد و اتباع و تقلید ملاحدۂ فرنگستان کی ہے اگرچہ جملہ کتب اصول فقہ مین تشریح اسکی ہے مگر ابواب متفرق مین بیان ہوا ہے مگر صدر الشریعۃ رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت اختصار کے ساتہہ باب اول قسم ثانی تنقیح اور توضیح مین عقلی طرز پر تقسیم حکم کی بیان فرمائی ہے چونکہ یہان کلام عبادات مین ہے اسلئے ہم متعلق عبادات اونکے عبارت اونہین کے الفاظ شریفہ کے ساتہہ نقل کرتے ہین ان کان الفعل اولی من الترک مع منع الترک بدلیل قطعی فالفعل فرض و بظنی واجب و بلا منعہ فان کان الفعل طریقۃ مسلوکۃ فی الدین فسنۃ والا فنفل و مندوب وان کان الترک اولی من الفعل مع منع الفعل فحرام و بلا منعہ مکروہ وان استویا فمباح فالفرض لازم علما وعملا یکفر جاحدہ والواجب لازم عملا لا علما فلا یکفر جاحدہ بل یفسق تارکہ ویعاقب تارکہا

الا ان یعفوا اللہ تعالے یعنی اگر کرنا اوس کام کا نہ کرنے سے بہتر ہے تو اگر ترک کو یعنی نہ کرنیکو
منع کیا گیا ہے اور یہ فعل و ترک بدلیل قطعی ہے تو یہ فعل فرض ہے اور اگر بدلیل ظنی ہے تو
واجب ہے اور اگر فعل ترک سے اولی تو ہے مگر ترک کی ممانعت نہین تو اگر وہ فعل ایک طریقہ
ہے کہ دین مین مسلوک ہے تو سنتہ ہے ورنہ نفل و مندوب ہے اور اگر ترک فعل سے بہتر ہے
تو اگر فعل ممنوع ہے تو وہ حرام ہے اور اگر ممنوع نہین تو مکروہ ہے اور اگر ترک و فعل
دونون برابر ہین تو مباح ہے" چونکہ یہ سب صورتین قران اور احادیث مستندہ صحیحہ مین
موجود ہین پس اونکو فرضی اور خیالی قرار دینا صاف و صریح الحاد اور قران مجید اور اقوال و
افعال جناب رسالتمآب صلعم کو فرضی اور خیالی قرار دینا ہے کہ کسی مسلمان کا کام نہین باقی رہا
یہ کہ یہ نام جو رکھے گئے ہین یعنی فرض و واجب اگرچہ یہ نام بھی قران اور احادیث سے ماخوذ
ہین مادہ (ف ر ض) کے بھی بہت جگہہ قران مجید مین مشتقات وارد ہین قران مجید
کے پڑھنے والون پر مشتبہ و مخفی نہین احادیث مین بھی بہت جگہہ پر وارد ہے ان اللہ
فرض علیہم خمس صلوات فی کل یوم ولیلۃ ان اللہ قد فرض علیہم صدقۃ آتاکم رمضان شہر
مبارک فرض اللہ صیامہ لیکن اس سے قطع نظر کرکے ہم کہتے ہین کہ عقلا کا کام معانی اور
مقاصد مین نظر کرنا ہے الفاظ مین بحث کرنا کہ اسکا نام فرض کیون ہے اور اوسکا نام واجب
کیون ہے عبث ہے پس جبکہ وہ مقاصد و مطالب قران مجید سے اور احادیث صحیحہ سے ثابت
ہین پس اونکے نام رکھنے مین کلام کرنا محض بے فائدہ ہے **قال** اسلام کی حقیقت اور اوسکے
اسرار جاننے والے کو اس امر کا تحقیق کرنا ضرور ہے کہ درحقیقت اصلی احکام اسلام کے
جسپر اسلام قایم ہے کون سے ہین اور اونکے سوا کون سے **قلت** کیا خط عبارت ہے
حاصل یہ ہے کہ باوجود اسرار کے جاننے کے تحقیق اسرار جاننے کی ضرور ہے یعنی تحصیل

حاصل جو محالات سے ہے ضرور ہے اسی قابلیت پر خیال خام اسرار دانی اسلام کا دماغ مین
پکار کہا ہے ظاہر ہے کہ جو شخص کہ فرض و واجب و مستحب اور حرام و حلال کو بھی نہین جانتا تو
اونکے اسرار سے کیا واقف ہوسکتا ہے کیونکہ اسلام کوئی چیز برائے نام تو نہین وہ تو مجموعہ
انہین چیزون کا نام ہے خود پیغمبر اسلام علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہین الاسلام ان تشہد
ان لا الہ الا اللہ وان محمد رسول اللہ و تقیم الصلوۃ و تؤتی الزکوۃ و تصوم رمضان و تحج
البیت ان استطعت الیہ سبیلا بنی الاسلام علی خمس شہادۃ ان لا الہ الا اللہ
وان محمدا عبدہ و رسولہ واقام الصلوۃ وایتاء الزکوۃ والحج وصوم رمضان اب ہم سید الطائفہ
سے دریافت کرتے ہین کہ وہ جو یہہ کہتے ہین کہ اس امر کا تحقیق کرنا ضرور ہے کہ اصلی احکام
اسلام کے الخ آیا اصلی احکام اسلام کے یہی ہین یا سوا انکے کچھ اور ہین اگر یہی ہین تو
یہہ تو سب علماء اسلام بتاتے چلے آئے ہین اور اگر اصلی احکام سید الطائفہ کے زعم مین کچھ
اور ہین تو اونکی شرح کرین اور ثابت کرین بیفائدہ باتین بنانی اور اپنی تعلی باوجود ناواقفی
کے اسلام اور احکام اسلام سے مقالات بیہودہ طبل تہی ہست **قال** بالفعل مذہب
اسلام جو ایک مجموعہ حقیقی اور فرضی یا واقعی اور قیاسی یا اجتہادی اور استنباطی احکام
کا گنا جاتا ہے وہ دو قسم کے احکام پر منقسم ہوسکتا ہے اول حقیقی اور واقعی دوم فرضی
اور قیاسی اور اجتہادی اور استنباطی **قلت** یہ بھی ناواقفی ہے سید الطائفہ کی مذہب
اسلام سے اور اس ناواقفی مین وہ بھی مجبور و معذور ہین اسلئے کہ نیچرل لسٹ کو دوسرے
مذہب کا حال بالتفصیل کیا معلوم ہوسکتا ہے ہمارے ملت اسلام مین اصول احکام
کتاب اللہ اور احادیث رسول اللہ صلعم ہین اور اجماع امتہ ہے جو بموجب قواعد شرعیہ کے
منعقد ہوا ہو اور چونکہ یہہ بات بدیہی ہے کہ ہر زمانہ مین بعض ایسے واقعات جدید پیش آتے

ہین کہ وہ کتاب اللہ وسنۃ رسول اللہ صلعم مین منصوص نہین ہوتے اور بالضرورۃ اون مین
حکم دینا لازم ہے پس ایسے امور مین جو شخص کہ علم کتاب وسنۃ مین راسخ ہوتا ہے اوسکی طرف
رجوع کیا جاتا ہے کہ وہ اوس واقعہ غیر منصوصہ کے حکم کو بعد غور اور اجتہاد کامل کے واقعات
منصوصہ سے استنباط کرتا ہے مگر یہ منصب ہر عامی تابع ہوا کا خصوصًا ایسے شخص کا کہ نہ
اوسکو علوم عربیہ مین دخل ہو نہ احادیث کی نقادی مین نہ قران کے معانی کی سمجھ ہو نہین ہے
تراجم قران و حدیث کو دیکھکر آیات واحادیث کا ترجمہ کر دینے سے یہ منصب حاصل نہین
ہوسکتا ہے مثل مشہور ہے کہ چونا ہلدی کی گرہ لیجاکر نپیاری نہین ہوسکتا شغال نیل
کے ماٹ مین گر کر طاؤس چمن نہین بن سکتا پس ہمارے مذہب مین کوئی حکم فرضی نہین بلکہ
یا احکام منصوصہ ہین یا وہ احکام اجتہادی ہین جنکی اصل احکام منصوصہ ہین اور استنباط
کئے ہوئے علماء ربانی راسخ العلم کے ہین جنکی شان مین فرمایا ہے علماء امتی کانبیاء
بنی اسرائیل اور ایسے علماء راسخین کو ایسے اجتہاد کی جناب رسالتمآب صلعم کی طرف سے
اجازت حاصل ہے مشکوۃ شریف مین حضرت معاذ بن جبل سے باب العمل فی القضاء
والخوف منہ مین روایت ہے ان رسول اللہ صلعم لما بعثہ الی الیمن قال کیف تقضی اذا
عرض لک قضاء قال اقضی بکتاب اللہ قال فان لم تجد فی کتاب اللہ قال فبسنۃ
رسول اللہ صلعم قال فان لم تجد فی سنۃ رسول اللہ قال اجتہد برائی ولا آلو فضرب
رسول اللہ صلعم علی صدرہ وقال الحمد للہ الذی وفق رسول رسول اللہ لما یرضی رسول اللہ
یعنی جب بھیجا رسول اللہ صلعم نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو بطرف یمن کے تو فرمایا اوسنے
کسطرح پر حکم کریگا تو جب کہ درپیش آویگا کوئی قضیہ کہا معاذ نے حکم دونگا کتاب اللہ
سے فرمایا اگر کتاب اللہ مین نپاوے کہا معاذ نے کہ اسصورت مین حکم دونگا مطابق

سنۃ رسول اللہ صلعم کے فرمایا کہ اگر نہ پاوے سنۃ رسول اللہ مین کہا معاذ نے
کہ اجتہاد کرونگا اپنی راے سے اور اجتہاد کی کوشش مین کچھ سستی یا غفلت نکرونگا
مطلب یہ کہ اجتہاد مین حتی الوسع نہایت درجہ کی کوشش کرونگا پس ہاتھہ مارا رسول اللہ
صلعم نے معاذ کے سینہ پر اور فرمایا کہ حمد ہے اوس خدا کی جس نے رسول رسول اللہ کو
توفیق بخشی اوس امر کی کہ جس سے راضی ہے رسول خدا کا " اور ایسے علماء راسخین کا
اجتہاد ہر آینہ اسی حدیث کی دلیل سے عامیون پر حجت ہے اور عامیون پر تقلید اوسکی
واجب ہے اگر اجتہاد علماء راسخین کا حجت اور واجب العمل نہوتا اور ہر ایک عامی
اوسکی مخالفت کا اختیار رکہتا تو حضرت معاذ بن جبل کا اجتہاد سے حکم کرنا محض بیکار
ہو جاتا اور جناب رسالتمآب صلعم کی حمد اوسپر محض بے محل ہوتی علاوہ برین امام
فخر الدین رازی نے تفسیر آیۃ سورہ نسا مین (واذا جاءہم امر من الامن او الخوف
اذاعوا بہ ولو ردوہ الی الرسول والی اولی الامر منہم لعلمہ الذین یستنبطونہ منہم) نہایت
معقول طرح پر بہت تدقیق نظر کے ساتہہ کلام طویل کیا ہے اور آخر کو یہ نتیجہ متفرع کرتے
ہین فثبت ان اللہ امر المکلف برد الواقعۃ الی من یستنبط الحکم فیہا ولولا ان الاستنباط
حجۃ لما امر المکلف بذلک فثبت ان الاستنباط حجۃ والقیاس اما استنباط او
داخل فیہ فوجب ان یکون حجۃ واذا ثبت ہذا فنقول الآیۃ دالۃ علی امور (احدہا) ان
فی احکام الحوادث مالا یعرف بالنص بل بالاستنباط (ثانیہا) ان الاستنباط حجۃ
(ثالثہا) ان العامی یجب علیہ تقلید العلماء فی احکام الحوادث یعنی پس ثابت ہوا یہہ
کہ اللہ تعالے نے حکم فرمایا ہے مکلف کو واسطے رجوع کرنے ایسے واقعہ مین بطرف
ایسے شخص کے جو استنباط کر سکے اوس واقعہ کی حکم کو اور اگر نہوتا استنباط حجۃ تو نہ حکم

فرماتا مکلف کو اسکا پس ثابت ہوئی یہ بات کہ استنباط حجہ ہے اور قیاس یا
استنباط ہے یا استنباط مین داخل ہے پس واجب ہوئی یہ بات کہ قیاس حجہ ہے
اور جب یہ ثابت ہوا تو ہم کہتے ہین کہ یہ آیہ کئی امر پر دلالت کرتی ہے (ایک)
یہ کہ احکام حوادث مین بعض ایسے ہین کہ بالنص نہین جانے جاتے بلکہ بالاستنباط معلوم
ہوتے ہین (دوسرے) یہہ کہ استنباط حجہ ہے (تیسرے) یہہ کہ عامی پر تقلید علماء کی
واجب ہے ایسے حوادث مین" اسیطرح ہر اونہون نے حجت قیاس فقہا کو بہت
تفصیل اور تحقیق کے ساتھہ تفسیر آیہ فان تنازعتم فی شئی فردوہ الی اللہ و رسولہ الآیہ
مین ثابت کیا ہے خلاصہ کلام یہ ہے کہ سید الطائفہ جو احکام استنباطی کو فرضی قرار
دیتے ہین یہ اونکی غلطی اور ناواقفی ہے مطالب قرآن مجید اور احادیث جناب رسالت
مآب صلعم سے درحقیقت وہ احکام اسلام کے ہی ہین **قال** ہر شخص کو اختیار ہے
کہ اون احکام کو تسلیم کرے یا نکرے **قلت** ہرگز ایسا اختیار ہر شخص کو نہین
ہر ایک شخص کو تو یہہ بھی نہین معلوم ہوسکتا کہ یہ حکم منصوص ہے یا استنباطی اور اگر ہزار
مین سے ایک کو یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ حکم استنباطی ہے مگر وہ لیاقت اجتہاد کی نہین
رکھتا تو چونکہ ظاہر ہے کہ اوس واقعہ کا کوئی حکم منصوص نہین پس اگر باوجود عدم لیاقت
اجتہاد کے اجتہاد کرتا ہے تو ظن غالب غلطی مین پڑنے کا ہے اور اگر بسبب عدم لیاقت
اجتہاد کے اجتہاد نہین کرتا تو وہ واقعہ بے حکم کے رہا جاتا ہے پس ایسی حالت مین
ضرور ہے کہ بموجب حدیث و آیات منقولہ بالا کے رجوع علماء و فقہا کی طرف چاہیے
عامی کو عامی کی طرف یا کسی مرائی اور نامعتمد آدمی کیطرف جو از راہ خودنمائی کے باوجود عدم
لیاقت اجتہاد کے اجتہاد کا دعوی کرتا ہو اصلا رجوع کرنا نہین چاہیے **مصنف**

او خویشتن گم است کرا رہبری کند سید الطایفہ نے بشمول اور کئی عقاید فاسدہ کے اس
باب مین بہی اپنا یہی عقیدہ فاسدہ ظاہر کرکے مولانا محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہ کے پاس خط بطلب
جواب کے بہیجا تہا چنانچہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے اوسکا جواب مفصلاً سید الطایفہ کے
پاس بہیجا تہا اور اوسمین اس عقیدہ سید الطایفہ کو بدلایل باطل کیا ہے مگر سید الطایفہ کی
عادت ہے کہ باوجود ظہور حق کے اپنے اباطیل سے رجوع کرنے مین اپنی کساد بازاری سمجہتے
ہین اور کیسے ہی دلائل قویہ اونکے سامنے پیش کیجاوین مگر بلا تعرض کے اون دلائل سے
وہی غلط بات کہے چلے جاتے ہین اس سے ظاہر ہے کہ اونکو تحقیق حق اصلا منظور نہین صرف
اپنی نام آوری اور رونق بازاری اور پہیلانا الحاد کا مقصود ہے **قال** دونون حالتون مین
اسلام مین فرق نہین آتا **قلت** یہ کون کہتا ہے کہ مسائل اجتہادی کے نہ ماننے مین
اسلام مین فرق آجاتا ہے ہر ایک درجہ کے حکم کا جدا حکم ہے احکام ظنی کے نہ ماننے سے
کافر نہین ہوجاتا مگر ہان نوبت فسق کی پہونچ جاتی ہے اور سید الطایفہ کے نزدیک تو احکام
منصوصہ کے انکار سے بہی اسلام مین فرق نہین آتا دیکہو قران مجید مین صاف حکم حرمت
منخنقہ کا منصوص ہے اونہون اوسکی حرمت کا بہی انکار کیا اور اوس حرام گوشت کو کہایا
بہی اسپر بہی بہت اصرار کے ساتہہ دعوی اسلام کا کرتے ہین اور اونکے زعم مین اونکے
اسلام مین کچہ بہی فرق نہ آیا حضرت آدم ع کا قصہ قران مجید اور توریۃ مین منصوص ہے
اوسکو باتصریح کہدیا کہ بے اصل ہے پس جب منصوصات کے انکار سے کہ جنکا منکر بالاتفاق
وبحکم مایجحد بآیاتنا الا الکافرون کافر ہے سید الطایفہ کے نزدیک فرق نہین آتا تو
غیر منصوص کس شمار مین رہگئے **قال** اگر وہ درحقیقت واقعی اصلی احکام اسلام کے ہوتے
تو اونکے نہ ماننے سے اسلام سے خارج ہونا ایک امر لازمی ہوتا **قلت** اگر یہہ بات آپکی

عقیدہ کے موافق ہے اور اسکو منافقانہ طور پر نہین کہتے تو اپنے کفر کا اعلان کیجئے
کیونکہ آپ صراحۃ حرمۃ منخفقہ کا اور قصہ آدم ع کا اور دیگر چند امور منصوصہ کا انکار کرتے
ہین اور اونکو نہین مانتے **قال** جہانتک خرابیان مخالفین اسلام بیان کرتے ہین
وہ اسی غلطی پر مبنی ہین کہ اونہون نے اون احکام اور مسائل کو جنکو علما اور ائمہ نے
استنباط اور استخراج کیا ہے جزء اسلام سمجھا ہے حالانکہ اونکو اسلام سے کچھ علاقہ
نہین **قلت** بے شک یہہ اونکی اور آپ کی دونو کی غلطی ہے کہ مسائل استنباطی
کو جزء اسلام سمجھا ہے فروعات اجتہادیہ اسلام کو جزء اسلام کوئی مسلمان نہین سمجھتا
نہ اونکے منکر کو کوئی دایرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہے مگر یہہ آپ کی غلطی فاش ہے کہ
کہتے ہین کہ اونکو اسلام سے کچھ تعلق نہین جزء اسلام نہونا مستلزم اسکا نہین ہوسکتا
کہ جو چیز جزء اسلام نہو اوسکو اسلام سے کچھ تعلق بھی نہو اگر اس ملازمہ پر آپ کے پاس
کوئی دلیل ہو تو پیش کیجیے ورنہ بے دلیل بات کہدینی لغویات مین شمار کی جاتی ہے اور
یہ جو آپ کہتے ہین کہ جسقدر خرابیان الخ ہر قسم کے مخالفین کے ساتھہ ہمارا مباحثہ ہوچکا ہے
اور ہمارے علمانے اونکو خوب ہی مغلوب کیا ہے چند عرصہ سے ایک آپ بڑے
مخالف اسلام کے بنے ہین سو دیکھہ لیجئے کہ جب آپ نے کسی بات مین زبان کھولی ہے
آپ کو ایسا بند کیا ہے کہ کسی بات کا جواب آپ سے بن نہین آیا گو کہ آپ اپنی ہٹ دھرمی
سے بلا تعرض کے ہماری دلایل سے اپنی غلط بات کہے چلے جاتے ہین مگر ہماری
دلایل سے تعرض نہ کرنا آپ کا صاف و صریح دلیل اسکی ہے کہ دل مین آپ بھی
اسلام کا لوہا مان گئے ہین **قال** اگر وہ صحیح اور ٹھیک ہین فہو المراد اور اگر
اونمین کوئی غلطی ہے تو وہ اونہین کی ہے جنہون نے اوسے استخراج کیا ہے

قلت ہم کب یہہ کہتے ہین کہ علماء مجتہدین خطا سے معصوم ہین ہماری تو اصول
کا خود یہ مسئلہ ہے کہ المجتہد یخطی ویصیب ممکن ہے کہ کسی مجتہد سے اجتہاد مین
خطا ہوئی ہو مگر کسی مجتہد سے خطا ہی ہوئی ہوگی تو دوسرے مجتہد جامع شرایط اجتہاد
سے اوسکی اصلاح ہوگئی ہوگی لیکن کوئی مسئلہ اجتہادی ہمارے مذہب کا ایسا نہ ملیگا
کہ اوسمین ہمارے سب مجتہدین خطا پر ہون اور کسی مجتہد کی خطا کا معلوم کرلینا بھی کسی
عامی کا کام نہین پھر خود سید الطائفہ کے اس قول سے یہ بھی ثابت ہے کہ سید الطائفہ
کے نزدیک بھی بعض مسایل صحیح اور واقعی ہین جنکی نسبت سید الطایفہ کہتے ہین کہ
فہو المراد جب یہ بات ہے تو اونکا یہہ قول عموماً بہ نسبت جملہ مسائل اجتہادی کے
کہ وہ اصلی احکام اسلام کے نہین اور اسلام کو اونسے کچھ تعلق نہین صریح غلط ہے اور
پھر ہم دریافت کرتے ہین کہ ایسے مسایل اجتہادی جو صحیح اور ٹھیک ہون اونکا نہ
ماننے والا سید الطایفہ کے نزدیک اسلام سے خارج ہوجاتا ہے یا نہین شق اول
تو غلط ہے اور غالب ہے کہ سید الطایفہ بھی اوسکے قایل نہونگے شق ثانی پر یہہ
قول سید الطایفہ کا کہ اگر وہ واقعی اصلی ہوتے تو اونکے نہ ماننے سے اسلام سے خارج
ہونا ایک امر لازمی ہوتا باطل ہوگیا **قال** مطلب ہمارا صرف احکام اصلی اور استخراجی
مین فرق بتانا اور اون لوگون کو جو حقایق یا اسرار اسلام پر غور کرنا یا مخالفین اسلام
کو جواوسپر اعتراض کرنا چاہتے ہین حقیقت اسلام اور تفرقہ اون دونون قسم کے احکام
مین بتانا ہے تاکہ پہلی تحقیق حقایق یا اسرار اسلام مین اور پچھلی غلط بنا پر اعتراض کرنے مین
غلطی نکرین **قلت** جب آپ خود اسلام ہی سے واقف نہین تو اسرار اسلام کیا
بتا سکتے ہین یہہ کام نیچریون کا کہ جنکو کچھ تعلق اسلام سے نہین نہین ہے یہہ بھی

ہمارے علماہی کا کام ہے دیکھو احیاء العلوم اور کیمیاے سعادت حجۃ الاسلام امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی اور فتوحات مکی شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ کی اور عوارف المعارف شیخ المشایخ سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کی اور اگر انکے سمجھنے کی استعداد نہو تو ایک مختصر رسالہ زبان اردو مین موسوم بحقیقۃ الصلوٰۃ ہے اوسیکو دیکھو اور حجۃ اللہ البالغہ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی اور دیگر کتابین اسرار دانان اور واقفان رموز اسلام کی آپ سے تو اصلی اور غیر اصلی احکام کا بیان بھی نہوسکا جو کچھ بیان کیا کسقدر خبط اور بے ربط بیان کیا کہ ہماری تحریر سابقہ سے اوسکا اختباط ظاہر ہے اور احکام استخراجی مین آپ نے کونسا نیا فرق بتایا جو ہمارے علماے نہین بتایا ہے اسیطرح پر جوابدہی اعتراضات مخالفین کی نیچریون کا کام نہین نہ اونکے ذمہ جوابدہی ہے ہم بہت مقامات پر ثابت کر چکے ہین کہ آپ کو در پردہ استحکام اعتراضات مخالفین مقصود ہے جب منافقانہ طرز پر آپ نے قصد جواب کسی اعتراض مخالفین کا کیا ہے ایسی تقریر کی ہے کہ جس سے صاف ظاہر ہے کہ در پردہ اعتراض کو تسلیم کرلیا ہے اور ہر ایک دیکھنے والا اوسکو دیکھکر یہ کہہ سکتا ہے کہ جواب تو بن نہین آیا بات بنائی ہین چنانچہ ہم اس امر پر اکثر مقامات پر اشارہ کرتے چلے آئے ہین ایک اعتراض مخالفین کا یہہ ہے کہ بڑے نامی گرامی پیغمبر اسلام کی کہ جنکی اہل اسلام مین بڑی شہرت اور بہت بڑی قدر و منزلت ہے یعنی حضرت ابراہیم ع نے ایک رات دن مین تین مرتبہ سورج اور چاند اور ستارہ پر خدا ہونے کا گمان کیا یہ کیسے صاحب علم و یقین تھے کہ تین مرتبہ رات دن مین اپنے یقین سے پھر گئے دیکھو سید الطائفہ نے صاف صاف اس اعتراض کو صفحہ ۱۷۳ اور صفحہ ۲۱ پر تسلیم کرلیا ہے اسیطرح اور بھی کئی مقام پر ہے اور عنقریب یہ بات بوضاحت تمام ثابت ہو جاوے گی **قال** پہلی قسم البتہ بیان کے لائق ہے

مذہب اسلام مین جو اصلی اور واقعی احکام ہین وہ دو قسم ہین ایک اصلی دوسرے محافظ
احکام اصلی جسکو ہم اس زمانہ مین قانون اور ضابطہ کارروائی سے اصطلاح قانونی مین
تعبیر کرتے ہین **قلت** کسقدر خبط ہے کہ احکام اصلی کو دو قسم پر منقسم کرتے ہین ایک
اصلی دوسرے محافظ احکام اصلی کہ صریح تقسیم الشئ الی نفسہ والی غیرہ ہے اسی لیاقت پر
علماء راسخین پر زبان طعن دراز کرتے ہین ؎ چون خدا خواہد کہ پردہ کس درد ٭ میلش
اندر طعنۂ پاکان دہد ٭ پہر اصطلاح شرعی کی کوئی مثال دینی چاہیے تھی اصطلاح قانونی
کو اہل شرع کیا جانے خیر یہہ بات تو بمقتضائے اشربوا فی قلوبہم العجل کے سید الطائفہ
کی زبان پر آگئی ہے ہمکو اسمین کلام کرنے کی ضرورت نہین مگر قطع نظر اختباط اس تقسیم کے
ہم دریافت کرتے ہین کہ یہ تقسیم جو سید الطایفہ نے کی ہے آیا بموجب کسی حکم منصوص الٰہی
کے ہے یا اجتہادی سید الطائفہ کے ہے یقیناً ہم کہتے ہین کہ منصوص تو نہین پس
بالضرورۃ اجتہادی سید الطایفہ کے ہے اور چونکہ اجتہادی امور کو خود سید الطایفہ قابل
اعتبار قرار نہین دیتے اور صاف لکھتے ہین کہ اسلام کو اون سے کچہ علاقہ نہین پس
خود بقول سید الطایفہ ظاہر ہے کہ اس تقسیم کو اسلام سے کچہ علاقہ نہین علاوہ بران
باوجود بے تعلقی کے اسلام سے کچہ نہین معلوم ہوتا کہ سید الطایفہ کے نزدیک احکام
اصلی کی کیا تعریف ہے اور احکام محافظ کی تعریف کیا ہے آخر بحث تک سید الطایفہ
نے کچہ تعریف اونکی نہین کی البتہ صفحہ ۱۹۳ پر یہ لکھتے ہین کہ احکام اصلی اور احکام محافظ
کا تفرقہ ایسے مقام پر بخوبی واضح ہوجاتا ہے الخ چنانچہ بحث اسکی آیندہ آوے گی مگر مجرد
تفرقہ سے درمیان دو چیزون کے جب تک کہ اون دونون کی تعریف نہ کی جاوے
امتیاز کلی حاصل نہین ہوسکتا تفرقہ دو چیزون مین بسبب فصول بعیدہ کے بھی ہوسکتا ہے

مگر اوسسے امتیاز کلی حاصل نہین ہوسکتا مثلاً ہم کہین کہ انسان اور پتھر مین تفرقہ یہ ہے کہ پتھر جسم غیر نامی ہے اگرچہ تفرقہ دونو مین تو ہوگیا مگر ماہیت انسان کی اس تفرقہ سے اصلا معلوم نہوئی حال سید الطایفہ کا درباب اعراض کے تفریق فرض و واجب و مستحب مین علماء راسخین پر اور استحسان اپنی کجروی کی بابت اختراع غلط تقسیم اصلی اور محافظ کی طابق النعل بالنعل مشابہ اوس کمپیر تماجی کے ہے جسکی کج روی اور غلط کاری کی ایک حکایت مثنوی شریف مین مرقوم ہے مثنوی

علم آن بارہی است کو ازشہ گرخیتست	سوی آن کمپیر کومی آرد بجیست	تاکہ تماجی پزد او لاورا
دید آن باز خوش خوش زاورا	پایکش بست و پرش کوتاہ کرد	ناخنش ببرید و قوتش کاہ کرد
گفت نااہلان نکردندت بساز	پر فزود از حد و ناخن شد دراز	دست ہر نااہل بیارت کند
سوے مادر آکہ تیمارت کند	مہر جاہل را چنین دان ای رفیق	کژ رود جاہل ہمیشہ در طریق

جاہل ار با تو نماید ہمدلی ۔۔۔ عاقبت زحمت زند از جاہلی

خیر اس مقام پر اس سے قطع نظر کیجے اسکی بحث عنقریب آوے گی **قال** مذہب اسلام کے احکام اصلی جسقدر ہین اونہین پر اسلام کی بنیاد قایم ہے اور اونمین سے کوئی حکم بھی ایسا نہین جو قانون قدرۃ اور انسان کی نیچر کے برخلاف ہو بلکہ اونپر غور کرنے سے اسبات پر یقین ہوتا ہے کہ مذہب انسان کے لئے بنایا گیا ہے نہ انسان مذہب کے لئے **قلت** اگر احکام اصلی کی کچھ تعریف نہ کرسکتے ہے تو اونکی تفصیل ہی کہتے ہرگاہ کہ نہ تعریف ہے نہ تفصیل ہے پس سب بنا راس سب خامہ فرسائی کی محض خیالات فاسدہ پر ہے اور یہہ کہنا کہ احکام اصلی مین کوئی ایسا نہین کہ خلاف قانون قدرۃ کے ہو ایک مہمل فقرہ ہے اللہ تعالے کا کوئی حکم کیسا ہی ہو اوسکی قدرۃ کے

مخالف نہین ہوسکتا اور یہ جو کہتے ہین کہ مذہب اسلام کے احکام اصلی جسقدر ہین اونہین
پر اسلام کی بنیاد قایم ہے ہم دریافت کرتے ہین کہ اونکے اعتقاد حقیت پر بنیاد اسلام
کی قایم ہے یا اونکے عمل مین لانے پر اگر شق اول ہے تو نماز مین قیام وقعود ورکوع و
سجود جنکو سید الطایفہ احکام محافظ صفحہ ۱۹۳ پر قرار دیتے ہین اور اصلی نہین بتاتے
انکے انکار سے بھی آدمی کافر ہوکر دایرہ اسلام سے خارج ہوجاتا ہے پس لازم آیا
کہ یہ بھی احکام اصلی ہون اور اگر مراد شق ثانی ہے تو خود نماز اور زکوۃ کے عمل مین
نہ لانے سے آدمی دایرہ اسلام سے خارج نہین ہوتا البتہ یہ ہے کہ بدترین فساق
مین شمار کیا جاتا ہے پھر بعض ایسی صورتین بھی وقوع مین آتی ہین کہ ایسی چیزین جنکا
اعتقاد ضروری ہے آدمی اونکے حقیت کا دل مین تو یقین کرتا ہے مگر ازراہ تکبر اور
ہوا نفسانی کے اونکا انکار کرتا ہے ایسی صورت مین بھی دایرہ اسلام سے خارج
ہوجاتا ہے چنانچہ فرعون اور فرعونیون کے حال سے خبر دیگئی ہے وجحدوا بہا
واستیقنتہا انفسہم ظلما وعلوا فانظر کیف کان عاقبۃ المفسدین **قال** احکام محافظ
کی نسبت کسی نادان کا کوئی اعتراض کرنا اور اونکی نسبت اس بحث کا پیش کرنا کہ اونمین
نیچر کی کیا مطابقت ہے اور اُن احکام کو قانون قدرۃ سے کچھ تعلق نہین معلوم ہوتا ایک
محض بے وقوفی کا اعتراض ہے کیونکہ وہ احکام بالذات اس اعتراض اور بحث کی کہ وہ
نیچر کے مطابق ہین یا نہین مورد نہین ہوسکتے اونپر یہ بحث ہوسکتی ہے کہ آیا وہ احکام
اون اصلی احکام کے جو بالکل قانون قدرۃ کے مطابق ہین محافظ ہین یا نہین اگر اونکا
محافظ ہونا ثابت ہو تو وہ بھی ضمنا داخل احکام اصلی اور مطابق قانون قدرۃ اور
صحیح تصور ہونگے اور اگر اون سے اون اصلی احکام کی مخالفت ہو تو وہ غلط ہونگے

قلت دیکھہ لو یہ وہی امر پیش آیا جسکو ہم نے اوپر لکھا ہے کہ منافقانہ جواب دیتے ہین اور در پردہ جواب کو تسلیم کر لیتے ہین ہم کہتے ہین کہ وہ احکام محافظ بالذات بخلاف قانون قدرت کے (جس کسی چیز کو اونہون نے قانون قدرۃ ٹھہرا رکھا ہو) ہین یا نہین اگر ہین تو اونکے نزدیک قبیح لذاتہ ہین اور جو چیز کہ قبیح لذاتہ ہے بالعرض وہ حسن نہین ہوسکتی فرض کرو کہ رکوع و سجود جنکو سید الطائفہ احکام محافظ قرار دیتے ہین بالذات قانون قدرت کے خلاف ہین تو گو کہ وہ محافظ خدا کی یاد کی ہون حسن نہین ہوسکتی مشرکین عرب کی نماز تالیان بجائی اور سیٹیان بجانی ناشایستہ حرکت تھی گو کہ وہ بغرض عبادت کے تھی مگر جو چیز کہ بالذات قبیح ہے وہ بالعرض حسن نہین ہوسکتی اسلئے اوسکی ممانعت کی گئی اور اگر وہ احکام محافظ بالذات قانون قدرۃ کے برخلاف نہین تو اعتراض معترض کا محض اوسکی بیوقوفی ہے اول معترض کو لازم ہے کہ یہہ ثابت کرے کہ قانون قدرۃ کیا ہے بعد اوسکے اسلام کی کسی حکم کو اُسکے خلاف ثابت کرے اپنے خیال خام مین ایک بات کو قانون قدرۃ ٹھہرا لینا اور پھر اوسکے اوپر نتائج متفرع کرنا صراحۃ دلیل حماقت کی ہے الغرض بزعم سید الطائفہ اگر وہ احکام خلاف مرضی خدائے تعالے کے ہین تو جواب سید الطائفہ کا محض منافقانہ جواب ہے اور اعتراض کو تسلیم کرکے ایسا جواب ناکافی دینا ہے کہ کسیطرح پر اوسکی اعتراض رفع نہین ہوسکتا اور اگر وہ احکام خلاف مرضی الہی کے نہین تو اعتراض معترض کا محض حماقت اور جہالت ہے واضح ہو کہ سید الطائفہ نے جو لفظ نیچر اور قانون قدرۃ لکھا ہے یہہ ایک مہمل الفاظ ہین ہمنے بجائے اونکے مرضی الٰہی قایم کیا ہے کہ قاعدہ اور قانون مقرر کیا ہوا حاکم کا اوسکی مرضی کے خلاف نہین ہوسکتا پھر ہم کہتے ہین کہ یہان بحث استقبال قبلہ کی ہے اور سید الطایفہ نماز کو صرف خشوع و خضوع قرار دیتے ہین استقبال قبلہ

مین کیا حفاظت خشوع وخضوع کی ہوسکتی ہے خشوع وخضوع اور استقبال قبلہ مین نسبت تساوی کی نہین بلکہ نسبت عموم مطلق کی بھی نہین یعنی جہان استقبال قبلہ پایا جاوے بالضرورۃ اوسکے ساتھ خشوع بھی پایا جاوے چنانچہ یہہ بات خود قرآن مجید ہی سے ثابت ہے منافقین مومنین کے ساتھہ رکوع وسجود واستقبال قبلہ کے ساتھہ نماز پڑہتے تھے مگر اونکی نماز مین خشوع وخضوع نہین ہوتا تھا خود خدای تعالی نے اونکے حال سے خبر دی ہے اذا قاموا الی الصلوۃ قاموا کسالی یراءون الناس ولا یذکرون اللہ الا قلیلا اور جب یہ بات قرار پائی کہ استقبال قبلہ بلکہ رکوع وسجود بھی مستلزم خشوع وخضوع کا نہین اور اونسے محافظت خشوع وخضوع کی ثابت نہین ہوتی تو سید الطائفہ کی جواب کی اس عبارت سے (کہ اگر اون سے اصلی احکام کی محافظت ثابت نہو تو بلاشبہہ وہ غلط ہونگے) لازم آیا کہ حکم استقبال قبلہ اور رکوع وسجود کا جو قرآن مجید مین منصوص نص صریح ہے بزعم سید الطائفہ غلط ہے پس ایسے جواب کو بجز اسکے کہ منافقانہ جواب ہے اور در پردہ نہین نہین بلکہ باعلان تمام تسلیم اعتراض اور مبنی بر عداوت اسلام ہے اور کچھہ نہین کہا جاسکتا **قال** ہم اس مطلب کو دو ایک مثالون مین سمجہاتے ہین **قلت** ذرا سمجہکر سمجہاؤ یہ ایسا نہو کہ اس سمجہانے مین ناسمجہی آپکی ظاہر ہووے **قال** مثلاً نماز قرآن مجید مین صرف نماز کا مقرر ہونا آیا ہے **قلت** (اول تو) یہ سمجہائے کہ اسکے کیا معنی کہ صرف نماز کا مقرر ہونا آیا ہے آیا بجز نماز کے اور کسی چیز کا مقرر ہونا نہین آیا قرآن مجید مین تو بہت عبادات روحانی اور مالی اور بدنی کا حکم آیا ہے پہر یہہ تخصیص آپ کی تمامتر ناسمجہی ہے (ثانیا) یہ سمجہائے کہ قرآن مین جو حکم ہے کہ اقیموا الصلوۃ شرع محمدی مین (صلوۃ) اسکو کہتے ہین آیا آپکے نزدیک (صلوۃ) اصطلاح شرعی مین مجرد خشوع وخضوع

ہی کا نام ہے یا مجموعہ ارکان قیام ورکوع وسجود وغیرہا کا نام ہے **قال** اصلی حکم خدا کا اُس سے صرف اوسکے بندہ کا خدا کی طرف خلوص اور خضوع اور خشوع سے متوجہ ہونا اور عجز عبدیت کا ظاہر کرنا اور شان خالقیت کا تسلیم کرنا اور اوسکے سامنے اپنے تئین عاجز اور ذلیل اور مسکین بنانا ہے **قلت** اگر ایک شخص فرعونی ہیئتہ بنا ہی ہوئے کرسی پہ تکیہ لگائے ہوئے ٹانگین اوپر کو اوٹھا کر میز پر رکھے ہوئے خشوع وخضوع سے متوجہ ہے اور عجز عبدیت دل ہی دلمین ظاہر کرتا ہے اور شان خالقیت کو تسلیم کرتا ہے اور اوسکے سامنے اپنے دل ہی دل مین اپنے تئین عاجز اور ذلیل اور مسکین بناتا ہے اور ارکان مخصوصہ ادا نہین کرتا تو اوسکے اس عمل پر لفظ (صلوۃ) کا جو اقیموا الصلوۃ مین منصوص ہے مطابق اصطلاح شرع کے صادق آسکتا ہے یا نہین کون کہہ سکتا ہے کہ اوسپر لفظ (صلوۃ) صادق آسکتا ہے اور ہرگاہ کہ نہ اوسپر لفظ (صلوۃ) صادق آسکتا ہے اور نہ وہ شخص (مقیم الصلوۃ) بموجب شرع کے ہوسکتا ہے تو یہہ قول سید الطائفہ کا بدیہی البطلان ہے کیونکہ حکم منصوص تو اقیموا الصلوۃ ہے اور جب اوسکا وہ فعل نہ (صلوۃ) ہے نہ (اقامۃ الصلوۃ) ہے نہ وہ (مقیم الصلوۃ) ہے تو غیر (صلوۃ) کو حکم اصلی (صلوۃ) کا قرار دینا نہایت درجہ کی نافہمی اور ناسمجھی ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ ہنوز سید الطایفہ کو یہہ بھی معلوم نہین کہ (صلوۃ) عرف شرع مین کسکو کہتے ہین اور باایںہمہ نافہمی اوروں کو سمجھانے کا پندار دماغ مین ہے **قال** ارکان نماز کے جو قرار دیے گئے ہین وہ اس تمام خشوع وخضوع ظاہری اور باطنی کے محافظ ہین **قلت** اس تقریر سے صاف ظاہر ہوا کہ خشوع وخضوع ظاہری بھی حکم اصلی ہی جسکے محافظ یہ ارکان ہین اب ہم یہ کہتے ہین کہ خشوع وخضوع ظاہری

تو یہی حرکات وسکنات جسمانی قیام وقعود ورکوع وسجود ہین پس وہ عین خشوع وخضوع ظاہری ہین اور جب وہ عین خشوع وخضوع ظاہری ہین تو اونکو محافظ خشوع وخضوع ظاہری کا قرار دینا عین جہالت اور نابجھی ہے علاوہ برین رکن الشئی داخل اوس شئی کا نام ہے کہ اوسکے انتفار سے اوس شئی کا انتفار ضروری ہے جسطرح پر مثلا (دس) کا عدد ہے احاد متفرقہ اسکے ارکان ہین پس ضرور ہے کہ ارکان (صلوۃ) بھی داخل (صلوۃ) ہون کہ انتفار ایک رکن سے انتفار (صلوۃ) کا ضروری ہو جسطرح پر انتفار کسی عدد احاد سے انتفار (دس) کا ضرور ہے اور یہ امر بدیہی ہے کہ محافظ شئی کا غیر اوس شئی کا ہوتا ہے انتفار محافظ سے انتفار اوس شئی کا لازم نہین آتا پس کیسی نافہمی ہے کہ رکوع اور سجود وغیرہ کو ارکان یعنی داخل (صلوۃ) بھی کہتے ہین اور اونکو محافظ یعنی غیر بھی کہتے ہین وہ بھی ایک چیز ہے کہ اوسکو داخل (صلوۃ) بھی قرار دیتے ہین اور خارج (صلوۃ) بھی قرار دیتے ہین پھر ہم دریافت کرتے ہین کہ یہہ جو آپ کہتے ہین کہ ارکان نماز کا حکم حکم اصلی نہین بلکہ محافظ ہے یہہ کسی نص صریح سے ثابت ہے یا آپ کا اجتہاد ہے اگر منصوص ہے تو وہ نص کونسی ہے اور اگر اجتہاد ہے تو آپ سے عامی لوگون کا اجتہاد کچھ قابل اعتبار کے نہین جبکہ آپ مجتہدین علام جامع شرائط اجتہاد کے اجتہاد کو قابل تسلیم نہین سمجھتے تو عامی لوگون کا اجتہاد کہ جسکی کچھ بھی اصل نہو کسیطرح پر مقبول نہین ہوسکتا **قال** ان احکام اصلی اور احکام محافظ کا تفرقہ ایسے مقام پر بخوبی واضح ہوجاتا ہے جبکہ کوئی حکم احکام محافظ مین سے ساقط ہوجاتا ہے اور اوسکا سقوط ثابت کرتا ہے کہ وہ حکم اصلی نہ تھا **قلت** اسپر کیا دلیل ہے کہ سقوط دلیل اسکی ہے کہ وہ حکم اصلی نہین اللہ تعالے فی اپنی عنایت وکرم سے

ہمکو تکلیف شاقہ اور تکلیف مالایطاق سے معاف فرمایا ہے اور ظاہر ہے کہ ادای حکم
مامور بہ کو اہلیۃ مامور کے واسطے ادا ر اوس حکم کی ضرور ہے اگر کوئی امر امور معترضہ
علی الاہلیۃ سے عارض ہوجاوے اور اوسکے سبب سے ادار حکم مامور بہ غیر ممکن یا متعسر
ہوکر ساقط ہوجاوے تو اس سے یہ کیونکر لازم آتا ہے کہ وہ حکم اصلی نہ تہا مثلاً ایک شخص
بیمار ہے کہ قیام وقعود ادسے نہین ہوسکتا اور بسبب معترض ہونے امر مانع اہلیۃ ادار کے
اوس سے قیام وقعود ساقط ہوگیا تو اس سے یہ کیونکر لازم آیا کہ حکم قیام وقعود کا اصلی نہ
تہا بیشک اصلی تھا مگر مامور بہ اوسکے ادار کا اس وقت مین اہل نہین سقوط اوسکا بسبب
زوال اہلیۃ ادار کے ہے نہ بسبب اصلی نہونے حکم کے لایکلف اللہ نفسا الا وسعہا
یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر سمجھنا چاہئے کہ جسطرح پر بعض امور معترضہ علی الاہلیۃ
حواس باطنی پر عارض ہوتے ہین اور اونکے سبب سے آدمی مکلف نہین رہتا مثلاً جنون
اور غشی جب عارض ہوتے ہین تو انسان کسی عبادت اور حکم کا مکلف نہین رہتا اسیطرح
پر اعضاے جسمانی جوارح پر بعض امور معترض ہوتے ہین اور اونکے اعتراض کے سبب سے
اون احکام کا جو متعلق اون اعضا کے ہین انسان مکلف نہین رہتا اور اسی سبب سے وہ احکام
ساقط ہوجاتے ہین مجنون پر سے جو سب احکام ساقط ہوجاتے ہین تو کیا اوسکا سبب یہ ہے
کہ وہ احکام اصلی نہ تھے بلکہ صرف یہ وجہ ہے کہ اوسمین اہلیت ادا کی نہین اسیطرح پر مریض
سے جو رکوع وسجود وقیام وقعود ساقط ہوجاتے ہین تو وجہ اوسکی یہ ہے کہ اوس مین اہلیت اداء
اونکے کی نہین سید الطایفہ کی غلطی فاش ہے کہ سقوط کو دلیل اصلی نہونے احکام کی ٹہیراتے ہین
اگر اونکو کچہ بھی دخل اسلام مین ہوتا اور کوئی کتاب اصول احکام کی دیکہی ہوتی تو اس غلطی فاش
مین نہ پڑتے یا اگر بے استعدادی کی وجہ سے کتاب کو نہین سمجھ سکتے تھے تو کسی صاحب

استعداد سے ہی سمجھہ لیتے کہ وہ اونکو اچھی طرح پر سمجھا دیتا مگر جہل مرکب مین گرفتار مین البسیاۃ پندار (اناخیر) کا دماغ مین سمایا ہوا ہے خود علم نہین رکھتے کسی عالم سے دریافت کر لینا اپنی کسادہ بازاری سمجھتے ہین **قال** جیسے نماز مین قیام وقعود اور رکوع وسجود اور قرأۃ یہہ سب احکام محافظہ ہین جب انسان انپر قادر نہین ہوتا تو کیسکا ادا کرنا بھی اوسپر لازم نہین ہوتا، **قلت** ہم سید الطائفہ سے دریافت کرتے ہین کہ اگر انسان کسی حکم اصلی پر قادر نہو تو اوس حکم اصلی کا ادا کرنا اوسپر سید الطائفہ کے نزدیک لازم ہے یا نہین اگر لازم ہے تو یہہ تکلیف مالایطاق ہے ایسی تکلیف شرعاً جایز نہین اور اگر لازم نہین تو دونون مین کچھ فرق نہوا ہم اوپر لکھہ چکے ہین کہ بناء وجوب ادا ہر ایک حکم کے اوپر قدرۃ اور اہلیت بجا آوری اوس حکم کے ہے خود سید الطائفہ اقرار کرتے ہین کہ جب انسان اوسپر قادر نہین ہوتا تو ادا کرنا بھی لازم نہین آتا پس ہرگاہ کہ وہ اونکے ادا پر قادر ہی نہین تو اوسمین اہلیت ادا کی ہے نہین اگر اوسکے ذمہ ادا کرنا اون ارکان کا واجب کیا جاے تو تکلیف مالایطاق ہی اور ایسی تکلیف شرعاً دی نہین جاتی پس بناء سقوط اون ارکان کی اوپر عدم اہلیت کے ہے نہ اوپر عدم اصلیت حکم کے علاوہ براین خود سید الطائفہ خشوع وخضوع ظاہری کو منجملہ احکام اصلی قرار دیتے ہین اور چونکہ خشوع وخضوع ظاہری عین حرکات وسکنات جسمانی ہین اور بحالت عدم قدرۃ مکلف کے کوئی حرکت وسکون ایسا نہین کہ ساقط نہو جاتا ہو پس خود تقریر سید الطائفہ سے صاف ثابت ہوا کہ سقوط کسی چیز کا مثبت اُسکے اصلی نہ ہونے کا نہین پھر ہم یہ کہتے ہین کہ عورت حایض کے ذمہ سے خود نماز ہی ساقط ہے پس اگر سقوط کو مثبت اصلی نہونے حکم کا قرار دیا جاے تو لازم آوے کہ خود نماز ہی کا حکم اصلی نہین گلا گھوٹی ہوئی چرندہ جانور کا کھانا حرام ہے اور خود سید الطائفہ ایسے چرندہ جانور کا کھانا حرام جانتے ہین اور غالب ہے

کہ اوسکی حرمت کے حکم کو اصلی حکم قرار دیتے ہونگے کیونکہ اوسمین محافظت کسی اور حکم کے مقصود نہین حالانکہ حالت مخصمہ مین وہ حکم حرمت کا بھی ساقط ہوجاتا ہے **قال** بخلاف اوس اصلی حکم نماز کے کہ وہ کسی حالت مین انسان سے جب تک کہ اوسپر مکلف ہونے کا اطلاق کیا جاتا ہے ساقط نہین ہوتا **قلت** مجنون اور بیہوش سے جو حکم نماز کا ساقط ہے تو ہم اوپر بیان کرچکے ہین کہ بسبب عدم اہلیت کے وہ مکلف نہین اسیطرح پر جو شخص کہ ارکان نماز کے ادا پر قادر نہین بجا آوری ارکان کا مکلف نہین تو بنسبت ادا ے ارکان کے اوسپر اطلاق مکلف ہونے ارکان کا نہین کیا جاتا پس خود تقریر سے سید الطائفہ کے ثابت ہوگیا کہ مدار سقوط احکام کا اصلی اور غیر اصلی ہونے احکام پر نہین بلکہ ایسی تکلیف کے ثبوت پر ہے جو مناسب اوس حکم کے ہو اور شخص مامور اوسکا اہل ہے **قال** یا مثلاً اسلام نے ایک اخلاقی امر کی نسبت یہ حکم دیا کہ جو عورت اوسکا خاوند مرجاوے یا اوس کو طلاق دے تو اوسکو دوسرا شوہر کرنے مین اسقدر توقف کرنا چاہئے جس سے معلوم ہوجاوے کہ وہ اوس شوہر سے حاملہ ہے یا نہین اور اس امر کے دریافت کرنے کو ایک میعاد مقرر کی ہے جو عورتون کے نیچر سے مناسبت رکھتی ہے یہہ حکم احکام محافظ مین سے ایک حکم ہوگا اور بلاشبہ ایسی عورت کی جس نے اوس مدت سے بھی زیادہ عرصہ سے اپنے شوہر سے مقاربت نہ کی ہو مناسب حال نہوگا مگر یہہ حکم تمام افراد سے ازروے عمل کے اسلئے متعلق ہوگا کہ عام قاعدہ جو اکثر افراد سے متعلق ہے ٹوٹنے نہ پائے

قلت کئی لفظ سید الطائفہ یہان بولے کہ ہماری سمجھ مین نہین آئے ایک (اخلاقی امر) اس کی شرح کرنی چاہئے تھی کہ اخلاقی امر اسلام کا کیا ہے اور غیر اخلاقی کیا ہے دوسرا (نیچر) اگر وہ اس لفظ کے معنی سمجھتے ہین تو اپنی زبان مین اوسکا ترجمہ یا شرح کیون نہین

کرتے غیر متعارف لفظ بولنے سے کیا فایدہ ہے اس بحث کو جانے دو یہہ جو کہتے ہین
کہ اسلام نے یہ حکم دیا ہے کہ جو عورت الخ اگرچہ یہہ حکم ہر ایک عورت سے بالعموم متعلق
نہین جیسا کہ عموماً سید الطایفہ کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے مگر ہم اسمین زیادہ تر کلام ضروری
نہین سمجھتے مگر ہم دریافت کرتے ہین کہ یہہ حکم جن عورات سے متعلق ہے اونسے ساقط
ہوسکتا ہے یا نہین اگر ساقط ہوسکتا ہے تو کوئی صورت سقوط کی بیان کرین اور اگر نہین
ساقط ہوسکتا تو چونکہ سید الطایفہ نے کوئی تعریف حکم اصلی اور حکم محافظ اصلی کی نہین
کی صرف امتیاز دونون مین سقوط اور عدم سقوط بیان کیا ہے پس ایسی صورت مین کہ مابہ الامتیاز
مفقود ہے اس حکم کو کیا کہا جاوے گا چونکہ مابہ الامتیاز حکم محافظ کا یہی ٹہہرایا ہے کہ وہ
بعض حالات مین ساقط ہوجاتا ہے اور یہ حکم کسی حالت مین ساقط نہین ہوتا تو لازم آیا کہ
اس حکم کو حکم اصلی قرار دیا جاوے نہ حکم محافظ حکم اصلی علاوہ بران سید الطایفہ نے
احکام منصوصہ کی دو قسمین کی ہین ایک حکم اصلی دوسرے حکم محافظ حکم اصلی پس حکم
محافظ حکم اصلی کی واسطے ایک حکم اصلی کا بہی ہونا ضرور ہے اسلئے کہ حکم محافظ حکم
اصلی کا حکم اصلی ایک جزو واقع ہوا ہے اور بدون جزو کے وجود کل کا محال ہے اب
وہ فرمائین کہ وہ حکم اصلی منصوص کونسا ہے جسکا یہ حکم محافظ ہے غایۃ الامر یہہ ہے کہ
از روی تعلیل اجتہادی کے یہہ کہا جاوے کہ علۃ اس حکم کی استبرار رحم ہے مگر تعلیل
اجتہادی کو حکم منصوص کسیطرح پر نہین کہہ سکتے اوسکو قسم فرضی اور اجتہادی مین بموجب
زعم سید الطایفہ کے قرار دینا چاہیے نہ حکم اصلی مین اور جب استبرار رحم اجتہادی
اور فرضی قرار پایا تو حکم عدۃ البتہ محافظ حکم فرضی اور اجتہادی کا ہوا مگر چونکہ خود بموجب
زعم سید الطایفہ احکام اجتہادی اور فرضی اصلی نہین اسلئے حکم عدۃ کا محافظ حکم اصلی

کسیطرح پر نہ ٹھہرا **قال** پس اس حکم محافظ پر یہہ اعتراض نہین ہوسکتا کہ قانون
قدرت کے مطابق نہین کیونکہ یہہ حکم اوس قانون قدرۃ کا محافظ ہے جس سے اولاد کو
اپنے باپ پر اور باپ کو اپنی اولاد پر قانون قدرۃ کے موافق حقوق حاصل ہوتے ہین
قلت ہم اس امر سے قطع نظر کرتے ہین کہ آیا قدرۃ کاملہ کو پابند کسی قانون کا سمجھنا
منافی قدرت اور محض جہالت ہے یا نہین لیکن یہان تو بحث احکام مین ہے سید الطایفہ
نے احکام منصوصہ کی دو قسمین کی ہین احکام اصلی اور احکام محافظ احکام اصلی قانون قدرۃ
کی تقسیم نہین کی نہ اوس تقسیم مین کوئی قسم حکم محافظ قانون قدرۃ قرار دی ہے اور اوس
حکم پر یہہ اعتراض کرنا کسی معترض کا کہ قدرۃ کے خلاف ہے یا دستور مستمرہ کے خلاف
ہے معترض کی حماقت ہے کونسی بات اسمین قدرت کے خلاف ہے اور کیا بات اسمین
بے انصافی کی ہے غایۃ الامر یہہ کہہ سکتے ہین کہ علۃ جو اس حکم کی ہے بعض جزئیات
مین نہین ہوتی مگر احکام عام کی بنا ہمیشہ عامۃ الوقوع پر ہوتی ہے شاذ و نادر کا لحاظ
نہین کیا جاتا خصوصًا حالات زن و شوہر مین جو نہایت مخفی ہون کہ بجز اقرار زن و شوہر
کے کسیکو اوسکا علم نہو سکتا ہو اور اقرار بھی زن و شوہر کا بسبب متعلق ہو جانے حق اولاد کے
جو اقرار کرنے والون مین نہین ہین قابل اعتبار کے نہو پس یہہ حکم نہایت درجہ کے انصاف
پر مبنی ہے اور کوئی بات اسمین مرضی الٰہی کے خلاف نہین اور ایسے حکم پر کسی قسم کا اعتراض
کرنا صریح حماقت نیچریانہ ہے اور اس اعتراض سے یہہ معلوم ہو گیا کہ سید الطایفہ نے
جو صفحہ ۱۹۱ پر لکھا ہے کہ جہانتک خرابیان مذہب اسلام مین مخالفین بیان کرتے ہین
الخ وہ سب اسی قسم کے واہی شبہات اور لغو باتین حماقت آمیز نیچریون کی ہین کہ سید الطایفہ
بسبب بے علمی اور نافہمی کے اونکو خرابیان تصور کرتے ہین **قال** مگر یہہ بھی سمجھنا چاہیے

کہ اگرچہ احکام اصلی اور احکام محافظ اپنی اصلیت مین مختلف درجہ اور حقیقت رکھتے ہین
لیکن عملاً دونو کا درجہ برابر ہے اور اسلئے جسطرح احکام اصلی کی تعمیل لازم ہے اوسیطرح
احکام محافظ کی بھی تعمیل لازم ہے کیونکہ دونو لازم و ملزوم یا موقوف و موقوف علیہ ہین اور
اسلئے عملاً دونو مین کچھ فرق نہین **قلت** بہتر ہوتا کہ سید الطایفہ ایسی ایسی بے سروپا
باتین حسب دستور اپنے کے دس بیس جاہلون کو سوسیٹی گھر مین جمع کرکے لطور لکچر کے
سنایا کرتے اور تحریر مین نہ لاتے تاکہ اونکی جہل و نادانی کا پردہ فاش نہوتا جسقدر یہانتک
بے سروپا باتین کی ہین اہل انصاف ہماری تحریر کو پڑہ کر خوب سمجھ سکتے ہین کہ اونکا محض
مشاغبہ اور لغو گوئی اور مغالطہ ہے ایک بات بھی باقاعدہ نہین ہر ایک بات کئی کئی وجوہ
سے غلط اور بے اصل محض ہے اس قول مین جو کچھ لکھتے ہین وہ بھی مثل اقوال سابقہ
کے مبنی بر کم فہمی اور بے علمی کے ہے (اولاً) تخصیص عملا کی جو کرتے ہین اس سے
معلوم ہوتا ہے کہ اونکے نزدیک علماً یعنی اعتقاداً احکم محافظ مفروضہ اونکا مساوی حکم
اصلی کے نہو مگر یہہ غلط ہے مثلاً استقبال قبلہ اور رکوع و سجود جو احکام منصوصہ
قرآن مجید ہین جنکو سید الطایفہ اصلی نہین بتاتے اعتقاداً اونکا بھی وہی حکم ہے جو
اون احکام کا حکم ہے جنکو اونہون نے اصل سمجھا ہے منکر دونو کا برابر کافر خارج
از دایرہ اسلام ہے بلکہ بعض وہ احکام جنکو سید الطایفہ غیر اصلی ٹہیراتے ہین ایسے
ہین کہ اونکا منکر و مکذب کافر ہوجاتا ہے اور جنکو اصلی ٹہیراتے ہین اونکا منکر و مکذب
کافر نہین ہوسکتا مثلاً مسئلہ عدۃ مین ہے دیکھو جو شخص مکذب عدۃ کے حکم کا ہوگا
وہ قطعی کافر ہے اور مثلاً جسنے تکذیب اسکی کی کہ استبراء رحم مقصود نہین چونکہ استبراء
علۃ غیر منصوصہ اجتہادی ہے وہ کافر نہین ہوسکتا اور مطابق زعم سید الطایفہ کے

ہر شخص کو اختیار ہے کہ امر اجتہادی کو چاہے مانے چاہے نہ مانے (ثانیاً) احکام اصلی اور محافظ مین ما بہ الامتیاز یہہ ٹہیرایا ہے کہ احکام محافظ بحالت عدم قدرۃ کے ساقط ہو جاتے ہین پس اونکو لازم ہے کہ احکام اصلی جو متعلق عمل کے ہون ایک دو ایسے کہ بحالت عدم قدرۃ کے ساقط نہو جاتے ہون بیان کرین حالانکہ ایسا حکم اسلام مین متعلق عمل کے ایک بہی نبا وینگے کہ بحالت عدم قدرۃ کے ساقط نہو جاتا ہو پس اونکے نزدیک اسلام مین کوئی حکم بہی عملی اصلی نہین سب کے سب محافظ ہی ہین اگر ایسا ہے تو اس طول تقریر کی کیا حاجت تہی اسیقدر کہنا کافی تہا کہ اسلام مین کوئی حکم عملی اصلی نہین اور یہان جو یہہ کہتے ہین کہ احکام اصلی اور محافظ علا دونون کا درجہ برابر ہے چونکہ اس صورت مین کہ کوئی حکم عملی اصلی نہین یہہ کہنا بہی بالکل لغو ہے (ثالثاً) وجہ مساوات عمل کی جو لکہتے ہین کہ دونو لازم و ملزوم ہین یہہ صریح جہالت ہے اسلئے کہ اگر احکام محافظ کو لازم اور احکام اصلی کو ملزوم سمجہا جاوے تو چونکہ یہ امر برہانی ہے کہ انتفاء لازم مستلزم انتفاء ملزوم کا ہے مثلاً طلوع آفتاب کا ملزوم ہے اور وجود دن کا اوسکو لازم ہے تو بیشک و شبہ انتفاء وجود دن کا مستلزم انتفاء طلوع آفتاب کا ہے اسیطرح پر انتفاء یعنی سقوط رکوع و سجود وغیرہ ارکان نماز کا جنکو لازم فرض کیا گیا ہے موجب انتفاء صلوۃ کا ہوتا حالانکہ خود اسی صفحہ پر بالتصریح لکہتے ہین برخلاف اصلی حکم نماز کے کہ وہ کسی حالت مین ساقط نہین ہوتا" اور اگر اصلی حکم کو لازم اور محافظ کو ملزوم سمجہا جاوے تو معاملہ مانند سید الطائفہ کی سمجہ کے اولٹا ہوا جاتا ہے کیونکہ شئے ملزوم اصل ہے اور لازم اوسکی فرع ہے کہ اوسپر مترتب ہوتا ہے اس صورت مین حکم اصلی فرع حکم محافظ کا ٹہیرتا ہے اور

اگر باہم دونون کے ملازمہ طرفین سے تصور کیا جاوے یعنی ہر ایک ملزوم بھی ہے
اور دوسرے کا لازم بھی ہے تو بھی وہی قباحات لازم آتی ہین جو ایک کو ملزوم اور
دوسرے کو لازم فرض کرنے مین لازم آتی ہین اسیطرح پر یہہ جو کہتے ہین کہ یا موقوف
و موقوف علیہ ہین اگر احکام اصلی کو موقوف علیہ فرض کیا جاوے تو یہہ دعوی اونکا ثابت
نہین ہوتا کہ عملاً دونون کا درجہ برابر ہے اسلئے کہ وجود موقوف علیہ سے وجود موقوف
کا ضروری نہین مثلاً بادل کا ہونا بنظر ظاہر موقوف علیہ ہے اور مینہہ کا برسنا اوسپر موقوف
ہے ممکن ہے بلکہ واقع ہے کہ کبھی بادل ہوتا ہے اور مینہہ نہین برستا پس ضرور نہین ہے
کہ جب حکم اصلی پر عمل ہو تو حکم محافظ پر بھی عمل ہو اور اگر حکم محافظ کو موقوف علیہ ٹہیرایا
جاوے اور حکم اصلی کو موقوف قرار دیا جاوے تو وہی اولٹی بات لازم آتی ہے جو اصلی
کی لازم اور محافظ کی ملزوم فرض کرنے مین لازم آتی ہے علاوہ بران چونکہ وجود موقوف
علیہ مستلزم وجود موقوف نہین ہے تو ممکن ہے کہ موقوف علیہ یعنی محافظ پایا جاوی
اور موقوف یعنی اصلی نہ پایا جاوے اور جب ایسا ہوا تو اوس حکم محافظ کو محافظ شئی
معدوم کا قرار دینا پڑے گا اور اگر دونون باہمدیگر باعتبار وحیثیت عمل کے موقوف
و موقوف علیہ ہین تو سوای اور خرابیون کے توقف الشئی علی نفسہ ایک اعتبار وحیثیت
سے لازم آتا ہے الغرض سید الطائفہ جو کچھ لکھتے ہین سب مبنی بر نافہمی اور جہل مرکب
کے ہے اور جو ہمنے پہلے کہا ہے پھر بھی کہتے ہین کہ اونکے حق مین بہتر یہی تہا کہ
چند جاہل جو اونکے دام تزویر مین پھنس گئے ہین اونہین کے سامنے یہہ باتین بطور
لکچر کے کہتے مناسب تہین تحریر مین لانا اونکا اصلا اونکے حق مین مفید نہ تہا قال
نماز مین سمت قبلہ کوئی حکم اصلی مذہب اسلام کا نہین اور اسلئے ایک ادنی عذر سے ساقط

ہو جاتا ہے مثلاً کسی سمت مشتبہ ہونے پر سہو ہوا کسی دوسری سمت نماز پڑھ لینے
پر بعض صورتون مین گھوڑے کی سواری پر دریا کے سفر مین اور اس چودھوین صدی
ہنوی مین ریل کے سفر مین اور علی ہذا القیاس مگر چونکہ یہہ حکم بطور نشان امتیاز اون
لوگون کے قرار دیا گیا ہے جنہون نے اسلام قبول کیا ہے اسلئے اسکا بھی بجالانا مثل
احکام اصلی کے ضرور ہوگا اور قصداً ترک نکیا جاویگا **قلت** بہت سی تمہیدین
اوٹھا چکے مگر چونکہ سب غلط اور بے اصل تھین ایک بھی پیش نہ گئی اب پھر اوسی دعوی
باطلہ پر جسکو ہم شروع ہی مین باطل کر چکے رجوع کیا مگر خود اونہین کی تمہیدات باطلہ سے
اسکا بطلان بھی واضح ہے بہت سے اصرار سے احکام منصوصہ کو منحصر در قسمون مین
کیا ہے ایک اصلی دوسرے محافظ احکام اصلی چونکہ استقبال قبلہ بالبداہۃ محافظ کسی حکم اصلی
کا نہین کیونکہ منافقین بھی مومنین کے ساتھہ رکوع وسجود مین استقبال قبلہ کرتے تھے مگر نص صریح سے
ثابت ہے کہ اونکی نماز صرف ریا کی تھی نہ خدا کی یاد کی خود سید الطائفہ بھی اپنے دلمین سمجھے
کہ یہہ حکم محافظ کسی حکم اصلی کا تو نہین لہذا لفظ محافظ حکم اصلی کو چھوڑ کر اوسکو نشان تمیز اون لوگونکا
جنہون نے اسلام قبول کیا ہے ٹھہرایا حالانکہ تمیز ونشان مین اور حفاظت مین بہت فرق ہے
چونکہ سابق احکام منصوصہ کو منحصر دو ہی قسمون مین کیا تھا اور منجملہ اون دونون قسمون کے استقبال
قبلہ از قسم احکام محافظ خود از روی بیان سید الطائفہ قرار نہ پایا پس بالضرور بسبب انحصار
احکام کے اونہین دونو قسمون مین لازم آیا کہ وہ از قسم احکام اصلی ہو پس خود تقریر سید الطائفہ نے
اونکے اس قول کو غلط کر دیا کہ استقبال قبلہ اصلی حکم نہین واللہ یحق الحق ولو کرہ المبطلون یخرون
ہیوتہم بایدیہم وایدی المومنین فاعتبروا یا اولی الابصار اب ہم دیگر اقوال سید الطائفہ کا حال بھی بیان کرتے ہین
(اولاً) یہ جو کہتے ہین واسطہ تمیز اور نشان اون لوگون کے قرار دیا ہے جنہون نے اسلام قبول کیا ہے تو یہہ

صفحہ ۱۹۰ پر واسطے تفریق درمیان مومنین اور منافقین کے ٹھہرایا گیا ہے یہاں یہہ لفظ لکھتے ہین کہ واسطے تمیز اون لوگون کے جنہون نے اسلام قبول کیا چونکہ ظاہر ہے کہ اسلام تو منافقین نے بھی قبول کیا تہا پس اگر قبول کرنے والون سے مراد وہ سب لوگ ہین جنہون نے اسلام قبول کیا عام اس سے کہ مومنین خالص ہون یا منافقین تو یہہ قول پہلے قول کا صاف مناقض ہے اور اگر مراد خالص مومنین ہین تو اسسے کچہ تمیز درمیان مومنین اور منافقین حاصل نہین ہوئی نہ آیندہ کبھی ہوسکے (ثانیا) یہان یہہ لکھتے ہین کہ ایک ادنی عذر پر ساقط ہوجاتا ہے اور پیشتر احکام محافظ کی نسبت آپ ہی لکھہ چکے ہین کہ جب انسان اونپر قادر نہین ہوتا تو ادا اونکی لازم نہین آتی اگر ادنی عذر سے مراد عدم قدرۃ ہے تو اونکی سمجہ پر بہت افسوس ہے اور اگر ادنی عذر سے مقصود یہہ ہے کہ باوجود قدرۃ کے ادنی عذر سے ساقط ہوجاتا ہے تو تناقض بیانی ظاہر ہے اور اوس ادنی عذر مین ایک عذر سفر رہل کو بھی مسقط استقبال قبلہ قرار دیتے ہین اس سقوط کی کیا دلیل ہے آیا عدم قدرۃ ہے یا کوئی وحی سید الطایفہ پر مشعر منسوخی (وحیثما کنتم فولو وجوہکم شطرہ) کے نازل ہوئی ہے اگر عدم قدرۃ ہے تو اوسکو ادنی عذر کیون قرار دیتے ہین حالانکہ عدم قدرۃ مین بھی بہت کلام ہے اور اکثر علماء کا فتوی اسپر ہے کہ شرط استقبال قبلہ ریل کی سواری مین ساقط نہین ہوتی اور شق ثانی کے بطلان مین تو سید الطایفہ کو بھی غالبا کچہ عذر نہوگا دوسرا عذر سمت قبلہ مشتبہ ہونا تیسرا عذر سہو سے دوسری سمت کو نماز پڑہ لینا چونکہ دوسرا عذر مبنی بر نسیان ہے کہ سمت قبلہ کو بہول گیا معلوم نہین کہ کسطرف کعبہ ہے بیشک یہہ عذر ایسا ہے کہ آمین معذور ہے اور تعین اوسکا اوسکی حد قدرۃ سے خارج ہے ایسے عذر کو کہ جسمین انسان معذور ہو اور اوسکی حد قدرۃ سے تعین سمت کعبہ کا خارج ہو ادنی عذر

قرار دینا محض غلطی ہے اور حکم اوسکا یہہ ہے کہ اول تو کسی جاننے والے سے دریافت کرے اور اگر جاننے والا نہ ملے تو ظن غالب کو کام مین لاوے اور جس سمت پر ظن غالب راہ دے اوسطرف کو نماز پڑہ لے اوسکو اصطلاح فقہا مین (تحری) کہتے ہین پس ایسی حالت مین وہ سمت تحری ہے سمت قبلہ کا حکم رکھتی ہے تیسرا عذر جو لکہا ہے معلوم ہوتا ہے کہ سہو و نسیان مین سید الطایفہ کے نزدیک کچہ فرق نہین ہم اونکو فرق بتاتے ہین کہ نسیان تو اسکا نام ہے کہ سمت قبلہ معلوم نہین اور سہو اسکو کہتے ہین کہ سمت قبلہ معلوم ہے مگر سہوًا متروک ہوگئی ایسی صورت مین سید الطایفہ کی بہت بڑی ناواقفی ہے کہ اس عذر کو موجب سقوط استقبال قبلہ قرار دیتے ہین ایسی صورت مین بلا شک و شبہ اعادہ نماز کا واجب ہے چوتھی صورت گہوڑے کی سواری پر یہ بہی نہایت درجہ کی غلطی سید الطایفہ کی ہے اگر سید الطایفہ کسی سے علیگڈہ مین گہوڑے پر سوار ہوکر ملنے جاوین یا ہوا کہانے کو تشریف لے جاوین اور گہوڑے پر بیٹہے ہوئے چاہین کہ نماز پڑہ لین یہ نماز اونکی ہرگز جایز نہوگی یہ حکم بابت ایسے سفر کے ہے کہ جسمین جلدی مقصود ہو اور خاص واسطے نوافل کے ہے نہ واسطے فرایض کے اور چونکہ سفر بہی حسب تصریحات کتب اصول فقہ کے منجملہ امور معترضہ علی الاہلیتہ ہے مگر بہ نسبت اور امور کے خفیف ہے لہذا ادائے نافلہ نماز مین بسبب لاحق ہونے ضرر کے رخصت دیگئی ہے کہ جسطرف کو توجہ ہو نماز نفل جایز ہے مگر فرایض کے واسطے یہ رخصت نہین پانچوین صورت سفر دریاکی اوسمین اگر توجہ الی القبلہ ممکن ہو تو ترک اصلا جایز نہین چنانچہ فتاوی عالمگیری

مین ہے من اراد ان یصلی فی سفینۃ تطوعا او فریضۃ فعلیہ ان یستقبل القبلۃ ولا یجوز لہ ان یصلی حیثما کان وجہہ کذا فی الخلاصۃ حتی لو دارت السفینۃ وہو یصلی توجہ الی القبلۃ

حیث دارت کذا فی شرح منیۃ المصلی لامیر الحاج چھٹی صورت سید الطائفہ کی یہ لکھی ہے (اور علی ہذا القیاس) چونکہ قیاس اونکے نزدیک کچھ معتبر نہین اور ہر شخص کو اوسکے ماننے نہ ماننے کا اختیار ہے اور ہمارے نزدیک صرف قیاس مجتہد جامع شرائط اجتہاد کا البتہ عامیون پر حجت ہے اور ہمنے اسباب مین سوا ان چند مسائل کے جو مبنی عذرات قوی پر ہین اور کوئی مسئلہ نہین دیکھا سو بنا سقوط کی ان سب مسایل مین اوپر عدم قدرۃ تحقیقی یا حکمی کے ہے نہ اوپر محافظ ہونے حکم کے قطع نظر ان سب امور کے ہم پیشتر ثابت کر چکے ہین کہ سقوط ادا کسی حکم کا مثبت اوسکی اصلی نہونے کا نہین ہوسکتا پس سب گفتگو سید الطائفہ کی محض بیکار ہے چونکہ سید الطائفہ مدعی اجتہاد ہین اب ہم اونسے اونہین کے اصول پر کلام کرتے ہین یعنی بحث ناسخ و منسوخ مین صفحہ ۱۶۹ پر وہ قران کی کسی آیۃ کے منسوخ ہونے کا خصوصًا احادیث سے خواہ متواتر الالفاظ ہو یا متواتر المعنی قطعًا انکار کرتے ہین اور آیۃ شریفہ حیثما کنتم فولوا وجوہکم شطرہ مسجد حرام نص قطعی ہے واسطے استقبال قبلہ کے اور فرض کرو کہ یہہ حکم مطابق اونکے زعم کے حکم محافظ ہے مگر چونکہ خود اونہین کے اقرار کے بموجب عملًا حکم اصلی کی برابر ہے پس اب ہم دریافت کرتے ہین کہ اونھون نے جو پانچ صورتین سوا ر صورت (علی ہذا القیاس) کے لکھی ہین اور اون سب صورتون مین مدعی اسکے ہین کہ استقبال قبلہ ساقط ہوجاتا ہے یعنی امتثال اوس حکم نص صریح کا واجب نہین رہتا تو آیا وہ آیۃ منسوخ ہوگئی ہے یا محکم ہے بہر دو صورت دعوی سقوط حکم کا تناقض بیانی ہے شق اول پر تو بسبب عدم جواز نسخ کے شق ثانی پر بسبب مخالفت نص کے پس بالضرورۃ بتقلید ایمہ مجتہدین کے یہی کہنا پڑے گا کہ تکالیف بحسب وسعت و

قدرۃ مکلف کے ہوتی ہین اور جس عمل پر مکلف قادر نہین شرعًا وہ اوسکا مکلف ہی نہین
اور اس بنا پر جملہ احکام شرعی در باب سقوط کے برابر ہین عام اس سے کہ اصلی ہون یا
غیر اصلی اور سقوط اونکا مثبت اونکے غیر اصلی ہونے کا جیسا کہ زعم باطل سید الطایفہ کا
ہے اصلا نہین ہوسکتا **قال** ہان اون لوگون پر تعجب ہوگا جو غلبہ اوہام سے سمت
قبلہ کے لیے دوپہر مین باہر نکلکر سورج کو دیکھتے پھرتے ہین کہ کسطرف سے نکلا تہا اور
کسطرف کو ڈوبے گا اور اپنی جیبون اور تسبیحون مین قطب نما یا قبلہ نما لٹکاے پھرتے
ہین اور چلاتے ہین کہ ٹہیک ہماری ناک کعبہ کے سامنے ہوجاے اور اسمین ایک بڑا
ثواب اور ٹہیک ٹہیک نماز کا ادا کرنا سمجھتے ہین **قلت** شاید سید الطایفہ کے نزدیک
یہہ ہے کہ اگر سمت قبلہ مشتبہ ہوجاوے تو بدون تحری بلا تامل جسطرف کو چاہے نماز
پڑہ لے حالانکہ یہہ اونکی ناواقفی ہے اگر بدون تحری کے ایسی صورت مین نماز شروع
کریگا تو نماز اوسکی باطل ہے اور اوسپر اعادہ نماز کا واجب ہوگا گو کہ اتفاق سے
قبلہ ہی کی طرف نماز پڑہتا ہو اور جب بحالت اشتباہ کے تحری واجب ہی تو یہہ تو
خود ظاہر ہے کہ ایسے مقامات مین جہان مساجد اور نماز پڑہنے والے لوگ موجود ہون
سمت قبلہ مشتبہ نہین ہوسکتی پس ایسے مقامات مین تو ہمنے کسیکو نہین دیکہا کہ سورج
اور قبلہ نما یا قطب نما کو کام مین لاتا ہو شاید سید الطایفہ نے کسی نمازی کو کسی اپنے مدرسہ
یا اپنے بنگلہ مین یہہ کام کرتے ہوے دیکہا ہوگا سو اوسپر بھی تعجب کرنا سید الطایفہ کا
بیجا ہے اسلیے کہ غالبا اوس بیچارے نے یہہ دیکہا ہوگا کہ یہان کوئی شخص نمازی قابل
اطمینان کے نہین نہ کوئی مسجد ہے اور اگر کوئی چبوترہ بنام نہاد مسجد کے وہان بنا
ہوا دیکہا بہی ہوگا تو بسبب اسکے کہ وہان دستور گنہٹی بجانے کا ہے جیسے ہنود

مہادیو کے چبوترہ پر گنٹھی بجاتے ہین اوسکو یہہ اشتباہ ہوا ہوگا کہ غالبًا یہ چبوترہ مہادیو کا ہواس سبب سے اوس نے قطب نما یا سوجک کو دیکھکر اپنے اجتہاد سے سمت قبلہ معین کی ہوگی البتہ جنگلون اور میدانون مین ضرورت تحری کی واقع ہوتی ہے اور طریق تحری کا بہتر اس سے اور کوئی معلوم نہین کہ کواکب کے حالات سے استدلال کیا جاوے خصوصًا حال ستارہ قطب اصلی سے کہ اوسکے مقام مین کسی وقت کسی فصل مین تغیر واقع نہین ہوتا پس اس احتیاط کی نظر سے اگر کسی غریب نمازی نے قطب نما اپنی جیب یا تسبیح مین رکھا تو منکر لوگون کو اوس مسکین پر تعجب کرنا نہایت بیجا ہے ایسے تعجب کرنے والون دنیا کے طالبون کو زیادہ تر اپنے حال پر غور کرنا چاہیئے کہ بجاے تین بار کے قطب نما کے دس بارہ تولے کی گھڑی جیب مین اور ایک زنجیر اوسکے ساتھ لٹکائی پہرتے ہین اس غرض سے کہ فلانی صاحب کی ملاقات کا جو وقت معین ہے ایسا نہو کہ ٹھیک اوسوقت پر نہ پہونچ سکین اور غلطی واقع ہو پس جب وہ استحصال اغراض دنیاوی کے واسطے جیب مین گھڑی کو لٹکاے پہرتے ہین تو اونکا تعجب اور طعن کسی بیچارے نمازی پر کہ واسطہ استحصال غرض دینی کے ایک قطب نما اپنے پاس رکھتا ہے صریح بیجا ہے مثنوی ہر یکے را بہر کارے ساختند ✤ میل آنرا در دلش انداختند ✤ انبیارا کار عقبی اختیار ✤ اشقیارا کار دنیا اختیار قال اللہ تعالے صبغۃ اللہ ومن احسن من اللہ صبغۃ اقول یونوس کے پہلے خط موسومہ قرونیون سے یہ بات ثابت ہے کہ اصطباغ یعنی بتسمہ کا طریق حضرت موسیٰ کے وقت مین بھی تہا اور اصطباغ پانا حضرت عیسیٰ عم اور دیگر صلحاے یہود کا دلیل اسکی ہے کہ یہہ امر اختراعی اور جدید نہین تہا بلکہ بموجب ارشاد وحکم خدای تعالی کے تہا کیونکہ انبیاء عم مرتکب

بدعات کے نہین ہوتے اور اس قسم کے افعال اونکے بدون وحی کے متصور نہین قال
سید الطایفۃ النیچریۃ (صفحہ ۱۸۵) دین محمدی مین اسلام مین داخل ہونیکو ظاہری اصطباغ موقوف
ہوگیا اور روحانی اصطباغ قایم ہوا اور صرف دل سے خدا پر اور اوسکی وحدانیت پر یقین کرنا ہمیشہ
کی زندگی حاصل کرنیکو کافی ہوا جیسا کہ خدا کا اصطباغ دینے والا فرماتا ہی ما من عبد قال
لا الہ الا اللہ ثم مات علی ذلک الا دخل الجنۃ اور اپنے خادم ابوہریرہ سے کہا من لقیک
یشہد ان لا الہ الا اللہ مستیقنا بہا قلبہ فبشرہ بالجنۃ **قلت** یہ ایک غلط فقرہ ہی کہ (دین
محمدی مین اسلام مین داخل ہونیکو) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سید الطایفہ کے نزدیک دین محمدی اور
اور اسلام اور ہے حالانکہ دین محمدی عین اسلام ہی جیسا کہ قبل از بعثت جناب رسالتمآب صلعم کا دین
انبیاء سلف کا عین اسلام تہا پس سید الطایفہ کو اس جگہ یون کہنا لازم تہا کہ دین اسلام مین داخل
ہونیکو یا یون کہتے کہ دین محمدی مین داخل ہونیکو اور یہہ جو کہتے ہین کہ صرف دل سے خدا پر اور
اوسکی وحدانیت پر الخ یہ بھی اونکی بہت بڑی غلطی ہے وہ احادیث مرویہ کا مطلب کبھی بھی
نہین سمجہے بعض احادیث مین جو صرف یہ کلمہ ہی (لا الہ الا اللہ) اس سے مراد اسلام ہے کیونکہ اول
رکن اور اعظم ارکان اسلام کا یہی کلمہ ہی پس وہ کلمہ بولا گیا ہے اور مراد اس سے اسلام ہے
علاوہ بران یہ کلمہ طیبہ کہ جامع توحید علمی اور عملی ہی خاص شعار اہل اسلام کا ہی تہا مشرکین کا حال تو
ظاہر ہے کہ اونہون نے بہت سے (آلہ) ٹہیرا رکہے تہے نصاری کا بھی حال مخفی نہین کہ تین خدا تجویز
کر رکہے تہے یہود نے بہی توحید کو ضایع کر دیا تہا چنانچہ قرآن مجید مین اونکا حال سے خبر دی ہی اتخذوا
احبارہم ورہبانہم ارباباً من دون اللہ بعض فرقہ اونمین حضرت عزیر کے ابن اللہ ہونیکے قایل تہے چنانچہ قرآن
مین ہی وقالت النصاری المسیح ابن اللہ وقالت الیہود عزیر ابن اللہ پس جبکہ یہ کلمہ (لا الہ الا اللہ)
مخصوص شعار اسلام سے تہا اور باہم اسلام اور اس کلمہ کے نسبت تساوی کی ہی اور (لا الہ الا اللہ)
کو اسلام لازم تہا پس ملزوم بولا گیا ہی اور مراد اوس سے لازم ہی اور یہ بات کو صحابہ رضوان اللہ علیہم

ہی خوب سمجھتے تھے اسلئے کہ جب حضرت صلعم نے یہہ فرمایا تو حضرت ابوذر غفاری نے جناب رسالتمآب صلعم سے یہہ تو کہا کہ وان زنی وان سرق یعنی اگرچہ زنا کرے اور چوری کرے اور یہہ نکہا وان لم یومن بک وکتابک یعنی یہ نکہا کہ اگرچہ تمپر اور قران پر ایمان نہ لاوے حالانکہ تبرک زنا اور چوری سے ایمان لانا پیغمبر پر زیادہ تر ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ مراد اوس کلمہ سے اصول اسلام ہے اور مطلب اوسکا یہ ہے کہ جو شخص دل سے اسلام لاوے اور تادم مرگ اوسپر قایم رہے تو امید ہے کہ اللہ تعالے اوسکے گناہون کو معاف فرماکر اوسکو بہشت مین داخل کرے گا اور یہی مطلب حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ثابت ہوتا ہے اسلئے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اونکو روکا دیا اور پیغمبر خدا صلعم سے عرض کیا کہ یہہ بشارت لوگون کو نہ سنائے ایسے ہی رہنے دیجئے ایسا نہو کہ وہ اوسپر تکیہ کرکے اعمال کو چھوڑدین تب آپ نے فرمایا کہ ایسے ہی رہنے دے پہر دوسری حدیث مروی ہے اونہین حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے قال رسول اللہ صلعم والذی نفس محمد بیدہ لایسمع بی احد من ہذہ الامۃ یہودی ولا نصرانی ثم یموت ولم یومن بالذی ارسلت بہ الا کان من اصحاب النار یعنی قسم ہے اوس ذات کی کہ جسکے قبضہ مین محمد کی جان ہے کہ نہ سنیگا مجکو کوئی اس امۃ سے یہودی یا نصرانی پہر وہ مرے ایسی حالت مین کہ ایمان نہ لایا ہو اوسپر جسکے ساتھہ مین بہیجا گیا ہون مگر ہوگا وہ دوزخیون مین سے" ان احادیث سے خوب ثابت ہوگیا کہ مطلب احادیث منقولہ سید الطایفہ کا وہی ہے جو ہمنے لکہا ہے پہر خود سید الطایفہ صفحہ ۱۴۴ پر تفسیر (فان آمنوا بمثل ما آمنتم) مین لکہتے ہین (کہ مقصود صرف اسقدر ہے کہ خدا پر اور انبیا پر ایمان لانا

ہدایت پانی ہے اور اوسکے ماننے سے انکار کرنا مخالفت کرنی ہے) اور چونکہ اس سے
اتباع انبیا اور کتاب اللہ کی حضرت آدم اور اونکی ذریۃ پر تاکید فرمائی گئی ہے قلنا اہبطوا منہا
جمیعا فاما یاتینکم منی ہدی فمن تبع ہدای فلا خوف علیہم ولا ہم یحزنون والذین کفروا وکذبوا بآیاتنا
اولئک اصحاب النار ہم فیہا خالدون یعنی اوترجاؤ یہان سے تم سب پھر جب آوے
تمہارے پاس ہدایت میری طرف سے تو جس شخص نے میری ہدایت کی پیروی کی تو اوسپر نہ کچھ
خوف ہے نہ وہ غمگین ہونگے اور جو لوگ کافر ہوے اور ہماری آیات کی تکذیب کی تو وہ
دوزخی ہین وہ ہمیشہ دوزخ مین رہینگے ، پس اب خوب ظاہر ہوگیا کہ انسان کی نجات کے
واسطے صرف خدا اوسکی وحدانیت پر ایمان بدون ایمان کے اوپر رسالت اور کتب الٰہیہ
کے کافی نہین ہے اور قول سید الطایفہ کا کہ صرف خدا اور اوسکی وحدانیت پر یقین کرنا
کافی ہے صاف خلاف قران مجید اور احادیث رسول اللہ صلعم اور اجماع امتہ کے ہے
اور یہہ جو کہتے ہین کہ اصطباغ روحانی قایم ہوا اس جگہہ یہہ کہنا چاہیے تھا کہ صرف
اصطباغ روحانی قایم رہا کیونکہ اصطباغ روحانی یعنی خدا اور اوسکی وحدانیت پر ایمان لانا
کچھہ مخصوص دین محمدی پر نہین دیکھو آیہ کریمہ شرع لکم من الدین ما وصی بہ نوحا الآیۃ
(سورہ شوری) قال اللہ تعالے ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات
بل احیاء ولکن لا تشعرون (ترجمہ سید الطایفہ) اور مت کہو اون لوگون کو
جو مارے جاوین اللہ کی راہ مین مردے بلکہ وہ زندے ہین ولیکن تم نہین جانتے
قال اس آیۃ کی نسبت مفسرین کے تین قول ہین ایک یہہ کہ وہ شہید ہوتے ہی اوسیوقت
زندہ ہو جاتے ہین لیکن ہمکو اونکا زندہ ہونا نہین معلوم ہوتا دوسرے یہ کہ احیاء سے
مراد یہ ہے یعنی زندہ ہونگے یعنی قیامت کے دن تیسرے یہہ کہ اونکو

مردہ مت کہو وہ تو زندہ ہین یہہ کہنا ایسا ہے جیسے کوئی کہے مامات رجل خلف مثلک یعنی وہ شخص نہین مرا جس نے تیری مانند خلف چھوڑا ہے جو لوگ دین کی استقامت کے سبب مارے گئے ہین درحقیقت اونہون نے دین حق کی پہیلائے اور اپنے بعد اوس نیکی کے قایم رہنے کے لئے جان دی ہے پس اونہون نے اپنے بعد ایسی نیکی چھوڑی ہے جو اوس سے بھتر نہین ہوسکتی اور اسی اعتبار سے اونکی نسبت کہا جاتا ہے کہ وہ مرے نہین بلکہ زندہ ہین جنسے ایسی نیکی قایم اور جاری ہے پس حیات سے اونکی مراد حیات فی الدین ہے جیسے کہ ایک جگہہ خدا نے فرمایا ہے اومن کان میتا فاحییناہ اور سورہ آل عمران مین جو خدا نے اونکی حیوۃ کے ساتھہ یہ قید بھی لگائی ہے بل احیاء عند ربہم اس سے اور زیادہ اس مطلب کو تقویت ہوتی ہے کہ اونکی حیات سے حیات فی الدین مراد ہے نہ اور کسی قسم کی حیوۃ میرے نزدیک تیسرے معنی صحیح ہین **قلت** سوا ان تین قولون کے اور بھی کئی قول ہین کہ کتب تفاسیر مین منقول ہین اس تیسرے قول کا حاصل یہ ہے کہ بسبب بقاء اوس نیکی کے جو اونکے سبب سے واقع ہوی ہے اون نیکی چھوڑنے والون کو زندہ کہا گیا یعنی درحقیقت وہ زندہ نہین مگر اونکی نیکی جو زندہ اور باقی ہے تو بطریق تسمیۃ السبب باسم المسبب مجازًا اونکو زندہ کہا گیا ہے مگر دو وجہ سے یہ معنی خلاف ظاہر معلوم ہوتے ہین (اول) یہہ کہ اس زندہ رہنے کو تو ہر کوئی جانتا ہے حالانکہ قرآن مجید مین صاف وارد ہے (ولکن لاتشعرون) یعنی لیکن تم اونکی حیوۃ کو نہین جانتے (دوسرے) یہہ کہ آیات سورۂ (آل عمران) یہہ ہین ولاتحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربہم یرزقون فرحین بما آتاہم اللہ من فضلہ ویستبشرون بالذین لم یلحقوا بہم الا خوف علیہم ولا ہم یحزنون یستبشرون بنعمۃ من اللہ وفضل وان اللہ

لا یضیع اجر المومنین یعنی مت گمان کرا ون لوگون کو جو قتل کئے گئے اللہ کی راہ مین
مردی بلکہ زندے ہین نزدیک رب اپنے کے رزق دئے جاتے ہین درحالیکہ خوش
ہین اوس چیز سے کہ دی ہے اونکو اللہ نے اپنے فضل سے اور خوش ہوتے ہین بسبب
حال اون لوگون کے جو ہنوز نہین ملے ہین اونسے اونکی پیچھے سے بسبب اسکے کہ نہین
ہے اونپر کچھہ خوف اور نہ وہ اندوہگین ہونگے خوش ہوتے ہین بسبب اللہ کی نعمت
اور فضل کے اور بسبب اسکے کہ اللہ نہین ضایع کرتا ہے مومنین کے اجر کو" ان آیات مین
جو اوصاف مذکور ہین اونکا حمل اس نیکی پر غیر ممکن ہے وہ سب اوصاف خود شہیدون
کے ہین پس لحاظ اون اوصاف کے صفت حیوۃ کا بھی حمل خود اونہین کی ذات پر مناسب
ہے پس میرے نزدیک یہ معنی مناسب نہین معلوم ہوتے میرے نزدیک بیان اس
آیۃ کا اسطور پر ہے کہ انسان مین حیات کا پیدا کرنا اسلئے ہے کہ وہ اپنے خالق کی
جسم وجان سے عبادت واطاعت کرے وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون
اور انسان اعمال عبادت روحانی اور جسمانی سے قرب ومنزلت اپنے خالق کے نزدیک
حاصل کرتا ہے مگر بعد موت کے بجز شہیدون کے اور لوگون کے اعمال عبادت منقطع
ہوجاتے ہین اور درجات اونکے منتہی ہوجاتے ہین چنانچہ حدیث صحیحین مین وارد ہے
کل ابن آدم یختم علی عملہ اذا مات الا المجاہد فی سبیل اللہ فانہ ینمی لہ عملہ الی یوم القیمۃ
یعنی ہر ایک آدمی جب مرجاتا ہے تو اوسکی عمل پر مہر لگادیجاتی ہے مگر وہ آدمی جو خدا کی
راہ مین جہاد کرتا ہے تو اوسکا عمل بڑہتا رہتا ہے قیامت کے دن تک" پس چونکہ
مقصود حیوہ جسمانی سے قرب ومنزلت اور ترقی درجات ہین اور وہ شہیدون کے حق
مین جنہون نے خدا کی محبت اور عشق مین اپنی جان قربان کی ہے بدستور جاری ہے

تو در حقیقت وہ مرے نہین بلکہ زندہ ہین مگر یہہ ایسی حیوۃ ہے کہ اسکی حقیقت کسی آدمی
کو معلوم نہین ہوسکتی ؎ منزلِ عشق از مکانی دیگر است ✤ این حبس را کاروانی دیگر است
کشتگان خنجر تسلیم را ✤ ہر زمان از غیب جانی دیگر است ✤ عقل کے داند کہ این اسرار چیست
کاین جماعت را نشانی دیگر است ✤ ہمنے اس بیان کو اس جگہہ کسیقدر اختصار کے ساتھہ
لکھا ہے جس کسیکو شوق بیان تفصیلی کا ہو تفسیر مولانا شاہ عبد العزیز قدس اللہ سرہ کو دیکھے
؎ ترک جوشی کردہ ام من نیم خام ✤ از حکیم دہلوی بشنو تمام ✤ واللہ اعلم بمرادہ
قال اللہ تعالے کلوا من طیبات ما رزقناکم **قال** (سید الطائفۃ النیجریۃ)
اس آیۃ سے پہلے خدا تعالے نے (ان) پاکیزہ چیزون کے کہانے کی اجازت دی تھی
جو زمین مین ہین یعنی جو زمین سے پیدا ہوتی ہین **قلت** تفسیر (مما فی الارض) کی جو یہہ
کرتے ہین کہ (جو زمین سے پیدا ہوتی ہین) غلطی ہے جو کچہ زمین مین ہے عام ہے اس سے
کہ خواہ زمین سے پیدا ہو خواہ زمین سے پیدا نہو مثل حیوانات کے پس اوسکو پیداوار زمین
کے ساتہہ اپنی راے سے مخصوص کرنا بدون کسیوجہ موجہ کے قابل قبول نہین بلکہ صریح غلطی ہے
اور پہلی آیۃ کے مخاطب عام لوگ اور کفار اور اہل اسلام ہین اور سب کو تاکید ہے اسکی کہ
شیطان کے اتباع اور بے عقل باپ دادون کی تقلید نکرو اور اس آیۃ کے مخاطب
مومنین ہین اور تاکید ہے اسکی کہ مال طیب جو ہمنے تم کو دیا ہے اوسکو کہاؤ اور حرام چیزین
اور مال ناپاک مثل سود اور مال غصب کے کہانے سے بچو اور حلال طیب کہا کر خدا کا شکر
کرو **قال** جس لفظ کا ترجمہ ہمنے پاکیزہ کیا ہے وہ لفظ طیبات ہے اسکے معنی مزیدار
اور خوشگوار غیر مضر کے ہین تفسیر کبیر مین لکھا ہے کہ ان الطیب فی اصل اللغۃ عبارۃ
عن المستلذ المستطاب **قلت** (طیبات) جمع ہے (طیب) کی جو تانیث ہی (طیب)

کی معنی (طیب کے) صراح مین لکھے ہین پاک و حلال خلاف خبیث استطابۃ پاکی جستن و پاک یافتن قاموس مین ہے طاب یطیب طابا وطیبا وطیبۃ وتطیابا لذ وزکی تفسیر کبیر کی پوری عبارۃ یہہ ہے الطیب فی اللغۃ قد یکون بمعنی الطاہر والحلال یوصف بانہ طیب لان الحرام یوصف بانہ خبیث قال تعالی قل لا یستوی الخبیث والطیب والطیب فی الاصل ہو ما تستلذہ بہ وتستطاب ووصف بہ الطاہر والحلال علی جہۃ التشبیہ لان النجس تکرہہ النفس فلا تستلذہ والحرام غیر مستلذ لان الشرع یزجر عنہ قرآن مجید مین جیسا کہ صراح مین ہے لفظ (خبیث) کو بمقابلہ (طیب) کے ہر جگہہ لایا گیا ہے البلد الطیب یخرج نباتہ باذن ربہ والذی خبث لا یخرج الا نکدا (اعراف) یحل لہم الطیبات ویحرم علیہم الخبائث (اعراف) یا ایہا الذین آمنوا انفقوا من طیبات ما کسبتم ومما اخرجنا لکم من الارض ولا تیمموا الخبیث (بقرہ) ما کان اللہ لیذر المومنین علی ما انتم علیہ حتی یمیز الخبیث من الطیب (آل عمران) لا یستوی الخبیث والطیب (مائدہ) لیمیز اللہ الخبیث من الطیب (انفال) الخبیثات للخبیثین والخبیثون للخبیثات والطیبات للطیبین والطیبون للطیبات (نور) لا تتبدلوا الخبیث بالطیب (نساء) اس تحقیقات سے یہ امر خوب ثابت ہے کہ اصل لغت مین (طیب) بمعنی پاکیزہ ضد خبیث کی ہے اسلئے کہ کثرۃ استعمال انہین معنی مین ہے اور کثرت استعمال دلیل اصلیت ہے اور سید الطایفہ جو یہ لکھتے ہین کہ اسکے معنی مزہ دار اور خوشگوار غیر مضر کے ہین یہ اونکی غلطی فاش ہے لذیذ اگر نجس اور خبیث ہے اور سپر ہرگز اطلاق طیب کا روا نہین اور استدلال اونکا عبارۃ تفسیر کبیر سے لایق تسلیم کے نہین اوس عبارت مین تسامح بیشک ہے اور باوجود اسکے کہ صاحب تفسیر آپ ہی لکھتے ہین کہ (الطیب قد یکون فی اللغۃ بمعنی الطاہر) پھر یہ جو لکھتے ہین (الطیب فی الاصل ما تستلذہ وتستطاب) صریح اوسکے خلاف ہے

قطع نظر اسکے تفسیر کبیر مین بھی (ما یستلذ بہ) پر اکتفا نہین کیا بلکہ اوسکے ساتھہ بحرف واؤ جمع (یستطاب) کو بھی جمع کر دیا ہے اور (استطابۃ) کے معنی ہم صراح سے لکھہ چکے ہین کہ پاکی جستن و پاک یافتن سید الطائفہ نے جو صرف مزہ دار اور خوشگوار پر اکتفا کیا ہے عبارت تفسیر کبیر کے بھی خلاف ہے کہ جس سے وہ استدلال کرتے ہین اور غیر مفسد کا تو تفسیر کبیر مین بھی اصلا ذکر نہین **قال** پس اس آیۃ سے معلوم ہوا کہ تمام چیزین جو انسان کے لئے مضر نہین ہین وہ حلال ہین اور وجہ حلت و حرمت اشیاء ماکول جو خدا نے بتائی ہے وہ اونکے مضر اور غیر مضر یا مفسد و مفید ہونے پر مبنی ہے **قلت** اس آیۃ مین وہ کونسا کلمہ ہے کہ جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تمام چیزین جو انسان کے لئے مضر نہین وہ حلال ہین آیۃ مین تو مضر و مفید کا کچھہ بھی تذکرہ نہین نہ اس آیۃ مین کوئی ایسی وجہ حلت و حرمت کی بتائی ہے جو مبنی اوپر مفید و مضر ہونے کے ہو البتہ اشیاء ماکولات کے کہانے کو حلال و پاکیزہ ہونے کے ساتھہ مقید فرمایا ہے کہ جسکا منشاء یہ ہے کہ کوئی ایسی چیز جو ناپاک ہے اور جسکو ہمنے حرام کر دیا ہے نہ کہاؤ الغرض اس قول مین سید الطائفہ نے اپنے دل سے باتین گھڑ کر خدا پر اوسکا افترا کیا ہے وبس۔ تمت والحمد للہ نعم

الجلد الثانی من کتاب
البرهان علی تجهیل من قال بغیر علم فی القرآن
ویتلوه الجلد الثالث
انشاء الله تعالی

(بقلم مشتاق احمد)